اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓءُ (سورۂ فاطر)

تذکرہ اکابرِ گنگوہ (جلد دوم)

یعنی

تذکرہ شریف الامّت

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

بانی ومدیر جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

تالیف

ابوحذیفہ حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم العالیہ

شیخ الحدیث وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

ناشر

شعبۂ نشر واشاعت جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ضلع سہارنپور (یوپی) انڈیا

فون: 01331,232357

ملنے کا پتہ

''دارالکتب الاسلامیۃ'' نزد جامعہ اشرف العلوم رشیدی مین روڈ قصبہ گنگوہ

موبائل: 09412508475

کتابت وترجمہ کے جملہ حقوق بحق ناشر ومؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب: تذکرہ اکابر گنگوہ جلد دوم (تذکرہ شریف الامت حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب گنگوہیؒ)

مؤلف: ابوحذیفہ حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

صحبت یافتہ امام العارفین قدوۃ الصالحین حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب نقشبندی مجددیؒ۔
اجازت یافتہ شیخ طریقت عارف باللہ حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم۔
وپیر طریقت واقف اسرارِ حقیقت حضرت شیخ آصف حسین صاحب فاروقی نقشبندی مدظلہم العالی برطانیہ۔
وجامع الاوصاف حضرت مولانا سید محمود حسن صاحبؒ خلیفہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ۔

کمپیوٹر کتابت: محمد دلشاد رشیدی کھیڑہ افغان: 09358199948

تصحیح: مولانا عبدالواجد صاحب رشیدی مدرس جامعہ ہذا
مولانا مفتی عبدالصمد صاحب رشیدی مدرس جامعہ ہذا

قیمت: ۱۵۰/روپئے

تعداد صفحات: ۶۰۰

تعداد طباعت: گیارہ سو/۱۱۰۰

جلد: ثانی

طبع اول: ۱۴۳۴ھ

ناشر: شعبۂ نشر واشاعت جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ
www.jamiaashrafululoom-gangoh.com
email.sadaehaque313@gmail.com

ملنے کا پتہ: ''**مکتبہ شریفیہ**'' جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

فہرست عناوین

جاری ہے روشنی کا سفر — مولانا مفتی محمد ساجد کھجناوری — ۱۷

پیش گفتار — از مصنف مدظلہ العالی — ۳۱

پہلا باب — ۳۵

ولادت باسعادت — ۳۶

قبیلہ اور خاندان — ۳۶

حسب ونسب — ۳۸

ابتدائی تعلیم — ۴۳

دوسرا باب — ۴۵

فارسی وتجوید اور قرآن کی تعلیم کیلئے مدرسہ تجوید القرآن محلّہ قاضی سہارنپور میں داخلہ — ۴۶

شاگرد کی خدمت اور استاذ کی محبت — ۵۰

حضرت قاری عبدالخالق صاحبؒ کی قلبی دعاء — ۵۲

حضرت مولانا شاہ عبداللطیف صاحبؒ ناظم مظاہر علوم سے پہلی ملاقات — ۵۳

حضرت تھانویؒ کی پہلی زیارت اور جنازہ میں شرکت — ۵۳

حضرت قاری عبدالخالق صاحبؒ کے خطوط — ۵۹

حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ کے ساتھ لدھیانہ میں — ۶۱

تیسرا باب — ۶۵

مظاہر علوم میں داخلہ اور اساتذۂ کبار کیساتھ ربط — ۶۶

فہرست عناوین

حضرت مولانا شاہ عبداللطیف صاحب پورقاضویؒ	۶۹
حضرت کے ساتھ ایک قصہ بطور لطیفہ	۷۲
مولانا زکریا قدوسیؒ کا وعظ در کرنال	۷۳
دوران طالب علمی کا عجیب قصہ	۷۳
حضرت ناظم صاحبؒ کی احتیاط	۷۵
مظاہر علوم کے قیام کے دور کی چند باتیں	۷۶
حضرت مولانا عبداللطیف صاحب کا ایک اصلاحی انداز	۷۹
مدرسہ اشرف العلوم کی تأسیس اور نام	۸۰
اول مہتمم اور اول مدرس	۸۲
مکاتیب حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحبؒ	۸۳
حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحبؒ کے ساتھ ربط و تعلق	۸۸
اتباع سنت کا خیال	۹۱
مکتوبات حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحبؒ	۹۴
مولانا مظفر الحسن صاحبؒ خادم خاص حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحبؒ	۱۰۵
حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ	۱۱۱
حضرت مفتی سعید احمد صاحب اجراڑویؒ کی ایک نصیحت	۱۱۴
مکتوبات وفتاوی حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ	۱۱۹

فہرست عناوین

حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمل پوریؒ	۱۲۱
حدیث پر عمل کرواور بزرگوں کے کلام کا ادب کرو	۱۲۳
حضرت مولانا زکریا قدوسی صاحب گنگوہیؒ	۱۲۴
حضرت شیخ الحدیث محمد زکریا قدس سرہ سے تعلق	۱۲۷
مفتی محمود حسن صاحبؒ کی خدمت وتعلق	۱۲۸
مکتوبات حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ	۱۳۰
حضرت والد صاحبؒ کی ایک یادگار تحریر	۱۵۹
چوتھا باب	۱۶۱
دارالعلوم دیوبند میں داخلہ	۱۶۲
صدر القراء جناب مولانا قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ	۱۶۵
دارالعلوم دیوبند میں اسباق کی ترتیب	۱۶۸
دارالعلوم دیوبند میں دوسرا سال ۱۹۴۸ء	۱۶۹
دارالعلوم دیوبند میں تیسرا سال	۱۶۹
دارالعلوم کی تعلیم کے دوران حضرت مدنیؒ سے والہانہ تعلق	۱۶۹
حضرت مدنی قدس سرہ کا کمال اخلاق	۱۶۹
حضرت مدنیؒ کی مجاہدانہ شان کا ایک واقعہ	۱۷۱
حضرت مدنیؒ کے درس کا انداز	۱۷۳

فہرست عناوین

دوران درس ایک طالب علم کا سوال	۱۷۴
فراغت از دار العلوم دیو بند	۱۷۷
حضرت مدنیؒ اور مجاہد ملت کی تشریف آوری	۱۷۸
شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کی خدمت	۱۸۴
حضرت مدنیؒ کا ایک گرامی نامہ	۱۸۶
ایفائے وعدہ کا اہتمام	۱۸۷
حضرت مدنیؒ کا آخری ورودِ مسعود	۱۸۹
حضرت مدنیؒ کے جنازہ میں شرکت	۱۹۰
تازہ صدمہ	۱۹۳
آپ کے دیگر اساتذۂ ذیشان	۱۹۶
حضرت مولانا فخر الحسن صاحب مفسر دار العلوم دیو بند	۱۹۶
حضرت مولانا کے معائنے	۱۹۶
حضرت علامہ ابراہیم صاحب بلیاویؒ	۱۹۹
حضرت مولانا عبد الشکور صاحب دیو بندیؒ	۲۰۱
شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ	۲۰۲
حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے ساتھ والہانہ تعلق	۲۰۵
حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کے معائنے	۲۰۶
حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کے خطوط گرامی	۲۱۳

فہرست عناوین

حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ سے متعلق حضرت مولانا انظر شاہ کشمیریؒ کی تحریر ۲۱۵
حضرت شیخ زکریاؒ سے وابستگی اور تعلق ارادت ۲۲۱
حضرت شیخؒ کی کرامت کا کھلا مشاہدہ ۲۲۸
حضرت شیخ کی کرامت کا ایک عجیب وغریب واقعہ ۲۳۱
پہلوان حاجی محمود کا قصہ اور حضرت شیخ کی ایک اور کرامت ۲۳۶
تجارت میں حضرت شیخؒ کی کرامت کا ظہور ۲۳۸
حضرت شیخ کا بے حد مشفقانہ برتاؤ ۲۴۰
حضرت شیخ کا کشف اور آپ کی محبت ۲۴۰
حضرت شیخ کی وسعتِ ظرفی وعنایات خاصہ ۲۴۱
حضرت شیخ کے یہاں نسبتوں کا احترام ۲۴۲
حضرت شیخ کے عفو ودرگذر کا عجیب انداز اور توجہ باطنی کا اثر ۲۴۵
حضرت شیخ کا حسن ظن ۲۴۶
مکاتیب حضرت شیخ زکریاؒ ۲۵۰
حضرت شیخ زکریا صاحبؒ کا ارشاد عالی ۲۸۱
آپ بیتی میں جامعہ اور گھر پر تشریف آوری کے واقعات ۲۸۱
دارالعلوم دیوبند میں حضرت والد صاحبؒ کے خصوصی رفقائے درس ۲۸۵
پانچواں باب ۲۸۷
دیگر مشائخِ عصر سے ربط وتعلق ۲۸۸

فہرست عناوین

حضرت رائے پوریؒ کی اشرف العلوم گنگوہ میں تشریف آوری	۲۸۸
مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمان صاحبؒ کی حق گوئی	۲۹۳
معائینہ مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمان صاحبؒ	۲۹۶
حضرت شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادیؒ کی خدمت میں حاضری	۲۹۶
خلعت خلافت	۳۰۳
آہ! حضرت مولانا محمود حسن صاحب پٹھیڑویؒ	۳۰۴
شجرۂ طریقت	۳۱۱
حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے اوصاف وکمالات	۳۱۳
آپ کا قرآن کریم کے ساتھ والہانہ تعلق	۳۱۳
عشق الٰہی	۳۱۴
عشق رسول ﷺ	۳۱۵
درود وسلام	۳۱۵
نعت شریف	۳۱۷
آپ کی نماز اور تہجد کا اہتمام	۳۱۸
آپ کی دعاء	۳۱۸
خدمتِ خلق	۳۱۹
رشتہ داروں اور قرابت داروں کا خیال	۳۲۰
احباب اور دوستوں کی رعایت	۳۲۱

فہرست عناوین

ادارہ کے مال میں کمالِ تورع وتقویٰ	۳۲۲
جود وسخاوت	۳۲۲
عالم اسلام پر مفکرانہ نظر	۳۲۳
اسلام اور مسلمانوں کی ہمدردی کا بے پناہ جذبہ	۳۲۴
سیاہ بل کے خلاف گنگوہ میں عظیم الشان احتجاجی جلسہ کا انعقاد	۳۲۵
امت مسلمہ کے غم میں شرکت	۳۲۵
جذبۂ احقاق حق اور ابطال باطل	۳۲۶
گنگوہ میں ردمودودیت پر عظیم الشان جلسہ کا انعقاد	۳۲۷
دوسرا جلسہ در دار قدیم	۳۲۸
ردِشیعیت کیلئے مدرسین کو بھیجنا	۳۲۹
اصلاح عوام کیلئے اقدامات	۳۲۹
مدرسہ میں مجلس ذکر اللہ کا قیام	۳۳۰
طلبہ کی اصلاح کیلئے فکر	۳۳۲
حضرت والد صاحبؒ کا دور اہتمام	۳۳۲
ہمت وشجاعت، صبر وتحمل	۳۳۳
مدرسہ میں ابتلاء وآزمائش کا دور	۳۳۶
یہ مدرسہ آپ کی کاوشوں کا نتیجہ ہے	۳۳۶
ایک دوسرا خط	۳۳۸

فہرست عناوین

تیسرا خط ۳۴۰

حضرت والد صاحبؒ کی ایک تحریر ۳۴۳

مدرسہ میں ایک فتنہ ۳۵۲

چھٹا باب ۳۵۴

مدرسہ کے سلسلہ میں قربانیاں ۳۵۵

حضرت والد صاحبؒ کا اصل کارنامہ ۳۵۵

جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کا مختصر تعارف ۳۵۵

معائینے حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ ۳۵۷

مسند اہتمام پر ۳۶۰

مدرسہ کیلئے قربانی کی ابتداء ۳۶۱

وقف کے انکار سے بچنا ۳۶۳

محض کسی کے نام کسی چیز کا بیع نامہ ہونے سے مالک نہیں بنتا ۳۶۸

اراضی دارِ جدید کی تفاصیل حضرتؒ کی زبانی ۳۷۰

غیر مسلموں سے خریداری کی تفصیلات ۳۷۲

جامعہ اشرف العلوم کا ارتقائی دور اور دار جدید کا سنگ بنیاد ۳۷۴

دار جدید کی مسجد زکریا کا سنگ بنیاد ۳۷۵

نظم ۳۷۵

مسجد زکریا جامعہ ہذا کی تعمیر میں حاجی سعید الدین صاحب کا تعاون ۳۷۷

بعض عمارات کی تفصیل ۳۸۴

فہرست عناوین

تذکرۂ حسنہ ۳۸۵
نظم ۳۸۷

جامعہ سے متعلق بشارات وتوضیحات ۳۸۷

ایک بنگالی لڑکے کا خواب ۳۸۷
جامعہ ہذا کی مقبولیت کا راز ۳۹۱
مدرسہ میں آپ کا طرز عمل اور طریقۂ کار ۳۹۳
مدرسہ سے متعلق کسی موقعہ پر کہی گئی ایک نظم ۳۹۶
جامعہ ہذا میں دورۂ حدیث پاک کا آغاز ۳۹۷
حضرت حکیم ننوں میاں صاحبؒ کی تقریر دلپذیر ۳۹۸
نذرانۂ تہنیت ۴۰۲
ترانۂ جامعہ اشرف العلوم رشیدی ۴۰۳
مبارک بادی کے خطوط ۴۰۴
اساتذہ جامعہ کو ہدایات کا طریقۂ کار ۴۱۱
ہدایات برائے مدرسین عربی درجات ۴۱۲
ہدایات برائے مدرسین درجات حفظ قرآن کریم ۴۱۵
ہدایات برائے مدرسین پرائمری درجات ۴۱۸
طلبہ کو ہدایات کا طریقۂ کار ۴۱۹

فہرست عناوین

ساتواں باب	۴۲۳
اسفار	۴۲۴
برطانیہ کے اسفار	۴۲۶
مدرسہ کی خاطر زمانۂ دراز تک آپ نے گھر پر عید نہیں کی	۴۲۸
حج بیت اللہ اور رفقائے حج	۴۳۲
عرب لوگ توحید میں بڑے کامل ہوتے ہیں	۴۳۴
قیام مدینہ پاک کے دوران رسول پاک ﷺ کی زیارت	۴۳۶
دوسرا سفر حج	۴۳۸
تیسرا سفر حج	۴۳۹
آپ کے قلم سے لکھی ہوئی سفر عمرہ کی دلچسپ تحریر	۴۴۰
سفر پاکستان	۴۴۷
سفر افریقہ	۴۴۸
آٹھواں باب	۴۵۱
امراض واسقام	۴۵۲
انتقال پر ملال	۴۶۱
قبل از انتقال کچھ مبشرات	۴۶۷
اعترافِ عبدیت واظہار تشکر	۴۷۳

فہرست عناوین

انتقال کے بعد بشارات ۴۷۶

نواں باب ۴۷۸

چند معاصر بزرگ ۴۷۹

حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مظاہریؒ ۴۷۹
حضرت حافظ عبد الستار صاحب نانکویؒ ۴۸۱
حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ ۴۸۳
حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ ۴۸۵
مکتوبات حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ ۴۸۶
حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب کھیڑویؒ ۴۹۲
حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ ۴۹۴
حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ ۴۹۵
خطوط حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ ۴۹۶
فدائے ملت حضرت مولانا اسعد مدنی صاحبؒ ۴۹۸
حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحبؒ مہتمم دار العلوم دیوبند ۵۰۰
حضرت مولانا شاہ قمر الزماں صاحب دامت برکاتہم الہ آبادی ۵۰۱
حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی مدظلہ العالی ۵۰۴
حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم ۵۰۶
خطوط حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم ۵۰۸

فہرست عناوین

حضرت مولانا حکیم مکرم حسین صاحب سنسار پوری مدظلہ العالی	۵۱۰
تعزیتی خط	۵۱۱
حضرت مولانا شیخ عبدالحق صاحب دامت برکاتہم محدث دارالعلوم دیوبند	۵۱۲
دسواں باب	۵۱۵
مخصوص احباب ورفقاء	۵۱۶
مولانا عبدالباری صاحب کھیڑویؒ	۵۱۶
مولانا عقیل صاحب جاجویؒ	۵۱۷
مولانا سعید احمد صاحب بجنوریؒ	۵۱۸
حافظ محمد انعام اللہ صاحب سہارنپوریؒ	۵۲۰
مولانا حکیم سعود صاحب گنگوہیؒ	۵۲۲
خواجہ شبیہ الحسن صاحبؒ //	۵۲۳
حاجی غلام رسول صاحبؒ کلکتوی	۵۲۴
کلکتہ کا سفر	۵۲۷
حاجی محمد عثمان صاحبؒ	۵۲۹
صوفی محمد صادق صاحبؒ	۵۳۰
حاجی محمد جمیل صاحب مدظلہ	۵۳۱
حافظ عبداللطیف صاحبؒ	۵۳۲
حافظ عبدالحکیم صاحبؒ	۵۳۲

فہرست عناوین

حضرت مولانا موسی پانڈورؒ برطانیہ ۵۳۴
حاجی محمد اسمٰعیل صاحب برطانیہ ۵۳۶
حاجی عبدالحق صاحب پانڈور برطانیہؒ ۵۳۷
اہلیہ محترمہ ۵۴۱
روحانی اولاد ۵۴۶
نسبی اولاد ۵۴۶
جناب قاری عبیدالرحمٰن صاحب نائب مہتمم جامعہ ہذا ۵۴۷
حضرت والد صاحبؒ کی رجال سازی ۵۵۰

گیارھواں باب ۵۵۱

بعض مخصوص تلامذہ ۵۵۲

حضرت مولانا محمد حنیف صاحب گنگوہیؒ ۵۵۲
ممتاز عالم دین وشارح کتب درسیہ مولانا محمد حنیف گنگوہی کا انتقال ۵۵۴
جناب مولانا قاری محمد اصغر صاحب گنگوہی شیخ الحدیث ہاپوڑ ۵۵۶
حضرت مولانا وسیم احمد صاحب سنسارپوری شیخ الحدیث جامعہ ہذا ۵۵۷
حضرت مولانا محمد سلمان صاحب گنگوہی محدث جامعہ ہذا ۵۵۸
جناب مفتی حبیب اللہ صاحب چمپارنی ۵۵۹
جناب الحاج مولانا قاری عبدالرؤف صاحب بلند شہری ۵۶۰
جناب مولانا شبیر احمد صاحب گجراتی ۵۶۱
جناب مولانا محمد الیاس صاحب گجراتی ۵۶۱

فہرست عناوین

جناب مولانا محمد یوسف صاحب صدر رشیدی		۵۶۳
جناب مولانا محمد سلمان صاحب بجنوری		۵۶۳
جناب مولانا مفتی محمد عقیل صاحب بجنوری		۵۶۵
جناب مولانا نجم الدین صاحب سلمہ مہاراشٹری		۵۶۶
حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی گنگوہی		۵۶۷
بارھواں باب		۵۷۹
منظومات		۵۷۹
ذکرِ شریف	جناب مولانا ولی اللہ قاسمی بستوی	۵۸۰
قوم وملت کا نگہباں پاسباں جاتا رہا	جناب حافظ محمد قاسم لوہاروی	۵۸۳
مرثیہ	جناب محمد کامل آفریدیؒ	۵۸۴
نالۂ دل	جناب قاری محمد اسلام صاحبؒ	۵۸۵
اشک ہائے غم	جناب مولانا قاری عبدالرؤف بلند شہری	۵۸۶
قاری شریف نام کا وہ انقلاب تھا	جناب حافظ نسیم انور ایوبی	۵۸۷
یادِ شریف	جناب مولانا ولی اللہ بستوی	۵۸۸
اشک ہائے فراق	جناب قاسم الواصفی طاہر پوری	۵۸۹
قطعاتِ تاریخ وفات	// //	۵۸۹
گری بجلی یہ کیسی جل گیا سر انشیمن ہی	جناب مولانا نسیم اللہ مظاہری	۵۹۰
تعزیتی مکتوبات		۵۹۲

جاری ہے روشنی کا سفر

مولانا مفتی محمد ساجد کھجناوری

مدیر تحریر ماہنامہ ''صدائے حق'' واستاذ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

گنگوہ کی سرزمین مدت ہائے دراز سے دین ودانش اور علم وعرفان کی ان نادرۂ روزگار شخصیات کی مولد ومسکن رہی ہے جن کی حرارت آمیز ایمانی شعاؤں سے کفر وشرک کے پرہول سناٹے کافور ہوئے اور تاریک زدہ مسلم معاشرہ کو روشنی نصیب ہوئی، اس بابرکت سرزمین پر جنم لینے والوں میں بعض ایسے خوش نصیب بھی ہوئے جن کی علمی اور روحانی زندگی سراپا سنت وشریعت سے عبارت اور یاد الٰہی سے آباد وشاداب تھی اور وہ بجا طور پر اس شعر کی عملی تصویر تھے کہ:

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

ماضی کے جھروکوں سے دیکھئے تو اسلام کی گذشتہ پانچ سوسالہ تاریخ میں سنت وشریعت کی ترویج واشاعت میں مستفیدین گنگوہ اور اس کے جیالوں کا نام سنہرے حروف سے لکھا نظر آتا ہے اور ان عشاق وعارفین باللہ اور کبار علماء کا تذکرۂ جمیل آتے ہی عقیدت والفت کے ملے جلے جذبات مچلنے لگتے ہیں، واقعی رب ذوالجلال نے اپنے دین کی صیانت وفروغ کیلئے ان اہل اللہ کو دل دردمند اور فکر ارجمند بخشا تھا ان کی دینی وایمانی بصیرت اور سدابہار پاکیزہ فکر وتربیت نے بہتوں کو قعر مذلت سے نکال کر ہمدوش ثریا کیا، ان انفاس قدسیہ میں اقطاب ثلثہ حضرت شیخ

عبدالقدوس گنگوہیؒ ، حضرت شاہ ابوسعیدؒ اور فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ اسرارہم جیسے علم ودانش اور تصوف وروحانیت کے فرزانے ودیوانے نظر آتے ہیں جن کی حیات وخدمات کا ہر پہلو روشن اور لائق اسوہ ہے ، ان مشائخ عظام اور اہل دل علماء نے مردوں کی مسیحائی کچھ اس انداز سے کی کہ تاریخ کے صفحات ان کے کردار وعمل سے روشن ہو گئے۔

لیکن بیسویں صدی کے بالکل اوائل یعنی ۱۹۰۵ء میں فقہ وفتاویٰ اور تصوف وسلوک کی عبقری شخصیت امام ربانی عالم حقانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے وصال سے بالآخر علم وادب اور فقہ وتصوف کی وہ مجلسیں ویران اور سونی ہوا چاہتی تھیں جہاں شمع محمدیؐ کے دیوانے پروانہ وار جمع رہتے تھے حتیٰ کہ دارالعلوم ومظاہر علوم جیسے کلیدی اداروں کے سرخیل اور تدریس واہتمام کے مقتدر اصحاب فضل وکمال نیازمندانہ حاضری دیا کرتے تھے ،جن میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ، حضرت مولانا یحییٰ کاندھلوی ، حضرت مولانا الیاس بانی تبلیغ ، حضرت مولانا مرتضی حسن چاندپوری ، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ، حضرت مولانا صدیق احمد انبہٹوی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہم جیسے اساطین علم وفن نے تو باقاعدہ حضرت گنگوہیؒ کے خوان علم سے خوشہ چینی کی ہے۔

چنانچہ حدیث وفقہ اور روحانیت کی اتنی عظیم درسگاہ قریب تھا کہ بالکل ختم ہوکر رہ جاتی اور اپنی عظمت رفتہ کی صرف ایک داستان بن جاتی جس طرح بخاریٰ وسمرقند آج حسرت ویاس کے کھنڈرات میں تبدیل ہو چکے ہیں ،لیکن حق جل مجدہ کو

اس مقدس سرزمین سے پیار تھا اور اس سے کام لینا تھا ویسے بھی نہ معلوم کتنی پیشانیاں اس سرزمین کی شادابی کیلئے اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوئی ہوں گی، چنانچہ بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں اسلاف کی اس گرانمایہ امانت کی نئی نسل میں محفوظ منتقلی کیلئے حضرت مولانا قاری شریف احمد نور اللہ مرقدہ نے ۱۳؍ اگست ۱۹۲۸ء بروز دوشنبہ کو جناب حافظ حبیب احمد صاحب گنگوہیؒ کے یہاں ایک دینی گھرانہ میں آنکھیں کھولی، ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی جبکہ حفظ کی تکمیل حضرت گنگوہیؒ کے خاص تربیت یافتہ حافظ عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم کے پاس کی، بعد ازاں تجوید وقرأت کیلئے سہارنپور تشریف لائے جہاں قاری عبدالخالق صاحبؒ سے تجوید وقرأت میں اختصاص پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کو حدر ترتیل اور تدویر کے خوبصورت لب ولہجہ میں خوش الحانی کے ساتھ پڑھنے کے اندر کمال حاصل کیا، ادھر عربی کی تعلیم مظاہر علوم میں شروع ہوئی چند سال پڑھ کر آپ دیوبند آگئے جہاں تین سال بسلسلۂ تعلیم مقیم رہے اور ۱۹۴۹ء میں سند فراغت سے سرفراز ہوئے۔

حضرت قاری صاحبؒ نے مظاہر علوم کی طالب علمی کے زمانہ میں ہی دیوبند وسہارنپور کے بزرگوں اور اساتذہ کے مشوروں اور حکم پر ۱۹۴۴ء میں بنام خدا مکتب کی شکل میں جامعہ اشرف العلوم رشیدی کی داغ بیل ڈالی اور دارالعلوم دیوبند سے تعلیمی مراحل پورے کر کے مذکورہ ادارہ کی تعمیر وترقی میں رات دن کچھ اس طرح لگے کہ جامعہ بہت جلد تعلیم وتربیت کی مثالی دانش گاہ قرار پائی، عمدہ اور ٹھوس تعلیم کیلئے ماہر فن اساتذہ کرام کا تقرر کیا، شب وروز طلبہ کے تابناک مستقبل کی زلفیں سنوارنے انہیں ہر طرح سے آرام پہنچانے اور لائق وباصلاحیت بنانے کی فکر اور دوڑ دھوپ میں

اس طرح گذر جاتے کہ اپنا بھی خیال نہ رہتا۔

اسی پختہ اور ٹھوس تعلیم وتربیت کے ماحول نے جید الاستعداد علم وعمل سے آراستہ فضلاء دین کو جنم دیا جو دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور جیسے عالم گیر شہرت کے حامل مرکزی اداروں میں تدریس وافتاء کے مناصب پر متمکن ہوکر اپنی مادر علمی کا نام روشن کررہے ہیں اور بانی جامعہ کی روح کو ٹھنڈک پہنچارہے ہیں **اللھم زد فزد۔**

ایک مثالی مربی ومہتمم اور کامیاب منتظم کے اندر جو اوصاف ناگزیر ہوتے ہیں وہ حضرت قاری صاحبؒ کے اندر علی وجہ الاتم موجود تھے، علم وعمل کے مرکز شہر گنگوہ کی دینی عرفانی اور روحانی شناخت کو باقی رکھنا اور اکابر علماء کی آرزؤں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا جوئے شیر لانے سے کیا کم تھا، اس پر مستزاد مضبوط قسم کے فتنہ پردازوں سے پالا پڑا مخالفتیں ہوئی مقدمات بھی قائم کرائے گئے اور اس بندہ خدا کو بہر صورت محبوس کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی لیکن ان کا حوصلہ جوان تھا مضبوط اور فولادی عناصر سے آپ کی تشکیل ہوئی تھی، تعلق مع اللہ عبادت وریاضت اور دینی درد وکرب اور سحر خیزی وزندہ دلی کی تکبیر مسلسل نے انہیں دانائے روزگار بنادیا تھا، فیاض ازل نے انہیں فہم وفراست سے کچھ اس طرح ہم عناں کیا تھا کہ وہ زمانہ اور اپنے گردوپیش کے مدوجزر کو قبل از وقت تاڑ لیا کرتے تھے اسی لئے کہا گیا ہے **اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله**، چنانچہ بدخواہوں کے شاطرانہ حربے آپ کے سامنے تار عنکبوت ثابت ہوئے اور جامعہ اشرف العلوم کی شکل میں جو چراغ آپنے

روشن کیا تھا الحمد للہ وقت اور ضرورت کے عین مطابق اس کی لو بڑھ رہی ہے:

بجھنے سے پہلے میں نے جلائے ہیں کئی چراغ
جاری ہے روشنی کا سفر میرے بعد بھی

حضرت مولانا قاری شریف احمد رحمۃ اللہ علیہ اکابر دار العلوم ومظاہر علوم کے منظور نظر تھے آپنے ان حضرات کی خدمت کر کے سب کے دل جیت لئے تھے اور ان کی مستجاب دعاؤں وبرکتوں کے حصول کو اپنا وظیفہ حیات بنالیا تھا، انجذاب الی اللہ کی کیفیت نے برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کے دست حق پر بیعت کرادیا کم وبیش چالیس سال شیخ کے وصال تک اصلاح وارشاد کا یہ زریں سلسلہ قائم رہا، حضرت شیخ بھی جامعہ اشرف العلوم سے تعلق خاطر رکھتے تھے چنانچہ مدینہ منورہ کی مقدس وادیوں سے اپنے ایک خط میں ارقام فرماتے ہیں ''یہ ناکارہ آپ کے مدرسہ کیلئے اور آپ کیلئے بہت اہتمام سے دعا کرتا رہتا ہے اور آپ کی طرف سے روضۂ اقدس پر صلوۃ وسلام پیش کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے تم لوگوں کی مدد فرمائے اور مدرسہ کو خلفشار سے بچائے آمین۔

بلاشبہ آج اگر جامعہ اشرف العلوم کا اپنے حسن انتظام، عمدہ تعلیم وتربیت اور زمانی ومکانی وسعتوں کے لحاظ سے ملک کے ممتاز اور نیک نام اداروں میں شمار ہوتا ہے تو اس میں حضرت قاری صاحبؒ کی جد وجہد اور اہل دل علماء واکابر کی مستجاب دعائیں اور نیک تمنائیں شامل ہیں فللہ الحمد۔

حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ کو اللہ رب العزت نے بے شمار اوصاف

وکمالات اور خصوصیات ومیزات سے آراستہ کیا تھا ان میں صبر وشکر، توکل ورضاء، استغناء وقناعت پسندی، سلیقہ شعاری، جرأت وبسالت، ہمت واستحکام، عفوودرگذر، جگرسوزی دلیری، مہمان نوازی وانکساری جیسے متضاد اوصاف جمع ہو گئے تھے، حق بات کہنے اور حق بات سننے کا خوبصورت مزاج رکھتے تھے، صاف گوئی میں کسی مصلحت کے روادار نہ تھے، اپنے زمانہ کے تمام اکابر کا وہ بے حد احترام کرتے ان کی خدمت میں جاتے یہاں گنگوہ آنے کی دعوت دیتے، ان کے بیانات سے اہل مدرسہ اور قصبہ والوں کو استفادہ کے بار بار مواقع فراہم کرتے، اکابر بھی انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور ان کی دعوت پر ضرور تشریف لاتے، اگر کوئی عذر ہوتا تو پیشگی یا بروقت مطلع بھی فرماتے، ذیل کے اس خط سے اندازہ کیجئے جو حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے آپ کو لکھا ہے۔

’’محترم المقام زید مجدکم !السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج مبارک !مجھے سخت افسوس ہے کہ میں اس وقت حاضر نہ ہوسکا اعذار کی بنا پر اس قدر تاخیر ہوئی کہ گاڑی چھوٹ گئی پھر ہم لاری کے اڈے پر گئے مگر وہاں پونے چار بجے پہنچے معلوم ہوا کہ پونے پانچ بجے تک انتظار کرنا ہوگا اس لئے میرا عذر اراکین مدرسہ سے ذکر کردیں اور معافی کی درخواست کردیں چوں کہ حضرت مولانا محمد طیب مہتمم صاحب اور دوسرے حضرات پہنچ گئے ہیں اس لئے میری غیر حاضری سے جلسہ میں کوئی نقصان نہیں ہوسکتا، تقدیر الٰہی پر تدبیر غالب نہیں آسکتی جملہ اراکین مدرسہ سے سلام عرض کردیں۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

۲۷؍شوال ۱۳۷۲ھ

آپ کی قلبی دعوت پر مشائخ وقت اکثر تشریف لاتے رہتے تھے، جن میں دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، تبلیغی مرکز حضرت نظام الدین دہلی اور دیگر مقامات کے تمام بڑے اکابر بھی جامعہ میں قدم رنجہ ہوتے، مدرسہ چند طلبہ اور بعض مدرسین کی محدود تعداد سے شروع ہوا تھا لیکن تعلیم وتربیت کے قابل رشک انتظام نے ادارہ کو بہت جلد مرجعیت ومحبوبیت دیدی، اہل دل علماء اپنی اولاد واحفاد اور متعلقین کو تحصیل علم کے لئے یہاں بھیجتے بقول مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری مدظلہ مدیر ندائے شاہی کہ ''اشرف العلوم رشیدی دارالعلوم دیوبند کے لئے زینے کی حیثیت رکھتا تھا اور ہمارے بہت سارے بنگلہ دیشی درسی رفقاء گنگوہ سے تیاری کرکے آئے تھے''۔

حضرت قاری صاحبؒ تعلیم کے باب میں آزمودہ کار شخصیت کے مالک تھے، انہیں افراد شناسی کا خوب ملکہ تھا، چنانچہ وہ اساتذہ کے تقرر میں اس ملکہ سے بھر پور فائدہ اٹھاتے اور ایسے اساتذہ کا تقرر کرتے جو باصلاحیت بھی ہوں اور بافیض بھی، طلبہ کو صلاح وصلاحیت سے ہم کنار کرنے کے لئے دارالعلوم ومظاہر علوم کے جید الاستعداد اساتذہ وعلماء سے وقتاً فوقتاً مشورہ کرتے انہیں امتحان کیلئے اشرف العلوم آنے کی دعوت دیتے اور ارباب اہتمام سے باقاعدہ اس کی اجازت لیتے، ذیل کے ایک خط سے آپ بھی اندازہ کیجئے!

''مکرم ومحترم زید مجدکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مرسلہ مکتوب موصول ہوا جواباً گذارش ہے کہ آپ کے مدرسہ کے امتحان کے لئے ۵/۶ رشعبان ۱۳۷۹ھ چہارشنبہ وپنجشنبہ مقرر ہوئی ہیں ان تاریخوں میں امتحان لینے کے لئے مولوی

عبدالعزیز صاحب اور مفتی یحییٰ صاحب تشریف لائیں گے، رفقاء کار کی خدمت میں سلام مسنون۔

بندہ محمد اسعد اللہ غفرلہ

ناظم مظاہر علوم سہارنپور

چنانچہ ان اداروں کے مقتدر اساتذہ بغرض امتحان تشریف لاکر طلبہ کی تعلیمی و تربیتی صورت سے بزبان و قلم آگاہ فرماتے اور ترقیات کے لئے دعا گو رہتے، ایسے ہی ایک موقعہ پر دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ امتحان کے لئے تشریف لائے اور درج ذیل تأثرات کا اظہار فرمایا "بسلسلۂ سفر احقر کو آج مدرسہ اشرف العلوم میں حاضری کا شرف حاصل ہوا اور مدرسہ کے چند بچوں کا کلام مجید نیز بعض بچوں کا علمی مکالمہ بھی سنا، مدرسہ کی حالت اور تعلیم و تربیت دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی، طرز تعلیم ماشاء اللہ نہایت عمدہ ہے، بچوں میں کافی صلاحیت پائی جاتی ہے" یہ تفصیل کا موقعہ نہیں ہے ورنہ رجسٹر معائینہ میں بے شمار خطوط محفوظ ہیں جن میں اساتذہ دارالعلوم و مظاہر علوم نے یہاں کی تعلیم پر اطمینان کا اظہار کیا ہے اور حضرت قاری صاحبؒ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

حضرت قاری صاحبؒ کا اساتذہ کے ساتھ معاملہ بھی بڑی شفقت کا تھا حالانکہ ادارہ میں پہلے ہی سے قلیل تنخواہوں کا معمول رہا جس کی وجہ اغلباً سرمایہ کی فراہمی اور تعمیرات کا بوجھ رہا ہوگا لیکن حضرت قاری صاحبؒ کا حسن سلوک انہیں اس کی اجازت نہ دیتا کہ وہ حضرتؒ سے تنخواہوں کے مسئلہ پر گفت و شنید کی ہمت بھی جٹا سکیں، حضرت قاری صاحبؒ کی ایسی معصوم ادائیں اور محبت کی داستان جب سننے کو ملتی ہیں تو آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ جاتی ہیں، راقم الحروف نے انہیں کبھی نہیں دیکھا

جبکہ احقر کے دارالعلوم میں دس سالہ قیام کے زمانہ میں شروع کے پانچ سال تک وہ بقید حیات رہے، ان کے بارے میں ہم طلبہ دارالعلوم ذکر خیر کرلیا کرتے تھے، بعض مستفیدین اشرف العلوم بتلاتے کہ حضرت قاری صاحب طلبہ پر بے حد شفیق ہیں اور جو طلبہ ان سے قریب رہتے ہیں وہ ان سے والدین کی طرح محبت کرتے ہیں، یہی بات استاذ محترم حضرت مولانا ریاست علی بجنوری مدظلہ محدث دارالعلوم دیوبند نے اپنے پیغام میں رقم فرمائی ہے۔

حضرت قاری صاحبؒ کی زندگی کے کسی پہلو کو گفتگو کا عنوان بنائیں، وہ ایک کامل مرد انسان تھے ان پر لکھے گئے معاصرین کے مضامین سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اخفائے حال کے دستور پر عمل پیرا تھے جو انہیں اپنے اسلاف سے موروثی طور پر ملا تھا، پہلے لوگ چھپنے کے بجائے چھپ کر خدمت کرتے تھے مگر سنت الٰہی کے مطابق بلندیاں انہیں کو سلام کرتی تھیں **من تواضع لله رفع الله** کا عملی مشاہدہ ہمیں ان خاصان خدا کی بابرکت زندگیوں میں صاف نظر آتا ہے، بہرکیف بات طویل ہورہی ہے وقت کا دامن بھی تنگ اور ان کی داستان طویل وعجیب بقول شاعر:

کبھی فرصت سے سن لینا عجب ہے داستاں ان کی

تقریباً ستر سال تک اشرف العلوم کی آبیاری کرنے والا دین وملت کا یہ مخلص خادم مشائخ کا منظور نظر ہزاروں نفوس کا روحانی باپ ماہر تعلیم سماجی خدمت گار اور مصلح امت ۴؍مئی ۲۰۰۵ء کو اپنے مالک حقیقی سے اس فرمان الٰہی کو سننے کے

ساتھ جا ملایآ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِی فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِی ٥ اس موقعہ پر خاکسار کو حضرت قاری صاحبؒ کے بالکل مناسب حال معروف سیرت نگار مولانا شبلی نعمانی مرحوم کے اپنے چھوٹے بھائی کی وفات پر کہے گئے اشعار یاد آرہے ہیں:

وہ وفاکیشی احباب ،وہ مردانہ شعار — وہ دل آویزیٔ خو، ونگہ الفت یار
صحبت رنج بھی اک لطف سے کٹ جاتی تھی — اس کی ابرو پہ شکن آکے پلٹ جاتی تھی
حق نے کی تھی کرم ولطف سے اس کی تخمیر — خوبیٔ خُلق وتواضع میں نہ تھا اس کا نظیر
بات جو کہتا تھا ہوتی تھی وہ پتھر کی لکیر — اس کی اک ذات تھی مجموعۂ اوصاف کثیر
بس کہ خوش طبع تھا وہ صاحب تدبیر بھی تھا — سچ تو یہ ہے کہ وہ نوخیز بھی تھا پیر بھی تھا
اس کو شہرت طلبی سے کبھی کچھ کام نہ تھا — وہ کبھی مدعیٔ رہبریٔ عام نہ تھا
اس کو مطلوب کبھی گرمی بازار نہ تھی — اس کی جو بات تھی کردار تھی گفتار نہ تھی
اس کو معلوم جو تھا وسعت تعلیم کار از — اس نے دیکھے تھے جو منزل کے نشیب اور فراز
اسنے یہ کام نئی طرح کیاتھا آغاز — مگر افسوس کہ تھا راہ میں رخش تگ وتاز

علم وعمل کی ایسی بافیض ودلنواز شخصیت کے اس دنیا سے پردہ کناں ہونے کے بعد ہی سہی لیکن ضرورت تھی کہ آپ کی حیات وخدمات، دین وملت کیلئے آپ کی بےلوث تگ وتاز اور دین کی خاطر سب کچھ نچھاور کرنے والے اس جانباز مجاہد، مرد آگاہ وحق شناس اور نگہ بلند، سخن دلنواز جاں پرسوز جیسے اوصاف وکمالات سے آراستہ ہزاروں ابناء وقراء اور خدام دین کے روحانی باپ پر باضابطہ طبع آزمائی ہوتی۔ ان

کی ہشت پہل شخصیت پر تحقیقی مقالات ومضامین مرتب ہوتے اور سیمینار وغیرہ کی صورت میں ان کے افکار وآثار سے ملت کو روشناس کرایا جاتا، لیکن وقت گذرتا گیا اور ایسی کوئی منظّم ومرتب تحریک وجود میں نہ آسکی نیز اس مرد درویش کو زیب داستان نہ بنایا جاسکا، اگرچہ بعض جزوی نوعیت کی کوششیں بھی ہوئیں، مثال کے طور پر اس خاکسار نے جامعہ کے ترجمان ماہنامہ ''صدائے حق'' کی حضرت قاری صاحبؒ پر خصوصی اشاعت کو دستاویزی شکل دینے اور بین الاقوامی سطح پر مشاہیر امت اور ارباب لوح وقلم سے آپ کی حیات وخدمات کے اعتراف میں مشاہدات وتاثرات قلم بند کرانے کیلئے مراسلت کی تو بفضل اللہ تعالیٰ اسے صاحب تذکرہ کی ہر دل عزیزی ہی سے تعبیر کرلیجئے کہ سبھی بزرگوں نے اس خصوصی اشاعت میں عملی دلچسپی کا اظہار کیا اور ملک کی بیشتر ممتاز دانش گاہوں کے سربراہان اور نمائندہ اشخاص نے مذکورہ اشاعت کو اعتماد واعتبار بخشا اور اپنے قلمی تعاون سے دریغ نہیں فرمایا۔ جس کے نتیجہ میں نقوش دوام کا دستاویزی شمارہ سال گذشتہ منظر عام پر آسکا تھا **والحمد للہ علیٰ ذالك** ۔

ظاہر ہے کہ نقوش دوام مستقل سوانح عمری نہیں ہے، بلکہ اسے ایک یادگاری مجلّہ کہا جاسکتا ہے، اس لئے باضابطہ سوانح حیات کی ضرورت محسوس ہوتی رہی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے محبین، متعارفین ومعتقدین اور تلامذہ وفیض یافتگان اپنی اس خواہش کا اظہار کرتے رہے، بالآخر اس بابرکت عمل کو انجام دینے کی سعادت وتوفیق بھی آپ ہی کے خلف الرشید صاحبزادہ گرامی مرتبت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب دامت برکاتہم کے حصہ میں آئی جو **الولد سر لابیہ** کے بجا طور پر مصداق

ہیں۔ پیش نظر کام اگرچہ بہت پہلے شروع ہو چکا تھا اور بعض دیگر معاونین نے بھی اس کار خیر میں شرکت فرمائی لیکن وہ ابتدائی نوعیت کا تھا۔ مقام مسرت ہے کہ ہمارے مخدوم ومکرم نے اس ضروری کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا کر اپنے حسنات کو اضعافاً مضاعفہ اور والد گرامی کے قرضہ حسنہ کو بأحسن وجوہ ادا کرنے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست تانبخشد خدائے بخشندہ

حضرت مؤلف کی اپنے عظیم والد محترم پر یہ قلمی کاوش بنام تذکرہ اکابر گنگوہ جلد دوم زیور طباعت سے آراستہ ہو رہی ہے جو صرف ایک سوانح حیات ہی نہیں بلکہ ایک دعوت ایک پیغام اور مسلسل دہرایا جانے والا سبق ہے۔ جس میں سوز بھی ہے اور ساز بھی ہے، علم وحکمت کا وافر خزانہ بھی ہے اور تعلیم وتربیت کا سدا بہار ذخیرہ بھی، جس سے یقین محکم، عمل پیہم اور محبت فاتح عالم کا عرفان ہوتا ہے۔ زیر نظر کتاب اپنے مشمولات ومحتویات اور فکر رسا مواد ومضامین کے لحاظ سے وقیع سے وقیع تر ہو گئی ہے جس میں حضرت قاری صاحبؒ کے گود سے لیکر گور تک کے تمام ضروری احوال وکوائف نہایت جزم واحتیاط کے ساتھ جمع کر دئے گئے ہیں، کتاب کی ہر سطر سے عقیدت والفت کی خوشبو مہک رہی ہے، صاحب تذکرہ کے اوصاف وکمالات، ان کے صاف وشفاف کردار کی دل نواز حکایات، بلندیوں حتیٰ کہ ستاروں پر کمندے ڈالنے والے حوصلہ افزا واقعات، سعادتوں اور خوش بختیوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لینے کی مقدور بھر کوششیں، اپنے اساتذہ ومشائخ عظام کی ہر ادا کو اپنا لینے کا بھرپور

قابل رشک جذبہ واظہار تمنا، معاصرین میں امتیازی شناخت کا اعتراف اور اپنے چھوٹوں کے ساتھ شفقت ومحبت کے نت نئے انداز، نیز بہر حال صبر وشکر اور رضا بالقضاء کا عملی مظاہرہ ونمونہ۔ الغرض مذکورہ بالا وہ چند عناوین ہیں جو آپؒ کی ہمہ جہت شخصیت کے محور ہیں جن سے آپ کی بامقصد زندگی کے روشن پہلو ابھر کر سامنے آتے ہیں اور قاری کو اپیل کرتے ہیں اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ تذکرہ اکابر گنگوہ یا حیات شریف الامت ایک مرد مجاہد کی وہ داستان ہے جس کے پڑھنے اور سننے سے روح کو تازگی اور عمل کو زندگی ملتی ہے، اللہ کرے یہ داستانِ مجاہد نئے چراغوں کی روشنی کا بھی سامان بن جائے ؏

ہم چراغوں کیلئے اپنا لہو دیتے ہیں   ہم چراغوں سے اجالا نہیں مانگا کرتے

آج جب جامعہ اشرف العلوم رشیدی کے در وبام پر نظر پڑتی ہے تو آپ کے روشن کردہ چراغوں کی لو ظلمات کے پر ہول سناٹوں کو چیرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے اور یہاں کے در ودیوار سے قال اللہ وقال الرسولؐ کی زمزمہ سنجیاں کانوں میں رس گھول دیتی ہیں جس سے بانیٔ جامعہ کا نورانی چہرہ بھی نگاہوں کے سامنے آکھڑا ہوتا ہے۔

حضرت قاری صاحبؒ کے شب وروز کے مناظر جن آنکھوں میں محفوظ ہیں اور ان کی دینی زندگی کے کمالات وواقعات جن نصیبہ وروں کی یادداشتوں کا حصہ ہیں، وہ ببانگ دہل یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ واقعی صاحب تذکرہ غیر معمولی انسان تھے، جس کا کسی قدر اندازہ کتاب مذکور کے مطالعہ سے بھی ہوگا۔

ہم شکر گزار ہیں حضرت والا دامت برکاتہم کے کہ آپ نے ایسے تقدس

مآب، علم پرور اور دین وملت کے محسن اور سچے خادم کے نقوش زیب قرطاس کر کے ایک لائق وفائق فرزند اور محسن شناس ہونے کا ثبوت بھی فراہم کیا، شائقین علم وکتاب جب بھی تذکرہ وسوانح کے اس رنگا رنگ باغ کی سیر کریں گے تو صاحب تذکرہ اور مؤلف کو اپنی مستجاب دعاؤں سے نوازے بغیر نہ رہیں گے۔

یہاں اس تاثر کا اظہار برمحل ہوگا کہ حضرت مؤلف گرامی کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ماشاءاللہ آپ عظیم باپ کے خوش نصیب ولد صالح ہیں، بہت سے مشائخ اہل اللہ کی نسبتوں کے جامع، واعظ وخطیب، محدث بھی مقرر بھی، مرشد وپیر بھی اور کاروان جامعہ اشرف العلوم رشیدی کے قافلۂ سالار بھی۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت سوانح مذکور کو دائمی محبوبیت ومقبولیت سے ہمکنار کر کے مرتب کیلئے ذریعۂ ترقی ونجات بنائے، ان سے اپنے والد گرامی کے طرز پر خدمت دین کا نمایاں کام لیں اور آپ کی مقبول دعاؤں میں اس خاکسار کا حصہ بھی مقدر فرمائے آمین، وما ذالك علی اللہ بعزیز ۔

احقر الورٰی

محمد ساجد قاسمی کُھجناوری

نزیل جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

۷/۵/۱۴۳۴ھ/۲۰/۳/۲۰۱۳ء

پیشِ گفتار

اکابر گنگوہ کی جلد اول میں آپ حضرات تفصیل کے ساتھ بہت سے علماء، صلحاء، فقہاء، حکماء، عارفین، اتقیاء وغیرہم کے حالات پڑھ چکے ہیں، پیش نظر جلد میں مشائخ گنگوہ اور اکابر گنگوہ کی ایک صحیح جانشینی کا فریضہ انجام دینے والی عظیم المرتبت شخصیت کے بصیرت افروز حالات واقعات اور مجاہدات ہیں جن کے ذریعہ بزرگوں کی لاج رکھنے اور ان کے مشن کو سرزمین گنگوہ پر زندہ بلکہ تابندہ وپائندہ رکھنے کا کام اللہ پاک نے لیا، وہ مخلص اولوالعزم ہستی اور چمکدار ستارہ ہے جس نے گنگوہ کی عظمتوں کو نہ صرف بحال کیا بلکہ عروج بخشا، جبکہ درمیان میں اس سرزمین پر ایسا دور آچکا تھا کہ سب داستانیں قصۂ پارینہ ہو چکی تھیں اور حضرت امام ربانیؒ کے بعد جمود وخمود کی چادروں نے احاطہ کر لیا تھا، ایک دفعہ کو عوامی سطح پر جہالت وغفلت کا دور دورہ ہو گیا تھا اور یہاں کے بعض بزرگ جن کا ذکر جلد اول میں آچکا ہے دوسرے علاقوں میں خدمت انجام دے رہے تھے، یا ان کی خدمت ایک مخصوص انداز کی تھی، اور اس سرزمین پر چند چراغ ابتدائی مکاتیب کی شکل میں جل رہے تھے۔

پھر سے اس سرزمین پر جس بزرگ ہستی کو اس کام کی توفیق ملی جو بزرگوں کے ابتدا ہی سے منظور نظر رہے، یعنی بمصداق وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ عنایتِ ربانی نے اختصاص سے کام لیکر جن کا انتخاب فرمایا اور اخلاص واستقلال کا جنکو کوہِ ہمالیہ بنایا، جو صرف ایک میرے ہی مربی استاذ ووالد نہیں بلکہ ہزاروں کے استاذ ومربی ہیں، یعنی حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب قدس اللہ سرہٗ جن کی

وجہ سے گنگوہ کا حال و مستقبل پھر سے روشن و تابناک ہوا اور رشد و ہدایت کا دور دورہ ہوا، اور رحمتِ ربانی کا بادل قرآن وحدیث کی شکل میں برسا، بہاریں لوٹ آئیں، علماء، صلحاء، حفاظ تیار ہوئے، نہ صرف علاقۂ گنگوہ بلکہ ہندوستان کے شمال وجنوب، مشرق ومغرب، شہر شہر، قریہ قریہ قرآن وحدیث کا ایک عظیم فیض پہونچا اور پہونچ رہا ہے، بلکہ ہندوستان کے باہر بھی بہت سے ممالک اسلامیہ وغیر اسلامیہ (امریکہ، افریقہ، برطانیہ، سری لنکا، پناما، برما، بنگلہ دیش) وغیرہ میں یہاں کا فیض جاری وساری ہے، یعنی وہ طبقہ جس نے اس چشمۂ صافی سے صاف وشفاف پانی پیا اور اس روحانی وعرفانی گلستاں سے عمدہ عمدہ پھول چنے اور اس خوان یغماء سے بہترین غذائیں حاصل کیں اور تر وتازہ ہو کر چہار دانگ عالم میں یہاں سے حاصل کردہ نورِ شریعت وطریقت پھیلنے اور پھیلانے کا ذریعہ بن رہے ہیں اور اپنے اپنے علاقوں میں توحید وسنت کی بڑی بڑی خدمات انجام دینے میں مصروف ہیں اور کفر وشرک، بدعات وخرافات اور معاشرہ میں پھیلنے والی برائیوں کے خلاف اپنی زبان وقلم سے مصروف کار ہیں، یہ سب اسی عظیم المرتبت ہستی کا فیض ہے جس کی برکت سے ان میں یہ روح بیدار ہوئی اور وہ اس فکر کو لے کر ابر باراں کی طرح اٹھے اور برس رہے ہیں ''فللہ الحمد و المنة''۔

اتنی عظیم خدمت کیلئے اللہ پاک نے اپنی عنایت بے غایت سے جس شخص کا انتخاب فرمایا اور ان کے خلوص وللّٰہیت، محنت ولگن، جانفشانی اور مجاہدے کی قدردانی ان کے مشائخ واساتذہ نے اور ان کے ارباب فہم وعقل معاصرین نے اور بعد کے علمانے جن کو ان کے حالات کا صحیح علم ہوا بلا جھجک اعتراف کیا اور ان کو داد تحسین دی،

جس پر ''نقوش دوام'' جیسی دستاویزی اشاعت میں ذکر کردہ تحریرات شاہدِ عدل اور بین ثبوت ہیں، جس کا لطف اسی کے پڑھنے سے حاصل ہوسکتا ہے اور بصیرت میں اضافہ کا باعث بھی ہوگا۔

ان کے چاہنے والوں کا پیہم اصرار رہا کہ حضرت بانیٔ مدرسہ وناظمِ جامعہ کی سوانح جامع انداز میں تیار کی جائے تاکہ ہمیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کا صحیح اندازہ ہوسکے اور ہمارے لئے عبرت وسبق حاصل کرنے کا ذریعہ بنے اور ہمیں اپنے روحانی مربی اور مشفق مہربان انسان جس نے اپنے بچوں کی طرح ہماری تربیت کی اور ہمیں بہترین علم واخلاق سے مزین کرنے میں ایک مثالی کردار اور حکیمانہ اسلوب اور نہایت مخلصانہ ہمدردانہ طرزِ عمل اپنایا، جس کی یاد ہمیں بار بار تڑپاتی ہے ان کے حالات کو پڑھنے اور سننے سے ہمیں تسلی بھی ہوگی اور ہم پر بہت سی راہیں بھی کھلیں گی اور ان کا کچھ حق ادا کرنے کی فکر بھی ہوگی، اس وجہ سے ضروری تھا اور یہ حق سب سے زیادہ اس ناچیز مؤلف پر بنتا ہے، چونکہ مجھ پر انکے ایک مشفق والد، مہربان استاذ، مخلص مربی اور بام عروج تک پہنچانے میں ان کا جس قدر عمل دخل، قلبی جذبات، رات کی تنہائیوں میں اللہ کے سامنے رورو کر دعائیں مانگنا، بے پناہ محبتوں، چاہتوں اور آرزؤں کو دخل ہے وہ ظاہر ہے اور پھر امر ربانی بھی ہے وَقَضیٰ رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۝ (سورۂ اسراء) ''اور فیصلہ کیا تیرے رب نے اس بات کا کہ مت عبادت کرنا کسی کی سوائے اللہ کے اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرو'' جہاں زندگی میں ان کے ساتھ بہترین سلوک کرنے یعنی ان کی عظمت ادب واحترام، اطاعت وفرمانبرداری کا حکم ہے

وہیں اس میں یہ بھی شامل ہے کہ ان کے بعد ان کے لئے ایصال ثواب کے کام اور ان کے احسانات اور حسنات کے تذکرے بطور خاص جبکہ وہ ایک بڑا کارنامہ انجام دے گئے ہوں، جس سے لاکھوں کو فائدہ ہوا اور ہورہا ہوایک ضروری امر ہوجاتا ہے اور ان کے ذکر خیر کے جاری ہونے کا ذریعہ بھی بنتا ہے، بحمد اللہ تعالیٰ وہ اسی مقام پر فائز تھے کہ ایک عالَم میں ان کے تلامذہ اور تلامذہ کے تلامذہ کا ایک طویل سلسلہ ہے اور وہ ان سب کی محبتوں کے مرکز ہیں۔

آپ کی ذات سے جامعہ اشرف العلوم کی شکل میں علوم الٰہیہ اور فیوضات نبوؐیہ کا ایک عظیم سمندر جاری ہوا، اس لئے ضرورت تھی کہ آپ کے حالات مستقل لکھے جائیں، چنانچہ اس پر کچھ کام شروع ہوچکا تھا اور جامعہ ہذا کے بعض احباب اور مدرسین جن میں خاص طور پر عزیزم مولانا مفتی محمد احسان صاحب رشیدی مدرس جامعہ ہذا نے کئی سال تک اس پر محنت کی آخر کار پھر بندہ کو اس پر متوجہ ہونا پڑا اور بہت سے مضامین ترتیب دئے اور انہوں نے بہت کچھ لکھا یہاں تک کہ ایک اچھا خاصہ مواد اس پر اکھٹا ہوگیا اور ان کی زندگی کے کچھ حالات اس میں آگئے ہیں، یہ ان کے پورے حالات نہیں کہے جاسکتے، تاہم کچھ نہ ہونے سے اتنا ہونا بھی اہم ہے، اللہ پاک اس مختصر سی خدمت کو قبول فرمائے اور ہمیں ان کے نقوش پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، لہذا آپ کے تفصیلی حالات شروع کئے جاتے ہیں!۔

خالد سیف اللہ عفا اللہ عنہ

خادمِ حدیث وافتاء وجامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

۱۵/۵/۱۴۳۴ھ

پہلا باب

ولادت باسعادت

ولادت باسعادت

امامِ ربانی عالمِ حقانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے انتقال کو تقریباً ۲۳ ؍سال گزر چکے تھے، جن کی برکت سے سرزمین گنگوہ علومِ الٰہیہ، معارف ربانیہ، حدیث، فقہ، تفسیر کا مرکز بن چکی تھی اور ہزاروں انسانوں نے فیض حاصل کیا تھا، انکی مبارک سرزمین کو پھر سے علوم کا مرکز بنانے کیلئے اللہ تعالیٰ کی نظر انتخاب جس پر پڑی وہ گوہر نایاب سرزمین گنگوہ کے محلّہ کوٹلہ سرائے میں ۲۶ ؍صفر ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۳ ؍اگست ۱۹۲۸ء بروز دوشنبہ بوقت صبح ۸ بجے پیدا ہوا، یہ علاقہ اقطاب ثلاثہ (شیخ عبدالقدوس، شاہ ابوسعید، مولانا رشید احمد صاحب نوراللہ مرقدہم) سے قریب کا محلّہ ہے۔

قبیلہ، خاندان، والد اور داداجان مرحوم کا تذکرہ

جس گھرانہ میں آپ کی پیدائش ہوئی وہ گھرانہ مدتِ بسیار سے اہل اللہ اور دین داروں کا گھرانہ چلا آرہا تھا، آپ کے والد بزرگوار حافظ حبیب احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہترین حافظ قرآن تھے، نہایت متواضع، مخلص، صاحب دل انسان تھے، گنگوہ کے قریب ایک گاؤں دربوزی میں امامت کرتے تھے وہاں کے لوگ ان کے بڑے معتقد تھے، امانت داری اور دیانت داری میں اونچا مقام رکھتے تھے، خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار تھے لوگوں کے گھروں کا سامان لاکر دیتے اور سامان کیساتھ ہی فوراً حساب سمجھا دیتے، لوگ کہتے حافظ جی ابھی تو آپ کا پسینہ بھی نہیں سوکھا ہے آپ بہت جلدی کرتے ہیں، فرماتے کہ مجھے چین نہیں آئیگا جب تک میں تمہارا

حساب اور باقی پیسے ادا نہ کردوں ، اپنے متعدد اوصاف وکمالات کی وجہ سے حافظ حبیب احمد صاحبؒ لوگوں کے درمیان ایک مقبول شخص تھے، عموماً مسائل میں حضرت مولانا محمد میاںؒ سے رجوع کرتے تھے، حضرت مولانا محمد میاں صاحب گنگوہیؒ (ان کا ذکر خیر جلد اول میں گزر چکا) نے راقم السطور سے فرمایا کہ تمہارے دادا میرے پاس بار بار آتے تھے اور یہ کہ تمہارے دادا حافظ حبیب احمد صاحبؒ بڑے مسکین طبیعت مزاج کے سادہ انسان تھے، متواضع، خلیق، امانت دار، مخلص بزرگ تھے، اپنے بیٹے (مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ) سے انکے کمالات کی وجہ سے بڑے خوش رہتے تھے، حافظ حبیب احمد صاحب کا انتقال ۲۱/شوال ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۸/مارچ ۱۹۶۳ء بروز دوشنبہ ہوا، حافظ حبیب احمد صاحبؒ کے والد حافظ عبدالرحمٰن صاحبؒ تھے، یہ بھی اپنے دور کے جید حافظ قرآن تھے، بچوں کو قرآن مجید پڑھانا ان کا محبوب مشغلہ تھا، قرآن کریم سے بے حد شغف رکھتے تھے، آپ بھی نہایت مخلص، محنتی، متواضع، صاحب دل، فرشتہ خصلت آدمی تھے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ سے راہ سلوک میں منسلک تھے اور کثرت سے ان کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے، اپنے شیخ کی توجہات کی برکت سے انوارات الٰہیہ سے منور تھے، تقویٰ پرہیزگاری ذکر وشغل شب بیداری کے آثار چہرے پر نمایاں اور عیاں تھے، محلّہ کے لوگوں کے درمیان مقبول ومحبوب تھے، قصبہ میں ان کی بڑی عظمت اور وقعت تھی، جدِّ امجد حافظ عبدالرحمٰن صاحب کا انتقال ۱۳/ربیع الاول ۱۳۷۳ھ میں ہوا، اللہ پاک ان کے درجات بلند فرمائے اور مقامات عالیہ سے نوازے آمین۔

حسب ونسب

خاندان اور قبیلہ کا بڑا ہونا ایک دنیوی شرافت وفضیلت کی بات ہے مطلقا اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا مگر عند اللہ محبوب ومقبول منتخب ہونے کیلئے کسی بڑے خاندان میں پیدا ہونا ضروری نہیں، اللہ پاک اپنا ولی کہیں بھی پیدا کر سکتے ہیں اور کسی سے بھی کام لے سکتے ہیں ''وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوْ الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ'' بہت سے دلائل سے اس واضح امر کو ثابت کرنے کی چنداں ضرورت نہیں، تاہم قارئین کے افادہ کیلئے بعض آیات وروایات، آثار واخبار کو قلم بند کیا جارہا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: اے انسانوں ہم نے تم کو مذکر ومؤنث (آدم وحواء) سے پیدا کیا اور تم کو مختلف برادریوں، خاندانوں اور قبیلوں میں پھیلا دیا تاکہ تم ایک دوسرے کو (آسانی کیساتھ) پہچان سکو (اور یاد رکھو) کہ اللہ پاک کے یہاں مرتبہ والے تم میں وہ ہیں جو زیادہ متقی وپرہیزگار ہیں، بیشک اللہ پاک خوب جاننے والے ہیں اور خبر رکھنے والے ہیں، یہ آیت کریمہ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ حسب ونسب کی تقسیم فخر وغرور اور کسی پر طعن وتشنیع کیلئے نہیں بلکہ اسلئے ہے تاکہ آپسی رشتوں کو بسہولت پہچان سکیں اور قرابت داری کے حقوق ادا ہوسکیں، صاحب جلالین حضرت علامہ جلال الدین محلیؒ اس آیت کریمہ کے تحت رقمطراز ہیں، یہ آیت کریمہ دراصل اس گندی ذہنیت کو ختم کرنے کیلئے نازل ہوئی جس کے نتیجے میں آدمی دوسروں کو حسب ونسب کی بنا پر کمتر وحقیر سمجھنے لگتا ہے اگر چہ وہ کتنے ہی دینی دنیوی کمالات وفضائل رکھتا ہو ویسے بھی کسی ادنی سے ادنی مسلمان کو حقیر وذلیل سمجھنے کی اسلام میں

قطعاً گنجائش نہیں ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ اللہ پاک کے نزدیک اس کا کوئی عمل مقبول ہو جس کی وجہ سے وہ اونچا مقام حاصل کرلے اور تیرا کوئی عمل وفعل اللہ پاک کے یہاں قبیح ومذموم ہو جس کی وجہ سے تیرا مقام کم یا ختم ہو جائے۔

دوسری جگہ بھی اللہ پاک نے یہی سمجھایا کہ اے لوگوں تمہاری اصل ایک ہی ہے۔تم سب ایک ماں باپ کی اولاد ہو، کیونکہ سب کا نسب آدم علیہ السلام سے جاملتا ہے ،لہذا محض خاندان اور نسب کی بنا پر کسی کو فخر کا حق حاصل نہیں، خاندان برادریاں تو محض تعارف کیلئے ہیں تا کہ آپس میں صلہ رحمی کرسکو، خاندان اور قبیلہ ایک دوسرے پر برتری کے اظہار کیلئے نہیں بنائے ،جیسا کہ بدقسمتی سے حسب ونسب کو برتری کی بنیاد بنالیا گیا ہے،اسلام نے اس فخر وغرور کی ذہنیت کو مٹایا تھا اور اس کو زمانۂ جاہلیت کی خرافات قرار دیا تھا، نیز آپ علیہ السلام نے حجۃ الوداع کے موقعہ پرنہایت واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا تھا: **لافضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاسود علی احمر ولا لاحمر علی اسود الا بالتقویٰ ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم .** کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، اور کسی کالے کو کسی گورے پر،اور کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کی وجہ سے، بلاشبہ تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے (مجمع الزوائد رص ۸۴ رج ۸) معلوم ہوا مدار فضیلت اللہ نے تقوی کو بنایا ہے، چونکہ یہ اختیاری چیز ہے اس کو ہر کوئی حاصل کرنے کی کوشش کرسکتا ہے اور نسب کو اللہ تعالی نے مدار فضیلت نہیں بنایا چونکہ وہ ایک غیر اختیاری چیز ہے، اور تعارف کیلئے بنایا گیا ہے اس کو تفاخر کے طور پر استعمال کرنا

آیات وروایات کی روشنی میں قطعاً درست نہیں ، بلکہ آپ علیہ السلام نے نسب کو تفاخر کے طور پر استعمال کرنے والوں کیلئے سخت وعید ارشاد فرمائی ہے، چنانچہ آپ علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ ''ضرور بالضرور ایسے لوگ باز آجائیں جو اپنے مردہ آباء واجداد پر فخر کرتے ہیں بس وہ تو جہنم کا ایندھن ہیں (جنکا انتقال کفر پر ہوا) اللہ پاک کے نزدیک ان کی حیثیت کم ہے اللہ تعالی نے تم سے نسب کے سلسلہ میں جاہلانہ غرور وفخر کو ختم کر دیا ہے ایمان والا تو اللہ کا مقرب ہے اور فاجر بد بخت محروم ہے سب کے سب انسان آدم کے بیٹے ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے ہیں'' (ترمذی شریف رص ر۲۳۲ رج ر۲)۔

اس حدیث پاک سے مسئلہ بالکل واضح ہوگیا کہ اللہ پاک کے یہاں محبوبیت مقبولیت اور قرب کی بنیاد ایمان، اعمال صالحہ، دینداری، تقویٰ وپرہیزگاری ہے، چاہے انسان کسی خاندان، قبیلے، برادری سے تعلق رکھتا ہو بس اللہ تعالی کے یہاں صرف اور صرف اس کا مقام ہے جو اعمال صالحہ، تقوی اور پرہیزگاری کیساتھ متصف ہو، حسب ونسب کے اعتبار سے اللہ پاک کی نگاہ میں سب برابر ہیں، موقعہ کی مناسبت سے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ شیخ الحدیث دار العلوم دیو بند کی خودنوشت سے کچھ صفحات برکۃً نقل کر دیئے جائیں تاکہ مسئلہ اور بھی منقح ہو جائے، چنانچہ حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں ''نسبی تفاخر اور غرور نہایت قبیح مرض ہے جس کے ازالہ کیلئے اسلام نے انتہائی جد وجہد کی ہے، بارگاہ خداوندی میں عملی جد وجہد ہی کی پوچھ ہے، نسب بغیر عمل صالح اور بغیر اخلاق کاملہ اور عقائد صادقہ کے کوئی وقعت نہیں رکھتا، اسلام کے نصب العین میں حضرت بلالؓ

اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو جو بلندی اور رفعت حاصل ہوئی ابولہب اور ابوجہل امیہ اور ولید کے انساب عالیہ نے اس کا کروڑواں حصہ بھی حاصل نہ ہونے دیا، ان سرداران قریش کے غرور نے ان کو دوزخ کا کندہ بنا کر چھوڑا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باوجود بُعدِ نسبی اپنے اخلاص اور سچی قربانیوں کی بنا پر خلیفہٗ اول اور صدیق اکبر بن کر حضرت خاتم النبیین ﷺ کے پہلو میں مدفون ہوئے، مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو باوجود قرب نسبی یہ شرافت حاصل نہ ہوئی، **ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء** افسوس کہ مسلمان ہند میں اب تک یہ جھوٹا غرور اور غلط گھمنڈ پایا جاتا ہے، جس کو اذہان وقلوب سے بالکل ہی چلا جانا چاہئے تھا''۔

حضرت سید صاحب (احمد شہیدؒ) باوجودیکہ سادات میں سے ہیں بہت بڑے پیرزادہ ہیں اور تکیہ رائے بریلی کے چوٹی کے مشہور ومعروف خاندان سے وابستہ ہیں ان کے اسلاف میں بڑے بڑے اولیاء اللہ گزرے ہیں، مگر دیکھئے درج ذیل الفاظ میں نہایت مؤثر پیرایہ میں اس نسبی افتخار کی شناعت بیان فرماتے ہیں:

''سخت ضرورت ہے کہ اس خیال کو دماغ سے نکال دیا جائے اور اپنے اعمال، اخلاق، عقائد کو درست کیا جائے تاکہ کمالات اور قرب خداوندی کی وہ بے پناہ نعمتیں حاصل ہوں جن سے نہ صرف نجات حاصل ہوسکے، بلکہ تمام خاندان کیلئے دینی اور دنیوی عزت اور افتخار کی شرافت ملے اور پروردگار عالم اپنی رضاء وخوشنودی سے نوازے، نسبوں پر فخر کرنے والے نہ صرف عملی میدان میں کسل مند اور لنگڑے ہوتے ہیں بلکہ ان کے اخلاق اور عقائد بھی بگڑ جاتے ہیں، جہالت اور بے کمالی کا بھوت دنیا پرستی اور نفس پروری کا شیطان ان پر سوار ہوجاتا ہے، بے ہودہ اور غلط

اوہام کے اس قدر متوالے ہو جاتے ہیں کہ تمام مسلمانوں حتی کہ اہل علم وتقوی کو بھی حقارت کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں، ناشائستہ کلمات اور رنجیدہ افعال ومعاملات سے دوسروں کا سامنا کرتے ہیں جو لوگ نسبی حیثیت سے کچھ کم یا گرے ہوئے ہوتے ہیں خواہ کتنے ہی متقی یا عالم اور پرہیز گار ہوں انکی توہین وتذلیل میں انتہائی دلیری عمل میں لاتے رہتے ہیں، حالانکہ یہ امر اسلامی تعلیمات اور اسلافِ کرام کے طریقہ کے بالکل خلاف ہے، احادیث میں مسلمان کو دوسرے مسلمان کی تحقیر کرنے سے سختی سے روکا گیا ہے اور اس کی عظمت اور ہمدردی کا زوردار حکم وارد ہوا ہے، نیز تاریخ بتلاتی ہے کہ ہر پیشہ اور حرفت کے لوگوں میں بڑے بڑے اعلام امت مشائخ علماء، صلحاء، فضلاء، اہل دل، اصحاب علم وفضل، اولیاء کبار پیدا ہوئے، پیشہ اور حرفت کی وجہ سے ان کے مقام ومرتبہ میں کوئی فرق واقع نہ ہوا'' جس پر مؤرخ اسلام حضرت علامہ مولانا قاضی اطہر مبارک پوریؒ نے بڑی بسط وتفصیل کے ساتھ اپنی کتاب ''ہر طبقہ میں علم وعلماء'' میں روشنی ڈالی ہے اور محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی قدس سرہ نے اپنی کتاب ''تذکرۃ النساجین'' میں بالتفصیل والایضاح مضامین سپرد قلم کئے ہیں اور جن بعض حضرات نے حسب ونسب کی بنیاد پر مسلمانوں کے ایک طبقہ کی تذلیل اور تحقیر کی ان کے خلاف بہت سے علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں، بفضل اللہ تعالی ہمارا خاندان کافی اوپر سے دینداروں کا گھرانہ چلا آ رہا تھا اور تعلیم وتعلم ہی ان کا مشغلہ تھا، حضرت علیہ الرحمۃ کے والد اور آپ کے جدّ بزرگوار سب ہی حفاظ اور دیندار حضرات تھے۔

حضرت والد بزرگوار کی والدہ ماجدہ محترمہ بھی بڑی پاکباز، صالحہ، عابدہ،

ولیہ خاتون تھیں اپنے گھرانہ میں ایک امتیازی مقام رکھتی تھیں، بڑی مدبرہ، عقلمند، نظم وضبط سے واقف، سلیقہ شعار عورت تھیں، حضرت والد ماجدؒ کی تربیت میں اصل انہی کا حصہ ہے، دادی جان کو عالم فاضل قاری بنانے کا شوق تھا اور ساتھ ساتھ خاندان کے دوسرے افراد کی خواہش بھی شامل ہوگئی جس سے یہ سب مراحل آسان ہوتے چلے گئے آپ کا نام (شریف) جس نے بھی رکھا اس نے کمال کا ثبوت دیا، بلا ریب اس مسمّی ذات گرامی نے اس قدر شرافت پائی کہ زمانہ نے آپ کو قاری شریف ہی کے نام سے جانا پہچانا اور یاد کیا، باوجودیکہ آپ علیہ الرحمہ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز علماء وفضلاء میں سے ہوئے، زمانہ طفولیت ہی سے سعادت وشرافت کے آثار چہرہ پر نمایاں تھے۔

بالائے سرش زہوشمندی   می تافت ستارۂ سربلندی
مردِ حقانی کی پیشانی کا نور   کب چھپا رہتا ہے پیشِ ذی شعور

ابتدائی تعلیم

بچپن ہی سے آپ نے اس قدر شرافت پائی تھی کہ اپنے معاصر بچوں میں کھیل کود کے بجائے سارا وقت مکتب میں گزارتے تھے، جبکہ عموماً اس عمر میں بچوں کو کھیل کود کا شوق ہوتا ہے مگر آپ کی طبیعت قرآن کریم کی طرف مائل تھی آپ اپنا سارا وقت اسی میں لگاتے تھے یہی آپ کا شوق تھا اور یہی آپ کی منزل تھی، نیز اس وقت میں سرزمین گنگوہ پر کوئی بڑا مدرسہ قائم نہ تھا حضرت گنگوہی قدس سرہ کے وصال کو کافی عرصہ گزر چکا تھا تاہم مکاتب محلّہ درمحلّہ قائم تھے میاں جی اور حافظ جی

حضرات پڑھایا کرتے تھے، آپ کے دادا حافظ عبد الرحمٰن صاحبؒ کا بھی محلہ میں ایک مکتب چلتا تھا، چنانچہ آپ نے حفظ قرآن کریم کا سلسلہ اپنے جد امجد کے پاس ہی شروع کیا اور تکمیل حفظ دوسرے حافظ صاحب کے پاس ہوئی جن کا نام بھی عبد الرحمٰن تھا ان کے پاس ہوئی، یہ حافظ عبد الرحمٰن صاحب حافظ عبد الحکیم صاحب مرحوم کے والد ماجد تھے، بڑے صالح، متقی، پرہیزگار بزرگ تھے، ان کی زندگی قرآن کریم کی خدمت کیلئے وقف تھی، ان کا مکتب ان کے گھر کے پاس مسجد میں قائم تھا، قصبہ میں بہت سے بچوں نے ان سے قرآن کریم پڑھا تھا، تاہم آپ انکے پاس قلیل عرصہ میں حافظ قرآن ہو گئے اس وقت آپ کی عمر مبارک ۱۲ سال تھی، اللہ پاک نے اس قلیل عمر میں آپ کو اس عظیم الشان نعمت سے نواز دیا تھا اور اس وقت سے لیکر آخر عمر تک آپ قرآن کریم کی تلاوت اور تجوید کیساتھ قرآن کریم پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہے اور اس امانت کو دوسروں تک پہنچانے میں اپنی عمر عزیز صرف کر دی:

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

دوسرا باب

فارسی، تجوید اور قرآن کریم کی تعلیم

فارسی وتجوید قرآن کی تعلیم کیلئے

مدرسہ تجوید القرآن محلّہ قاضی سہارنپور میں داخلہ

تکمیل حفظ کے بعد آپ بالتجوید قرآن پاک پڑھنے کیلئے شیخ القراء، امام وقت، یکتائے روزگار، ماہر فن قاری، جناب مولانا قاری عبدالخالق صاحب سہارنپوریؒ کی خدمت میں پہونچے، اس وقت قاری عبدالخالق صاحبؒ کا طوطی بول رہا تھا (قاریان ہند/ص/۳۶۳) آپ مکہ اور مدینہ کے فیض یافتہ تھے، بڑی عمدہ اور دل پذیر آواز تھی، حجازی لہجے کے علاوہ دوسرے عربی لہجوں پر مکمل دسترس رکھتے تھے، راہ سلوک میں حضرت اقدس تھانویؒ سے منسلک تھے، ورع وتقوی، پرہیزگاری، خصائل حمیدہ، اوصاف حسنہ کیساتھ متصف تھے، کافی عرصہ سے مدرسہ تجوید القرآن محلّہ قاضی سہارنپور میں بے نظیر انداز پر خدمت قرآن کریم کا سلسلہ جاری تھا، ہزاروں شاگرد فیض یاب ہوچکے تھے، ساتھ ساتھ آپ جامع مسجد سہارنپور کے امام بھی تھے، وہاں پر طلبہ مظاہر علوم بھی آپ سے مشق کیلئے آیا کرتے تھے، قاری عبد الخالق صاحبؒ بوڑھے ہوگئے تھے اس پیرانہ سالی اور بزرگی کی عمر میں ایک ہونہار، ذی شعور، عمدہ آواز والا گنگوہ کا یہ طالب علم آپ کی خدمت میں پہونچا اور بڑے ذوق وشوق، محنت ولگن کیساتھ مشق قرآن کریم شروع کی، دواڑھائی مہینہ کی قلیل مدت میں قاری عبدالخالق صاحبؒ کا لب ولہجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا، اس تعلیمی محنت اور استاذ محترم کی مستقل اور خوش اسلوبانہ خدمت نے آپ کو استاذ محترم

کا منظور نظر بنا دیا، چنانچہ حضرت قاری صاحبؒ نے آپ کو طلبہ کی مشق حوالہ کرنے کے ساتھ ساتھ گھر اور مدرسہ کے کئی امور سپرد کئے جن کو آپ نے نہایت خوش اسلوبی کیساتھ انجام دیا، حضرت الاستاذ قاری عبدالخالق صاحبؒ آپ کو بہت پسند کرتے اور بے حد شفقت فرماتے تھے، باہر کہیں جانا ہوتا آپ کو ساتھ لے جاتے اور محافل ومجالس میں قرآن کریم پڑھنے کا حکم فرماتے، آپ نے اسی طرح دو سال کا عرصہ قاری عبدالخالق صاحبؒ کی خدمت میں گزارا اور قرأة بروایت حفص حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ کئی لہجوں میں مہارت حاصل کی، خصوصاً حجازی اور حسینی لہجہ پر مکمل دسترس ہوگئی تھی، تجوید وقرأة کا یہ شوق کہاں سے پیدا ہوا اور مدرسہ تجوید القرآن میں داخلہ کا سبب کیا بنا اس کو حضرت خود بیان فرمایا کرتے تھے، نیز مدرسہ تجوید القرآن کے قیام کے دوران کی پوری تفصیل خود حضرت کی زبانی سنتے چلئے!

چنانچہ فرمایا: کہ میرا قرآن پورا ہو چکا تھا مگر حروف کی ادائیگی درست نہیں تھی ایک دن دادا مرحوم نے میرا پارہ سنا تو فوراً انہوں نے یہ فیصلہ لیا کہ سہارنپور قاری عبدالخالق صاحب کے پاس مدرسہ تجوید القرآن میں داخلہ کرانا ہے، ویسے دادا مرحوم کا یہ ارادہ بہت پہلے سے تھا کیونکہ وہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ سے تعلق رکھتے تھے اور سہارنپور ان سے ملاقات کیلئے جایا کرتے تھے اور کوشش یہ کرتے کہ کوئی جہری نماز جامع مسجد میں قاری عبدالخالق صاحبؒ کے پیچھے ادا کریں، دادا مرحوم قاری صاحبؒ کی خوش الحانی اور عمدہ قرأة سے بہت متاثر تھے نماز کے بعد قاری صاحب سے شرف ملاقات حاصل کرکے نہایت محظوظ ہوتے تھے اور میری خوش آوازی کے پیش نظر یہ رائے قائم کئے ہوئے تھے کہ مجھکو قاری

عبدالخالق صاحب کے مدرسہ میں داخل کرائیں گے، اس درمیان میں حضرت مفتی محمود حسن صاحب سے دادا مرحوم کی ملاقات ہوگئی اور میری اگلی تعلیم کے سلسلہ میں گفتگو ہوئی، مفتی صاحب نے مشورہ دیا کہ مظاہر علوم میں داخلہ کرادیا جائے۔

چنانچہ حضرت مفتی صاحب کے مشورہ سے ۱۳؍شوال ۱۳۶۱ھ مطابق ۲۴؍نومبر ۱۹۴۲ء میں میرا داخلہ مظاہر علوم میں فارسی کی جماعت میں کرادیا گیا، وہاں صرف دو کتابیں تیسیر المبتدی اور تاریخ حبیب اللہ شروع ہوئیں، مگر وہاں قرآن پاک اور قرأۃ کا کام نہیں تھا اسلئے تصحیح قرآن اور قرأۃ کا شوق تشنہ طلب رہا اور قاری صاحب کی طرف کشش بڑھتی رہی، یہاں تک کہ بقرعید کی تعطیل میں گھر پہونچا اور دادا مرحوم سے پوری کیفیت بتلائی، چنانچہ انہوں نے بقرعید بعد خود جاکر مدرسہ تجوید القرآن محلّہ قاضی میں حضرت قاری صاحب کے پاس داخلہ کرادیا، یہ پورا سال اور دوسرا سال حضرت قاری صاحب کے پاس رہنا ہوا، قرآن پاک کا دور شروع کیا اور بروایت حفص مشق شروع کرائی، ادھر قرآن پاک پر پوری توجہ دیتا اور دوسری طرف نہایت لگن اور شوق کیساتھ استاذ محترم کی خدمت انجام دیتا، قاری صاحبؒ میرا جذبۂ خدمت اور اسلوب کو دیکھ کر بے حد شفقت فرمانے لگے تھے، حتی کہ مدرسہ کے بہت سے امور پر بندہ کو مامور فرمادیا تھا، مدرسہ میں ۲۰؍بیس ۲۵؍پچیس طلبہ کا قیام رہتا تھا مطبخ کا انتظام اور مستقل کوئی روٹی پکانے والا نہیں تھا، بلکہ شہر کے مختلف محلوں میں مختلف گھروں پر طعام کا نظم ہوتا تھا، ہر طالب علم کے بارے میں کھانا بند کرنے اور کھولنے کا معاملہ بندہ کے ذمہ تھا، خود میرا کھانا بھی خانی باغ بازار میں حافظ محمد یعقوب صاحب علی پورہ والوں کے گھر پر تھا،

ان کی کتابوں کی دکان تھی اور گاؤں علی پورہ میں کاشت کاری ہوتی تھی، حافظ یعقوب صاحب اور ان کے اہل خانہ بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ کھانا کھلاتے تھے، چنانچہ پہلے چٹائی اندر سے آتی پھر لوٹا گلاس پھر طعام سینی میں رکھ کر آتا، طعام کے ساتھ ہر دن کوئی بھی پھل آتا تھا، حافظ محمد یعقوب صاحب مرحوم بہت خلیق اور محبت کے آدمی تھے، اللہ تعالی انکی مغفرت فرمائے آمین۔

شام کا طعام محلّہ قاضی میں مسجد سے متصل جنوبی گلی میں حاجی علی احمد مرحوم کے مکان پر ہوتا تھا جو عصر کے بعد بہت بھاگ دوڑ کی کیفیت میں جاکر کھاتا تھا وہ بھی اسی اعزاز واکرام کے ساتھ کھلاتے تھے، بھاگ دوڑ کی وجہ یہ تھی کہ مغرب کے فوراً بعد حضرت قاری صاحب کا کھانا لیکر جامع مسجد جانا ہوتا تھا، نیز حضرت قاری صاحب کو بوجہ ضعف وکمزوری اور بازار کی بھیڑ کے سبب جامع مسجد چھوڑ کر آتا تھا، چونکہ حضرت قاری صاحب کا معمول تھا کہ قبل عصر جامع مسجد تشریف لے جاتے اور بعد عشاء واپس تشریف لاتے تھے، تینوں نمازیں بوجہ پیرانہ سالی اور ضعف کے ایک ہی آمد ورفت میں ادا ہوتی تھیں، اس لئے بعد مغرب طعام وہاں لے جانا ضروری ہوتا تھا اور عشاء پڑھکر حضرت قاری صاحب کو واپس مکان پر لاکر چھوڑتا تھا، حضرت قاری صاحب بڑے مجاہدہ والے انسان تھے، ایک مرتبہ جب حضرت قاری صاحب کی خدمت کررہا تھا تو میں نے حضرت قاری صاحب کی گردن پر ایک نشان (یعنی گڈھا) دیکھا اس نشان کی بابت میں نے حضرت سے سوال کیا یہ گڈھا کیسا ہے؟ حضرت نے اپنی عمومی عادت کیساتھ بعجلت فرمایا کچھ نہیں کچھ نہیں، ایک مرتبہ پھر معلوم کرنے پر بتلایا کہ یہ گڈھا نہیں بلکہ ایک نشان ہے اور اس نشان کی وجہ یہ ہے کہ

جب میں مکہ میں استاذ محترم شیخ القراء حضرت قاری عبداللہ صاحبؒ کے پاس پڑھتا تھا اس وقت چونکہ مکہ مکرمہ میں پانی کی قلت تھی صرف ایک نہر زبیدہ تھی، لوگ پانی نہر سے ہی لاتے تھے میں بھی حضرت کے گھر کیلئے نہر زبیدہ سے پانی لاتا تھا اور میں نے پانی لانے کیلئے دو بہنگیاں (لکڑی میں لٹکانے والے دوڈول) بنا رکھی تھیں جن کو دونوں کندھوں پر رکھ کر لاتا تھا یہ انہیں کا نشان ہے۔

شاگرد کی خدمت اور استاذ کی محبت

مدرسہ تجوید القرآن میں محلّہ اور شہر کے جو بچے پڑھنے کیلئے آتے تھے وہ قصباتی اور شہری زبان کے درمیان فرق پہچاننے کی بنا پر میری باتوں کا مزاق بنایا کرتے تھے، مگر چونکہ قاری صاحب کی بے پناہ توجہ اور دو اڑھائی مہینہ کی مسلسل محنت اور مشق نے قرآن کریم پڑھنے کا رنگ ڈھنگ، انداز و اسلوب یکسر بدل ڈالا تھا اور قاری صاحب کو صحت تلفظ کے متعلق اعتماد پیدا ہو گیا تھا، نیز خداداد خوش الحانی نے مزید قابل توجہ بنا دیا تھا، اس پر طرہ یہ ہوا کہ محلّہ کے جو بچے میری بول چال سنکر استہزاء کرتے تھے وہی بچے جب حضرت قاری صاحب کے پاس سبق سنانے جاتے اور ان کو سبق یاد نہ ہوتا تو حضرت انکو فرماتے چلو چلو پہلے شریف احمد کو سنا کر آؤ اور اس سے سبق کہلوا کر آؤ، اور جب بھی کوئی جدید طالب علم درمیان سال میں داخل ہوتا تو اس کو بھی میرے ہی حوالہ کر دیا جاتا اور حضرت کا حکم ہوتا کہ اس کا تلفظ صحیح کراؤ اور اس کا سبق بھی کہلواؤ، اس کے علاوہ مدرسہ اور گھر کے کئی کام مجھ سے متعلق تھے، چنانچہ گھر کا سارا ساز و سامان لانا میرے ذمہ تھا، روزانہ بازار

سے سبزی، گوشت دیگر مصالحے جات لایا کرتا تھا اور ہفتہ میں ایک مرتبہ بازار سے گیہوں خرید کر لانا اور مدرسہ میں ان کو صاف ستھرا کر کے چھان پھٹک کر پھر چکی میں پسوا کر لانا اور آٹا چھاننا گھر دیکر آنا میرے ذمہ تھا، انہیں ضرورتوں کے پیش نظر بندہ نے ایک چھاج اور ایک چھلنی مدرسہ ہی میں رکھ لی تھی، حضرت قاری صاحب کا ایک معمول یہ تھا کہ پورے سال کیواسطے لکڑیاں اکھٹی ہی خرید لیا کرتے تھے اور ان کا چٹہ لگوا دیا کرتے تھے، چنانچہ یہ لکڑیوں کا چٹہ لگانا اور ان کو پھاڑ کر حسب ضرورت قاری صاحب کے گھر پہونچانا میرے ذمہ سپرد تھا اور مدرسہ کے بھی کئی کام میرے سپرد تھے، ایک یہ کہ اس زمانہ میں ہر جگہ بجلی کی سہولت فراہم نہیں تھی اکثر مقامات پر لوہے کے فریم میں بڑی بڑی لالٹینیں کھمبوں پر یا دیواروں میں نصب کی جاتی تھیں، ان میں ایک چراغ رکھا ہوا ہوتا تھا، جس میں عموماً سرسوں کا (کڑوا) تیل جلا کرتا تھا، تاہم ہمارے مدرسہ تجوید القرآن میں بھی اسی نوعیت کی ایک لالٹین دیوار میں نصب تھی اور اس میں سرسوں کا تیل ہی جلا کرتا تھا، وہ تیل مدرسہ کیلئے دو تین دکانوں سے آتا تھا، یہ دو تین دکانیں روغنگروں کی جامع مسجد پر واقع تھیں، ان دکانوں سے اس تیل کی فراہمی اور مدرسہ پہونچانے کی ذمہ داری بھی بندہ کے ذمہ سپرد تھی، دوسرے یہ کہ قاری صاحب کا معمول تھا کہ وہ قربانی کیلئے جانور عید الفطر کے بعد ہی خرید لیا کرتے تھے، جن کی مکمل دیکھ ریکھ گھاس دانہ کی ذمہ داری میرے حوالہ رہتی تھی، چنانچہ تقریباً دو مہینے تک منڈی سے ان جانوروں کیلئے گھاس لاتا اور اس کو کاٹ کر ان کے سامنے ڈالتا اور

جانوروں کو پانی پلایا کرتا تھا، مدرسہ کے بہت سے کام متعلق ہونے کی وجہ سے دکان دار اور محلّہ کے سب ہی لوگ واقف ہو گئے تھے۔

حضرت قاری عبدالخالق صاحبؒ کی قلبی دعاء

حضرت قاری صاحب جب کسی کام سے خوش ہوتے تو بلا تکلف فرمایا کرتے تھے شریف تیرے لئے تہجد میں دعاء کرتا ہوں، استاذ محترم کی عنایات بے حد تھیں، چنانچہ جب کہیں باہر سفر میں تشریف لے جاتے تو مجھکو ساتھ رکھتے، ایک مرتبہ قاری صاحبؒ دھامپور ضلع بجنور جناب مولانا عبدالرحیم صاحبؒ کے مدرسہ میں بغرض امتحان تشریف لے گئے، اس موقعہ پر بندہ بھی بطور خادم ساتھ تھا، مولانا عبدالرحیم صاحبؒ چونکہ مظاہر علوم سے فارغ تھے اور تجوید حضرت قاری صاحبؒ سے ہی پڑھی تھی اسلئے امتحان کیواسطے حضرت استاذ محترم کو ہی بلایا کرتے تھے، نیز حضرت قاری صاحب بغرض امتحان دارالعلوم دیوبند بھی بارہا تشریف لے جاتے رہتے تھے، ایک مرتبہ وہاں ساتھ جانے کا موقعہ ہوا، اسی طرح ایک مرتبہ قاری صاحب کے صاحبزادے قاری عبدالباری صاحبؒ کی شادی میں حضرت کے ہمراہ بحیثیت خادم شریک ہوا، یہ شادی روڑکی کے قریب منگلور نامی قصبہ میں ہوئی تھی اور اس شادی میں مظاہر علوم کے ناظمِ اعلیٰ جناب حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحبؒ نے مہمان خصوصی کے طور پر شرکت فرمائی تھی، میں بارات میں بھی ان حضرات کی خدمت کرتا رہا یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا، حضرت ناظم صاحبؒ کے لئے وضو کا پانی لایا اور پھر پاس ہی کھڑا ہو گیا کہ شاید مزید پانی کی ضرورت پیش آجائے تو ناظم

صاحب نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے اپنا تعارف کرایا کہ میں گنگوہ کا رہنے والا ہوں اور حضرت قاری صاحب کے پاس تجوید پڑھتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ نماز کے بعد مجھکو قرآن سنانا، چنانچہ نماز سے فارغ ہوکر جب حضرت ناظم صاحبؒ اور دیگر حضرات بھی بیٹھے تو آپ نے مجھکو تلاوت قرآن پاک کا حکم فرمایا میں نے مشق کیا ہوا رکوع حسینی لہجہ میں پڑھا، نیز حضرت قاری عبدالخالق صاحبؒ بھی عام طور پر اسی لہجہ میں پڑھتے اور مشق کراتے تھے، حضرت ناظم صاحبؒ نے جب میرا رکوع سنا تو بے حد خوش ہوئے یہاں تک کہ مسرت کے آثار ظاہر ہونے لگے۔

حضرت مولانا شاہ عبداللطیف صاحبؒ ناظم مظاہر علوم سے پہلی ملاقات

بس آج کی یہ ملاقات اور تعارف حضرت ناظم صاحبؒ سے تعلق کی ابتداء کا پہلا دن تھا، پھر تو جب بھی میں حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ سے ملاقات کیلئے مظاہر علوم جاتا حضرت ناظم صاحبؒ سے ضرور ملاقات کرتا۔

حضرت تھانویؒ کی پہلی زیارت اور جنازہ میں شرکت

مدرسہ تجوید القرآن کی تعلیم کے دوران حضرت اقدس تھانویؒ کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہوا، آپ کی زیارت کا موقعہ اس طرح ہوا کہ میں قاری صاحب کے کسی کام کیلئے بازار گیا تھا پھر واپسی میں نخاسہ بازار کو آرہا تھا، دیکھا کہ جناب منفعت علی صاحب ایڈوکیٹ کے مکان پر لوگوں کی بھیڑ اکھٹا ہورہی ہے لوگوں سے وہاں جمع ہونے کا سبب معلوم کیا تو لوگوں نے بتلایا کہ حضرت اقدس تھانوی تشریف لائے ہوئے ہیں اور اسٹیشن جانے کیلئے اوپر سے نیچے تشریف لانے والے ہیں،

اصل بات یہ تھی کہ حضرت تھانویؒ بغرض علاج لاہور تشریف لے جارہے تھے، دریں اثناء وکیل صاحب کے مکان پر قیام فرمایا تاہم ٹرین کی روانگی کا وقت قریب آچکا تھا، سفر کی تمام تیاریاں مکمل ہوچکی تھیں اور تانگہ باہر کھڑا تھا، لوگ زیارت ومصافحہ کیلئے بے چین وبے قرار تھے، میں بھی لوگوں کے نیچے سے ہوتا ہوا آگے پہونچ گیا، حضرت اوپر زینہ سے نیچے تشریف لارہے تھے کہ ایک سیڑھی چھوڑ کر اوپر ہی ٹھہر گئے، ایک صاحب حضرت کی طرف سے اعلان کرنے لگے کہ کوئی صاحب مصافحہ نہ کریں اور حضرت کو تانگہ تک جانے کیلئے راستہ دے دیں، مگر لوگوں میں سے کوئی ہٹنے کیلئے تیار نہیں تھا اور شوقِ زیارت ومصافحہ میں حضرت پر پروانوں کی طرح ٹوٹ پڑرہے تھے، لوگوں کا یہ عمل حضرت کو ناگوار گزر رہا تھا جس کے اثرات حضرت کے چہرے پر محسوس ہورہے تھے، میں چونکہ حضرت کی اس ناگواری کو تاڑ چکا تھا اسلئے زینہ کے قریب ہونے کے باوجود مصافحہ کی ہمت نہ کرسکا، تا آنکہ حضرت ہجوم میں ہوتے ہوئے تانگہ میں سوار ہوکر اسٹیشن کیلئے روانہ ہوگئے، اس اتفاقی زیارت سے پہلے حضرت تھانویؒ کی زیارت وملاقات کا داعیہ بار بار پیدا ہوتا تھا اور اس سلسلہ میں مولانا شبلی صاحب سے بات چیت بھی ہوئی تھی، مولانا شبلی حضرت تھانویؒ کے یہاں حاضر باش لوگوں میں سے تھے، انہوں نے یہ وعدہ کیا تھا کہ شعبان کی تعطیل میں حضرت اقدس تھانویؒ کی زیارت وملاقات کیلئے جائیں گے، مگر افسوس کہ دوبارہ زیارت کا موقعہ نہ ہوسکا، اسلئے کہ حضرت اقدس تھانویؒ ۱۷رجب المرجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء شنبہ کی شب میں بعد نماز عشاء اس دار فانی سے رخصت ہوگئے اور رفیق اعلی سے جاملے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مجھے حضرت کی وفات کا علم ایسے ہوا کہ استاذ محترم حضرت مولانا قاری عبدالخالق صاحبؒ چونکہ حضرت تھانویؒ سے منسلک تھے اسلئے حضرت تھانویؒ کی علالت کے زمانہ میں مولانا ظہور الحسن صاحب کسولویؒ مدرس مظاہر علوم کے پاس ہر روز بعد فجر حضرت تھانویؒ کی خیریت معلوم کرنے کیلئے بھیجا کرتے تھے، مولانا ظہور الحسن صاحبؒ بھی چونکہ حضرت تھانویؒ سے خاص تعلق رکھنے والوں میں سے تھے اور آپ کے مجاز صحبت بھی تھے اسلئے حضرت تھانویؒ سے متعلق خاصی معلومات حاصل کر کے رکھتے تھے اور جب میں جاتا تو آپ سے متعلق حالات سے آگاہ ومطلع کرتے، حسب معمول میں مولانا ظہور الحسن صاحبؒ کے پاس ۱۷؍ رجب المرجب ۱۳۶۲ھ بروز شنبہ صبح کے وقت حضرت تھانویؒ کے متعلق حالات معلوم کرنے کیلئے پہونچا تو مولانا نے بتلایا کہ حضرت تو رات اس دار فانی سے رحلت فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون، میں نے بڑی عجلت کے ساتھ آ کر حضرت قاری صاحب کو اس حادثۂ فاجعہ کی اطلاع دی، ادھر یہ غم اندوہ خبر پورے شہر میں بجلی کی طرح پھیل گئی اور لوگوں کی حالت یہ تھی کہ ہر شخص تھانہ بھون جانے کیلئے اسٹیشن کی طرف دوڑتا ہوا نظر آتا تھا، میں حضرت قاری صاحب کے خانگی امور اور مدرسہ کے کاموں کی وجہ سے شہر میں اِدھر اُدھر جاتا رہا، جدھر کو بھی نکلتا تھا بازار، سڑک، گلی کوچوں میں ایک کہرام بپا تھا، ہر آدمی پرنم اور اداس نظر آتا تھا، میں بھی جیسے ہی حضرت قاری صاحب کے کاموں سے فارغ ہوا مجھے بھی تھانہ بھون جانے کا داعیہ پیدا ہوا اور میں ہمت، کوشش، دوڑ دھوپ کر کے اسٹیشن پہونچ گیا، وہاں جا کر دیکھا ایک ٹرین سواریوں سے لبالب بھری کھڑی ہے اور یہ

بھی معلوم ہوا کہ یہ آخری ٹرین ہے تو لوگوں کی منت خوشامد کر کے بمشکل تمام جوں توں کر کے ٹرین کے اندر گھس گیا اور ٹرین چل پڑی، اس زمانہ میں چھوٹی لائن چلتی تھی، ٹرین نے تھانہ بھون پہونچتے پہونچتے بہت دیر لگادی، ہم تھانہ بھون اسٹیشن پر اترے اور سب لوگ اتر کر اس باغ کی طرف دوڑ پڑے جس میں حضرت اقدس تھانویؒ کی تدفین عمل میں آئی تھی، یہ باغ اسٹیشن سے قریب تھا، میں باغ میں ہجوم کے پاس پہونچا تو دیکھا کہ لوگ حضرت کو سپرد خاک کر کے واپس ہو رہے ہیں، نہایت ہی افسوس و ملال ہوا اور حسرت و یاس کے عالم میں حضرت کی قبر پر پہونچا اور دیر تک ایصال ثواب کرتا رہا، پھر خانقاہ میں جاکر مغرب کی نماز ادا کی، بعد مغرب کھانے کا تقاضا ہوا اور شدت کی بھوک لگی، چونکہ دن بھر حضرت قاری صاحب کے کاموں میں مشغولیت کی وجہ سے کھانے کی فرصت نہیں ملی تھی بھوک بہت بڑھ گئی تھی اور اس موقعہ پر عجیب اتفاق یہ ہوا کہ پیسے بھی ساتھ نہ تھے، خانقاہ میں بیٹھے بیٹھے عشاء کا وقت ہو گیا اور بظاہر کھانے کا کوئی سلسلہ نظر نہیں آرہا تھا، نہ کوئی متعارف اور شناسا اور نہ کوئی واقف کار دکھائی دیا، کچھ دیر بعد ایک صاحب کو دیکھا جو میرے واقف کار اور ایک درجہ میں میرے شاگرد بھی ہوتے تھے، اس طرح کہ یہ مظاہر علوم میں پڑھتے تھے اور مشق قرآن کریم کیلئے حضرت قاری صاحبؒ کے پاس آیا کرتے تھے اور قاری صاحب کا ان دنوں یہ معمول بن گیا تھا کہ ہر آنے والے جدید طالب علم کو ایک دو ہفتہ میرے پاس مشق کے لئے بھیجتے تھے، چنانچہ یہ بھی انہیں نو وارد طلبہ میں سے ایک تھے، تاہم یہ صاحب آئے انکے ساتھ ایک شخص اور آیا جو روٹیوں کا ٹوکرا لئے ہوئے تھا، پیچھے پیچھے دوسرا شخص

اورآیا وہ سالن کا دیگچہ سر پر رکھے ہوئے تھا، یہ تینوں صاحبان خانقاہ میں حوض کے پاس بیٹھ گئے انہیں دیکھ کر میری خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا، لیکن کچھ دیر بعد ایسی مایوسی ہوئی کہ اس وقت کی خوشی اور مایوسی دونوں آج تک ذہن میں ہیں، خوشی تو یہ ہوئی تھی کہ روٹی والا میرا واقف کار ہے اب تو کھانا مل ہی جائے گا، چنانچہ انہوں نے بیٹھتے ہی آواز لگانا شروع کی کہ روٹی دال کیساتھ ایک آنہ کی اور گوشت کیساتھ ایک روپے کی، مگر اپنے پاس نہ ایک آنہ پیسہ تھا نہ روپیہ، بھوک شدت کے ساتھ لگی ہوئی تھی میں کئی مرتبہ ان کے سامنے کو بھی گزرا اور اس طرح زور سے سلام کیا کہ کسی طرح یہ متوجہ ہوں اور کھانے کو پوچھیں مگر انہوں نے منھ اٹھا کر سلام کا جواب تک نہ دیا، بے حد ہجوم تھا اور بہت بھیڑ تھی میں دیکھتا رہا کہ تھوڑی دیر میں دیکھتے ہی دیکھتے سب روٹی سالن ختم ہوگیا، بہر حال ان سے وابستہ امید بھی جاتی رہی اور یہ صاحب اپنا ٹوکرا اور سالن کا برتن اٹھا کر اپنے گھر چلے گئے، بھوک کی شدت کا یہ عالم ہوگیا تھا کہ قدم آگے کو نہ اٹھتا تھا، خانقاہ سے باہر نکلا تو دیکھا کھانے کی کوئی دکان نظر نہ آئی جو دکانیں تھیں وہ بھی بند ہو چکی تھیں، وہاں کوئی واقف کار اور شناسا بھی نظر نہ آتا تھا، کسی طرح وہاں سے آکر قریب کے محلّہ کی ایک مسجد میں بیٹھ گیا بہت دیر سوچتے سوچتے یاد آیا کہ یہاں تھانہ بھون میں گنگوہ کے رحمت اللہ نامی ایک صاحب ہیں (جو حکیم سعید صاحب مرحوم بمبئی والوں کے یہاں خانگی ملازم تھے اور حکیم صاحب اس وقت حضرت تھانویؒ کے معالج ہونے کی حیثیت سے یہیں پر خانقاہ کے قریب قاضی احسان صاحب کے مکان پر قیام پذیر تھے) لہذا انکو تلاش کیا جائے، چنانچہ معلومات حاصل کر کے رحمت اللہ تک پہونچ گیا، میں

نے رحمت اللہ سے ملاقات کی اور اس سے کہا مجھکو شدت کی بھوک لگی ہے اس لئے جس طرح بھی ہوسکے کچھ کھانے کا انتظام کیجئے، اس نے جواباً کہا حکیم صاحب کے مکان کا دروازہ تو بند ہو چکا ہے چلو کسی دکان پر چلیں، کافی دور جا کر دیکھا کہ ایک بنیا اپنی دکان کے سامنے چارپائی پر لیٹا ہوا ہے، رحمت اللہ نے لالہ کو آواز دیکر اٹھایا اور کہا او لالہ! تیری دکان میں کچھ کھانے پینے کو ہے؟ وہ اٹھا اور کہنے لگا بھنے ہوئے چنے تو ہیں اور کچھ نہیں ہے، چنانچہ رحمت اللہ نے ایک پیسہ کے چنے لئے میں نے چنے کھا کر پانی پیا تب جا کر پیٹ میں کچھ سہارا ہوا، پھر ہم دونوں مسجد میں آ کر لیٹ گئے اور صبح ہوتے ہی بذریعہ ٹرین سہارنپور واپس ہو گئے اور میں مدرسہ تجوید القرآن پہونچ کر اپنی تعلیم اور دیگر متعلقہ امور میں مشغول ہو گیا۔

مدرسہ تجوید القرآن کے قیام کے دوران ہی فارسی کی کچھ کتابیں مدرسہ کے بعض اساتذہ سے پڑھتا رہا، زیادہ تر وقت حضرت قاری صاحبؒ کی خدمت، مدرسہ کے کاموں اور مشق قرآن کریم میں گزرتا تھا، اس زمانہ میں دوسرے قاری شریفؒ روپڑی والے بھی وہاں زیر تعلیم تھے، حضرت قاری صاحب دونوں کو شریفین شریفین کہا کرتے تھے، دو سال کا عرصہ برابر مدرسہ تجوید القرآن میں استاذ محترم کے زیر عاطفت گزرا، اس کے بعد میزان و ہدایۃ النحو پڑھنے کیلئے مدرسہ مخزن العلوم لکھی گیٹ سہارنپور میں داخلہ لیا، یہاں رہ کر بھی حضرت قاری صاحبؒ کی خدمت میں حاضری کا موقعہ ہوتا تھا، چنانچہ مندرجہ ذیل دو خط استاذ محترم کیساتھ غایت درجہ تعلق کی ترجمانی کر رہے ہیں۔

(۱) مکتوب گرامی حضرت قاری عبد الخالق صاحب سہارنپوریؒ

عزیزم سلمہ بعد دعاء

میں الحمد للہ اچھا ہوں امید ہے تم بھی فی الجملہ بعافیت رہکر قرآن شریف سنا رہے ہوں گے؟ تمہاری فرمائش مطلوبہ دس عدد پنکھے علی گڈھ سے آج میرے پاس بخیریت پہونچ گئے، اب تمہارے پاس کس طرح پہونچیں کہو تو منشی ابراہیم صاحب تمہارے ماموں کو دیدوں، گھی غالباً خالص فراہم کرکے رکھا ہوگا آجائے تو ضرورت ہے، یہ کارڈ خاص اس غرض سے اس وقت لکھ رہا ہوں کہ علی گڈھ میں شبینہ ہے، سالِ گزشتہ بھی تین صاحب گئے تھے ممکن ہو تو امسال تم بھی بیسویں شب میں پڑھ کر علی الصباح بیس کو یہاں چلے آؤ اور فوراً کسی گاڑی سے سوار ہوکر شام تک علی گڈھ پہونچ کر ۲۱؍۲۲؍۲۳؍شب کو پڑھ کر شب ہی میں آخری گاڑی سے سوار ہوکر سہارنپور چلے آؤ اور جو کچھ بقیہ چھوڑ آؤ وہ گنگوہ پہونچ کر پورا کرلو، سہارنپور سے جانے والے بھی اسی طرح کریں گے، یعنی سوا کے حساب سے ۲۵؍پارے کرکے بقیہ پانچ پارے واپس آکر پورے کریں گے، امید کہ تم میری تجویز پر ضرور عمل کرکے علی گڈھ والوں سے مجھے سرخرو کروگے، کرایہ آمد و رفت مع کچھ نذرانہ پیش کردیا جائے گا، بواپسی ڈاک مجھے جواب دو تاکہ اس کے مطابق ان کی درخواست کا جواب دیدوں، زبانی یہ مضمون مفتی محمود سلمہ سے بھی کہد یا تھا نہ معلوم تم سے کہا یا نہیں؟ فقط دعاء، دادا صاحب، والد صاحب و پرسان حال کی خدمت میں میری طرف سے سلام بچوں کو پیار۔

عبد الخالق غفرلہ از سہارنپور

۱۴؍رمضان ۱۳۷۲ھ یوم سہ شنبہ ۲۰؍مئی ۱۹۵۳ء

(۲) مکتوب گرامی مولانا قاری عبدالخالق صاحب نور اللہ مرقدہ

عزیزم سلمہ بعد دعاء کل مرسلہ کارڈ بخیریت موصول ہوکر کاشف حالات ہوا اعذار تو واقعی اپنی جگہ سب صحیح ہیں، مگر کیا کیا جائے ضروری کام بھی کرنے ہی پڑتے ہیں مجبوری ہے وعدہ کرلیا ہے، خیر تم یہ کرو کہ عارضی انتظام کر کے چار روز نکال لو اور شب چہار شنبہ گزار کر علی الصباح موٹر سے سوار ہوکر سہارنپور چلے آؤ اور اگر پہلے موٹر سے سوار ہوکر آنے میں کوئی عذر ہوتو دوسرے سے آجاؤ، غرض یہ ہے کہ چہار شنبہ کو عصر تک ضرور سہارنپور پہونچ جاؤ تاکہ بعد نماز عشاء پہلی گاڑی جو ایک بجے کے بعد سہارنپور سے چلتی ہے مع اپنے رفقاء یعنی شب پنجشنبہ میں سوار ہوکر ٹھنڈے وقت علی الصباح علی گڈھ پہونچ کر دن گزار کر بائیسویں شب یعنی شب جمعہ میں قرآن شروع کردو اور پھر جمعہ وہیں پڑھ کر شب شنبہ وشب یکشنبہ میں پڑھ کر آخری شب میں ہی سوار ہوکر بروز یکشنبہ گیارہ بجے تک سہارنپور پہونچ جاؤ اور سہارنپور سے موٹر میں سوار ہوکر قبل افطار گنگوہ پہونچ جاؤ، اللہ تعالی یہ سفر گو گرمی کا ہے اپنے فضل وکرم سے آسان فرمائے آمین۔

آتے وقت گھی ہمراہ لیتے آنا، بس اب میں مطمئن ہوں امید ہے کہ تم میرے خط پر عمل کر کے چہار شنبہ کو ضرور مع الخیر پہونچ جاؤ گے خدا خیریت سے لائے تین روز سے گرمی یہاں بھی کافی ہورہی ہے ارحم الراحمین رحم فرمائے، آمین!

میری طرف سے سب کو سلام۔　　　　عبدالخالق غفرلہ

یوم شنبہ/۱۶/ رمضان ۱۳۷۲ھ/۲۲ مئی ۱۹۵۳ء

الغرض حضرت والد صاحب اپنے استاذ محترم جناب قاری عبدالخالق صاحبؒ کا تذکرہ بڑے مزے اور لطف کے ساتھ کیا کرتے تھے، بسا اوقات استاذ محترم کی شفقتوں اور عنایتوں کو یاد کر کے روتے، حضرت قاری عبدالخالق صاحبؒ کی اولاد میں سے جو طلبہ مدرسہ میں داخل ہوئے ان پر بڑی کرم نوازیاں فرمائیں اور اسی دیرینہ تعلق کا اثر تھا کہ ان بچوں کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھا کر کھانا کھلایا کرتے تھے اور ان کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ فرماتے تھے، حضرت والد کا اپنے استاذ قاری عبدالخالق صاحبؒ کیساتھ کس درجہ والہانہ تعلق تھا اس کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ جامعہ اشرف العلوم میں نہایت حسین عمارت شریفیہ دارالقرآن پر جلی حروف میں اپنے استاذ کا نام لکھوایا اس طرح اپنے استاذ محترم کا ذکر جمیل اور انکی یادگار بعد میں آنے والوں کے لئے چھوڑ گئے، اپنے استاذ گرامی کے احسانات کو یاد کرتے اور ان کا بدلہ دعاؤں کے ذریعہ ادا کرنے کی ہر وقت فکر فرماتے تھے، اللہ پاک ہمیں بھی ان کا اتباع نصیب فرمائے آمین یارب العلمین۔

حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ کے ساتھ لدھیانہ میں

ابھی تعلیم کا آغاز ہی ہوا تھا کہ ۵/ ذی قعدہ ۶۴/ ۱۳۶۳ھ میں جناب حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کیساتھ لدھیانہ جانا پڑا اور وہیں میزان الصرف کی جو کتابیں شروع ہوچکی تھیں پڑھیں، قصہ یہ ہوا کہ تحریک احرار کے قائد جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب احراری لدھیانویؒ جنگِ آزادی کے زمانہ میں جیل چلے گئے تھے،

مولانا کے زیر اہتمام لدھیانہ میں انوریہ شاہی مسجد کمیٹی باغ کے نام سے ایک مدرسہ چلتا تھا انکی عدم موجودگی میں مدرسہ کے نگرانِ اعلیٰ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ کے بھائی مولانا یحیٰی صاحبؒ ہوئے ،ان کے مدرسہ میں سابق صدر مدرس چلے جانے کی وجہ سے ایک صدر مدرس کی اشد ضرورت تھی انہوں نے ارباب مظاہر علوم سے صدر مدرس کی درخواست کی تو مظاہر علوم سے صدر مدرس کیلئے حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ کا جانا طے ہوا، حضرت مفتی صاحب نے اپنے ساتھ میرا لیجانا تجویز کیا، لدھیانہ میں چھ ماہ قیام رہا، یہ جنگ آزادی کا دور تھا پنجاب میں عام ماحول یہ تھا کہ حضرات ائمہ اپنی اپنی مساجد میں آزادی سے متعلق پر جوش بیانات کیا کرتے تھے، چنانچہ حضرت مولانا یحیٰی صاحب بھی حسب معمول لدھیانہ کی جامع مسجد میں نمازِ جمعہ سے قبل بیان کرتے اور جمعہ پڑھاتے تھے، جب میں وہاں پہونچا تو اذان خطبہ مجھ سے ہی پڑھوانے لگے تھے، اس درمیان میں ایک جمعہ کو یہ لطیفہ پیش آیا کہ مولانا یحیٰی صاحب نے بیان فرمانے کے بعد خطبہ کی اذان کیلئے مجھ کو کھڑا کیا خطبہ خود انہوں نے پڑھا بعد خطبہ نماز کیلئے بھی مجھے ہی آگے بڑھا دیا، جب میں نماز پڑھانے کیلئے مصلی پر جانے لگا تو اس وقت حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنے مخصوص مزاحی انداز میں چپکے سے یہ فرمایا کہ تکبیر بھی پڑھ لے اس پر مجھے ہنسی آ گئی نماز تو میں نے ضرور پڑھائی مگر حضرت مفتی صاحبؒ کی خوش طبعی سے جو کیفیت پیدا ہوئی تھی اس پر بہت مشکل سے قابو پا سکا تھا۔

رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ کے گھر بھی بندہ کافی آتا جاتا تھا ،ان کے بیٹوں میں سے مولانا انیس الرحمٰن صاحبؒ ،مولانا طیب صاحبؒ، مولانا محمد احمد صاحبؒ سے گہرا تعلق ہو گیا تھا اور ہر جمعہ کو فجر کی نماز

کے بعد مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ کے گھر پر حضرت مفتی صاحب کیساتھ جانا اور ناشتہ کرنے کا ایک معمول سا بن گیا تھا، مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ کی اہلیہ محترمہ بڑی عابدہ زاہدہ نیک سیرت خاتون تھیں، ان کو قرآن کریم سے بڑا عشق تھا اسلئے میرا قرآن پاک بے حد شوق سے سنا کرتی تھیں، جب بھی وہ مجھ سے قرآن پاک سننے کی خواہش ظاہر کرتیں تو پردہ کے پیچھے بیٹھی ہوئی سنتی رہتی تھیں، مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ کے تمام ہی گھر والوں سے گھر جیسا تعلق ہو گیا تھا، مولانا کے فرزندان سے اخیر تک تعلق رہا، چنانچہ مولانا انیس الرحمٰن صاحب مظاہریؒ تھے ان سے چھوٹے طیب، اظہر، محمد احمد، سعید الرحمٰن تھے، ان میں سے اظہر میرے میزان کے ساتھی بھی رہے، تقسیم ہند کے بعد ان میں سے کچھ پاکستان چلے گئے تھے اور کچھ ان میں سے والد محترم کے ساتھ دہلی منتقل ہو گئے تھے، غالباً بلّی ماران دہلی میں انہوں نے ایک مکان لے لیا تھا یہ اسی میں رہائش پذیر ہو گئے تھے، میری ملاقات محمد اظہر سے خصوصاً دہلی کی آمد و رفت کے دوران ہوتی رہتی تھی ۔

مذکورہ بالا جملہ تفصیل حضرت نے اپنی زبانی ارشاد فرمائی تھی جس کو بعینہ قلمبند کر دیا گیا ہے، لدھیانہ چھ ماہ قیام کر کے واپسی کے بعد حضرت نے جماعتِ میزان کی باقی کتب اور ہدایۃ النحو مدرسہ مخزن العلوم لکھی گیٹ سہارنپور میں پڑھیں اور اسی دوران حضرت قاری عبد الخالق صاحب کے پاس آمد و رفت و ملاقات کا سلسلہ جاری رہا، حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ پاک کو آپ سے عظیم الشان کام لینا منظور تھا، اسلئے شروع ہی سے اس انداز پر تربیت کرائی گئی کہ آنے والے زمانہ میں آپ کیلئے تمرین اور مشق کے درجہ کا کام دے، آپ کی ذات کو اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی

سے خوبیوں اور کمالات کا مالک بنایا تھا، بچپن ہی سے آپ کے ہر کام میں نظم ونسق، ترتیب بندی، مجاہدہ ومحنت کے پہلو گاہ بگاہ نظر آتے ہیں، مسلسل جد وجہد کی عادت، بروقت کام انجام دینے کی طبیعت، استاذ کی بے لوث خدمت نے آپ کو ایک عالم باعمل، خاشع، خاضع انسان اور آئندہ کیلئے ایک مرد مجاہد، ایک بہترین مدبر اور ایک عظیم منتظم بنا کر ثابت کیا اور آپ کی مخلصانہ خدمت کے جذبے، بے حد تواضع، اخلاق نے آپ کو اپنے دور کے اکابر اہل اللہ کا منظور نظر بنا دیا تھا، قاری صاحبؒ کے پاس سے تعلیم پوری کر کے آپ نے مظاہر علوم میں داخلہ لیا۔

تیسرا باب

مظاہر علوم میں داخلہ اور اساتذۂ ذیشان کے ساتھ ربط

مظاہر علوم میں داخلہ اور اساتذۂ کبار کے ساتھ ربط

سید القراء جناب حضرت قاری عبد الخالق صاحبؒ سے تجوید وقرأۃ کے سلسلہ میں بھرپور استفادہ کرنے کے بعد آپ نے عربی علوم کی تکمیل کیلئے زمانہ کے مشہور ومعروف ادارہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۴ء میں جماعت کافیہ میں داخلہ لیا، یہ وہ دور تھا جسمیں مظاہر علوم کے اندر زمانہ کی مشہور ومعروف علمی، عرفانی، روحانی، عملی، اصلاحی شخصیات جلوہ افروز تھیں اور مظاہر علوم اس وقت علماء کبار، صلحائے عظام، محدثین، مفسرین، فقہاء، صوفیاء کا مرکز تھا اور آج بھی ہے، یہ دار العلوم دیوبند کا معاصر اور مدارس میں اسکی حیثیت مقبول بین العوام والخواص مدرسہ کی تھی، بڑے بڑے جبالِ علم، صاحب فضل وکمال، زہد وتقویٰ کے امام، جمیع علوم وفنون کے ماہر حضرات کا علمی اصلاحی فیضان جاری تھا، بقول شیخ المشائخ حضرت شیخ زکریا صاحبؒ پورا مدرسہ، علماء، صلحاء، ذاکرین وشاغلین اور نورانی چہروں کی وجہ سے ایک طرف درسگاہِ عظیم دوسری طرف خانقاہ معلوم ہوتا تھا، چنانچہ مظاہر علوم کے اس مقدس ومبارک دور میں آپ نے مدرسہ میں داخلہ لیکر جملہ اکابر سے علمی عملی اصلاحی بھرپور فیض حاصل کیا اور اپنے فطری اوصاف حمیدہ اور خدمت گزاری سے اکابر مظاہر علوم واساتذہ کرام کی عنایات خاصہ حاصل کیں اور آپ سب ہی اساتذہ کے منظور نظر بنے، خصوصاً سرتاج المحدثین شیخ محمد زکریا صاحبؒ، امیر النظماء استاذ الکل حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحبؒ، جامع المعقول والمنقول، مناظر الاسلام، حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحبؒ،

استاذ الفقہاء، مفتی اعظم حضرت مفتی سعید احمد صاحب اجراڑویؒ، جامع الاوصاف والکمالات حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمل پوریؒ، مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ جیسے حضرات سے غایت درجہ تعلق رہا، ان اکابر کی خدمت میں بار بار حاضر ہوکر ان کی توجہات، شفقتیں، عنایتیں حاصل کیں اور ان مذکورہ اکابر ہی کی موجودگی میں دارالطلبہ قدیم کی مسجد مظاہرعلوم میں تین سال امامت کی سعادت حاصل کی، جس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحبؒ نے امامت کی پگڑی سر پر باندھی اور فرمایا کہ آج سے یہ امامت کیا کریں گے، اساتذۂ کرام آپ کی عمدہ قرأت اور حسینی لہجہ کو بے حد پسند فرمایا کرتے تھے، مسلسل تین سال کا عرصہ اس علمی، روحانی، نورانی ماحول میں گزرا اور اس دور میں مختلف اساتذہ کے پاس آپ نے جماعت کافیہ، شرح جامی، مختصر المعانی کی تعلیم حاصل کی، اس دوران اکابر کیساتھ اسفار بھی کئے اور جماعت کافیہ پڑھنے کے سال آپ کے دل میں سرزمین گنگوہ پر اشرف العلوم کے قیام کا داعیہ پیدا ہوا، جس کا اظہار آپ نے حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحب کے سامنے کیا، حضرتؒ نے حوصلہ افزائی فرمائی اور کہا کہ رمضان المبارک میں مقامی حضرات کی ذہن سازی کر کے ہم خیال بناؤ، چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور رمضان المبارک بعد باہر لی مسجد میں اشرف العلوم کی داغ بیل ڈال کر ابتداء کردی گئی، آپ زمانۂ تعلیم ہی سے اشرف العلوم کیلئے دوڑ دھوپ اور نگرانی فرماتے رہے اکابر کو یہاں لانا اور مدرسہ کے جملہ حالات سے آگاہ کرتے رہنے کا سلسلہ زمانۂ تعلیم ہی سے جاری رہا، حصول علم کی محنت تعلیمی مصروفیت کیساتھ ساتھ وقت کے تمام اکابر سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے مستقبل

کے ایک عظیم الشان ادارہ کیلئے دوڑ دھوپ اور نگرانی کے امتیازی وصف کیساتھ باری تعالی نے آپکو متصف فرمایا تھا مظاہر علوم کی تعلیم کے دوران اکابر کیساتھ تعلقات اور پیش آمدہ واقعات اور اکابر کے حالات کو حضرت اپنی زبانی بیان فرمایا کرتے تھے، ہم قارئین کی علمی زیادتی اور آپ کے کلمات مبارکہ کی حلاوت حاصل کرنے کیلئے مظاہر علوم کی تعلیمی زندگی آپ کی زبانی بیان کرتے ہیں۔

چنانچہ ارشاد فرمایا: میں نے حضرت قاری عبدالخالق صاحبؒ کے پاس ''تجوید وقرأۃ'' کا علم حاصل کر کے حضرت قاری صاحب کی اجازت سے مدرسہ مخزن العلوم لکھی گیٹ سہارنپور میں داخلہ لیکر ''میزان'' کی مابقیہ کتب اور ''ہدایۃ النحو'' پڑھ کر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں جماعت ''کافیہ''میں داخلہ لیکر مستقل پڑھنا شروع کیا اور تین سال تک مظاہر علوم ہی میں تعلیم حاصل کی، ان تین سالوں میں جن حضراتِ اساتذۂ گرامی کے پاس مختلف کتابوں کے اسباق رہے ان کے اسماءِ گرامی یہ ہیں! کتاب ''کافیہ''حضرت مولانا سید ظریف احمد صاحب پورقاضویؒ کے پاس شروع کی ''قدوری'' کا سبق حضرت مولانا عبدالمجید صاحبؒ مہسری والوں کے پاس رہا، ''اصول الشاشی'' حضرت مولانا امیر احمد صاحب کاندھلویؒ سے پڑھی۔ مظاہر علوم کے دوسرے سال میں ''شرح جامی'' امام النحو علامہ صدیق احمد صاحب کشمیریؒ سے پڑھی اور ''کنزالدقائق'' حضرت مولانا اکبر علی صاحب سے ''نورالانوار'' حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ سے اور ''قطبی'' حضرت مولانا امیر احمد صاحب کاندھلویؒ کے پاس رہی۔ مظاہر علوم کے تیسرے سال میں ''مختصر المعانی''حضرت مولانا منظور احمد خانصاحب سہارنپوریؒ سے پڑھی ''ہدایہ

اولین'' حضرت مولانا عبد الشکور صاحب کیمل پوریؒ سے۔ ''سلم العلوم'' حضرت مولانا امیر احمد صاحب کاندھلویؒ سے پڑھی اور بندہ نے تعلیم کے زمانہ میں اپنے تمام اساتذہ کے پاس آمدورفت کا سلسلہ جاری رکھا اور حتی المقدور ان حضرات کی خدمت کی سعادت حاصل کی۔

حضرت مولانا شاہ عبد اللطیف صاحب پور قاضویؒ

آپ پر استاذ العلماء حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحب پور قاضویؒ ناظم اعلی مظاہر علوم سہارنپور کی عنایات خاصہ رہیں، آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۹۹ھ پور قاضی ضلع مظفر نگر میں ہوئی، والد صاحب کا نام مولانا جمعیت علی ہے، حفظ قرآن پاک مدرسہ تعلیم الاسلام جامع مسجد پور قاضی میں حافظ امانت علی صاحب بھکروی سے کیا، ابتدائی کتب فارسی والد محترم سے بہاولپور میں پڑھیں، ۱۳۱۵ھ مظاہر علوم سہارنپور میں جماعت میزان الصرف میں داخلہ لیکر یہاں کے شیوخ اساتذہ اور کبار محدثین سے مختلف علوم حاصل کرنے کے بعد ۱۳۲۳ھ میں فراغت ہوئی، فراغت کے بعد مظاہر علوم ہی میں تقرر ہو گیا۔

آپ اپنے زمانہ میں فن حدیث کے مشہور اور جید الاستعداد عالم تھے جملہ علوم وفنون کے جامع اور انتظام وانصرام کے ماہر تھے، آپکے دورِ اہتمام وانتظام میں مظاہر علوم بام عروج پر پہونچا، واردین وصادرین آپکے حسن انتظام سے بے حد متأثر ہوتے اور کھلے دل سے اعتراف کرتے تھے، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہتمم دار العلوم دیوبند بکثرت فرمایا کرتے تھے کہ عمارت کے

حساب سے تو دار العلوم بڑا ہے اور نظم وانتظام کے اعتبار سے مظاہر علوم، کیونکہ وہاں حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحبؒ جیسے مدبر کے زیر اہتمام کام ہوتا ہے، آپنے مظاہر علوم کیلئے ہندوستان کے مختلف شہروں علاقوں کے علاوہ بیرون ممالک کے بھی سفر کیئے، برما کے دو سفر ہوئے جہاں پر آپکا علماء تجار معززین ملک نے شاندار استقبال کیا، جگہ جگہ تقریبات منعقد ہوئیں پورے ملک میں شور تھا حضرت ناظم صاحب تشریف لائے ہیں، وہاں کے دوروں میں آپکے ہمراہ علماء، صلحاء، عمائدین ملت رہے، وہاں بہت سے مدارس کا قیام عمل میں آیا اور قدیم دینی مدارس کو استحکام حاصل ہوا، آپ ۱۳۷۲ھ بضرورت مدرسہ رنگون تشریف لے گئے اور وہاں طبیعت ناساز ہوئی ۲۰ / جمادی الثانی کو واپسی ہوئی اور واپسی کے بعد مرض میں شدت ہوتی چلی گئی بالآخر ۲ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ دوشنبہ کی صبح وصال ہوگیا اور حاجی شاہ کمال میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

مدرسہ مظاہر علوم کی تعلیم کے دوران حضرت والد صاحبؒ کا آپ کیساتھ بے حد تعلق رہا اور آپ کیساتھ شناسائی وتعارف تو مدرسہ تجوید القرآن کی تعلیم کے دوران سے ہو چکا تھا، جب پور قاضی میں قاری عبد الخالق صاحبؒ کے صاحبزادے کی شادی کے موقعہ پر ملاقات ہوئی تھی اور اسکے بعد سے برابر مظاہر علوم میں آمد ورفت کے دوران ملاقات ہوتی رہی، پھر جب مستقل داخلہ مظاہر علوم میں ہوگیا تو اس تعلق میں مزید تقویت پیدا ہوئی، حضرت مولانا شاہ عبد اللطیف صاحبؒ نے آپکو دار الطلبہ قدیم کی مسجد کا امام بنایا، بڑے اہتمام کے ساتھ آپکے سر پر عمامہ باندھا اور امامت کا اعلان کیا اور آپکو بہت سی مرتبہ ہمراہ سفر میں لے جاتے رہے، نیز جب حضرت والد صاحبؒ نے

گنگوہ میں مدرسہ کے قیام کے سلسلہ میں حضرت کو اپنے جذبہ وداعیہ سے مطلع کیا تو آپنے بھرپور تائید کی اور سرپرستی فرمائی اور مفید مشوروں سے نوازا جس کے نتیجہ میں اشرف العلوم کا قیام عمل میں آیا۔

دارالعلوم سے فراغت کے بعد حضرت والد صاحبؒ نے جب باقاعدہ مدرسہ اشرف العلوم کی باگ ڈور سنبھالی اور یہاں انتظام واہتمام کیساتھ درس وتدریس کا سلسلہ شروع ہوا تو اس وقت بھی حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحبؒ کی عنایات وتوجہات برابر جاری رہیں اور مظاہر علوم سہارنپور سے گنگوہ تشریف آوری بھی ہوتی رہی اور حضرت بھی آپکی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر جملہ حالاتِ مدرسہ سے آگاہ فرماتے رہے اور مختلف قسم کی خدمات کا بھی شرف حاصل کرتے رہے، آپکے ساتھ اس دیرینہ تعلق کی وجہ سے کہ حضرتؒ نے مدرسہ اشرف العلوم میں باب رشید کے عقبی حصہ میں آپکا نام کندہ کرایا ہے جو تا قیام مدرسہ حضرت کی یاد تازہ کرتا رہے گا، حضرتؒ آپکو بے حد یاد کیا کرتے اور شوق سے آپکا تذکرہ کیا کرتے تھے، اسلئے ہم یہاں بطور تبرک حضرت والد صاحبؒ کی زبانی مولانا سید عبداللطیف صاحبؒ کے حالات واقعات نقل کرتے ہیں جو شروع ملاقات سے لیکر آخر تک آپکے ساتھ پیش آتے رہے۔

چنانچہ فرمایا کرتے تھے: استاذ العلماء جناب حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحبؒ نہایت پُر وقار، بارعب چہرہ والے، قد آور، لحیم، شحیم، خوبصورت انسان تھے، چنانچہ حضرت مولانا حکیم عبدالرشید عرف نھو میاں صاحبؒ نبیرہ حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں کسی بڑے سے بڑے شخص سے مرعوب نہیں ہوتا جتنا کہ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب سے مرعوب ہوتا ہوں۔

حضرت کے ساتھ ایک قصہ بطور لطیفہ نقل کیا جاتا ہے

ایک مرتبہ میں حضرت کے ہمراہ تھا ماہی کوٹہ جانے کیلئے ٹرین میں سوار ہوئے اور ناگل اسٹیشن پر اتر گئے، گاؤں سے کوئی سواری نہیں آئی حضرت نے فرمایا کہ چلو سواری راستہ میں مل جائے گی، ہم گاؤں کی طرف چل پڑے تھوڑی دور چلنے کے بعد ایک آدمی راستہ میں ملا اس سے معلوم کیا کہ بھائی گاؤں ماہی کتنی دور ہے؟ اس نے ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا اجی یہی ہے سامنے، حضرت نے فرمایا کہ سامنے تو آسمان بھی ہے اور گاؤں والوں کا سامنا بہت لمبا ہوتا ہے یہ بتلا کہ کتنے کوس ہے؟ اس نے کہا اجی بس چار ک کوس ہے، حضرت نے فرمایا سن لیا بھائی چار کوس کو یہ کہہ رہا ہے کہ سامنے ہی تو ہے، تھوڑی دور اور چلے تو گاؤں سے بیل گاڑی آ گئی ہم اس میں بیٹھ کر گاؤں پہونچے عصر کی نماز ادا کی، نماز کے بعد لوگ ملاقات کیلئے آنے شروع ہو گئے تو حضرت ہر ایک سے پوچھتے تھے، کھیتی کا کیا حال ہے، ڈنگر کیسے ہیں، ڈنگر کتنے ہیں، بھینس کتنی ہیں، بیل کتنے ہیں؟ سب لوگ بتلاتے رہے، ایک صاحب آئے ان سے بھی حضرت نے یہی سوال کیا اور پوچھا کہ بھائی تیرے بیل بھینس کتنے ہیں اور ٹھیک ٹھاک ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ ''(ہجرت جی) بس پوچھ کے کیا لے جو تیرے مقدر کا ہوگا ملجا گا'' اس طرح اس نے دیہاتی زبان میں اپنے خیالات کی ترجمانی کی، حضرت اس موقعہ پر ماہی گاؤں میں جناب حاجی مقصود صاحب کی دعوت پر تشریف لے گئے تھے، حاجی صاحب کا معمول یہ تھا کہ ہر جمعہ کو ماہی سے پیدل چل کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور حاجی صاحب حضرت سے خاص تعلق رکھنے والوں میں سے تھے۔

حضرت ناظم صاحبؒ کے ساتھ دوسرا سفر اور حضرت مولانا زکریا قدوسیؒ کا وعظ در کرنال

ایک مرتبہ حضرت کے ساتھ کرنال کا سفر ہوا اس موقعہ پر سفر میں حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ والد گرامی جناب حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ اور مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ ہمراہ تھے، حضرت والد صاحبؒ اپنی زبانی بیان کرتے ہیں:

''مولانا زکریا صاحب قدوسی گنگوہیؒ کا بیان کرنال کی جامع مسجد میں ہونا تھا، چنانچہ نماز جمعہ کے بعد اولاً حضرت ناظم صاحبؒ نے مجھ کو تلاوتِ کلام پاک کا حکم فرمایا بعد تلاوت کلام پاک مولانا زکریا صاحب قدوسیؒ کا بیان شروع ہوا عصر تک بیان جاری رہا مجمع میں شاید ایسا کوئی آدمی رہا ہوگا جس کی آنکھ میں آنسو نہ آئے ہوں، بندہ حضرت ناظم صاحب کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس وقت حضرت ناظم صاحبؒ کو دیکھا تو آپ کی آنکھیں پرنم ہو رہی تھیں، رات میں قیام کر کے صبح کے وقت سبھی حضرات کی بخیر واپسی ہوئی''۔

دوران طالب علمی کا عجیب قصہ

ایک مرتبہ مولانا عبد المجید صاحبؒ مہری والوں کے سبق کے دوران عبد الرؤف کیساتھ چھیڑ خانی ہوگئی مولانا عبد المجید صاحبؒ مظاہر علوم کے ناظم تعلیمات تھے ظہر کے بعد ہم ان کے پاس ''قدوری'' کا گھنٹہ پڑھا کرتے تھے، عبد الرؤف جو حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحبؒ کے صاحبزادے تھے میرے

درسی ساتھی تھے اور ہم دونوں سبق میں قریب قریب بیٹھتے تھے، عبدالرؤف نے چھیڑ خانی شروع کی جو آداب سبق کے خلاف تھی، چھیڑ خانی ہوتے ہوئے مولانا عبدالمجید صاحب نے دیکھ لیا فوراً وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور میرے منھ پر طمانچہ مارا اور عبدالرؤف کو کچھ نہیں کہا، حضرت ناظم صاحب سامنے ہی بیٹھے ہوئے تھے میں نے جلدی سے جا کر حضرت کو کہہ دیا کہ ہم دونوں چھیڑ خانی کر رہے تھے مولانا نے میرے تو مار دیا اور عبدالرؤف[1] کو کچھ بھی نہیں کہا، حضرت ناظم صاحب نے فوراً عبدالرؤف کو آواز دی اور فرمایا کہ یہاں کان پکڑلو، یہ لفظ حضرت کی زبان سے سنکر بے حد افسوس ہوا اور اپنی شکایت پر ندامت ہوئی، میں نے تبھی حضرت ناظم صاحب سے عرض کیا کہ حضرت میں معافی چاہتا ہوں بس آپ معاف فرما دیجئے اور اس کو چھوڑ دیجئے، چنانچہ میں

---

[1] ۵/ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ کو حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب عالی بھی آغوش رحمت میں جا بسے انا للہ وانا الیہ راجعون، مولانا مرحوم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے معمار اور یادگار ناظم ومتولی حضرت اقدس مولانا شاہ عبداللطیف صاحب پورقاضوی نوراللہ مرقدہ کے فرزند ارجمند تھے مولانا عبدالرؤف عالی عالم دین، اہل قلم، مترجم اور بہترین ادیب وشاعر تھے، انہوں نے سرزمین دیوبند کو اپنی جولان گاہ بنایا اور مختلف سمتوں میں سفر کیا، زمانہ کی ناہمواریوں اور ناگفتہ بہ مسائل نے انہیں تختۂ مشق بنایا لیکن وہ صبر واستقامت کے پہاڑ بنے رہے اور بشکر ورضاء آگے بڑھتے رہے، دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم وقف کے متعدد شعبوں میں انہوں نے گراں قدر خدمات انجام دیں اور مفوضہ امور کی انجام دہی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، وہ دیوبند کے اس وقت کے تصنیفی ادارہ دارالفکر سے بھی وابستہ رہے جہاں انہوں نے متعدد کتابوں پر کام کیا علم حدیث کی مشہور کتاب مشکوۃ المصابیح کے قدیم ترجمہ ''مظاہر حق'' کی ترتیب جدید کا انہوں نے بیڑا اٹھایا تھا جو معارف المشکوٰۃ کی شکل میں بالاقساط منصۂ شہود پر آتا رہا اور شائقین نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا، اور بھی بہت سے کام اللہ نے ان سے لئے جو انشاء اللہ مرحوم کیلئے بہترین صدقۂ جاریہ ثابت ہونگے، مولانا عبدالرؤف عالی کا جامعہ اشرف العلوم رشیدی سے والہانہ تعلق تھا وہ بکثرت یہاں تشریف لاتے اور جامعہ کی تعمیر وترقی سے خوش ہوتے، بانی جامعہ حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب علیہ الرحمہ بھی ان کی آمد سے مسرور ہوتے اور حضرت مولانا شاہ عبداللطیف صاحب پرقاضویؒ کی وجہ سے ان کا بیحد احترام فرماتے تھے۔

بار بار یہی الفاظ دہراتا رہا کہ حضرت معاف فرمادیجئے اور اس کو چھوڑ دیجئے حضرت نے فرمایا کہ بس اتنی جلدی تیرا دل پسیج گیا، تاہم حضرت نے عبدالرؤف کو چھوڑ دیا اور کہا جاؤ۔

حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحبؒ کا تقویٰ بہت بڑھا ہوا تھا، آپ پر بارگاہِ خداوندی میں جواب دہی کے استحضار کا غلبہ رہتا تھا اور یہ بات نہایت قابل توجہ اور لائق التفات ہے جس کا خیال ہر فرد بشر کو رہنا چاہیئے، یہ صفت فی زماننا مفقود سی ہوتی جارہی ہے۔

حضرت ناظم صاحبؒ کی احتیاط

حضرت اپنے انتظامی امور میں نہایت ہی محتاط طریقہ اختیار فرماتے تھے، چنانچہ ہر دو چار دن میں تقسیم طعام کے بعد جو کچھ شوربا بچ جاتا تھا وہ شوربا کیا بس تلچھٹ اور گادہوا کرتی تھی، اس کو مولانا اسماعیل صاحبؒ ناظم مطبخ ایک چھوٹی دیگچی میں حضرت ناظم صاحبؒ کے پاس بھیج دیا کرتے تھے، یہ تو مجھے اندازہ نہیں کہ حضرت اس تلچھٹ کا کیا کرتے ہونگے البتہ اگلے دن صبح کو ایک آنہ یا چھ پیسے شوربے کے معاوضہ میں میرے ذریعہ دفتر میں جمع کرایا کرتے تھے، یہ طریقۂ کار بارہا دیکھنے کے بعد ایک مرتبہ میں نے ہمت کر کے حضرت سے معلوم کیا کہ یہ پیسے شوربے کے عوض کیوں جمع کراتے ہیں؟ حضرت نے بہت ہی شفقت آمیز انداز میں فرمایا کہ ''میرے انتظام میں مدرسہ کا سالن پکتا ہے اور جو بچ جاتا ہے خدا کے یہاں اسکے بارے میں جواب دہی مجھ سے ہوگی'' یہ تھے ہمارے اکابر اور اسلاف جنہوں نے عہد نبویؐ عہد صحابہؓ وتابعینؒ وتبع تابعینؒ کی یادیں تازہ کردیں اور امانت داری ودیانت داری نیز اخلاص وللہیت کے وہ نقوش چھوڑے کہ رہتی دنیا تک انکو بھلایا نہ جاسکے گا، ان حضرات نے احترام شریعت،

تقویٰ، طہارت، معاملات میں صفائی واحتیاط کی وہ مثالیں پیش کی ہیں کہ ان پر عمل کرنے والے اب بھی ہمت سے چل سکتے ہیں اور اپنی آخرت بنا سکتے ہیں، جو مدارس اسلامیہ کے قیام اور وجود کی اصل غرض وغایت ہے اور فی زمانناایک طبقہ محض دنیائے دنی کے حصول کیلئے مدارس قائم کررہا ہے اور کذب وافتراء، اختلاف اور فساد پر بنیادیں رکھی جارہی ہیں اور حلت وحرمت کا خیال اور آخرت میں جواب دہی کے فکر سے بالاتر ہوکر صرف پیٹ بھرنے اور بڑھانے میں مشغول ہے اللہ پاک ہدایت نصیب فرمائے۔

مظاہر علوم میں قیام کے دور کی چند باتیں

اپنے احباب ورفقاء کے تعلق سے حضرت والد صاحبؒ کچھ اس طرح بیان فرماتے تھے کہ مظاہر علوم میں ایک ہی کمرہ میں ہم پانچ ساتھی رہتے تھے اور اتفاق دیکھئے کہ وہ کمرہ بھی پانچ ہی نمبر تھا، ساتھیوں کے اسماء یہ ہیں (۱) عبدالحکیم میاں والی (پنجاب) (۲) مولوی شریف احمد بہٹوی[۱] جو بعد میں مدرسہ کاشف العلوم چھٹملپور کے بانی ہوئے (۳) مولانا حنیف صاحب مہتمم مدرسہ خادم العلوم باغوں والی[۲] (۴) مولوی فرزند علی ٹانڈا چھپرولی (۵) اور ایک احقر، سبھی ساتھی نہایت ذی شعور اور

---

[۱] آپ کاشف العلوم چھٹمل پور کے ۳۰ رسال مسند اہتمام پر فائز رہے اور حاجی عبدالغفور صاحب جودھ پوری خلیفہ خاص حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ نے خلعت خلافت سے بھی سرفراز فرمایا تھا ۲۶ رصفر ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۶ رجنوری ۱۹۷۹ء بروز جمعہ جان جان آفریں کے سپرد کردی اور جامعہ ہی کے احاطہ میں مدفون ہیں۔

[۲] آپ کی ولادت باسعادت ۱۹۲۲ء میں ہوئی مظاہر علوم سے فراغت کے بعد مدرسہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ میں تقرر ہوگیا پھر یکم جنوری ۱۹۵۵ء میں مدرسہ خادم العلوم باغوں والی کے مہتمم بنادئے گئے اور ۶۰ رسال وہاں مہتمم رہے، آپ کی وفات ۲۲ رصفر ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۷ رجنوری ۲۰۱۲ء میں ہوئی۔

نیک سیرت تھے مگر ان میں عبدالحکیم نہایت ہی باشعور اور دلچسپ تھا، اس نے علم دین میں مشغولی کا اپنا واقعہ اس طرح بیان کیا کہ میں چودھویں کلاس میں پڑھتا تھا ایک مرتبہ میرے سامنے مولانا مودودی صاحب کی کتاب ''پردہ'' آئی میں نے اس کا مطالعہ کیا اور اس کے مطالعہ سے میرے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ عربی فارسی پڑھوں، چنانچہ میں نے عربی فارسی کی تعلیم شروع کردی مجھ کو بزرگوں سے بے انتہاء تعلق ہو گیا، چنانچہ اس کا ثمرہ یہ ہوا کہ مجھے علم دین حاصل کرنے کی توفیق نصیب ہوئی۔

ایک مرتبہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ حضرت شیخؒ کے یہاں تشریف لائے، عبدالحکیم نے مجھ سے کہا کہ میں حضرت مدنیؒ کی زیارت وملاقات کا خواہش مند ہوں میں انکو حضرت شیخ زکریاؒ کے گھر لے گیا، حضرت مدنیؒ سامنے چبوترہ پر ہی تشریف فرما تھے مگر میں جیسے ہی حضرت شیخؒ کے مکان میں داخل ہوا تو عبدالحکیم پیچھے سے غائب ہو گیا، مجھے یہی خیال تھا کہ عبدالحکیم میرے ساتھ پیچھے چلتے ہوئے داخل ہو جائے گا، مگر میں نے حضرت سے ملاقات کرنے کے بعد فوراً پیچھے مڑ کر دیکھا تو عبدالحکیم موجود نہیں تھا واپس آکر میں نے عبدالحکیم سے معلوم کیا کہ تم ملاقات کرنے کیلئے اندر کیوں نہیں آئے تھے؟ تو اس نے جواب دیا کہ آگے بڑھنے کی میری ہمت نہ ہوئی اور دور کھڑے ہوئے حضرت کی زیارت کرتا رہا، میں نے اس سے پوچھا کہ تم نے کیا پایا؟ اس نے جواب میں یہ شعر پڑھا:

نگاہ برق نہیں چہرہ آفتاب نہیں		وہ آدمی ہے مگر دیکھنے کی تاب نہیں

اللہ والوں کے چہرہ کا عجیب رعب ہوتا ہے، میرے ساتھی عبدالحکیم فرمایا

کرتے تھے کہ میرے اندر کچھ متضاد باتیں موجود ہیں جیسے حضرت مدنیؒ سے بے انتہا محبت اور کانگریس سے نہایت نفرت، اور مجھ کو دین کی رغبت مولانا مودودی کی کتابیں دیکھ کر ہی ہوئی مگر دین سے انتہائی محبت اور مولانا مودودی سے نفرت۔

ہم پانچ ساتھی کمرہ نمبر ۵ رمیں ہی رہتے تھے ان میں سے ایک ساتھی کے والد ماجد نہایت قابل ذی شعور اور باصلاحیت عالم مفتی تھے جو حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کے رفیق درس رہے تھے اور انہوں نے مظاہر علوم ہی میں مدرس ہوکر تدریسی خدمت انجام دی، مگر چونکہ مزاج میں آزادی اور لاابالی پن تھا کبھی کبھی حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی مذاق بنایا کرتے تھے ،بس تضحیک وتذلیل خداوند قدوس کو پسند نہ آئی اور عتابِ خداوندی کی زد میں آگئے ،نتیجہ یہ ہوا کہ علم دین کی خدمت سے محروم ہوگئے بالآخر اپنے گھر چلے گئے اور گاؤں جاکر کبوتر بازی جیسے ناجائز کاموں میں زندگی گزارنی شروع کردی اور آخر عمر تک انہیں خلاف شرع امور میں مشغول رہے۔

ایک مرتبہ میں ان کے گاؤں گیا گھر میں ان کا ذاتی کتب خانہ تھا جس میں بہت سی عمدہ تصانیف موجود تھیں انکے کتب خانہ میں ’’نیل الاوطار‘‘ کا ایک قدیم نسخہ دیکھا، میں نے خیال کیا کہ ہمارے مدرسہ کے کتب خانہ میں یہ کتاب نہیں ہے نیز ایک قدیم نسخہ بھی ہے اسلئے میں اس کو ان کی اجازت سے گنگوہ لے آیا تاکہ یادگار بھی باقی رہے اور ان کیلئے صدقۂ جاریہ بھی بنے۔

مذکورہ واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ خوامخواہ بزرگوں پر تجزیئے اور تبصرے نہیں کرنے چاہئے اور ان کے معمولات ومصروفیات کی مذاق نہیں بنانی چاہئے،

کہیں ایسا نہ ہو کہ آدمی کب اور کس صورت میں عتابِ خداوندی کا شکار ہو جائے اور پوری زندگی کی محنت برباد ہو کر دنیا اور آخرت کی رسوائی مقدر ہو جائے، حدیث پاک میں ہے ''من عاد لی ولیاً فقد آذنته باالحرب '' جوکوئی میرے ولی سے دشمنی رکھے گا اس کو تکلیف پہونچائیگا اس کیلئے میرا اعلان جنگ ہے، ظاہر سی بات ہے کہ اللہ تعالی کے حملہ سے کون بچ سکتا ہے۔

حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ کا ایک اصلاحی انداز

حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ کا انتظامی انداز بہت ہی عجیب وغریب اور مجددانہ تھا، ایک مرتبہ آپ نے ٹین کے ایسے لوٹے تیار کرائے جن کی ٹینٹوں باریک بنوائی گئی تھی اور طلبہ کو اپنے سامنے بٹھا کر وضو کرائی اور ہدایت فرماتے رہے کہ پانی بہت کم استعمال کرو اور وضو مکمل کرو، طلبہ کی سمجھ میں بات نہ آئی کہ یہ کیا ہورہا ہے، وضو سے فراغت کے بعد فرمایا کہ یہ کم سے کم پانی استعمال کرنے کا طریقہ ہے، اگر اللہ جل شانہ نے تمہیں کسی ایسی جگہ خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائی جہاں پانی کی قلت ہو تو وہاں پانی کی قلت کے سبب وضو کرنے میں کوئی پریشانی نہ ہوگی۔

ایک مرتبہ مدرسہ قدیم کی بجلی خراب ہوگئی ایک طالب علم سامنے نظر پڑا حضرت نے اس کو بلا کر فرمایا کہ بجلی گھر جاؤ اور وہاں سے کسی کو بلا کر لاؤ، اس نے جواب میں کہا کہ حضرت میں نہیں جانتا کہ بجلی گھر کہاں ہے، حضرت نے اس کو بٹھا لیا اور کہا اچھا بیٹھو دوسرا ایک طالب علم سامنے آیا اس کو بلا کر یہی فرمایا کہ بجلی گھر جاؤ اور وہاں سے کسی کو بلا کر لاؤ اس نے بھی جواب میں یہی کہا کہ میں بجلی گھر سے واقف نہیں،

غرض یہ کہ دس طالب علم سامنے آئے اور سب نے یہی جواب دیا اور حضرت نے سب کو بٹھالیا، پھر ملاّ اللہ بندہ کو بلوایا کہ ان سب کو بجلی گھر دکھلا کر لاؤ اور وہاں سے بجلی ٹھیک کرنے والے کو بلا کر لاؤ تا کہ یہ سب جان جائیں اور جب کبھی ایسا موقعہ پڑے تو اس طرح کا بہانہ نہ کریں کہ ہم جانتے نہیں، مزید اس میں یہ مصلحت بھی ہوسکتی ہے کہ اگر انہوں نے جانے کے بہانے سے کہا ہے تو جانا پڑا، اگر واقعی معلوم نہیں تھا تو جانے سے معلوم ہو جائے گا، نیز لائٹ چلی جانے کے بعد یہ بھی فرمایا کہ لالٹین جلاؤ جو اوپر دیوار میں نصب تھی، جیسا کہ پہلے زمانہ میں یہی دستور تھا کہ سڑکوں کے کناروں پر چوراہوں اور بڑے بڑے مقامات میں ٹین کی بنی ہوئی ایسی لالٹینیں لگائی جاتی تھیں جن میں چاروں طرف شیشہ لگا ہوتا تھا، ملاّ جی نے لالٹین اتاری تو دیکھا کہ چمنی صاف نہیں اور لالٹین میں بتی اور تیل بھی موجود نہیں، حضرت نے فوراً چمنی صاف کرائی بتی اور تیل منگوا کر اسمیں ڈلوایا اور حکم فرمایا کہ اب ہر جمعرات کو لالٹین جلنی چاہیئے تا کہ تیل بھی موجود رہے اور چمنی بھی صاف رہے۔

جامعہ اشرف العلوم کی تاسیس و نام

نیز جامعہ سے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق کی ابتداء

آپ فرماتے ہیں: کہ کافیہ کے سال میرے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ گنگوہ کی سرزمین پر کوئی مدرسہ ہونا چاہیئے، میں نے اپنی اس خواہش اور تمنا کا اظہار حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحب کے سامنے کیا انہوں نے میری اس خواہش پر خوشی کا اظہار فرمایا اور کہا کہ گنگوہ میں ضرور مدرسہ قائم ہونا چاہیئے اور اسکی

شکل یہ کی جائے کہ جب تم سالانہ امتحان کے بعد گنگوہ جاؤ تو مقامی لوگوں کو اپنا ہم خیال بناؤ، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور مقامی کچھ لوگوں کو ہم خیال بنایا اور ماہِ رمضان المبارک ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۴ء باہر لی مسجد میں مدرسہ کی داغ بیل ڈالی گئی ،حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحبؒ نے مدرسہ کا نام اشرف العلوم تجویز فرمایا، چونکہ یہ حضرت والد صاحبؒ کا طالب علمی کا دور تھا اپنی تعلیم کو مکمل کرنا تھا اس لئے اس دور کے مراکز علمیہ سہارنپور میں تین سال اور دیوبند میں تین سال رہے، اس وجہ سے یہاں وہ مشغول نہ رہ سکتے تھے، ادھر یہ کام شروع ہو چکا تھا، محلّہ اشرف علی کے کچھ معزز حضرات کو یہ ذمہ داری سونپی گئی اور خود تعلیم میں مصروف رہنے کے ساتھ ساتھ مدرسہ کی دیکھ بھال اس کی انتظامی کمیٹی میں ایک اہم فرد کی حیثیت سے شرکت اور تعلیمی نگرانی میں حصہ لینا اور اپنے بزرگوں کو یہاں لانا معائنہ کرانا اور ان سے مشورے لینا برابر چلتا رہا۔

یہ وہی شخص کرسکتا ہے جس کو شروع ہی سے کسی چیز کی فکر اور تڑپ ہو ورنہ اس عمر میں ان چیزوں سے کیا سروکار اور کیا مطلب ہوتا ہے، نہ دماغ ادھر متوجہ ہوسکتا ہے اور نہ اس کا موقعہ ہی ہوتا ہے، مگر اللہ پاک کو جب کسی سے کام لینا ہو تو پھر اس کو اس کی توفیق بھی دیجاتی ہے، اسی فکر اور محنت اور لگن کی وجہ سے آپ کو اس ادارہ کا بانی ومبانی کہا جاتا ہے، کیونکہ بنا اور تأسیس محض اس کا نام نہیں ہے کہ کسی سے تبرکاً بلا کر ایک اینٹ رکھوالی جائے اور دعاء کرالی جائے ،ٹھیک ہے یہ بھی تأسیس کی ایک شکل ہے جو بزرگوں سے برائے برکت اور دیگر مقاصد کیلئے ہوتی ہے مگر اس کے بعد جو مستقل اسی ذکر وفکر میں ہو اور اس کے دل ودماغ پر اس کا بوجھ اور اس کا غم سوار ہو، اصل تو وہی

ہوتا ہے اور اسی کی لگن ومحنت سے آئندہ کا کام بھی بتوفیق اللہ تعالیٰ وجود پذیر ہوتا ہے۔

اول مہتمم اور اول مدرس

اس عرصہ میں چونکہ آپ کی تعلیمی مصروفیت ضروری تھی اس لئے ارکان شوریٰ کے مشورہ سے اور چونکہ اس وجہ سے اس مدرسہ کی ابتداء میں محلّہ اشرف علی کے لوگوں کا خصوصی تعاون شامل رہا، خاص طور پر جناب الحاج حافظ محمد اسماعیل صاحب گنگوہیؒ کا جو شروع میں اس مدرسہ کے ذمہ دار بنائے گئے[1] اور حافظ حسام الدین صاحب گنگوہیؒ امام باہرلی مسجد کو مدرس بنایا گیا، دونوں حضرات بڑے نیک صالح اور دینی تعلیم سے کافی دلچسپی رکھنے والے تھے، مدرسہ کے ابتدائی دور کے مہتمم حافظ محمد اسماعیل صاحبؒ رہے حق تعالیٰ انکی خدمت کو قبول فرمائے اور حافظ حسام الدین صاحبؒ بچوں کو بڑی لگن اور محنت سے پڑھاتے تھے انکی مخلصانہ محنت اور مساعی جمیلہ سے ابتدائی تعلیم کا نظام نہایت مضبوط اور مستحکم رہا، آپ چھٹیوں کے اوقات میں مدرسہ کی تعلیمی وتعمیری ترقی کیلئے دوڑ دھوپ کرتے تھے، یہ تفصیل آپ اپنی زبانی سنایا کرتے تھے بلاشبہ آپ نے اپنے مشائخ اساتذہ سے علمی، اصلاحی استفادات کے ساتھ ساتھ مدرسہ اشرف العلوم کی تعمیر وترقی کا سلسلہ جاری رکھا اور اپنے مشائخ واساتذہ کو مدرسہ کے احوال وکوائف سے باخبر کرتے رہے، نیز مشائخ واساتذہ کی آمد ورفت وقتاً فوقتاً ہوتی رہی، حضرات اکابر رحمہم اللہ آپکی حوصلہ افزائی فرماتے رہے اور مفید مشوروں

---

[1] حضرت والد صاحبؒ کی ڈائری میں ان کے تعلق سے اسطرح لکھا ہوا ہے: ۱۶/اپریل ۱۹۶۴ء مطابق ۳/ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ پنجشنبہ جمعہ ۶/بجے حاجی محمد اسماعیل صاحب کا انتقال ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون، موصوف نے ابتداء مدرسہ سے تا انتقال خیر خواہی اور تعاون کیا نیک اور بھلے آدمی تھے۔

سے نوازتے رہے اور اشرف العلوم اکابر کے سایۂ عاطفت میں پروان چڑھتا چلا گیا اور اپنے کمال تک پہونچا جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ آپکا تعلق اپنے اساتذہ واکابر سے بعد تک رہا اور اپنے مشائخ واساتذہ کی نگرانی میں کام کرتے رہے، چنانچہ مولانا سید عبداللطیف صاحبؒ بارہا اشرف العلوم میں تشریف لائے حوصلہ افزائی فرمائی دعائیں دیں، کبھی کسی کام کیلئے حضرت والد صاحبؒ کو حکم فرمایا تو آپنے نہایت خوبی کیساتھ تعمیل فرمائی، آپکے ارسال کردہ خطوط اس امر کے آئینہ دار ہیں۔

یہ مکاتیب اس دور کے ہیں جب کہ حضرت والد صاحبؒ مدرسہ اشرف العلوم کے ناظم بن گئے تھے، لیکن چونکہ حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ کا ذکر چلا آرہا تھا اور ان کا تعلق وربط کا تذکرہ کرنا تھا اس لئے یہ مکاتیب یہاں ذکر کرنا مناسب سمجھا گیا ہے۔

مکتوبات

حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحبؒ ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

(۱) از جامعہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵؍ جمادی الاولی ۱۳۷۲ھ

عزیز مکرم سلمکم اللہ تعالیٰ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے کام کے لئے آپ نے جو سعی فرمائی ہے اس کے لئے دعاء کرتا ہوں، جب گُل لوٹے تیار ہو جائیں تو مدرسہ میں ایک کارڈ سے اطلاع دیدی جائے اسی وقت انشاء اللہ بوریاں بھی بھیجدی جائیں گی اور امیر صاحب کو بھی مطلع کردیا جائے گا، مدرسہ میں بہمہ وجوہ خیریت ہے آپ کی خیریت کا خواہاں ہوں، رفقاء اور پرسان حال کی خدمت میں سلام مسنون۔ موٹر میں آنے سے

لوٹے ٹوٹیں گے تو نہیں اور جس قدر ٹوٹیں گے وہ کس کے حساب میں لگیں گے؟۔

عبداللطیف ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

مدرسہ کی مساجد میں لوٹوں کی ضرورت ہے

(۲) از دفتر جامعہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور مورخہ ۱۶ ر جمادی الثانی ۱۳۷۲ھ

جناب مولانا قاری حافظ شریف احمد صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بحمد اللہ مدرسہ میں خیریت ہے امید کہ مزاج سامی بھی بعافیت ہوگا، مدرسہ کی مساجد میں لوٹوں کی ضرورت ہے اور شہر میں عمدہ لوٹے نہیں بنتے اسلئے آپ انتظام کرسکیں تو اچھا ہے، لوٹے اگر تیار مل سکیں تو پانچسو لوٹے خرید لئے جائیں یا پہلے سے کہکر بنوانے مناسب ہونگے؟ دونوں شکلوں میں جو بھی جناب مناسب فرماویں، نرخ معلوم کرکے مطلع کریں اور اگر پیشگی رقم کی ضرورت ہو تو لکھیں روانہ کردی جائے گی، امید کہ بواپسی ڈاک معلومات کرکے مطلع کریں گے اسلئے جوابی کارڈ ارسال ہے۔

عبداللطیف

ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

جمیع مقاصد کیلئے دعا گو ہوں

(۳) از جامعہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳۷۲ھ

عزیز محترم سلمکم اللہ تعالی، کل آپ کے مرسلہ لوٹے پہنچ گئے ہیں اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل امور سے آگاہ کرنا ضروری ہے، پہلے جو لوٹے آئے ہوئے تھے ان میں گھاس لگا ہوا تھا جس کی وجہ سے کافی حفاظت رہی اب جو ۱۴۰ ر لوٹے آئے ہیں

ان میں گھاس لگا ہوا نہیں تھا اسلئے ان میں سے ۷ ارلوٹے ٹوٹے ہوئے نکلے ہیں، نیز پہلے کے مقابلہ میں یہ لوٹے کمزور اور اکثر پیلے ہیں پختہ نہیں ہیں۔

آپ کے جمیع مقاصد کے لئے دعا گو ہوں امید ہے آں عزیز بھی دعاء سے فراموش نہ فرمائیں گے۔

عبداللطیف

ناظم مظاہر علوم سہارنپور ۲۴؍ذیقعدہ ۱۳۷۲ھ ۵؍اگست ۱۹۵۳ء

مظاہر علوم سے برائے امتحان علماء کی تشریف آوری

(۴) ۱۰؍محرم ۱۳۷۳ھ؍از مدرسہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور

مکرمی جناب حافظ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جوابی کارڈ برائے تقرر امتحان سہ ماہی مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ پہونچ کر کاشف حال ہوا ہے، یہاں کا امتحان سہ ماہی ۳۰؍محرم ۱۳۷۳ھ یوم شنبہ ہوگا اور اس سے پہلے ۳؍یوم کی مہلت کیلئے اسباق بند ہوجاتے ہیں لہذا آپ کے یہاں مولانا امیر احمد صاحب مع ایک دوسرے شخص کے ۲۷؍محرم یوم چہارشنبہ کو انشاء اللہ تعالی پہونچ جائیں گے ۲۷، ۲۸؍محرم ۱۳۷۳ھ یوم چہارشنبہ وپنجشنبہ امتحان کی تاریخیں مقرر کردی جائیں، جمعہ کو مولانا واپس تشریف لے آویں شنبہ سے یہاں امتحان شروع ہیں۔

عبداللطیف

ناظم مدرسہ ہذا ۱۰؍محرم ۱۳۷۳ھ

اس دور میں مدرسہ مظاہر علوم سے اساتذۂ کرام امتحانات کیلئے تشریف لاتے تھے اور امتحان کی تاریخ مقرر کرنے کیلئے مدرسہ مظاہر علوم کو اطلاع دی جاتی تھی، وہاں سے حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحبؒ امتحان لینے والے اساتذہ وتاریخ کی تعیین فرما کر مطلع فرماتے تھے، اس طرح کے اور بہت سے مکاتیب ہیں۔

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحبؒ مدرسہ اشرف العلوم رشیدی کے سرپرست اول تھے، اسی مناسبت سے گاہ بگاہ گنگوہ مدرسہ اشرف العلوم میں تشریف لایا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت مولانا کے کمرہ مدرسہ مظاہر علوم قدیم میں چوری کا واقعہ پیش آ گیا تھا اور اس وقت گنگوہ کا ایک طالب علم عتیق نامی مظاہر علوم میں پڑھتا تھا اور وہ گنگوہ آیا ہوا تھا اس کو اس سلسلہ کی کچھ معلومات تھیں جسکی تحقیق کیلئے آپ سخت گرمی کی دوپہر میں اچانک تشریف لائے جس کی تفصیل حضرت والد صاحبؒ نے اس طرح بیان کی تھی: ایک مرتبہ کی بات ہے کہ میں دوپہر کے وقت تقریباً ساڑھے بارہ بجے مدرسہ سے گھر پہونچا اور جون کا مہینہ چل رہا تھا، کچھ دیر بعد ہی ایک طالب علم مدرسہ سے گھر آیا اور اس نے بتلایا کہ ایک مولانا صاحب سہارنپور سے آئے ہیں اور آپ کو بلا رہے ہیں، میں فوراً اس کے ساتھ ہولیا راستہ میں اس سے پوچھتا رہا کہ کیسے ہیں کس شکل کے ہیں لمبے چوڑے ہیں کالے گورے ہیں؟ وہ بتلاتا رہا ایسے ہیں، لیکن بات سمجھ میں نہ آسکی کہ کون ہیں، جب میں دار قدیم مدرسہ اشرف العلوم میں اپنی درسگاہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحبؒ تشریف فرما ہیں میں حیران و

ششدر رہ گیا کہ حضرت اس سخت گرمی کی دوپہر میں کیسے تشریف لے آئے آخر کیا واقعہ پیش آیا اس سے قبل کبھی اس طرح تشریف نہیں لائے، مگر حضرت اپنی خداداد فہم وفراست اور عقل ودانش سے میری (اچانک آمد سے پیدا ہونے والی) حیرانی کو دفعۃً سمجھ گئے اور خود ہی فرمانے لگے کہ فوری ایک ضرورت پیش آ گئی تھی اطلاع کا وقت نہیں تھا اسلئے بغیر اطلاع کے آ گیا، دوسرے یہ کہ خشکہ چاول اور مسور کی دال کا شوق ہے یہ جلدی سے پک بھی جاتے ہیں، بس حضرت نے میری دونوں مشکلیں آسان فرمادیں ایک تو یہ کہ حضرت اچانک سے کیوں تشریف لائے دوسرے یہ کہ حضرت کیلئے فوری طور پر کیا تیار کیا جائے، حضرت نے اپنے تبادر ذہنی کی بنیاد پر میرے لئے آسان صورت تجویز فرمادی جس سے میری مشکل آسانی میں بدل گئی، میں نے جلدی سے گھر اطلاع کرادی آدھا پون گھنٹہ میں کھانا پک کر آ گیا اور حضرت نے کھانا تناول فرمایا، کھانے سے فارغ ہوکر حضرت نے کہا کہ مجھے مولوی عتیق احمد سے ملنا ہے حضرت کے یہ فرمانے پر میں حضرت کی تشریف آوری کا مقصد سمجھ گیا، میں نے حضرت سے کہا کہ مولوی عتیق احمد کو یہیں بلوالوں حضرت نے فوراً فرمایا نہیں بلکہ انہیں کے گھر چلنا ہے، میں حضرت کو انکے گھر لیکر گیا وہ مل گئے کچھ دیر ان سے گفتگو کے بعد حضرت واپس باہر لی مسجد میں تشریف لے آئے، نماز میں چونکہ دیر تھی اس لئے حضرت نے نماز ظہر تک آرام فرمایا نماز ظہر پڑھ کر حضرت کو چائے پلائی اور آپ کو بس میں سوار کردیا، لیکن مولوی عتیق احمد سے کیا گفتگو ہوئی اسکا پتہ نہ چل سکا، مولوی عتیق احمد صاحب اس وقت مظاہر علوم میں زیر تعلیم تھے اور

مدرسہ قدیم میں دفتر کے پاس ہی ان کا کمرہ تھا، مدرسہ میں کوئی واقعہ پیش آیا تھا جسکی تحقیق کیلئے حضرت تشریف لائے تھے۔

حضرت مولانا شاہ عبداللطیف صاحبؒ کے بعد مظاہر علوم کے انتظام واہتمام کا تعلق حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحبؒ کے ساتھ وابستہ کیا گیا جس پر آپ مدۃ العمر قائم دائم رہے اور اپنی ذات گرامی سے ادارہ کو بے حد فیض پہنچایا، حضرت والد صاحبؒ کو بھی مظاہر علوم کی طالب علمی کے زمانہ ہی سے بہت زیادہ محبت اور عقیدت کا تعلق تھا اور ان کی خدمت میں بار بار حاضر ہوتے تھے اس لئے اب ان کا ذکر جمیل کیا جاتا ہے اور ان کا مختصر تعارف بھی لکھا جاتا ہے، اگر چہ وہ بے حد متعارف ہیں اور ان پر بعض علماء نے مستقل ضخیم کتاب حیات اسعد بھی لکھی ہے جس کو تفصیل دیکھنی ہو وہ ان کے حالات وہاں دیکھ سکتا ہے۔

حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحبؒ کے ساتھ ربط وتعلق

مناظر الاسلام حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی ذات عالی، علمی، روحانی، اصلاحی، ادبی دنیا میں محتاج تعارف نہیں ہے، آپ کی ولادت با برکت شوال المکرم ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۷ء اپنے وطنِ مالوف مصطفیٰ آباد شہر رامپور یوپی میں مفتی محمد رشید اللہ کے یہاں ہوئی، تاریخی نام مرغوب اللہ اور چراغ علی ہے، غیر تاریخی نام اسعد اللہ اور تخلص اسعد ہے، ابتدائی کتب سے لے کر مشکوۃ شریف تک مدرسہ امداد العلوم خانقاہ تھانہ بھون میں پڑھیں، بعد ازاں ۱۳۳۲ھ مظاہر علوم میں تعلیم کا آغاز فرمایا فراغت کے بعد مظاہر علوم میں معین

مدرس مقرر ہوئے پھر ایک سال کے بعد مستقل مدرس ہو گئے، حضرت شیخ زکریا صاحبؒ آپ کے درسی رفقاء میں سے ہیں۔

آپ بے شمار علوم وفنون کے ماہر کامل اور اسرار و حکم کے منبع اور سرچشمہ تھے، حکیم الامت مجدد الملت حضرت اقدس الشاہ مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفۂ اجل اور انکے علوم وحکمت، اسرار وطریقت کے امین تھے، تقویٰ، طہارت، ذہانت وفطانت میں اپنے شیخ کا عکس جمیل تھے، آپ کی پوری زندگی تقویٰ وپرہیز گاری سے عبارت ہے، نیز باطل کیلئے شمشیر برہنہ تھے، آپنے ہمیشہ بڑی دلیری جواں مردی اور ہمت کیساتھ باطل پرستوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، بے شمار آریوں، عیسائیوں، رضاخانیوں، قادیانیوں اور شیعوں کے ہر میدان میں چھکے چھڑائے، اکثر فرق باطلہ آپکا نام سنتے ہی میدان چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے، آپکو بیک وقت چار زبانوں پر مہارت تامہ حاصل تھی، عربی، فارسی، اردو، انگلش، شعروادب میں ہم عصروں پر فائق تھے، اکثر شعراء آپکو استاذ مانتے تھے، اللہ تعالی نے قوت حافظہ غضب کی عطا فرمائی تھی، ہزار ہا اشعار، لطیفے، نکتے بغیر سوچے آپکی زبان پر جاری ہوتے تھے، حق تعالی نے آپکو مصلحانہ شان اور مجتہدانہ انداز عطا فرمایا تھا، کبر وغرور سے بہت دور اور نام ونمود سے نفرت کرتے تھے، آپ اپنے تمام ہی کاموں میں پابندی استقلال ومداومت فرماتے تھے، آپکی زندگی نہایت سادہ اور تکلفات سے پاک تھی، زہد وقناعت، صبر وتوکل آپکی گھٹی میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا، رؤساء اہل ثروت لوگوں کی قربت کو زیادہ پسند نہ فرماتے تھے، اخلاق ومعاملات کی صفائی پر نہایت زور دیتے تھے، مظاہر علوم سہارنپور میں آپکی علمی، روحانی، اصلاحی، انتظامی زبردست خدمات ہیں۔

حضرت والد صاحبؒ (مولانا قاری شریف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کو مظاہر علوم کی تعلیم کے دوران سے آپکے علم وفضل، تقویٰ وطہارت کے پیش نظر بے حد انسیت ومحبت ہوگئی تھی، گاہ بگاہ حضرت کے کمرہ میں آمد ورفت ہوتی تھی اور کبھی کبھی حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ آپکی ضیافت کا اہتمام فرماتے جو بڑے سلیقہ کیساتھ ہوا کرتی تھی، نیز حضرت والد صاحبؒ کی عمدہ قرأۃ وخوش الحانی سے بڑے متأثر تھے آپ کے موجود ہوتے ہوئے انہیں کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، حضرت والد صاحبؒ نے حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کو بہت قریب سے دیکھا تھا، تین سال کا عرصہ آپکے ہی بغل کے کمرہ میں گزارا اسلئے حضرت والد صاحبؒ آپکو بہت یاد کرتے اور آپکی باتیں سنایا کرتے تھے، مظاہر علوم کی تعلیم کے دوران مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کی کچھ باتیں اور عادتیں حضرت والد صاحبؒ کی زبانی یہاں بیان کی جاتی ہیں:

آپنے فرمایا حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ بندہ کیساتھ بہت ہی مشفقانہ برتاؤ فرماتے تھے اور جب بھی دیکھتے محبت میں فرمایا کرتے:

''سراپا شرف ہیں جناب شریف''

چونکہ بندہ بفضلہٖ تعالیٰ قرآن کریم تجوید کے ساتھ تو پڑھتا ہی تھا مگر خداداد خوش الحانی نے اسمیں مزید عمدگی پیدا کردی تھی اسلئے حضرت والا میرے موجود ہوتے ہوئے کسی اور کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے، حضرت نہایت ہی رقیق القلب اور طلبہ پر بے انتہا مشفق ومہربان تھے، سالانہ امتحان سے فارغ ہوکر جب طلبہ اپنے گھروں کو جاتے وقت حضرت سے مصافحہ کرتے تو حضرت پر گریہ طاری ہوجاتا، بہت سے طلبہ آپکی اس محبت وشفقت سے متأثر ہوکر روتے ہوئے

رخصت ہوتے تھے، آپکا کمرہ دار الطلبہ قدیم میں گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی داہنی طرف تھا جو اس وقت کمرہ نمبر ایک سے موسوم تھا، یہی کمرہ حضرت کی قیام گاہ اور درسگاہ بھی تھی، احقر اسی لائن میں کمرہ نمبر پانچ میں رہتا تھا اور دار الطلبہ قدیم کی مسجد میں امامت کرتا تھا، یہ کمرہ چونکہ مسجد جاتے ہوئے حضرت کے راستہ میں پڑتا تھا اسلئے ہر روز صبح کو نماز کیلئے جاتے وقت میرے کمرہ پر حضرت ہاتھ مارکر ان الفاظ کے ساتھ آواز دیتے ارے بھائی چلے گئے؟ کبھی کبھی سردی کے زمانہ میں نماز فجر کے بعد مجھ کو بلا کر گاجروں کا مربّا کھلاتے جسکی کیفیت یہ ہوتی تھی کہ غایت درجہ اہتمام کے ساتھ دستر خوان بچھواتے پھر پلیٹ میں رکھ کر کھانے کا حکم فرماتے، میں اس وقت خیال کرتا تھا کہ دستر خوان کا اہتمام مربّے سے زیادہ ہے، مگر یہ بعد میں سمجھ میں آیا کہ کوئی تصنع نہیں تھا بلکہ اسمیں اتباع سنت کا جذبہ کارفرما تھا، اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت مولانا کو سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم سے بے انتہا عشق تھا جو ہر کمال کا سرچشمہ اور اصل الاصول ہے ع

درکف جام شریعت درکف سندان عشق

ہر ہوسناکے نداند جام وسنداں باختن

اتباعِ سنت کا خیال

اس بے بہا سرمایہ کی وجہ سے وہ کمال کی بلندیوں اور حیرت انگیز رفعتوں پر فائز ہوئے ہیں، سنت نبوی ﷺ پر عمل آپکی عادت مستمرہ اور طبیعت ثانیہ بن چکی تھی، اگر اتفاق سے کوئی عمل خلاف سنت سرزد ہوجاتا تو اس پر بے حد رنج وافسوس کا اظہار

کرتے اور اسکی مکافات کی کوشش کرتے، چنانچہ حضرت والا ایک مرتبہ قضاء حاجت سے فارغ ہو کر بیت الخلاء سے باہر آئے اور پھر واپس اندر تشریف لے گئے اور پھر جلد ہی بیت الخلاء سے باہر نکل آئے، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ کوئی چیز بیت الخلاء میں گر گئی ہوگی جس کو اٹھا کر باہر تشریف لائے ہیں، وہاں کھڑے ہوئے ایک صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت کوئی چیز بیت الخلاء میں گر گئی تھی بندہ کو حکم دیدیتے تو بندہ اٹھا کر حاضر خدمت کر دیتا، فرمایا نہیں بلکہ بیت الخلاء سے نکلنے کی مسنون دعاء پڑھنا بھول گیا تھا اسلئے میں نے اپنے نفس کو یہ سزا دی کہ دوبارہ جا کر بیت الخلاء سے نکلا اور مسنون دعاء پڑھی، اس طرح آپ ہر موقعہ پر سنت کا خیال فرماتے جو عشق نبوی ﷺ کی مضبوط و مستحکم دلیل ہے، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جب کوئی طالب علم حضرت والا کے پاس جانا شروع کر دیتا تو اس کیلئے ضروری ہوتا کہ وہ مستقل طور پر جایا کرے ورنہ تو حضرت ناراض ہو جایا کرتے تھے، چنانچہ میرے ایک درسی ساتھی قاری ظہیر احمد جو حضرت کی خدمت میں روزانہ جایا کرتے تھے، اتفاق سے وہ ایک دن نہ جا سکے دوسرے دن شرمندگی کی وجہ سے نہ گئے اسلئے کہ حضرت معلوم کریں گے کہ کل کیوں نہیں آئے تھے، اسی طرح ایک دو دن اور گزر گئے تو انہوں نے حضرت کی خدمت میں جانا بالکل ہی بند کر دیا حضرت والا ان سے ناراض ہو گئے، قاری ظہیر احمد کو حضرت کی ناراضگی معلوم ہو چکی تھی اس لئے خوف و شرم کی وجہ سے جانے کی ہمت نہ ہوتی تھی، بندہ نے ان سے کہا کہ کیا میں نے تمکو پہلے ہی آگاہ نہیں کیا تھا کہ حضرت کے یہاں جب جانا شروع کرو تو مستقل طور پر جایا کرو ورنہ تو حضرت ناراض ہو جائیں گے، چنانچہ اب دیکھو ایسا ہی ہوا تم نے

حضرت کے پاس جانا بند کردیا حضرت ناراض ہوگئے، پھر احقر نے ان کو سمجھایا کہ آپنے یہ اچھا نہیں کیا کہ حضرت کے پاس جانا چھوڑ دیا آپ جا کر کسی طرح بھی حضرت کوخوش کریں، مگر وہ خوف وخجالت کی وجہ سے تیار نہ ہوئے۔

ایک مرتبہ ہم تین چار ساتھیوں نے ملکر ایسا کیا کہ انکو کسی طرح بہلا پھسلا کر باتیں کرتے کرتے حضرت کے کمرہ کی طرف لیکر چلے، جب ہم لوگ چلتے چلتے حضرت کے کمرہ کے سامنے پہونچے تو ایک دم انکو حضرت کے کمرہ میں دھکیل دیا سامنے ہی حضرت بیٹھے ہوئے تھے آپکی نظر ان پر پڑی تو فوراً اپنے مخصوص لب ولہجہ میں فرمایا آپ کیسے اور کیوں تشریف لے آئے؟ میرے جنازہ کا انتظار کرلیا ہوتا، اور ادھر ہم سبھی ساتھی پیچھے کھڑے ہوئے چٹیاں لیتے رہے اور حضرت کی گفتگو سنتے رہے تھوڑی دیر بعد ہم تینوں چاروں ساتھی حضرت کے کمرہ میں پہونچ گئے، ہمارے پہونچنے سے قاری ظہیر احمد کی ہچکچاہٹ دور ہوگئی اور ہماری حکمت عملی کامیاب ہوگئی، چنانچہ قاری ظہیر احمد[1] نے پھر سے حضرت والا کے پاس مستقل جانا شروع کیا، مذکورہ بالا تفصیلی واقعات آپنے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی پڑھنے سے بخوبی اندازہ لگالیا ہوگا کہ حضرت والا کا حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کیساتھ کیسا گہرا تعلق رہا اور آپکی صحبت مبارکہ سے فیضیاب ہوئے، نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں بعد میں مدرسہ کے جملہ حالات حساب کتاب وغیرہ قلمبند

---

[1] یہ قاری ظہیر احمد صاحب بعد میں چل کر مرکز نظام الدین کے مبلغ ہوئے اور آخر عمر تک تبلیغی کام انجام دیتے دیتے اللہ کو پیارے ہوگئے، حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ جب بھی مرکز جانا ہوتا تھا ان کے پاس بھی تشریف لے جاتے وہ بڑے ہنس مکھ بزرگ تھے اور جب پان کھاتے لال وسرخ بڑے خوبصورت لگتے تھے۔

کر کے حضرت کی خدمت میں لے جاتا تھا اس پر مولانا اسعد اللہ صاحب بڑی توجہ سے نگاہ فرماتے اور کبھی مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحبؒ کے حوالہ فرماتے، حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ (والد محترم حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ) حساب کتاب چیک فرما کر مناسب حال مشوروں سے نوازتے، اس طرح حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب واساتذۂ مظاہر علوم سے برابر ربط وتعلق رہا اور اپنے اساتذہ و بزرگوں کی خدمت کا جذبہ تو آپکی گھٹی میں پڑا تھا، چنانچہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ نے مختلف مواقع پر لوٹے بنوانے کیلئے خطوط ارسال فرمائے، اس وقت گنگوہ میں مٹی کے عمدہ قسم کے لوٹے تیار ہوتے تھے، ان خطوط میں سے کچھ بطور نمونہ یہاں پر نقل کئے جاتے ہیں۔

مکتوبات

حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحبؒ ناظم مظاہر علوم سہارنپور

بڑوں کا چھوٹوں سے دعاء کرانا

(۱) از جامعہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱ر جمادی الاولی ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۵ر فروری ۱۹۵۵ء

عزیز محترم قاری صاحب سلمکم اللہ تعالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مرسلہ مکتوب موصول ہوا حالات سے آگاہی ہوئی مولانا امیر احمد صاحب کے نام جو خط آپ نے لکھا ہے اس کا جواب پہونچ چکا ہوگا۔ آپ کا خط مولانا موصوف کے پاس بھیجدیا تھا انہوں نے بتلایا کہ کتابیں کافی باقی ہیں جو ختم کرانی ہیں

اسلئے اس وقت غالباً فرصت نہ ہوگی ،لیکن اگر موقعہ ہوسکا تو ضرور شرکت کی جائے گی کوئی حتمی اور پختہ وعدہ نہیں ۔ بہرحال ہماری جانب سے جناب مولانا کو پورے طور پر اجازت ہے۔ جملہ احباب واکابر سے سلام فرمادیں، میرے لئے دعاء بھی کیجئے اور مدرسہ کے لئے بھی فقط۔

محمد اسعد اللہ

ناظم مظاہر علوم سہارنپور

مدرسہ کے لئے اراضی خریدنے اور کام شروع ہونے پر مسرت

مدرسہ اشرف العلوم میں مدرسہ کیلئے اراضی خریدی گئی اور اس پر کام شروع ہوا حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کو علم ہوا تو اظہار مسرت کیلئے خط ارسال فرمایا۔

(۲) مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم جولائی ۱۳۷۲ھ

مخدومی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، جناب کے خط سے تشریف آوری اور ملاقات نہ ہونے سے افسوس ہوا ،ضعیف العمری ہے اور عمر کا بھی تقاضا ہے اور علالت کا سلسلہ ایسا شروع ہوا کہ اس ہفتہ میں تو بالکل چین ہی نہیں ہوئی ، ہر وقت لیٹا رہتا ہوں اور دیگر ضروریات بھی کمرہ ہی میں پوری کرتا ہوں ، مگر خدا کا شکر ہے کہ نمازیں جماعت کیساتھ مسجد میں دوسروں کے سہارے جا کر ادا ہو جاتی ہیں ، دعاء فرماویں اللہ تعالی ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے ، مدرسہ کی آراضی خریدنے کا تو پہلے سے علم تھا اب مسرت ہوئی کہ اس میں کام بھی شروع ہوگیا، جی تو بہت چاہتا ہے مگر اپنی اس پیرانہ سالی سے مجبور ہوں مگر دعاء ہمیشہ کرتا رہتا ہوں ،اللہ تعالی اسکی تعمیر کو جلد از جلد سلامتی کیساتھ پایۂ تکمیل کو

پہونچائے اور اگر کچھ رکاوٹیں ہوں تو انکو ختم فرمادے، راقم الحروف کی جانب سے سلام مسنون قبول فرماویں فقط۔

حضرت ناظم صاحب مدظلہ العالی

بقلم مظفر الحسن[1]

حضرت ناظم صاحب رنگون میں

(۳) از جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

عزیز مکرم سلمکم اللہ تعالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مرسلہ مکتوب بطلب ممتحن موصول ہوا، غالبًا آپ کو علم ہوگا کہ حضرت ناظم صاحب رنگون تشریف لے گئے ہیں اوران کے ہمراہ دو مدرس اور جانے والے ان حضرات کی کمی کے باوجود جمادی الاولی کے پہلے ہی ہفتہ میں مدرسہ ہذا کا امتحان ششماہی ہے، بر بنا اندریں احوال واعذار اس مرتبہ اس سلسلہ میں مدرسہ کو معذور تصور فرمایا جائے، مہتمم صاحب اور جملہ مدرسین مدرسہ اشرف العلوم کی خدمت میں سلام مسنون، فقط۔

محمد اسعد اللہ

۲۵/ربیع الاخر ۱۳۷۲ھ ۱۴/جنوری ۱۹۵۳ء

---

[1] یہ مولانا مظفر الحسن صاحبؒ ابن مولانا عبد المالک صاحبؒ ہیں۔

چار سو لوٹے اچھے عمدہ قسم کے بنوا کر روانہ فرمادیئے جائیں

(۴) از جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

عزیز محترم سلمکم اللہ تعالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گنگوہ میں پہلے آپ کی معرفت لوٹے بنے تھے، اس وقت بھی کہ مدرسہ میں لوٹے قریب الختم ہیں اور دوسری جگہ پختہ لوٹے بننے کا امکان نہیں، آپ کو تکلیف دے رہا ہوں کہ مدرسہ کے لئے چار سو لوٹے اچھے عمدہ قسم کے بنوا کر روانہ فرمادئے جائیں اور جلد قیمت پیش کردی جائے گی۔ دعا کرتے رہیں اور میں بھی دعاء کرتا ہوں، سب احباب واکابر سے سلام کہہ کر قاری اسمٰعیل صاحب سے سلام کہہ دیجئے۔

محمد اسعد اللہ ۲۷/۱/۷۶ ۱۳۷ھ

آپ کے یہاں امتحان میں بیٹھنے والوں کیلئے دعاء کرتا ہوں

(۵) دفتر جامعہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/ربیع الآخر ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۶/نومبر ۱۹۵۶ء

مکرم ومحترم قاری صاحب سلمکم اللہ تعالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مرسلہ مکتوب موصول ہوکر اسی ہفتہ میں امتحان دلانے کا عذر معلوم ہوا، اگلے ہفتہ مدرسہ کا امتحان ششماہی ہے اسلئے اسکے بعد والے ہفتہ کی بدھ، جمعرات ۱۳/۱۴/دسمبر ۱۹۵۶ء تاریخ تجویز کی گئی ہیں، انشاء اللہ تعالی اس مجوزہ تاریخ پر مدرسہ کی جانب سے ممتحن صاحبان پہونچ جائیں گے، آپ کے یہاں امتحان میں بیٹھنے والے اصحاب کی کامیابی کے لئے دعا کرتا ہوں، احباب وواقفین کی خدمت

میں سلام مسنون۔ اسعد اللہ

ناظم مظاہر علوم سہارنپور

امتحان کے نقشے تیار کر لئے جاویں

(۶) از دفتر مدرسہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۴/۱۳۷۶ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جوابی کارڈ برائے تقرر امتحان ششماہی موصول ہوا، جواباً عرض ہے کہ یہاں مدرسہ کا امتحان ۲۷؍ربیع الثانی سے ہوگا اس لئے اس ہفتہ میں تو آپ کے یہاں امتحان نہیں ہوسکتا اور بعد میں یہ مناسب نہیں اس لئے اس سے پہلے ہفتہ میں ہی ہوسکتا ہے، لہذا آپ کے یہاں کی تاریخ امتحان ششماہی ۲۴ و ۲۵؍ربیع الثانی بروز بدھ، جمعرات تجویز کردی گئی ہیں، مولانا اکبر علی صاحب مع اپنے ایک ساتھی کے جسکو وہ لیجانا چاہیں تشریف لائیں گے، امتحان کے نقشے تیار کر لئے جاویں، فقط والسلام۔

محمد اسعد اللہ ناظم جامعہ ہذا

۱۵؍ربیع الثانی ۱۳۷۶ھ

دارین میں ہمہ نوع ترقیات کی دعاء

(۷) از مظاہر علوم سہارنپور ۶؍محرم ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۴؍اگست ۱۹۵۶ء

عزیز گرامی سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مرسلہ مکتوب موصول ہوا، مدرسہ کے لئے پانچ بوریاں محمد یامین صاحب

آڑھتی بازار شہید گنج سہارنپور کی معرفت وصول ہوگئی ہیں، ارسال اطلاع میں عوارض کے باعث بیشک قدرے تعویق ہوگئی ہے، آپ کی تحریر کے مطابق آڑھت کی دکان سے مدرسہ تک کی مزدوری کے دام دیدئے گئے ہیں، آپ نے اسی سلسلہ میں جو گراں قدر سعی فرمائی ارباب مدرسہ ان الفاظ میں شکر گزار ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے اور دارین میں ہمہ نوع ترقیات سے نوازے آمین۔

محمد اسعد اللہ

استفسار رویتِ ہلال

(۸) دفتر جامعہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/ ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۴ جولائی ۱۹۵۷ء

مکرم ومحترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب: استفسار رویتِ ہلال مولوی یحیٰ مرسلہ مکتوب موصول ہوا، یہاں پر یکم ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ یکشنبہ کو ہوئی۔ شنبہ کو ہمارے یہاں ذیقعدہ کی ۳۰/ تاریخ تھی اور یہ ذیقعدہ کی تاریخ رویت کی تاریخ تھی، آج مدرسہ میں ذی الحجہ کی پانچ تاریخ ہے۔

محمد اسعد اللہ

۵/ ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ یوم پنجشنبہ ۴/ جولائی ۱۹۵۷ء

جوابی کارڈ برائے تقرر ممتحنین موصول ہوا

(۹) از دفتر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۱/۱۳۷۷ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جوابی کارڈ تو برائے تقرر ممتحنین موصول ہوا، جواباً تحریر ہے کہ مولانا اکبر علی

صاحب تو پرسوں پاکستان چلے گئے البتہ مولانا امیر احمد صاحب تاریخ مقررہ میں مع ایک اور صاحب کے پہنچ جائیں گے، تاریخ وہی ہوگی جو قارئین کو ملی ہے، یعنی یکم صفر بروز چہار شنبہ کو پہونچیں گے، چہار شنبہ پنجشنبہ دو روز ہی ہوگا فقط۔

محمد اسعد اللہ

ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

آپ کے بھائی کے یہاں تولدِ فرزند پر مسرت

(۱۰) دفتر جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

مکرم ومحترم قاری صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مرسلہ مکتوب موصول ہوکر ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ کے اخیر ہفتہ میں امتحان نہ دلائے جانے کے اعذار کا علم ہوا، اب آپ کے تحریر فرمانے کے مطابق امتحان جمادی الاولیٰ کے دوسرے ہفتہ میں تجویز کردیا گیا ہے، تاریخ ۴/ ۵/ دسمبر ۱۹۵۷ء بروز چہار شنبہ، پنجشنبہ مقرر ہوئی ہیں، چاند کی تاریخیں ۱۱/ ۱۲/ جمادی الاولی ۱۳۷۷ھ ہوں گی، اس تاریخ پر یہاں سے مولانا ظریف احمد صاحب اور مولانا مظفر صاحب امتحان کے لئے تشریف لائیں گے، آپ کے بھائی صاحب کے یہاں فرزند تولد ہونے سے مسرت ہوئی حق تعالیٰ اس کو دارین میں ہمہ نوع کامیاب وکامران فرمائے اور ترقیات سے نوازے، موجودہ سال کے تین تاریخی نام لکھتا ہوں ان میں سے منتخب فرماکر کوئی نام رکھد یجئے اور بعد انتخاب مجھے

اطلاع فرما دیجئے، جملہ حضرات اہلِ دفتر کی جانب سے سلام مسنون، تاریخی نام افتخار الدین، مرغوب الزماں، خورشید انور۔

محمد اسعد اللہ عفی عنہ

ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

امتحان لینے والے حضرات سے خود گفتگو کر لیں

(۱۱) از دفتر جامعہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰ر شوال ۱۳۷۸ھ مطابق ۹ر مئی ۱۹۵۹ء

مکرم و محترم زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مرسلہ مکتوب موصول ہوا مدرسہ کی جانب سے شرکت جلسہ کے لئے دونوں حضرات کو اجازت دیدی گئی ہے، لیکن مولانا امیر احمد صاحب نے آپ کے خط پر تحریر فرمایا کہ میری یہ تاریخیں خالی نہیں، ان کو تو یہ عذر ہے اور مفتی مظفر حسین صاحب کچھ دوسرے اعذار کی بناء پر معذور ہیں، مفتی صاحب نے تحریر فرمایا میں مختلف اعذار کی بناء پر معذور ہوں اسی ہفتہ اب آپ ان حضرات سے براہ راست معاملہ طے فرمائیں۔

محمد اسعد اللہ

ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

ایک ہزار لوٹے بعجلت ممکنہ روانہ فرمادیں

(۱۲) از دفتر جامعہ مظاہر علوم سہارنپور ۶ر ذیقعدہ ۱۳۷۹ھ مطابق ۳ر مئی ۱۹۶۰ء

مکرم و محترم زید مجدکم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

بروقت تشریف آوری دفتر میں آپ سے لوٹوں کیلئے عرض کیا گیا تھا اب بطور یاد دہانی یہ عریضہ ارسال ہے محمد حسن کوزہ گر، محلّہ اشرف علی گنگوہ رمضان سے قبل سو لوٹے لایا تھا اسی وقت اس سے مزید لوٹوں کے لئے بات چیت ہوئی تھی وہ دس روپے فی سینکڑہ کے حساب سے کہتا تھا، مدرسہ کو ایک ہزار لوٹے خریدنے ہیں اس کے حساب سے سو روپے کے ہوتے ہیں اور حاجی مولوی عبدالمالک صاحب نے نوّے روپے کہدئے تھے اس سے بات کرلی جائے اگر وہ ایک ہزار لوٹے نوّے روپے میں دیدے تو اسی سے لے لئے جائیں ورنہ کسی اور جگہ معاملہ فرمایا جائے اور اگر اسی کے یہاں لوٹے اچھے ہوں اور دس روپے سینکڑہ سے کم پر آمادہ نہ ہو تو اسی قیمت پر طے کر لیا جائے یعنی دس روپے فی سینکڑہ ہوجائیں تو ایک ہزار لوٹے عجلتِ ممکنہ روانہ فرمادیں، جوابی کارڈ ارسال ہے۔

نیاز مند نیاز کثیر محمد اسعد اللہ
ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

امتحانات کیلئے مفتیان مظاہر علوم کی آمد

ایک مرتبہ مدرسہ اشرف العلوم میں امتحان کی تاریخوں کی تعیین کے سلسلہ میں لکھا حسب سابق مظاہر علوم سے برائے امتحان اساتذہ کی طلب پر مندرجہ خط تحریر فرمایا:

(۱۳) دفتر جامعہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸؍رجب ۱۳۷۹ھ/۱۸؍جنوری ۱۹۶۰ء

مکرم ومحترم زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مرسلہ مکتوب موصول ہوا جواباً گزارش ہیکہ آپکے مدرسہ کے امتحان کیلئے ۶/۵؍شعبان ۱۳۷۹ھ چہارشنبہ پنجشنبہ مقرر ہوئی ہیں ان تاریخوں میں امتحان

لینے کیلئے مولوی عبدالعزیز صاحب اور مفتی یحییٰ صاحب تشریف لائیں گے، آپکی خیر و عافیت کا خواہاں و متمنی ہوں اور آپکے جمیع مقاصد کیلئے دعا کرتا ہوں، رفقاء کار کی خدمت میں سلام مسنون۔

بندہ محمد اسعد اللہ غفرلہ
ناظم مظاہر علوم سہارنپور

خدمت پر قدر دانی کے مستحق ہوں گے

(۱۶) از دفتر جامعہ مظاہر علوم سہارنپور یکم ربیع الاول ۱۳۸۱ھ۔

مکرم و محترم قاری صاحب و حاجی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

گنگوہ کے جن صاحب سے پہلے لوٹے خریدے گئے تھے مولانا اور مولانا عبدالمالک صاحب سے ان کی اس مرتبہ بھی لوٹوں کی خریداری کے متعلق گفتگو ہوچکی ہے، گذشتہ مرتبہ لوٹے متفرق طریقہ سے آئے تھے جس میں کافی دقت رہی اور ہر مرتبہ کچھ لوٹے شکستہ ہوگئے، اس مرتبہ یہ خیال ہے کہ ایک ہزار لوٹے یکجائی طور پر ایک ہی مرتبہ آجائیں کہ لوٹوں کی شکستگی کے علاوہ بار بار کی قباحت و دقت بھی نہ ہو، کیا لوٹوں کے ایک مرتبہ آنے کا کوئی مناسب محتاط نظم ہوسکتا ہے اور اس صورت میں ایک ہزار لوٹوں کا کیا کرایہ ہوگا اور اگر ایک ہزار سے زائد منگائے جائیں تو کیا اس میں کرایہ کی کچھ مزید رعایت ہوگی، یہ بھی تحریر فرمائیں کہ ایک ٹرک میں کتنے لوٹے آتے ہیں اور اس کا کرایہ کتنا ہوتا ہے، امید ہے بعد تحقیق جواب سے آگاہ فرمائیں گے اور اہل مدرسہ کی قدر نیز دعاء کے مستحق ہوں گے، جملہ رفقاء

کار و احباب سے سلام فرما دیں۔ محمد اسعد اللہ

ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

آپ کیلئے بے لوث مساعی کی وجہ سے بخلوصِ دل دعاء کرتا ہوں

(۱۷) از دفتر جامعہ مظاہر علوم سہارنپور ۹ / ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ ۲۰ / ستمبر ۱۹۶۱ء

الحاج جناب مکرم و محترم زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

لوٹے یہاں قریب الختم ہیں امید ہے آرڈر کے مطابق لوٹے تیار ہو چکے ہوں گے اور ان کی روانگی کا کوئی نظم بھی آپ نے متعین فرما لیا ہوگا اسلئے جلد ان کی روانگی کی سبیل فرمائیے، آپ کے لئے میں بے لوث مساعی کی وجہ سے بخلوص دل دعاء کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ آپ کو دارین کی صلاح وفلاح سے نوازے اور اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق سے بہرہ ور کرے۔

ٹرک والے سے آپ نے دریافت کیا ہوگا آپ اسی میں ۱۵۰۰ / لوٹوں کے لانے کا تیں پینتیس روپیہ کرایہ اندازہ فرماتے تھے ۲ / روپے سینکڑہ کچھ گراں تو نہیں آپ ہی اس پر غور فرمالیں اور اگر کوئی قباحت نہ ہو تو ٹرک ہی کا نظم فرمالیں، براہ کرم پہلے یہ تحریر فرمادیں کہ کرایہ کیا طے ہوا ہے تا کہ غور کر کے اور مشورہ سے پھر آپ کو اربابِ مدرسہ کی رائے لکھدی جائے۔

محمد اسعد اللہ

ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

مفتی صاحب کو اختیار ہے کہ اپنے ہمراہ دوسرا شخص لے جائیں

(۱۸) دفتر جامعہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷؍رجب ۱۳۸۴ھ؍۳؍دسمبر ۱۹۶۴ء

برادر مکرم و محترم زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مرسلہ مکتوب موصول ہوا جو تاریخیں آپ کے مدرسہ کے امتحان کی ہیں انہیں میں یہاں مولوی محمد یامین صاحب کے پاس تقریری امتحان ہے اس لئے وہ تو اسی عذر قوی کی بنا پر نہیں آسکیں گے باقی جناب مفتی صاحب کو اختیار ہے کہ وہ اپنے ہمراہ کوئی دوسرا شخص لے جائیں جسکو وہ اپنی صواب دید میں مناسب خیال فرمائیں، فقط۔

اسعد اللہ

ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

مولانا مظفر الحسن صاحبؒ

خادم خاص حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ

یہ مولانا مظفر الحسن صاحب مرحوم ابن جناب حضرت مولانا عبد المالک صاحبؒ سابق ناظم مالیات مظاہر علوم سہارنپور ہیں، جو حضرت ناظم صاحبؒ کی خدمت اقدس میں رہا کرتے تھے اور ان کی بہت خدمت کرتے تھے، بعد میں مظاہر علوم میں کتب خانہ میں ناظم رہے پھر وہاں سے دوسرے شعبوں میں منتقل کردئے گئے اور مختلف احوال سے گزر کر مختصر عمر میں افسوس صد افسوس اللہ کو پیارے ہوگئے،

بندۂ راقم الحروف کے بہنوئی ہوتے تھے اور ان کے ساتھ بڑی محبت دل لگی رہتی تھی، موصوف بہت ہی ملنسار اور خوش اخلاق انسان تھے، مندرجہ ذیل تحریر آپ کے انتقال پر مزید روشنی ڈال رہی ہے جو مولانا محمد ساجد صاحب مدرس جامعہ ہذا کے قلم سے ماہنامہ ''صدائے حق'' میں شائع ہوئی تھی۔

گذشتہ ماہِ جون کی ۱۹/۲۰ر تاریخ رہی ہوگی کہ شب میں تقریباً ساڑھے گیارہ بجے موبائل کی گھنٹی بجی، فون ریسیو کیا تو حضرت مولانا مظفر الحسن مظاہری ندوی بول رہے تھے، علیک سلیک کرتے ہی فرمانے لگے ارے بھائی ! کیا حال ہے؟ کافی دنوں سے ملاقات ندارد ہے فون پر بھی رابطہ نہیں آخر کیوں؟، پھر خود ہی گویا ہوئے کہ ہاں آخری ایام چل رہے ہیں تمام تر توجہ درسی کتب کی تکمیل پر مرکوز ہوگی، راقم الحروف نے اثبات میں جواب دیا، مکالمہ آگے بڑھا ہنس ہنس کر گفتگو کرتے رہے وہی خوش گفتاری، بذلہ سنجی اور دل موہ لینے والی ناقابل فراموش باتیں ان کی نوک زباں رہیں، بالکل آخر میں بولے کہ ۲۳ر جون کو ناچیز کی تحریک پر اصلاح معاشرہ کے عنوان سے یہاں محلّہ کے دین پسند نوجوانوں کے تعاون سے ایک دینی اجتماع منعقد ہو رہا ہے، کلیدی خطاب کیلئے حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ مدظلہم مدعو ہیں آپ بھی شرکت کرلیں، خاکسار نے حاضری کی حامی تو بھر لی مگر افسوس کہ ایمرجنسی مشغولیات بروقت سد راہ بن گئیں اور ان سے اس کے بعد ملاقات کی حسرت دل ہی دل میں رہ گئی۔

آخر کسے معلوم تھا کہ باغ وبہار شخصیت کے مالک مولانا مظفر الحسن

اچانک ہمارے درمیان سے اس طرح رخصت ہوجائیں گے کہ ان کی یادوں کے نہ بجھنے والے روشن چراغ ہی باقی رہ سکیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، ۲۷ رجون ۲۰۱۱ء بروز دوشنبہ کو بوقتِ دوپہر مختصر علالت کے بعد اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

رحلت کی خبر ملتے ہی چاروں طرف رنج وغم کی لہر دوڑ گئی، فون پر فون بجنے لگے احقر کو اس جانکاہ حادثہ نے جس صدمہ سے دوچار کیا اسے لفظوں کا لباس نہیں دیا جاسکتا، چند روز قبل ان سے فون پر ہوئی گفتگو جو آخری ملاقات کہی جاسکتی ہے ایک مرتبہ پھر کانوں میں گونجنے لگی، ان کی خوش طبعی، ملنساری، چہرہ کی مسکراہٹیں، دل آویز حکایتیں دین وملت کے لئے کی گئی ان کی مخلصانہ تگ وتاز آپ کے روشن کردار کی بقاء وبلندی کیلئے کافی ہے۔

جسم مرجاتا ہے انسان کا کردار کہاں
موت ہر حال میں ہو موت ضروری تو نہیں

موت ایک اٹل حقیقت ہے ہر جاندار کو اس کا مزہ چکھنا ہے، دنیا میں کسی شخص کا آنا ہی اس کے جانے کی بدیہی دلیل ہے، اس لاریب سچائی کا آج تک کسی نے انکار نہیں کیا اور نہ ہی کیا جاسکتا، موت کا فرشتہ آتا ہے اور جسم سے روح کو ختم کردیتا ہے، لاتعداد انسان اس مرحلہ سے ہر روز گزرتے ہیں اور لاشئی بن جاتے ہیں، مگر کچھ بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جو جسمانی طور پر تو فنا ہوجاتے ہیں لیکن ان کا کردار انہیں زندۂ جاوید بنا دیتا ہے، مولانا مظفر الحسنؒ بھی کردار کے غازی تھے،

لوگوں کے مابین ان کی محبوبیت کا اندازہ ان کے آخری سفر سے ہوا، انہیں کندھا دینے والوں میں علماء وصلحاء، خواص وعوام سبھی تھے، پورے شہر سہارنپور سے لوگوں کا جم غفیر ان کے جنازہ میں شریک تھا، ہر شخص نے ان کے حادثہ کی کسک محسوس کی اور ایصال ثواب کا اہتمام کیا۔

مولانا مظفر الحسن نے ۷/نومبر ۱۹۵۰ء کو ایک دینی گھرانے میں آنکھیں کھولیں، ان کے والد گرامی حضرت مولانا عبدالمالک صاحبؒ ایک ممتاز عالم دین تھے جو مظاہر علوم سہارنپور جیسے شہرت یافتہ ادارہ کے کلیدی عہدہ دار رہ چکے ہیں، مذکورہ ادارہ کے لئے اس گھرانے کی خدمات ہمیشہ یادرکھی جائیں گی، اگر چہ ان کی خدمات کی قدر دانی نہیں کی جاسکی اور نہ اس کو اجاگر کیا گیا مگر عنداللہ انشاء اللہ ان کی خدمات کا اجر عظیم ان کو ملتا رہے گا۔

مظاہر علوم سے تعلق خاطر کے سبب مولانا مظفر الحسن کی تعلیم کے مراحل بھی یہیں طے ہوئے، دریں اثناء یہاں کے بزرگوں سے خادمانہ تعلق بھی قائم ہو گیا جسے دل وجان سے خوب نبھایا، اس وقت کے درویش صفت بزرگ ناظم اعلیٰ حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحب رامپوریؒ کی خوب خدمت کی حضرت شاہ صاحب بھی آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے، بسا اوقات آپ ہی سے اپنے خطوط کا املاء کراتے، حضرت شاہ جی کے جو مکتوبات بانی جامعہ اشرف العلوم کے نام تحریر کیے گئے ہیں ان میں بھی چند ایک آپ ہی کے قلم سے ہیں۔

مظاہر علوم سے آپ کی فراغت ہوئی، آپ کے رفقائے درس میں خادم

القرآن والسنہ حضرت مولانا غلام محمد وستانوی، حضرت مولانا حبیب احمد باندوی، حضرت مولانا عبدالرحیم جونپوری اور بعض کتب میں تبلیغی مرکز بستی حضرت نظام الدین دہلی کے مبلّغ مولانا زبیر احمد صاحب کاندھلوی مدظلہم بھی شامل ہیں، مظاہر علوم کے علاوہ ندوۃ العلماء لکھنؤ سے بھی آپ نے کسب فیض کیا جہاں حضرت مولانا معین اللہ ندویؒ آپ کے سرپرست تھے۔

بعدازاں عملی میدان میں قدم رکھا پھر کچھ ہی عرصہ بعد مظاہر علوم میں تقرر ہوگیا، راقم کی معلومات کے مطابق وہ دفتری امور کے علاوہ ابتدائی کتابوں کے بھی مدرس تھے، سنا ہے کہ وہاں کے کتب خانہ میں بھی ایک عرصہ تک کام کیا، الغرض ان کی زندگی کے قیمتی ایام اپنی مادر علمی کی خدمت میں گذرے جو انشاء اللہ مرحوم کے لئے ذریعۂ نجات ثابت ہوں گے، اس خاکسار پر ان کی شفقتیں بے پناہ تھیں، افتاء کی تکمیل کے بعد جب احقر کا تقرر جامعہ اشرف العلوم میں بحیثیت مدرس عربی ہوا تو معلوم ہوا کہ یہاں بھی ان کی عنایتیں شامل تھیں، مولانا یہاں کے رکن شوریٰ بھی تھے، حضرت ناظم صاحب دام ظلہ بھی ان کی اصابت فکر کے بے حد قدرداں رہے اور ان کی رائے کا احترام فرماتے، افسوس کہ جامعہ ہذا بھی اپنے ایک مخلص خیر خواہ سے ہمیشہ کیلئے محروم ہوگیا، اللہ پاک آپ کے درجات بلند فرمائے اور اپنے جوار خاص میں جگہ عنایت فرمائے، جملہ متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق ارزانی کرے آمین یارب العالمین،

پسماندگان میں تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں، سب سے بڑے صاحبزادے قاری منورالحسن جامعہ میں ہی تجوید وقرأت کے مدرس ہیں، حضرت مولانا مظفرالحسن صاحبؒ کے ساتھ ہی رونق بزم بھی رخصت ہوگئی، اب تو صرف ان

کی یادیں ہی باقی رہ گئی ہیں، بہرکیف آپ ۶۱ر سال کی عمر میں ۲۷ر جون ۲۰۱۱ء بروز پیر دوپہر کو یہ کہتے ہوئے رخصت ہوئے:

جان کر منجملۂ خاصانِ میخانہ مجھے مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

اسی روز بعد العشاء آپ کی نماز جنازہ حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ گنگوہی نے پڑھائی اور نرگن شاہ قبرستان سہارنپور میں آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا:

آسمان ان کی لحد پہ شبنم افشانی کرے!!!

الغرض یہ خطوط کے چند نمونے یہاں پر بطور مثال نقل کر دئے ہیں ورنہ اس نوع کے متعدد خطوط ہیں جو حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی جانب سے تسلسل کیساتھ ارسال کئے گئے ہیں، جن سے حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کی مدرسہ اشرف العلوم اور بانی مدرسہ سے گہرے درجہ کی محبت والفت اور تعلق کا ثبوت ملتا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ شروع ہی سے ایک ہمہ گیر اور جامع الاوصاف شخصیت کے مالک تھے اپنے بڑوں کے قدرداں اور حق شناس تھے، ایک مرتبہ جس کے ساتھ تعلق ہوگیا اس کو ہمیشہ یاد رکھا اور نبھایا پھر آپکی اس مخلصانہ محبت سے سبھی متأثر ہوئے، بڑوں نے حوصلہ افزائی کی اور ترقی کی راہیں دکھلائیں نیک مشورے دئے ہر مشکل اور پریشانی کے وقت میں دعاؤں سے تعاون کیا، اسی لئے جامعہ اشرف العلوم شرق وغرب میں بے حد مقبول ہوا، کیونکہ اس میں جملہ اکابر کی خصوصی عنایتیں اور دعائیں آخر تک شامل حال رہیں، اس طرح یہ گروہ اکابر کی دعاؤں کا شاندار ثمرہ منصۂ شہود پر آیا۔

حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ

جیسا کہ عرض کیا گیا تھا کہ آپکو اپنے زمانے کے بزرگوں سے بے حد عقیدت ومحبت کا تعلق رہا ہے، انہی حضرات میں سے ایک مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب نوراللہ مرقدہ والد ماجد حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ بھی ہیں، آپ کی ولادت باسعادت ۱۰رذی الحجہ ۱۳۲۲ھ اجراڑہ ضلع میرٹھ میں ہوئی، والد صاحب کا نام نور محمد ہے، حفظ اور ابتدائی کتب کی تعلیم حاصل کر کے ۱۳۳۶ھ کو مظاہر علوم میں داخلہ لیکر تجوید وقرأت اور مختلف علوم وفنون اور دورۂ حدیث شریف سے ۱۳۴۲ھ میں فارغ ہوئے، فراغت کے فوراً بعد ۱۳۴۳ھ میں مدرس تجوید مقرر کئے گئے، چنانچہ آپ نے تجوید وقرات کی تقریباً دس سال تک تعلیم دی پھر ۱۳۵۲ھ میں صدر مفتی مقرر ہوئے اور ۱۳۶۶ھ میں صدر مدرس بنادیئے گئے۔

مفتی صاحب کیساتھ زمانۂ طالب علمی سے تعلقات اور علمی روحانی استفادہ کے واقعات لکھے جاتے ہیں اور ان واقعات سے قبل مختصراً آپ کی شخصیت پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

جامع المعقول والمنقول، فقیہ بے بدل، حاوی علی الفروع والاصول، لاجواب محقق مصنف، زہد وقناعت، تقویٰ وطہارت کے پیکر، مفتی اعظم جناب حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب نوراللہ مرقدہ مفتی اعظم مظاہر علوم سہارنپور کی بے مثال شخصیت کے مالک تھے، جنکی نوکِ قلم سے نکلے ہوئے ہزاروں فتاویٰ پر علمائے وقت نے اعتماد کیا، فرشتہ صفت، ذاکر وشاغل، کثیر المطالعہ و

مدیم التلاوۃ انسان تھے، اپنی عمدہ صلاحیت اور قابلِ رشک فقہی حذاقت ومہارت کی بنا پر مظاہرعلوم کے مدرس ہوئے پھر مسند صدارت پر فائز ہوئے، ایک طویل عرصہ تک درس وتدریس، تصنیف وتالیف، وعظ وتبلیغ، فقہ وفتاویٰ کے ذریعہ امتِ مسلمہ کی خدمت کی اور مختلف علوم وفنون تجوید وقرأۃ کے موتی بہائے، حضرت والد صاحبؒ کو حضرت مفتی صاحبؒ سے بھی خاصا تعلق تھا، حضرت والد صاحبؒ کو مظاہرعلوم کی تعلیم کے دوران سے زیارت وملاقات کا کثرت کیساتھ شرف حاصل رہا، حضرت والد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مفتی سعید احمد صاحب نوراللہ مرقدہ حضرت ناظم صاحب کے پاس دفتر مظاہرعلوم میں اکثر وبیشتر تشریف لاتے تھے اور میری آمد ورفت حضرت ناظم صاحبؒ کے پاس کثرت سے رہتی تھی اسلئے وہیں پر اکثر ملاقات ہوجایا کرتی تھی، فرمایا کہ حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ ہندوستان کے ان مایۂ ناز مفتیوں میں سے ایک تھے جن کے فتاویٰ پر اعتماد کیا گیا اور جلدی سے کسی کو اعتراض کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی اور اتنے بڑے علم وفضل کے باوجود سادگی کا یہ عالم تھا کہ میں دوپہر کو چھٹی کے بعد جب مدرسہ سے باہر نکلتا تو اکثر دیکھتا تھا کہ حضرت مفتی صاحب مرحوم دائیں ہاتھ میں المونیم کا پیالہ اور پیالہ میں سالن اور اسکے اوپر روٹی اور اس کے اوپر کپڑا اس طرح لپیٹ کر اپنے گھر سے لاتے اور حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے مکان پر جا کر حضرت کے ساتھ کھانا تناول فرماتے، اس وقت حضرت شیخ صاحب کے یہاں ایک دو ہی مہمان ہوتے تھے پھر واپس ہوتے ہوئے وہی پیالہ حضرت مفتی صاحب کے ہاتھ میں دیکھتا تھا جس کو لیکر آپ واپس جاتے، میں نے اس طرح بارہا مشاہدہ کیا،

ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحب کے ہاتھ سے پیالہ لیکر جانا چاہا لیکن حضرت مفتی صاحبؒ نے پیالہ نہ دیا۔

ص ر ۷ ۵۸ رج ر ۱ ر پر آپ بیتی میں مرقوم ہے: ایک مرتبہ شیخ زکریاؒ نے حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ کے اوصافِ حمیدہ تقویٰ وصلاح کے آثار کو دیکھ کر فرمایا تو تو بڑا اچھا لڑکا نکلا ہے، کل سے دوپہر کی روٹی میرے ساتھ کھایا کر، اللہ اس مرحوم کو بہت ہی بلند مراتب عطاء فرمائے ترقیات سے نوازے، میری اس پیش کش کو ایسا نبھایا کہ جب تک وہ اپنے مرض الوصال میں چارپائی پر سے اٹھنے سے معذور نہ ہوگئے کبھی بھی دوپہر کا کھانا میرے ساتھ کھانا نہیں چھوڑا بلکہ انکے ذاتی مہمان بھی اگر آجاتے انکا بھی کھانا گھر سے منگا کر میرے ساتھ ہی انکو کھلاتے تھے اور میرے جو خصوصی مہمان آتے تھے انکے ساتھ شام کو بھی بجائے میرے وہ ہی میزبانی کرتے تھے اور تعلق دن بدن بڑھتا ہی چلا گیا اور پھر تو میرے سفر وحضر کے مصاحب بن گئے اور انہوں نے بہت ہی حقِ دوستی ادا کیا مرحوم کیلئے بہت ہی دعائیں کرتا ہوں۔

حضرت مفتی سعید احمد صاحب نور اللہ مرقدہ علم وعمل، زہد وتقوی، نظافت و طہارت، ذہانت وفطانت، حذاقت ومہارت کے پیکر تھے، جملہ علوم وفنون میں کمال کا استحضار تھا، اس زمانہ میں مظاہر علوم میں حضرت شیخ کی روایت اور حضرت مفتی سعید احمد صاحب کی درایت فقہی مسلّم تھی، حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے مشق فتاوی انہیں کی نگرانی میں شروع کی تھی، اپنے لکھے ہوئے فتاویٰ ان کی نظر سے گذارتے اور تصحیح کراتے تھے اور ان کے مشوروں کو قبول کرتے تھے اور یہ مثال صادق آئی کہ

بڑے تو بڑے تھے ہی چھوٹے بھی کسی سے کم نہیں نکلے اور فقیہ الامت سے ملقب ہوئے، حضرت مفتی سعید صاحبؒ کے فتاویٰ نہایت مکمل ومدلل ہوتے تھے، آپ کا انتقال ۲؍صفر ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۹؍اگست ۱۹۵۷ء بروز جمعرات ہوا اور قبرستان حاجی کمال شاہ میں دفن کئے گئے، حضرت مفتی صاحب کی ایک نصیحت اور کچھ فتاویٰ درج کئے جاتے ہیں:

حضرت مفتی سعید احمد صاحب اجراڑویؒ کی ایک نصیحت

جیسا کہ سابق میں ذکر کیا جا چکا کہ حضرت نور اللہ مرقدہ اپنے اساتذہ کی نگرانی میں کام کو آگے بڑھاتے رہے اور مدرسہ کا باقاعدہ حساب وکتاب لکھ کر مظاہر علوم حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحبؒ کے پاس تشریف لے جاتے اور حساب وکتاب چیک کراتے رہے، چنانچہ حضرت والد صاحبؒ نے ایک بار خود فرمایا کہ میں مدرسہ کے حالات ایک کاپی میں لکھ کر لے جاتا تھا حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحب کی خدمت میں پیش کرتا کہ مدرسین اتنے ہیں، طلبہ اتنے ہیں، خرچ اتنا ہے، آمد اتنی ہے وغیرہ، حسب معمول ایک مرتبہ لکھ کر لے گیا، اس وقت حضرت اقدس ناظم صاحبؒ کسی آدمی سے باتوں میں مشغول تھے اور حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ وہیں تشریف فرما تھے، حضرت اقدس ناظم صاحبؒ نے اشارہ فرمایا کہ مفتی صاحب کو دکھلا دو، چنانچہ میں نے کاپی حضرت اقدس مفتی صاحب کے سامنے پیش کر دی آپ نے کاپی کو بغور پڑھا اور پڑھنے کے بعد پوچھا کہ اس میں تم نے جو کچھ لکھا ہے وہ حالات کے مطابق بالکل صحیح صحیح لکھا ہے یا بڑھا چڑھا کر لکھا ہے؟

میں نے عرض کیا کہ حضرت بالکل حالات کے مطابق ہے ایک بات بھی بڑھا کر نہیں لکھی ہے، اس کے بعد حضرت مفتی صاحب نے کاپی رکھ کر فرمایا کہ مدرسہ اور مدرسہ کی تعلیم سب اللہ کی رضاء کے لئے ہے، اور اللہ کی رضاء کیلئے کام کرنے میں کوئی بات خلاف واقعہ اور غلط نہیں ہونی چاہئے، اگر تم نے کوئی بات خلاف واقعہ لکھدی اور وہ بڑھ چڑھ کر لوگوں کے سامنے آبھی گئی اور اس سے کوئی فائدہ بھی ہوگیا مگر اللہ تو حقیقت حال سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ تم غلط بیانی سے کام لے رہے ہو اور لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہو، ایسا کرنے سے کام کی برکت ختم ہو جاتی ہے، حضرت اقدس مفتی صاحبؒ کے یہ قیمتی اور بیش بہا جملے دل میں گھر کر گئے تھے۔

اساتذہ کی توجہات کا اثر ہے کہ آج تک مدرسہ کے حالات بیان کرنے میں کبھی بڑھا چڑھا کر کام نہیں کیا، کیونکہ واقعی اس سے کام کی برکت ختم ہو جاتی ہے اور اللہ کی مدد اٹھ جاتی ہے اور میرے اس معمول کی برکت یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے جو چندہ دلوایا اسمیں خیر و برکت رہی اور آج تک ایسا نہیں ہوا کہ کبھی کسی استاذ کی مہینہ کی تنخواہ رکی ہو، ہمیشہ چاند کی پہلی دوسری تیسری تاریخ میں تنخواہ دینے کا معمول رہا ہے جو اب بھی بحمد اللہ بدستور قائم ہے، اللہ تعالیٰ اپنے غیبی خزانوں سے مدرسہ کی ضروریات کو پورا فرمائے اور مدرسہ کا اصلی مقصد جو رضاء الٰہی ہے اس کو حاصل کرنے کی سب کو توفیق نصیب فرمائے۔

کس قدر حسین اور لائقِ عمل ہیں یہ جملے جو خصوصاً اہلِ مدارس کیلئے ہیں، یہی باتیں تھیں ہمارے اکابر و اسلاف کی جو مدارس کی روح اور جان تھیں، اسی ہدفِ صادق ایمان کامل پر مدارس کی بنیادیں قائم ہوئیں تو مدارس امت کیلئے متاع گرانمایہ،

سرمایہ نایاب، مرکز توجہ بن گئے اور جب سے نیتوں میں فساد آیا دنیوی مفادات اور نفسانی اغراض کے حصول کی خاطر بنیادیں پڑنے لگیں، صرف یہیں تک نہیں بلکہ فی زمانناایک طبقہ وہ بھی نکل چلا ہے جس نے مدارس اسلامیہ کو خالص تجارت بنا کر رکھدیا ہے اور وہ مدرسے صرف اس لئے قائم کررہے ہیں کہ اس سے حصول زر کی راہیں ہموار کی جائیں اور اپنا پیٹ بھرا جائے، جبکہ مدارس کے قیام کا مقصد صرف اور صرف رضائے الٰہی ہے اور اپنی آخرت بنانا ہے، اس کے لئے فتنے، ہنگامے، فساد، کذب وافتراء، دجل وفریب کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ بلکہ یہ چیزیں تو ایک عام مسلمان کے لئے بھی ممنوع ہیں چہ جائیکہ وہ لوگ کریں جو اہل علم کہلائے جاتے ہیں اور دنیا میں دین کو عام کرنا چاہتے ہیں، ایسے لوگوں کا دماغ اکلِ حلال کے لئے جائز اور صحیح پیشہ اختیار کرنے کی طرف ہرگز نہیں چلتا بلکہ وہ ہر تقویٰ اور نصیحت کی بات کو رد کرتے ہیں اور اُلٹی بحث شروع کردیتے ہیں اور عالم ہوکر بالکل جاہلانہ سوچ رکھتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جبکہ ہمارے اکابر اور اسلاف نے مدارس کو معاد اور آخرت کی اصلاح کیلئے اور دنیا میں دین حق کے فروغ کیلئے قائم فرمایا تھا، انہوں نے صاف صاف فرمایا کہ مدارس مقصود نہیں بلکہ مقصود تو رضائے الٰہی ہے اور یہ صرف اسباب وذرائع ہیں اصل تو دینِ حنیف کی خدمت ہے، جس طریقہ سے بھی جو شخص دین کے جس شعبہ کو بھی زندہ کررہا ہو اور کسی طرح بھی دین کے کام میں اخلاص کے ساتھ مشغول ہو وہ ہی حقیقت میں اللہ کا ولی اور دوست ہے، آج ہمارے ایک طبقہ نے یہ سمجھ لیا ہے کہ مدارس کا قیام مال حاصل کرنے کا ایک اچھا ذریعہ ہے اس کے ذریعہ سے

بآسانی چندہ کرنے کا راستہ کھل جاتا ہے، پھر بعض نے تو اس میں اور ترقی کی مدارس قائم کر کے بے شمار سفراء کی فراہمی اور بہتات اختیار کی اور ان کو نصف نصف پر اجرت تک دینے لگے، بلکہ بعض تو اور اس سے بھی آگے بڑھ گئے کہ بس ایک تہائی مدرسہ کو مل جائے اور باقی تم رکھا کرو، اس طرح سے اصحابِ خیر کی زکوٰۃ اور صدقات غلط مصارف میں جارہے ہیں اور ایسے سفراء کا سفر برائے مدرسہ نہ ہوکر برائے سفیر ہورہا ہے اور وہ سفیر تو کم بلکہ فقیر ہورہا ہے، کیا اس سے یہ بہتر نہیں تھا کہ وہ کوئی حلال پیشہ اختیار کر لیتا کہ اس میں کوئی عیب نہ تھا کہ کبار انبیاءؑ، اولیاء، علماء، صلحاء نے اپنے اپنے زمانہ میں مختلف النوع حرفت اور کام کئے ہیں، کسی نے زراعت کی، کسی نے تجارت کی، کسی نے نجاری کا پیشہ اختیار کیا، کسی نے حیاکت کی یہاں تک کہ بعض صحابہ نے یہود تک کی عارضی ملازمت کرنے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کی اور جب ضرورت پوری ہوگئی تو چھوڑ دیا۔

چنانچہ ایک دور تھا کہ علماء کا ایک بہت بڑا طبقہ علمِ طب کے مہذب پیشہ سے جڑا ہوا تھا اور وہ اس لائن سے بھی دنیا میں عزت واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، حضرت امام الائمہ امام اعظمؒ کے یہاں مستقل کپڑے کا کام ہوتا تھا خود بھی کرتے تھے اور ان کے تلامذہ بھی کرتے تھے، بعض ائمہ عطر فروخت کرتے تھے، بہت سے محدثین گھی اور تیل کی تجارت کرتے تھے، بہت سے دباغت اور کھالوں کے پیشہ سے وابستہ تھے اور بہت سے جوتے تک صحیح کر کے اپنی حلال روزی کماتے تھے اور بہت سے حلوہ اور مٹھائیوں کی دکانوں پر کام کرتے تھے، الغرض جس کو جس طرح بھی رزقِ حلال حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ ملتا تھا وہ اس سے گریز نہیں کرتا تھا، لیکن ان کے دل

ودماغ میں دین فروشی اور دین کو طلبِ دنیا کیلئے کرنا سب سے زیادہ معیوب اور مذموم تھا، باقی چھوٹے سے چھوٹا کوئی بھی ذریعہ رزقِ حلال اختیار کرنے میں انہیں کوئی عار اور شرم محسوس نہ ہوتی تھی ،ایک وقت وہ رزقِ حلال کیلئے بھی معمولی پیشہ اختیار کرتے ہوتے تھے اور دوسری طرف مسند حدیث، مسند تفسیر، مسند فقہ ،مسند تصوف پر بیٹھ کر خانقاہوں، مدارس، مساجد میں بڑے بڑے حلقے قائم کرتے تھے کیا اس میں اہل بصیرت کیلئے کوئی عبرت وبصیرت نہیں ہے؟۔

جب مدارس ایک بزنس ایک تجارت کے انداز پر قائم ہونے لگے اور اس میں تسابق بلکہ تحاسد ،تباعد، تباغض اور مقابلہ بندی کی کیفیت پیدا ہوگئی تو اہل اسلام کی نگاہوں میں رفتہ رفتہ وقعت گھٹنے ،لگی مزید یہ کہ دشمنان اسلام بھی فاسد نیتوں کی بنا پر جری ہوتے چلے گئے۔

ایک وہ دور تھا کہ غیر ہمارے اکابر کا چہرہ دیکھ کر متأثر ہوجاتا اور عظمت کے پیش نظر کھڑا ہوجاتا تھا، اور ایک دور یہ بھی ہے کہ اپنے بھی متأثر نہیں ہو پارہے ہیں اور اتنی کثرت کے باوجود عوام الناس کے اندر جو صالح انقلاب پیدا ہونا تھا وہ مفقود ہے، چونکہ علماء کے حالات اور کیفیات جب عوام الناس کے سامنے آتی ہیں تو ان پر بہت غلط اثرات واقع ہوتے ہیں اور وہ دین کے قریب آنے کے بجائے اور دور چلے جاتے ہیں، اس طرح سے ہم لوگوں کو دین سے قریب کرنے کے بجائے دور کرنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں، اللہ پاک ہمیں عقلِ سلیم نصیب فرمائے ہادی اور مہتدی بنائے آمین یارب العالمین۔

کئی مسائل میں حضرت والد صاحبؒ نے استفسار فرمایا تو بغرض افادہ حضرت مفتی صاحب نے بذریعہ خطوط جواب تحریر فرمائے جن کی نقول یہاں پر قلمبند کی جاتی ہیں:

مکاتیب وفتاویٰ

حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ

(۱) حج کی فلم کا فتوی

محترمی وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

سنیما دیکھنا ناجائز ہے، حج کی فلم میں تصاویر وغیرہ سب چیزوں کی دکھائی جاتی ہیں اور اس میں سب سے زیادہ خرابی یہ ہے کہ حج کو کھیل اور تماشہ بنایا گیا ہے، ارکان حج کی نقل اتارنا اس سے اسلامی شعار کی توہین ہے اسلئے اسکا تماشہ اور تماشوں سے بھی برا ہے، اس وجہ سے سہارنپور میں اس کے خلاف احتجاج کیا گیا تھا اور لوگوں کو اس کے تماشہ سے منع کیا گیا ہے، مگر افسوس ہے کہ مسلمان بھی اس تماشہ کو دیکھنے کیلئے سب سے زیادہ جاتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ بھی اچھی چیز ہے، جس طرح نماز کی نقل اتارنا گناہ ہے ایسے ہی حج کی نقل بھی گناہ ہے، اس میں متحرک تصاویر اور گانا بجانا بھی شامل ہوتا ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: یٓا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْ الَاتَتَّخِذُو الَّذِیْنَ اتَّخَذُو دِیْنَکُمْ ھُزُوًاوَّلَعِباً الایۃ اور فرمایا: وَاِذَانَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ اتَّخَذُوْ ھَا ھُزُوًا وَّلَعِباً اس سے دین اور اعمال دین کے ساتھ استہزاء کرنیوالوں کی مذمت معلوم ہوگئی، استہزاء اور دین کو

لہو ولعب بنانا کفر ہے ،اعاذ نا اللّٰہ و ایاکم منہ،فقط واللہ اعلم۔

سعید احمد غفرلہ

مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۷ رمحرم ۱۳۷۰ھ

(۲)عید میں شہادت کی ضرورت اور عشر وغیرہ کے چند مسائل

محترمی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(ا) سہارنپور میں بھی غبار تھا مگر چاند عام طور پر دیکھا گیا ہے اور شہر میں کافی لوگوں نے دیکھا ہے،قرب وجوار میں دیہات میں دیکھا گیا اسلئے اعلان کردیجئے کہ پہلا روزہ جمعہ کا ہے،صرف خبر کافی نہیں ہوتی ،رمضان کیلئے قابل اعتماد شخص کی خبر کافی ہے یا کثرت سے لوگ خبر دیں تو بھی کافی ہے، عید میں شہادت کی ضرورت ہے، شہر کے توابع میں اعلان یا ذمہ دار حضرات کی اطلاع کافی ہے ،جو جگہ مستقل ہو وہاں خود تحقیق کی ضرورت ہے،آپ شہر سے بعید ہیں اسلئے باقاعدہ تحقیق کرلیجایا کرے (۲) حفاظ کو ختم پر دینے کا رواج ہے اور المعروف کالمشروط کی بنا پر بلا طلب کے بھی اسی حکم میں ہے، اگر کسی کی امداد کرنی ہو تو دوسرے وقت کردیجائے ختم پر نہ دیا جائے (۳) جو زمینیں سلطنت اسلامی کے زمانہ سے مسلمانوں کے قبضہ میں چلی آرہی ہوں ان پر عشر ہے خواہ وہ لگان پر ہوں یا اپنی ہوں ،بعض علماء کا اس میں اختلاف ہے مگر احتیاط یہ ہے کہ عشر دیدیا جائے۔

سعید احمد غفرلہ

مظاہر علوم سہارنپور ۱۶؍رمضان ۱۳۷۲ھ

(۳) اپنے اختیار کے مطابق تصرف کرسکتا ہے

محترم جناب قاری صاحب زادمجدکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اگر مدرسہ کا کوئی قاعدہ ہے کہ جو اچھا کام کریگا اسکو کچھ انعام دیا جائیگا علاوہ تنخواہ کے تو مدرسہ سے دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر کوئی قاعدہ نہیں ہے تو پھر ممبران کی رائے پر ہے اگر وہ مناسب سمجھیں تو دے سکتے ہیں، اخراجاتِ مدرسہ کا حق اگر مہتمم صاحب کو کچھ دیا گیا ہے تو وہ بھی اپنی رائے اپنے اختیار کے مطابق تصرف کرسکتا ہے اس میں ہر مدرسہ کا ضابطہ اور قاعدہ علیحدہ ہے اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے فقط، واللہ اعلم۔

سعید احمد غفرلہ

مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۱/۵ ۱۳۷۵ھ

ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمل پوریؒ

مظاہر علوم کی تعلیم کے دوران جن بزرگوں سے حضرت والد صاحب قدس سرہ کو شرفِ ملاقات وزیارت حاصل رہا ان میں سے ایک حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمل پوریؒ بھی ہیں، آپ کی ولادت باسعادت ۲۷/ اگست ۱۸۸۲ء بہبودی ضلع کیمبل پور مغربی پنجاب پاکستان میں ہوئی، والد صاحب کا نام مولانا گل احمد ہے، فارسی وابتدائی عربی کتب اپنے وطن میں مولانا فضل حق شمس آبادی سے پڑھیں، پھر مظاہر علوم سہارنپور میں ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۹۱۳ء دورۂ حدیث

شریف کی تکمیل کی ، مولانا شبیر فاروقی تھانوی اور مولانا حیات سنبھلی آپ کے مخصوص رفقاء میں سے ہیں ، پھر مزید ایک سال دار العلوم دیوبند میں حضرت شیخ الہندؒ کے درس میں شریک ہوئے ، ۱۳۳۳ھ میں دیوبند سے واپسی پر مظاہر علوم سہارنپور میں مدرس مقرر ہو گئے اور ۱۳۴۴ھ میں صدر مدرس تجویز ہوئے ۔

آپکا درسِ ترمذی شریف بہت مشہور تھا اور بڑی خوبیوں ،فطری صلاحیتوں ، نیز کمالات و محاسن کے مالک تھے ، ریاضت و مجاہدات کے بعد جن ملکات کا حصول وجہ شرف و کمال خیال کیا جاتا ہے آپ کو منجانب اللہ اچھے خاصے عطا کئے گئے تھے ، بردباری ، تواضع ، صلاح و تقوی میں یگانۂ روزگار تھے ، یہی وجہ تھی کہ حضرت اقدس تھانویؒ نے بغیر بیعت کے ہی آپکو مجاز بیعت بنا دیا تھا ، اس پر آپ نے معذرت نامہ بھی لکھا کہ میں نے تو ابھی تک بیعت بھی نہیں کی پھر خلافت کا استحقاق کیسا ؟ اس پر حضرت تھانویؒ نے جواب تحریر فرمایا کہ میرے نزدیک اہلیت شرط ہے بیعت شرط نہیں ، نیز حضرت اقدس تھانویؒ حضرت مولانا کے بارے میں یہ بھی فرماتے تھے کہ مولانا کیمل پوری نہیں بلکہ کامل پورے ہیں ، نیز حضرت تھانویؒ بیعت ہونے والے اکثر علماء فضلاء کو تربیت کیلئے حضرت مولانا کے حوالہ فرماتے تھے ۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے آپکو مظاہر علوم کا پہلے عارضی طور پر صدر مدرس پھر حجاز مقدس پہنچ کر مستقل صدر مدرس و رئیس الاساتذہ بنا دیا تھا ، چنانچہ آپ آزادئ ہند تک عہدۂ صدارت پر متمکن رہے ، حیات محمود میں ایک جگہ پر ذکر کیا گیا ہے کہ آپ کے زمانۂ صدارت میں مدرسہ کے لئے انضباط تعلیم کا نقشہ ترتیب دیا گیا جس کا

مقصد یہ تھا کہ اساتذہ کی تعلیمی رفتار کا علم ہو سکے، ہر ماہ یہ نقشہ جات حضرت مولانا قدس سرہ کی خدمت میں پیش ہوتے تھے اور ان کو ملاحظہ فرما کر تعلیمی فروگزاشتوں پر اساتذہ کو متوجہ فرماتے اور متعینہ مقدار سے کم پڑھانے پر باز پرس فرماتے۔

۱۹۴۷ء رمضان المبارک کی تعطیل میں اپنے وطن کیمل پور تشریف لے گئے لیکن اسی دوران ملک تقسیم ہو گیا اور راستے مسدود ہو گئے جو جدھر تھا ادھر ہی رہ گیا لہذا آپ کا بھی سہارنپور واپس آنا دشوار ہو گیا تھا اسلئے آپ وہیں قیام پذیر ہو گئے، حضرت مولانا کی زمانۂ صدارت کی کل مدت ۲۳؍سال ہے اور مجموعی طور پر مظاہر علوم میں آپ کی خدمت کا عرصہ ۲۵؍سال ہے۔

نیز پاکستان میں بڑی تیزی کے ساتھ مدارس کا قیام عمل میں آیا اسلئے آپنے وہیں پر مختلف مدارس دین کی مخلصانہ خدمت انجام دی، خیر المدارس ملتان، دار العلوم ٹنڈو والہ حیدر آباد میں، جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک میں اہم مناصب پر متمکن ہو کر علوم وفنون کے دریا بہائے اور امت کے بے شمار نونہالوں کو فیضیاب کیا اور ۲۷؍شعبان ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۱؍دسمبر ۱۹۶۵ء پنڈی پاکستان میں یہ علم وعمل کا روشن مینارہ آسودۂ خاک ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون، آپ کے صاحبزادہ مولانا سعید الرحمٰن نے آپ کی مفصل سوانح تجلیات رحمانی کے نام سے لکھی۔

حدیث پر عمل کرو اور بزرگوں کے کلام کا ادب کرو

والد بزرگوار حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب نور اللہ مرقدہ بڑی محبت کیساتھ آپکا تذکرہ فرمایا کرتے تھے اور ان کا ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ

مولانا عبدالرحمٰن صاحب ترمذی شریف کا درس دے رہے تھے، سبق کے دوران وہ حدیث آئی جس میں اذان کی دعاء ہے اور اس میں رسول اللہ ﷺ کے حق میں دعاء وسیلہ کی گئی ہے، اس پر ایک طالب علم نے اعتراض کیا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو یہ مقام جتنی دعاؤں پر ملنا تھا انکی تعداد مکمل ہوچکی اسلئے اب مقام وسیلہ ملنے کیلئے دعاء کی ضرورت نہیں، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ حضرت کی کتاب سر آنکھوں پر اس کو پڑھ کر ایک طرف طاق میں رکھدینا اور عمل اس حدیث پر کرنا۔

حضرت مولانا زکریا قدوسی صاحب گنگوہیؒ

جناب حضرت مولانا زکریا صاحب قدوسی گنگوہیؒ نہایت ہی متقی، پرہیز گار، شیریں سخن، شیریں بیاں، کثیر المطالعہ، جامع الاوصاف والکمالات انسان تھے، گنگوہ کے باشندے اور جامعہ مظاہر علوم کے مدرس تھے، آپ کے تفصیلی حالات اس کتاب کی جلد اول میں گزر چکے، مظاہر علوم کی طرف سے مختلف علاقوں میں تقریر و بیان کیلئے تشریف لے جاتے تھے، آپکا بیان نہایت ہی اثر انگیز اور رقت آمیز ہوتا تھا، زبان میں بے حد رسیلا پن تھا، ہر شخص آپ کے بیان سے مکمل طور پر محظوظ ہوتا تھا، حضرت والد صاحبؒ بھی مظاہر علوم کی طالب علمی کے زمانہ میں آپ کیساتھ پروگرام میں تشریف لے جاتے تھے اس دور میں جو انکی صفات دیکھیں انکا حال والد صاحبؒ یوں بیان کیا کرتے تھے: ''کہ ایک مرتبہ جمعرات کی شام کو مولانا زکریا قدوسی صاحب کیساتھ پنجاب گاؤں برالہ انبالہ کے قریب

جانے کا اتفاق ہوا رات میں وہاں پر مولانا نے بیان فرمایا اور صبح واپس ہوئے، واپسی کے وقت ایک صاحب نے مدرسہ مظاہر علوم کیلئے دس کلومسور (دال) دی اور پانچ کلومسور حضرت مولانا کے واسطے بھی دی، میں نے دونوں کو دو علیحدہ علیحدہ کپڑوں میں باندھ لیا، سہارنپور پہونچ کر مدرسہ کیلئے دی گئی دس کلومسور مطبخ میں جمع کر دی اور حضرت مولانا والی پانچ کلومسور حضرت کے مکان پر دے دی، اگلے دن جب مولانا مدرسہ تشریف لائے تو مجھ سے پوچھا کہ مسور کا کیا کیا؟ میں نے بتلایا کہ دس کلو تو مطبخ میں جمع کر دی اور پانچ کلو والی آپ کے گھر دے آیا، تو اس پر حضرت نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور مجھ کو کہا کہ گھر سے مسور واپس لیکر آؤ، چنانچہ میں گھر گیا اور وہ پانچ کلومسور واپس لیکر آیا تو حضرت نے وہ بھی مطبخ میں جمع کرادی اور فرمایا کہ ہمیں کون ہدیہ دے ہے بھائی ہدیہ تو وہ ہے جو یہاں بیٹھے بٹھائے آئے، ہم لوگ مدرسہ کے کام سے گئے تو اس نے مدرسہ کو دی پھر اس نے خیال کیا کہ مولوی بھی للچار ہا ہوگا تھوڑی اسے بھی دیدو،، یہ تھی ہمارے اکابر کی احتیاط اور تقویٰ کی کیفیت، اللہ پاک ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

اس وقت مظاہر علوم کی جانب سے تقریر و خطابت کیلئے جانے والے تین چار حضرات تھے جن میں سے حضرت مولانا زکریا صاحب قدوسی، حضرت مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی اور حضرت مولانا ظریف احمد صاحب پور قاضوی اکثر و بیشتر تشریف لے جایا کرتے تھے، ان سب حضرات کا یہ معمول تھا کہ جب بھی کہیں بیان کے لئے تشریف لے جاتے تھے تو جو کچھ داعی کی طرف سے ملتا اس میں سے آمد ورفت کا کرایہ پورا کرنے کے بعد مابقیہ داعی کو واپس فرما دیتے یا اس سے اجازت

لیکر مدرسہ میں جمع کر دیا کرتے تھے، یہ ان حضرات کی انتہائی دیانت داری امانت داری کا ثبوت تھا، حالانکہ اس وقت مظاہر علوم میں تنخواہیں اقل قلیل تھیں اور بعض حضرات جیسے حضرت شیخ زکریاؒ بلا تنخواہ بھی پڑھاتے تھے پھر بھی عمدگی کے ساتھ گزر اوقات ہوتی تھی چونکہ ان کی نیتیں مخلصانہ تھیں اور مدرسہ کی رقومات سے تنخواہ لینے کو مجبوری اور ضرورت سمجھتے تھے نہ کہ مدرسہ کی ملازمت برائے تنخواہ یا عیش وآرام یا برائے حصول مال یا جاہ وعزت کرتے تھے، اس لئے اللہ پاک نے ان کو ظاہری وباطنی برکتوں سے نوازا تھا اور صبر وقناعت، خودداری اور عفاف وعفّت، امانت وتقویٰ، مدرسہ کے مال میں انتہائی درجہ احتیاط اور مدرسہ کے اوقات کو اللہ کی ایک امانت سمجھتے تھے، نہ مدرسہ کے اوقات کو اپنے ذاتی اوقات تصور کرتے تھے اور نہ مدرسہ کے اموال واشیاء کو اپنی ذاتی ملکیت اور جاگیر سمجھتے تھے، بلکہ خوف خدا کو مستحضر رکھ کر ایک ایک چیز کو اللہ کے یہاں حساب دینے کے تصور سے استعمال کرتے تھے، یہاں تک کہ اگر مدرسہ کا وقت کم لگا یا اپنے کسی کام میں لگا تو اتنے گھنٹوں کو ایام بناتے اور پھر اسی حساب سے اس کی تنخواہ کٹواتے۔

آج جبکہ ہماری نظریں دنیا پر اور دنیا داروں کی طرح عیش اور آرام کی طرف جارہی ہیں اور مدرسہ ہی سے اپنی تمام ضروریات کا انتظام اور تکفل کرنے کا خیال آنے لگا ہے تو پھر تنخواہوں میں برکتیں اوقات میں برکتیں اور قلوب میں راحتیں اور عندالناس عزتیں اور عنداللہ قبولیتیں اور آخرت میں مغفرت اور راحتوں کی امیدیں وابستہ رکھنا اور یہ سب چیزیں تلاش کرنا امرِ عجیب ہے، اللہ پاک ہمارے ظاہر وباطن کی اصلاح فرمائے اور ہمیں اپنے اکابر اور اسلاف کے نقوش

قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

حضرت شیخ الحدیث محمد زکریا قدس سرہ سے تعلق

یوں تو حضرت والد صاحبؒ نے مظاہر علوم کی تعلیم کے دوران تقریباً تمام ہی اکابر سے استفادہ کیا، مگر شیخؒ کی ذات گرامی ایک ایسی ہے کہ جن کی الفتوں، محبتوں، عنایتوں کے اسیر اوران کی محبت آمیز نظروں کے تیر سے گھائل اوران سے بے حساب عقیدت واحترام، محبت وعظمت کے جذبات اوران کی ذات میں فنا، ان کی خدمت میں بے حساب حاضری دینے کا سلسلہ عرصۂ دراز تک رہا، چونکہ حضرت والد صاحب کو دارالطلبہ قدیم کی مسجد کا امام بنایا گیا تھا، اس مناسبت سے تمام ہی اساتذہ آپ سے واقف تھے اور والد صاحبؒ بھی گاہ بگاہ حضرت شیخؒ کی مجلس میں جایا کرتے تھے ملاقات کا شرف حاصل کرتے تھے، بعد میں جب حضرت والد صاحبؒ پڑھنے کیلئے دارالعلوم دیوبند چلے گئے تو حضرت شیخؒ سے بیعت بھی ہو گئے تھے اور زندگی بھر آپ ہی کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف پر عامل رہے، اس کا تفصیلی تذکرہ انشاء اللہ العزیز مستقل باب کے تحت آئے گا کہ حضرت شیخؒ سے کس درجہ تعلق رہا اور کیا کیا عنایتیں حضرت شیخ کی آپ پر ہوئیں اور شیخ کی کن کن کرامات کا ظہور آپ کے گھر پر ہوا اور شیخؒ کی کن کن خدمات کا شرف حاصل کیا اور شیخؒ نے آپ بیتی میں کتنی جگہ آپ کا تذکرہ فرمایا نیز شیخؒ نے کون کون سے مکتوبات آپ کو ارسال فرمائے اور کیا کیا بشارتیں اور دعائیں دیں، یہ جملہ باتیں انشاء اللہ تعالیٰ

ایک مستقل عنوان کے تحت عنقریب قلم بند کی جائیں گی۔

حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ کی خدمت و تعلق

حضرت مفتی صاحبؒ سے آپ کو بچپن ہی سے تعلق تھا اور آخر دم تک رہا، جبکہ حضرت مفتی صاحب مظاہر علوم کے مایہ ناز استاذ تھے اور والد صاحبؒ وہاں ایک طالب علم کی حیثیت سے تھے، اس سلسلہ میں حضرت والد صاحبؒ نے بارہا اس طرح بیان کیا ''مظاہر علوم کی تعلیم کے دوران جناب حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کی تین سال مسلسل خدمت کا خوب موقعہ ملا، اس سے قبل حضرت مفتی صاحب کیساتھ لدھیانہ کا سفر ہوا تھا اور حضرت نے وہاں چھ ماہ قیام فرمایا تھا ان چھ ماہ میں بھی برابر خدمت کی سعادت میسر آئی تھی، اب جبکہ مظاہر علوم میں مستقل داخلہ لے لیا تھا تو آغاز تعلیم ہی سے حضرت کا ناشتہ اپنے کمرہ میں بنا کر آپ کی خدمت میں پہونچانے کا اہتمام رکھا اور یہ معمول دیر تک رہا، پھر جب کمرہ میں ناشتہ تیار کر کے آپ کے پاس لیجانے میں دقت محسوس ہونے لگی اور وقت کا حرج زیادہ ہونے لگا تو میں نے اپنی کوئلہ کی انگیٹھی مفتی صاحب کے کمرہ کے سامنے سہ دری میں رکھدی تھی پھر میں نے وہیں جا کر حضرت کیلئے ناشتہ بنا کر پیش کرنے کا معمول بنالیا تھا، چنانچہ تین سال تک یہی معمول رہا، حضرت مفتی صاحب کا یہ وہ زمانہ تھا جس میں حضرت کو مظاہر علوم سے ۱۸/روپیہ مشاہرہ ملتا تھا جس میں سے آپ پندرہ روپے ہر ماہ اہل خانہ کیلئے گنگوہ بھیج دیا کرتے تھے اور آپ یہ رقم اکثر وبیشتر میرے حوالہ فرمادیا کرتے تھے اور باقی تین روپے جن میں سے اڑھائی

روپے طعام کی قیمت کے طور پر مدرسہ میں جمع کردیا کرتے تھے مگر الحمد للہ تعالیٰ اس سب کے باوجود میں نے اپنے معمول میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور استاذ محترم کی خدمت کو اپنے لئے باعث صد افتخار وسعادت سمجھا''۔

مذکورہ بالا کلمات حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے خود ارشاد فرمائے تھے کہ زمانۂ طالب علمی میں حضرت مفتی صاحب کی خدمت کا خوب موقعہ ملا مگر حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمت کا یہ سلسلہ وہیں پر منقطع نہیں ہوگیا تھا بلکہ بعد میں بھی جب آپ مدرسہ اشرف العلوم میں ذمہ داری سنبھال چکے تھے اور درس وتدریس کا سلسلہ جاری تھا اس وقت آپ نے حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کیلئے بڑی محبتوں کا ثبوت دیا ہے ان کا اندازہ خطوط سے ہوسکتا ہے، بعض مشکل مواقع ایسے بھی آئے کہ اس میں آپنے حضرت مفتی صاحب کیلئے جانبازی وجانثاری کا ثبوت دیا اور اس طرح آپنے ایک شاگرد رشید ہونے کا حق ادا کیا، بعد میں بھی حضرت مفتی صاحب کیساتھ آپ کے گہرے تعلقات رہے جن پر بہت سے خطوط دلالت کرتے ہیں، جنکو علیحدہ طور پر مکتوبات فقیہ الامت کے نام سے شائع کردیا گیا ہے، نمونے کے طور پر ان کا ایک معتد بہ حصہ یہاں شامل کیا جارہا ہے تاکہ حیات شریف پڑھنے والے بھی ان سے مستفیض ہوسکیں۔

مکتوبات

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ

(۱) حسب قرارداد آپ نے دورہ کیا ہوگا

عزیزم قاری شریف احمد صاحب سلمکم اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بفضلہٖ تعالیٰ میں خیریت سے ہوں، آپکا خط ملا، آج یہاں بخاری شریف ختم ہوگئی، کل جمعرات کو حضرت ناظم صاحب کی ہمرکابی میں میرٹھ کے ایک گاؤں میں جانا ہے، پھر واپسی کے بعد منگل کو شام کے موٹر سے گنگوہ حاضری کا قصداور بدھ جمعرات کو امتحان ہوگا، پھر جمعہ کو انشاء اللہ تعالیٰ سہارنپور واپسی ہوگی، ہمارے مکان پر بھی اطلاع کرادینا، اگر عزیزم قاضی محمد تحسین ہوں تو انکو بھی اطلاع کردینا، امید ہے کہ حسب قرارداد اس ہفتہ میں آپ نے دورہ کیا ہوگا، سب حضرات کی خدمت میں سلام مسنون دعا کی درخواست، فقط والسلام۔ احقر محمود حسن گنگوہی غفرلہ

(۲) اللہ تعالیٰ ہر قسم کے خلفشار سے محفوظ رکھے

مکرم محترم جناب قاری صاحب مدفیضہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ خیریت سے ہوں، پچھلے دنوں کچھ کھانسی نزلہ کی شکایت ہوگئی تھی، وہ رفع ہوگئی فالحمد للہ علی ذلک، گرامی نامہ ملا، آپ کی علالت، کمزوری،

پریشانی کا حال پڑھکر قلق ہوا، حق تعالیٰ صحت دے، سکون دے، خدمت دین میں ترقی دے، رقم حقیر کیلئے آپ سوچ میں نہ پڑیں، کوئی فکر کی بات نہیں، جس طرح آپ چاہیں مجھے عذر نہیں، مدرسہ کے سلسلہ میں اگر خط سے کام چل سکتا ہوتو خط سے مشورہ کرلیں، ورنہ وہاں قرب وجوار میں کسی بھی صائب الرائے صاحب سے مشورہ کرسکتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ہر قسم کے خلفشار سے محفوظ رکھے، والسلام۔ احقر محمود عفی عنہ

مدرسہ جامع العلوم کانپور

(۳) انشاء اللہ تعالیٰ ہر پریشانی کے بادل چھٹ جائینگے

مکرم محترم زید احترامہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ ملا، آپکی پریشانی سے قلق ہے، حق تعالیٰ سکون دے، حالات[1] کو سازگار کرے، بار قرض سے سبکدوش فرمائے، نقصان سے بچائے "یاحی یا قیوم برحمتك استغیث اصلح لی شانی کله ولا تکلنی الی نفسی طرفة عین" کا ورد کثرت سے کریں، انشاء اللہ تعالیٰ ہر پریشانی کے بادل چھٹ جائینگے، والسلام۔ احقر محمود عفی عنہ

مدرسہ جامع العلوم کانپور ۳/۱/۱۳۸۳ھ

---

[1] مدرسہ کے معاملات میں مخالفت کا کوئی معاملہ ہوگا جو ہوتا رہتا تھا حاسدین اور مفسدین کو مدرسہ اور اسکی ترقی برداشت نہیں تھی، اسلئے مسلسل رکاوٹیں اور قسم قسم کی نازیبا حرکتیں کرتے تھے، مگر باری تعالیٰ نے سب سے حفاظت فرمائی اور مدرسہ کو عروج بخشا فلله الحمد۔

(۴) آپ کو پورا اختیار ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں

مکرم محترم جناب قاری صاحب مدفیضہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ صادر ہوا، الحمدللہ یہاں پر سب طرح خیریت ہے، مدرسہ میں اسباق شروع ہو چکے ہیں، ۱۵ ر شوال تک داخلہ وغیرہ سے فراغت ہو کر باضابطہ تعلیم جاری ہے، حضرت شیخ دامت برکاتہم نے خود ہی اپنا نظام تو تحریر فرما دیا ہے، ساتھ ہی اس ناکارہ کو دہلی حاضری سے منع بھی فرما دیا ہے کہ اسباق کا حرج ہوگا، اسلئے اب دہلی حاضری کا قصد نہیں، قاضی محمد تحسین صاحب سے آپ ملاقات کرلیں، جب وہ آپکو عنایت فرما دیں تو آپکو اختیار ہے کہ مسجد محلّہ میں صرف کردیں یا جہاں دل چاہے، خواہ مدرسہ میں خواہ اپنے ذاتی مکان میں، خواہ دوکان میں خواہ قرض میں، غرض آپ کو پورا اختیار ہے، مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا، والسلام۔ احقر محمود عفی عنہ

مدرسہ جامع العلوم پٹکا پور کانپور ۲۴/۱۰/۸۳ھ

(۵) ذکر اللہ شروع کرنے پر مسرت کا اظہار

مکرم محترم زید احترامہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ یہاں پر خیریت ہے، محبت نامہ ملا کیفیتِ واپسی معلوم ہوئی، ذکر شروع کرنے سے بہت بہت مسرت ہوئی، حق تعالیٰ اخلاص، استقامت اور اس کے ثمرات

سے نوازے، پرسوں یکشنبہ ۲۴/ربیع الثانی ۱۳۸۳ھ کو مدیر نظام کی شادی تجویز ہے، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے، مدرسہ میں ابھی کوئی مدرس نہیں مل سکے[1]، آج کل یہاں بارشیں خوب ہورہی ہیں، شب میں سخت گرمی ہوتی ہے، خدائے پاک آپکو مع متعلقین بہمہ وجوہ عافیت سے رکھے، والسلام۔ نظام کا تصوف نمبر شائع ہوگیا ہے۔

احقر محمود عفی عنہ

مدرسہ جامع العلوم کانپور ۲۳/۴/۱۳۸۳ھ جمعہ

(۶) مقاصد میں کامیابی کیلئے اوراد کی تلقین

مکرم محترم زیدت مکارمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ بعافیت ہوں مدت دراز کے بعد گرامی نامہ باعث یاد آوری ہوا، شکریہ ان مسماۃ کا جن کے اصرار پر آپ نے خط لکھا، اللہ پاک انکے مقصد میں کامیابی دے، **یا مقلب القلوب والأبصار یاخالق اللیل والنھار یاعزیز یالطیف یاغفار** بعد نماز عشاء ۲۰۰/دفعہ پڑھنے کیلئے بتادیجئے دونوں کو، اول وآخر درود شریف ۷/دفعہ، تعویذ تو کارڈ میں نہیں آسکتا، اس سے قبل بھی آپ نے غالباً صاحبزادہ بلند اقبال کیلئے منگایا تھا تو میں نے عرض کیا تھا کہ کارڈ میں کیسے بھیجوں، آپ نے خط

---

[1] اس سے حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی اس بے پناہ محبت واعتماد کا اندازہ ہوتا ہے جو حضرت والد ماجدؒ کے ساتھ قائم تھا اور کیوں نہ ہوتا جبکہ وہ جانثار شاگرد اور معتمد علیہ شخص تھے۔

میں تکلیفوں کا ذکر فرما کر گذشتہ زمانہ یاد دلا دیا، حق تعالیٰ آپ کو ہمیشہ شاد رکھے اور پریشانیوں سے نجات دے، والد صاحب کو صحت عطا فرمائے اور جمیع مقاصد میں کامیاب فرمائے والسلام۔

احقر محمود عفی عنہ

مدرسہ جامع العلوم پٹکا پور کانپور ۱۸/۷/۷۷ھ

(۷) قبر کی ضرورت وفکر کسی کو نہیں

محترمی جناب قاری صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابھی گرامی نامہ ملا، مسجد کا فرش پورا ہونے سے مسرت ہوئی، الحمدللہ و جزاکم اللہ، تعمیر بھی مرض متعدی ہے اسلئے بڑھتا اور دوسروں کو لگتا رہتا ہے، مسجد کی معمولی چھت کی تبدیلی سے یہ مرض شروع ہوا پھر توسیع کی ضرورت ہے، پڑوسی کے مکان کا کچھ حصہ لینے کی ضرورت ہوئی، اندرونی دیوار توڑنے اور صحن، محراب اور دروں کے بدلنے کی ضرورت ہوئی، نئے در بنانے کی ضرورت ہوئی، فرش نیا بنوانے کی ضرورت ہوئی، ادھر رقم ختم ہوگئی مگر زینہ، غسل خانہ، دروازہ (وغیرہ) کی ضروریات (غیر متناہی) باقی ہیں ''کارِ دنیا کسے تمام نکرد'' آگے بڑھ کے مکان کے اندر لنٹر کی ضرورت ہوئی، الماری کی ضرورت ہوئی، ادھر قاضی صاحب کو برآمدہ کی ضرورت ہوئی، مگر قبر کی ضرورت کسی کو نہیں کہ وہاں کی بھی کچھ فکر کر لی جائے، یہ ممکن ہے کہ قبر پر قبہ کی ضرورت بھی پیش آئے انا للہ۔

بہرحال کسی نہ کسی طرح مبلغ پانچ سو کی رقم مفتی یحییٰ صاحب کے پاس جمع

کرنے کی کوشش کروں گا والأمر بیداللہ آئندہ کام جاری نہ رکھیں، آپ کو شاید اندازہ نہیں کہ کس طرح یہاں سے جمعرات کو نکل کر جانا ہوتا ہے اور وہاں کی مشغولی ہوتی ہے، آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ہر ہفتہ تفریح کیلئے جاتا ہے، جیسے مظفر نگر، میرٹھ، سہارنپور وغیرہ ہفتہ وار بعض آدمی چھ روز کا تکان اتارنے کیلئے جایا کرتے ہیں، اسلئے یہاں بھی آجائے تو کیا مضائقہ ہے، علاوہ ازیں وہاں پہونچنے پر جو ضروریات پیدا ہوں گی اور سامنے آئیں گی انکا بھی اندازہ آپ کو نہیں اور نہ یہ اندازہ کہ ان ضروریات سے عہدہ برا ہونے کیلئے کیا صورت اختیار کی جائیگی، اپنے اہل خانہ اور نمازیان مسجد کو سلام مسنون۔

احقر محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند
۲/۲۹/۱۳۸۸ھ

(۸) اصل چیز یقین کی پختگی ہے

مکرم محترم زیدت مکارمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا جب جواب لکھنے کا ارادہ کیا آپ کے تجویز کردہ احباب نے اصل خط کہیں غائب کر دیا ہر چند تلاش کیا نہ ملا (اس سے پہلا خط بھی ملا تھا اس کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی قصہ پیش آیا تھا) آج ارادہ کر کے جواب لکھنے بیٹھ گیا تو اچانک خط سامنے لا کر رکھدیا، آپ کے بیگ اور کسٹم کے سامان کا حال اس سے پہلے معلوم نہیں تھا معلوم ہو کر قلق ہوا، بتانے والے بتا بھی دیتے ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ وہ سچے ہی ہوں، میرے احباب کا عام حال یہی ہے کہ صدق اقل ہے کذب اکثر،

ممکن ہے کہ آپ کے احباب کا حال اس سے مختلف ہو، تازہ وضو کر کے اول دو رکعت بہ نیت توبہ پڑھیں۔

اول رکعت میں والضحی دوسری میں الم نشرح پھر درود شریف ۱۱؍ بار پھر یاحفیظ ۱۱۹؍ بار پھر سورۂ لقمان کی آیت یابنی انها ان تك سے خبیر تک ۱۱۹؍ بار پھر درود شریف ۱۱؍ بار پڑھ کر دعا کریں اپنی فرصت اور یکسوئی کا وقت اس کیلئے تجویز کرلیں اگر اخیر شب ہو تو بہتر ہے ورنہ بعد عشاء یا بعد مغرب یا اشراق کے وقت پڑھا کریں اور کسی سے تذکرہ نہ کریں، حق تعالی مقصد میں کامیاب فرمائے، الجھن سے قلب کو فارغ کرلیں، اگر کوئی چیز آپ کے مقدر کی ہے تو وہ آپ سے بچ کر جا نہیں سکتی اگر مقدر کی نہیں تو وہ آ نہیں سکتی، اصل چیز یقین کی پختگی ہے اور یہ کہ ہمارے خالق کو ہم پر ہم سے زیادہ شفقت ہے وہ جو کچھ کرتا ہے اس میں اس سے کہیں زیادہ خیر ہے جو ہم خود اپنے لئے تجویز کریں، آخر حکیم کی تجویز کو اپنی تجویز کے مقابلہ میں اختیار کرنا مسلمہ مسئلہ ہے پھر وہ تو حکیم علی الاطلاق ہے جسکی تجویز میں خطا کا احتمال ہی نہیں، یہ چیز اگر حاصل ہو جائے تو بہت سکون ہو اور مخلوق پر شفقت ہی شفقت ہو، مولانا غلام یزدانی صاحب کا خط آیا ہے آپ حضرات کی خیریت دریافت کی ہے، آج کل ششماہی امتحان ہو رہا ہے، مولوی منظور احمد صاحب کی طرف سے سلام مسنون، فقط والسلام۔

احقر محمود عفی عنہ

مدرسہ جامع العلوم کانپور ۳/۵/۱۳۸۱ھ

(۹) ذکر اللہ کے باوجود دلجمعی نہ ہونا

مکرم محترم جناب قاری صاحب مدفیضہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ خیریت سے ہوں گرامی نامہ کاشف احوال ہوا، مدیر نظام سے آج کل ملاقات کم ہوتی ہے ان تک ہر ایک کی رسائی نہیں ہو پاتی، تاہم آپ کی مبارکباد پہونچادی گئی، ربیع الثانی اور جمادی الاولی کی برکتیں واقعی قابل رشک ہیں اللہ پاک نے آپ کو نوازا اسکا شکر ہے، ذکر کیساتھ الجھن کا رہنا، دلجمعی کا حاصل نہ ہونا، اسبابِ غامضہ[۱] کی بنا پر ہے ورنہ ذکر اللہ کا موجبِ اطمینان قلوب ہونا تو نص قطعی سے ثابت ہے، گل بنفشہ زکام میں مفید ہے لیکن اگر بد پرہیزی بھی ہو تو اثر نہیں ہوتا، دوسرے مکان کیلئے وسعت نہ ہونیکی صورت میں یہ کیا ضروری ہے کہ اپنا مملوک اور جدید ہی ہو، کرایہ کا پرانا بھی تو ہوسکتا ہے، نزاع کا رفع کرنا اور تالیف قلب لامحالہ ضروری ہے مگر اس کا انحصار نئے مملوک مکان میں سمجھنا غلط ہے، مولوی قمر الدین صاحب مولوی منظور صاحب اور حاضرین کی طرف سے آپ کو اور حاضرین مجلس کو سلام مسنون۔ دُم مع السرور والعافیة فقط فی امان اللہ[۲]

احقر محمود عفی عنہ

مدرسہ جامع العلوم پٹکاپور کانپور ۴/۶/۱۳۸۳ھ[۳]

---

[۱] اس خط میں یہ مضمون اہم ہے کہ ذکر اللہ کے باوجود اگر اطمینان ودلجمعی نہ ہوتو اس کے اسباب وجوہات دوسری اشیاء ہوں گی جن کا ازالہ ضروری ہوگا تب اطمینان حاصل ہوگا۔ [۲] ترجمہ: بس آپ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی امان میں سرور وعافیت کے ساتھ رہیں۔ [۳] معلوم نہیں کیا معاملہ ہوگا، مدرسہ کے سلسلہ میں مختلف النوع مشکلات سامنے آتی رہتی تھیں، اس قسم کی کوئی بات ہوگی واللہ اعلم۔

(۱۰) فجر کی سنت و فرض کے درمیان اعمال برائے نجات

مکرم محترم جناب قاری صاحب مدت فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ بخیریت ہوں، دیر بعد گرامی نامہ صادر ہوا، تعمیر سے فراغت ہوگئی فالحمدللہ، حاجی قدیر بخش صاحب محلّہ کرنیل گنج چھپائی والی گلی کانپور پتہ کافی ہے، معاملۂ مکتوبہ سے تشویش ہوئی فجر کی سنت اور فرض کے درمیان الحمد شریف مع بسم اللہ ۴۱/ دفعہ اول وآخر درود شریف ۱۱/ دفعہ پڑھا کریں، اللہ پاک نصرت فرمائے اور پریشانی سے نجات دے، ایک مسماۃ جنکا نام خالہ جنت ہے جو کہ میری والدہ صاحبہ مرحومہ سے بہت محبت کرنے والی ہیں، اب تقریباً بالکل معذور ہوگئی ہیں حکیم عبداللہ صاحب کے مکان پر رہتی ہیں، انکے لئے یہ منی آرڈر ہے، آپ تکلیف کر کے انکو پہونچادیں، احسان ہوگا والسلام، مولوی منظور صاحب بخیریت ہیں، سلام کہتے ہیں۔

احقر محمود عفی عنہ

مدرسہ جامع العلوم کانپور ۲۲/ ۶/ ۱۳۸۲ھ

(۱۱) اللہ پاک ذکر کی مداومت کو بارآور کرے

مکرمی قاری صاحب دام فیضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کئی روز ہوئے آپ کا خط آیا، میں چند روز سے بخار، سعال، زکام میں مبتلا ہوں، اسلئے جواب نہیں لکھ سکا، اب دوسرے کے قلم سے لکھوا رہا ہوں اللہ پاک ذکر کی

مداومت کو بارآور کرے اور قبول فرمائے، پریشانیوں سے نجات دے، استغفار کی کثرت پریشانی سے نجات کا بہت بڑا ذریعہ ہے، مولانا روم فرماتے ہیں:

غم چوں بینی زود استغفار کن

مولوی قمر الدین صاحب کو آپکے خط کی اطلاع کردی ہے، گنگوہ حاضری کے متعلق ابھی تاریخ کی تعیین نہیں کرسکتا، والسلام۔ احقر محمود غفرلہ

مدرسہ جامع العلوم کانپور

(۱۲) آپ کے عربی پڑھانے سے مسرت ہوئی

مکرم محترم مدت فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ خیریت سے ہوں، مدت کے بعد گرامی نامہ موصول ہوکر کاشف حالات ہوا، میرے پاس آج کل حمد باری، اوجز السیر، مفید الطالبین، قدوری، کنز، شرح نقایہ، حماسہ بس یہ ہے، اسباق ہورہے ہیں بقیہ کام فتاوی، تبلیغ، کتب خانہ، نظمِ نظام، اکل وشرب، نوم کا ہے، یہ معلوم ہوکر مسرت ہوئی کہ آپ نے عربی اسباق [1] پڑھائے اور اب بھی دو سبق ہیں اور آپ کا بیشتر وقت تدریس میں صرف ہوا، یہاں برسات کا یہ حال ہے کہ ایک یا دو بارشیں ہوئی ہیں اور بس، اللہ پاک فضل فرمائے حکیم عبداللہ صاحبؒ کے انتقال کی خبر معلوم ہوکر قلق ہوا حق تعالی جنت الفردوس عطا فرمائے

---

[1] حضرت والد صاحبؒ نظامت واہتمام کے ساتھ اجراء قرآن کریم اور گلستاں، بوستاں، نفحۃ الیمن، نفحۃ العرب، مفید الطالبین وغیرہ کے ساتھ دیگر کتب بھی پڑھایا کرتے تھے آپ کا درس بہترین تربیت بھی ہوتا تھا، آپکے درسِ بوستاں میں بہت سوز وگداز تھا اور عشق الٰہی پورا جلوہ گر ہوتا تھا۔

اور پسماندگان کو صبر جمیل دے، آج کے خط سے شاہ ظریف حسین صاحب کا انتقال بھی معلوم ہوا، حق تعالیٰ مغفرت فرمائے، والسلام علیکم و علی من لدیکم ۔

احقر محمود عفی عنہ

مدرسہ جامع العلوم کانپور ۲۷/۳/۱۳۸۵ھ

(۱۳) ہمت سے کام لینا چاہئے نصرت غیبی شامل ہوگی

مکرم محترم زیدت مکارمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ ملا حالات معلوم ہوئے ایک کمرہ تیار ہوگیا غنیمت ہے بقیہ جب منظور الٰہی ہوگا وہ بھی تیار ہوجائے گا، جبکہ روپیہ موجود نہیں تو رہنے دیجئے کیوں پریشان ہوتے ہیں اللہ کا کام ہے وہ کفیل ہے، بہرحال ہمت سے کام لینا چاہئے نصرت غیبی شامل ہوگی دعا والتجاء ضروری ہے، میرا مطالبہ اگر سردست پورا کرنے کی صورت نہیں تو اس میں توسع ممکن ہے، غالباً آپ نے ذکر پر پابندی نہیں کی اس پر پابندی کیجئے، نیز حزب اعظم کا ورد ضرور رکھئے اگر خدانخواستہ حالات ایسے ہوجائیں کہ چھوڑنا ہی پڑے تو پہلے وہاں کا انتظام مکمل کردیں اور ایک خط یہاں لکھدیں، امید ہیکہ اللہ تعالیٰ بہتر صورت پیدا فرمائیں گے، اللہ پاک کیساتھ حسنِ ظن اور اعتماد لازم ہے، میں ہر حال دعا گو ہوں اور ہر خدمت کیلئے آمادہ، مولانا منظور صاحب کی طرف سے سلام مسنون ۔

احقر محمود عفی عنہ

مدرسہ جامع العلوم کانپور

(۱۴) ایک مزاحیانہ مکتوب [1]

مکرم محترمی جناب قاری صاحب زیدت مکارمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ میں سفر سے بعافیت واپس آ گیا آپکا پرچہ ملا تھا جس میں آپنے میری سعی اخفاء سفر میں ناکامی اور اپنی سعی دریافت میں کامیابی پر مسرت کا اظہار کیا تھا اسوقت پرچہ پڑھکر کچھ جواب بے اختیار قلب میں آیا تھا اس کو بے تکلف لکھتا ہوں، میں آپ سے چھپ کر خواہ کوئی کام کروں اور کسی جگہ کروں مگر آپ معلوم کر ہی لیتے ہیں اور آپ کے مؤکل آپ کو بتا ہی دیتے ہیں اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ آپ تکوینی طور پر قدرت کی طرف سے مامور ہیں اور قدرت کو آپ کے ذریعہ سے میرے مخفی امور کی اشاعت اور پردہ دری منظور ہے اس لئے آپ اپنی سعی میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور میں ناکام رہتا ہوں، والسلام۔

احقر محمود عفی عنہ

مدرسہ جامع العلوم کانپور ۲/۲۸/ ۱۳۸۰ھ

(۱۵) آپکی تشویش باعث قلق ہے

مکرم محترم جناب قاری صاحب زید احترامہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا ایک خط میرے خط کے جواب میں ملا، جہاں اس بات سے قلق ہوا کہ میرے مؤکل آپ کو بتا دیتے اور مجھ سے منافقت کا برتاؤ کرتے ہیں وہیں اس بات سے

---

[1] یہ مکتوب دونوں حضرات استاذ وشاگرد کے مابین بے تکلفانہ تعلقات اور محبت وخلوص کا ثبوت ہے۔

مسرت بھی ہوئی کہ آپ اور آپ کے مؤکل مرض نفاق سے بالکل پاک صاف ہیں، آپ کی تشویش باعث قلق ہے، میرے پاس آنے سے اگر سکون کی توقع ہوتو علی الرأس والعین، لیکن اگر ایسا ہوتا تو بُعد ہی کی نوبت کیوں آتی، تاہم جیسے آپ کی مصلحت ہو، آپ نے سفرِ حجاز کا مصمم ارادہ کرلیا ہے یا نہیں اگر نہ کیا ہوتو ضرور کرلیں، والسلام۔

احقر محمود عفی عنہ

مدرسہ جامع العلوم پٹکاپور کانپور ۳/۲۰/ ۱۳۸۰ھ

(۱۶) ارادۂ حج مبارک ہو

مکرمی محترمی زید احترامہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ خیریت سے ہوں (۱) شامی کی قیمت یکصد روپیہ ہے، کاغذ کمزور ہے، پیوند کار ہے مگر صحیح ہے (۲) دیوبند میں مستقل ادارہ اس کیلئے قائم ہوا ہے اور متعدد کتب اس سلسلہ میں شائع بھی ہوئی ہیں، امید ہے کہ وہ ادارہ اب بھی ہوگا، نیز حکیم صاحب مستقل اہل قلم ہیں، بندہ ناکارہ تو اس کا اہل نہیں، لکھنے کا سلیقہ ہی نہیں (۳) ارادۂ حج مبارک ہو جس قدر کمی ہے، حق تعالیٰ غیب سے مدد فرمائے اور ہر قسم کی الجھنوں کو دور کرے، حج مبرور نصیب فرمائے، میرے پاس تو سردست کوئی انتظام نہیں مگر اسکا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے، مانگنے والا مانگتا رہے، آپ بھی دعا کرتے رہیں، میں بھی دعا کرتا ہوں، امید تو ہے کہ شعبان میں حاضری کا موقعہ ملے گا والأمر بيد الله تعالیٰ والسلام۔

احقر محمود عفی عنہ

مدرسہ جامع العلوم کانپور ۶/۱۸/ ۱۳۸۰ھ

(۱۷) مدرسہ کی ترقی سے مسرت ہوئی

مکرم محترم زیدت مکارمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ صادر ہوا، مدرسہ کی ترقی سے مسرت ہوئی، ذیقعدہ کے عشرۂ اولیٰ میں جس روز دل چاہے، تشریف ارزانی فرمائیں، والسلام۔

احقر محمود عفی عنہ
۲۸/۱۰/ ۱۳۸۱ھ

(۱۸) اپنی پریشانی کیلئے نماز و دعاء کا اہتمام کریں

مکرم محترم جناب قاری صاحب مدفیضہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا، آپ کی پریشانی سے قلق ہے مگر یہ پریشانی آپکی خود خرید کردہ ہے، آپ نے پیسے دے کر مول لی ہے، اب اس سے اُکتا رہے ہیں، حق تعالیٰ اس دلدل سے آپ کو باحسن وجوہ نجات دے اور خدمت دین پر لگائے، میرے پاس اگر ایسا تعویذ ہوتا کہ اس سے موذیوں کی ایذا سے چھٹکارہ مل سکتا تو میں ضرور آپکی خدمت میں پیش کر دیتا اور خود اپنے لئے بھی حفاظت کا کام لیتا، دعا میں کوئی انکار نہیں، جس بات کو آپ دریافت کر رہے ہیں، اس کا طریقہ یہ ہے کہ شب جمعہ میں بعد نماز عشاء تنہائی میں تازہ وضو سے دو رکعت نماز پڑھیں۔

پہلی رکعت میں بعد سورہ فاتحہ کے سورۂ انعام پڑھیں، جب سورۃ ختم ہو جائے تو دوبارہ اسی سورۃ کو شروع کر دیں اور و کنتم عن آیاته تستکبرون

پر پہونچ کر رکوع کر دیں، پھر دوسری رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ کے لقد جئتمونا فرادیٰ سے ختم سورۃ تک پڑھکر رکوع سجدہ کر کے نماز ختم کر دیں اور پھر درود شریف ایک ہزار دفعہ پڑھکر اپنی ضرورت کیلئے خوب تضرع سے دعا کریں ہر شب جمعہ میں کریں، حق تعالی کامیاب فرمائے، والسلام۔

احقر محمود غفرلہ

(۱۹) آپکے مشورہ کی اکابر کے یہاں بہت قدر و منزلت ہے

محترمی قاری صاحب مدفیضہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محبت نامہ ملا اپنی حماقت اور جہالت پر آپ کو تعجب وافسوس ہوا کیونکہ غالباً آپ کے نزدیک یہ نئی بات اور پہلا موقعہ ہے اگر ایسا ہے تو واقعتاً تعجب وافسوس ہونا چاہیئے مگر کچھ مضائقہ نہیں بتقاضائے بشریت، سہارنپور کے حالات کا علم ہوا ایک اخبار میں بھی آیا تھا، یہاں کے ایک اخبار میں مراسلہ آیا تھا اسمیں نام بھی درج تھا کہ ایک استاد صاحب کی سرپرستی میں مدرسہ قائم ہوا ہے، آپ نے مدرسہ کا نام مظہر العلوم لکھا ہے، مگر ایک دوسرے خط میں اس کا نام کنز العلوم[1] ہے آپ کا یہ خیال کہ اکابر تک آپ کی

---

[1] کنز العلوم کے تعلق سے حیات اسعد میں حضرت مولانا نسیم احمد صاحب غازی دامت برکاتہم شیخ الحدیث جامع الہدی مرادآباد و سابق مدرس جامعہ اشرف العلوم رشیدی لکھتے ہیں کچھ لوگوں نے جامعہ مظاہر علوم کے مقابلہ میں جامعہ کنز العلوم کھولا اور چند ماہ وہیں سے اشتہارات وخرافات شائع کر کے مظاہر علوم کو بدنام کرنے اور نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے رہے، بالآخر ''نہ رہا بانس اور نہ بجی بانسری'' اللہ پاک نے سبھی کا نام ونشان ختم کر دیا وھو القاھر فوق عبادہ: (بقیہ آئندہ صفحہ)

پہونچ نہیں ہے اور آپ اس قسم کا کوئی مشورہ نہیں دے سکتے مجھے ہرگز تسلیم نہیں، ممکن ہے کہ کوئی اور تسلیم کرے میں تو سمجھتا ہوں کہ آپ کی پوری پہونچ ہے اور آپکے مشورہ کی اکابر کے یہاں بہت قدر ومنزلت ہے، البتہ میرا حال یہ ضرور ہے کہ پہونچ نہیں، مولانا قمر الدین صاحب اور مولانا منظور صاحب سلام کہتے ہیں مولانا نصیر صاحب شاید گنگوہ بھی پہونچیں بقرعید وہ سہارنپور کریں گے اسکے بعد گنگوہ کا نمبر ہے، والسلام۔

احقر محمود عفی عنہ

۱۲/۸/۱۳۸۲ھ جمعہ

حباب اپنی خودی سے بس یہی کہتا ہوا گزرا بگولہ تھا ہوا نے ایک گرہ دیدی تھی پانی میں

یہ چند سطور ضرورۃً لکھدی گئی ہیں ورنہ اس حادثہ کی تفصیلات، شرپسندوں کی مسلسل زیادتیاں بد سے بدتر حرکتیں اور حق تعالیٰ کی قدم قدم پر اربابِ مدرسہ کی نصرتیں ایک مستقل ضخیم کتاب کا تقاضا کرتی ہیں لیکن:

کوئی روداد بھی دل پر مرے تحریر نہیں ذہن میں اب کوئی نقشہ کوئی تصویر نہیں

اسٹرائک ملعون قوموں کا طریق کار ہے، اسی لئے اکابرِ ملت نے اس کو موجبِ لعنت خیال کیا ہے جو طلبہ اس حرکت کے مرتکب ہوتے ہیں ان کا مستقبل خراب ہوجاتا ہے، ان سے کوئی مفید کام اور دینی خدمت نہیں ہوپاتی، حضرت شیخؒ مذکورہ بددعا اسی لئے فرماتے اور ہر مجلس میں فرماتے بلکہ بعض بعض مجلسوں میں ان کلمات کا اعادہ بار بار فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ اسٹرائک شیطانی گناہ ہے، جس کا منشاء تکبر ہے، جو نا قابلِ معافی ہے، جس نے کبھی اسٹرائک میں حصہ لیا ہو اگرچہ وہ تائب ہوگیا ہو وہ ہرگز مجھ سے بیعت نہ ہو اگر ایسا آدمی کوئی مجھ سے بیعت ہوا ہو تو اس کی بیعت فسخ ہے مجھ سے اس کو فیض نہیں ہوسکتا، نیز فرماتے ہیں کہ اپنے ذاتی حقوق معاف کرتا ہوں، مگر جس نے مدرسہ کو نقصان پہنچایا اس کو معاف نہیں کرسکتا کیونکہ میں مدرسہ کا مالک نہیں ہوں، یہ پوری امت کی امانت ہے وغیرہ وغیرہ دل ہلا دینے والے کلمات ارشاد فرماتے تھے، حق تعالیٰ اپنے اولیاء کی عداوت، حق کی مخالفت اور ہر سرکشی وگناہ سے پوری امت کی خصوصاً علماء اور طلباء کی حفاظت فرمائے آمین۔ حجۃ الاسلام حضرت اقدس مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور غیبت وبدگوئی وغیرہ سے انتہائی محتاط تھے کہ کوئی نازیبا بات کہنا تو درکنار سننا بھی گوارا نہ تھا لیکن اسٹرائکی سورماؤں کیلئے ان کے بعض خطوط میں ایسے کلمات تھے جو اور لوگوں کے نزدیک تو بہت ہی احتیاط کے تھے اور واقعی ایسے ہی تھے لیکن حضرت والاؒ کے مزاج کو جاننے والے حضرات کے نزدیک وہ کلمات شدید تکلیف اور انتہائی کرب وبے چینی کے ترجمان ہوتے تھے، حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے ان دونوں آفتاب وماہتاب کے ذریعہ اس حادثہ اور دیگر حوادث کی تاریکیوں کو جامعہ مظاہر علوم سے دور فرما کر اس گلستان حق کی فضاؤں کو پرنور اور انوار سے معمور فرمایا: فللہ الحمد۔ (ماخوذ از حیاتِ اسعد ص ۲۳۷)۔

(۲۰)مدرسہ میں دورۂ حدیث شریف کی شروعات میری پرانی تمنا ہے

مکرم محترم الحاج قاری شریف احمد صاحب ناظم مدرسہ اشرف العلوم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ باعث یادآوری اور موجب مسرت ہوا، اس میں جناب نے اپنے پرانے لگاؤ کے تحت جو مشورہ دیا ہے اس سے تو بہت ہی خوشی ہوئی مگر مشورہ بہت مجمل ہے جو صاف سمجھ میں نہیں آیا، امید کہ وقتِ ملاقات اسکی وضاحت ہوجائیگی، اللہ پاک آپکو جزائے خیر دے، آپکے مدرسہ میں دورۂ حدیث پاک شروع ہوگیا یہ یقیناً میری پرانی تمنا ہے، جیسا کہ آپ نے بھی لکھا ہے، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے، قبول فرمائے۔

عزیز مولوی خالد سلمہ نے دورہ پڑھ لیا اس پر آپکو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں، خدائے تعالیٰ علوم نافعہ، اخلاق فاضلہ، اعمال صالحہ سے نوازے، ان کیلئے دوبارہ دارالعلوم میں دورہ پڑھنا تجویز فرما رہے ہیں اسکو بھی حق تعالیٰ نافع فرمائے مضرتوں سے محفوظ رکھے، میں نے یہاں آپکے مدرسہ کیلئے بھی بعض متعارفین سے کہا ہے بلکہ نام اور پورا پتہ لکھوادیا ہے، اللہ تعالیٰ مثمر فرمائے، فقط والسلام۔

املاہ العبد محمود غفرلہ

۹ر شوال ۱۴۰۵ھ

(۲۱) گنگوہ میں دینی فضاء کے قیام کی تمنا

مکرم ومحترم جناب قاری صاحب مدفیضہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ صادر ہوا، اجتماع قابل مبارک باد ہے، خدائے پاک اصول کی پابندی اور اخلاص واستقامت عطا فرمائے اور مکارہ سے محفوظ رکھے، حضرات نظام الدین کی تشریف آوری کی خبر سے بہت بہت مسرت ہوئی، کیا بعید ہے کہ گنگوہ کی بنجر زمین میں بھی کچھ تازگی پیدا ہو اور کچھ سبزہ اگ آئے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو بھی اسکی بڑی تمنا تھی اور مدت دراز تک بڑی بڑی جماعتیں بھیجتے رہے، ممکن ہے کہ ان کی تمنا پورا ہونے کا وقت آگیا ہو اور آپ کے ہاتھوں پوری ہو[1] یہاں کل حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی تشریف آوری متوقع ہے، ادھر امتحان تقریری شروع ہو چکا ہے اور تحریری شنبہ سے شروع ہے، جمعہ کو سہارنپور ''ختم مسلسلات'' میں بہت بڑا مجمع تھا، دار جدید میں درس ہوا، مسجد بھی ناکافی ہوگئی، دور دراز سے لوگ آئے مگر آپ نہیں تھے اور بھی کوئی صاحب گنگوہ کے نظر نہیں پڑے، ممکن ہے کہ مجمع زیادہ ہونے کی وجہ سے نظر نہ پڑے ہوں، بفضلہٖ تعالیٰ عافیت کے ساتھ ختم ہوگیا اور یہ ناکارہ

---

[1] مدرسہ میں تعلیم وتعلم کے ساتھ ساتھ طلبہ کے اندر دعوت وتبلیغ اور ہر ہفتہ جمعرات کو عوام میں بھیجنے کا سلسلہ حضرت والد ماجدؒ نے بڑے اہتمام کے ساتھ جاری رکھا جو اب تک جاری وساری ہے، اور سالہا سال سے مسلسل مرکز نظام الدین سے حضرات مبلغین جن میں حضرت مولانا سعید احمد صاحب کھیڑوی مکیؒ، حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ، حضرت مولانا عمر صاحب پالنپوریؒ اور موجودہ حضرات مبلغین برابر آتے رہے ہیں اور ادارہ کے طلباء بھی زمانۂ دراز سے اس کام میں لگے ہوئے ہیں اور اس کے کافی فوائد ظاہر ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

رات کو ہی سہارنپور پہونچ گیا تھا، بنابر حسب معمول جمعہ کو بعد مغرب واپس آیا، یہاں خیریت ہے، ممکن ہے کہ میں بھی شنبہ کو آپکی خدمت میں حاضر ہوجاؤں و الأمر بیداللہ تعالی، والسلام۔

احقر محمود عفی عنہ
دارالعلوم دیوبند، سہارنپور
۲۹/۷/۱۳۸۸ھ

(۲۲) آپ کو دیکھ کر بہت غبطہ پیدا ہوتا ہے

مکرم محترم مولانا الحاج القاری المقری شریف احمد صاحب شرفکم اللہ تعالی فی الدارین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ شرف صدور لایا، آپ جو کچھ علمِ دین کی خدمت کررہے ہیں جملہ اساتذہ وملازمین وطلبہ آپ کے رہین منت ہیں، اہل بستی بھی شکرگزار ہیں کہ آپ کی وجہ سے یہ باغیچہ موجود ہے ترقی کررہا ہے، حق تعالی اسکو مزید مادی ومعنوی ترقیات سے نوازے، ثمراتِ صالحہ مرتب فرمائے، دشواریوں کو دور کرے، مکروہات سے بچائے، آپ کو دیکھ کر بہت غبطہ پیدا ہوتا ہے، لیکن ارشاد باری تعالیٰ ہے ولا تتمنوا ما فضل اللّٰہ بہ بعضکم علی بعض، دل میرا بھی چاہتا ہے کہ مدرسہ میں کتب خانہ کا کمرہ ہونا چاہئے جیسا کہ پہلے عرض بھی کیا تھا مگر اسوقت آپ نے اس طرح سنا جیسے یہ بالکل بے فائدہ اور غیر متعلق بات ہے یہ سوچ کر خاموش ہوگیا کہ۔

رموز مملکت خویش خسرواں دانند

جناب کو شاید پورا علم نہیں کہ میری جس قدر تنخواہ ہے تقریباً اسی قدر خرچ ہے کچھ پس انداز نہیں ہوتا، نہ ڈاکخانہ یا بینک میں کچھ جمع ہے، یہ بھی حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ قرض

بھی نہیں آیا ضرورت پوری ہوئی خرچ ہو گیا، والسلام۔ احقر محمود غفرلہ

دار العلوم دیوبند سہارنپور

۲۳/۱۱/۱۳۹۵ھ

(۲۳) انسان کا اپنا ارادہ اصل نہیں بلکہ مشیت الٰہی اصل ہے

مکرم محترم جناب قاری صاحب مدت فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ صادر ہوا، نہایت نادم ہوں کہ تعمیل نہیں کر سکا، امسال دار العلوم اور مظاہر علوم کی رقم بھی نہیں دی جاسکی، اس جمعرات کو یعنی پرسوں گذشتہ میرا خود ہی آنے کا ارادہ تھا مگر بس نہیں ملی، ورنہ خیال تھا کہ شب میں ٹھہر کر صبح جمعہ کو سہارنپور چلا جاؤں گا لیکن انسان کا اپنا ارادہ کیا ہے کچھ بھی نہیں، وکان امر الله قدرا مقدورا، والسلام۔ احقر محمود غفرلہ

دار العلوم دیوبند سہارنپور ۱۰/۶/۱۳۹۵ھ

(۲۴) خدائے پاک آپکو دارین کی ترقیات سے نوازے

مکرم محترم زیدت مکارمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ ملا، پڑھکر بہت ہی قلق ہوا، اول تو میں نے بات کو جب ہی ختم کر دیا تھا کہ اب اسکا ذکر چھوڑ و بالکل ختم کر دو، دوسرے آپکے مکان پر بغیر بلائے ہوئے جا کر پورے انشراح کے ساتھ کھانا کھایا، آپ کو خود سوچنا چاہئے تھا کہ تغیر

مزاج کا اثر ہوتا تو یہ بات کیوں ہوتی، آپ نے جس نوعیت سے تعلق کا نقشہ کھینچا ہے اس کا اثر خدا ہی جانتا ہے کہ کیا ہوا، میں اس کو تحریر نہیں کر سکتا، اب مختصر یہ کہ الحمدللہ میرے قلب میں آپ کی طرف سے کوئی بے جا تأثر نہیں بے فکر رہیں، خدائے پاک آپکو دارین کی ترقیات سے نوازے، مراتب عالیہ عطا فرمائے، میرے جس کلمہ سے آپ کو اذیت ہوئی، اپنے مرتبہ کا لحاظ کرتے ہوئے اس سے درگزر فرمائیں، اللہ پاک اجر دیگا، والسلام۔ احقر محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند، سہارنپور ۸/۱۱/۱۳۹۴ھ

(۲۵) اللہ تعالیٰ آپ کی پوری پوری نصرت فرمائے

محترمی زید احترامہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ ملا، جن افکار کا آپ نے تذکرہ کیا ہے کم وبیش تمام ہی اہل مدارس ان میں مبتلا ہیں، دارالعلوم میں کئی بار اساتذہ وملازمین کو بلا کر مشورہ کیا گیا، اسلئے کہ غلہ ملازمین کیلئے نہیں رہا، طلبہ کیلئے صرف ۱۰ رمئی تک کا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ آپ کی پوری پوری نصرت فرمائے خزانۂ غیب سے مدد فرمائے، سالِ آئندہ آپ مشکوۃ شریف کا ارادہ فرمارہے ہیں، جلسہ غلہ اسکیم پر جب آپکے مدرسین حضرات تشریف لائے انہوں نے تو لاعلمی بلکہ اسکے خلاف علم کا اظہار کیا تھا، ممکن ہے کہ اسکے بعد آپکا ارادہ ہوا ہو، جب آپ پڑھائیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ کتابیں بھی اللہ پاک عطا فرمائیں گے، آپ حج فرض مع مزید ادا کر چکے، اہلیہ پر فرض

نہیں تو پھر پریشانی بے محل ہے، تاہم اگر بے قراری ہے تو یہ ضرور رنگ لا کر رہے گی اور قدرت کی طرف سے انتظام ہوگا، شر و رفتن سب جگہ ہیں کہیں امن نہیں، بجز اس کے کہ جن امور کو موجب فتنہ قرار دیا گیا ہے ان سے احتراز کیا جائے اور مالک الملک کی طرف التجا کی جائے، خدائے پاک حفاظت فرمائے آپ کی بھی میری بھی اور تمام احباب کی بھی والسلام، حسب صوابدید سلام مسنون۔ احقر محمود غفرلہ

دار العلوم دیوبند ضلع سہارنپور ۴/۴/۱۳۹۲ھ

(۲۶) اکابر عرس کے موقعہ پر ترک وطن کر دیتے تھے

مکرم محترم جناب قاری صاحب مدت فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ نے شرف فرمایا، ملاقات کا اشتیاق اور وہ بھی بیحد جذبہ کے ساتھ قابلِ قدر ہے اور پھر اس پر اس ناکارہ کے حاضر ہونے کی فرمائش تو پرواز تخیل سے بالاتر سعادت ہے مگر ع درکوئے نیک نامی مارا گزر ندانند

جو تاریخ آپ نے متعین فرمائی وہی تاریخ جلد ثانی بخاری شریف کے منتقل ہونے کی متعین ہوئی اور اعلان کر دیا گیا، جمعرات کو سہارنپور نہیں جاسکا تھا جمعہ کو گیا وہاں کچھ اور ہی دیکھا، پھر بجائے گنگوہ جانے کے شام کو ہی دیوبند واپس آ گیا اور بعد نماز عشاء بخاری شریف کا سبق ہوا، سہارنپور کا کام باقی تھا اسلئے شنبہ کو صبح پھر واپس سہارنپور گیا اور شام تک پھر دیوبند آ گیا، ادھر اسی تاریخ سے نزلہ ہو کر ہچکی شروع ہوگئی جسکی وجہ سے سبق میں بہت دشواری ہوئی ہے مگر قلت وقت کیوجہ سے حرج کرنے کی

بھی ہمت نہیں ہوئی، اب تعمیل ارشاد کی سعادت حاصل کرنے سے جو موانع پیش آئے وہ یہ ہیں (۱) بخاری شریف جلد ثانی کا سبق (۲) سہارنپور کا کام (۳) ہچکی لیکن غور و فکر سے معلوم ہوا کہ اصل بات ایک اور ہے، وہ یہ کہ آپ نے زیارتِ جبہ کی دعوت دی تھی، پہلے اکابر تو اس موقعہ پر وطن ترک کر دیتے تھے اور اب بلایا جاتا ہے کتنا بڑا فرق ہوگیا، الله الصمد، والسلام۔ احقر محمود غفرلہ

دار العلوم دیوبند ۲۶/۶/۱۳۸۹ھ

(۲۷) مشکوۃ شریف کا آغاز

مکرم و محترم مدت فیوضکم و زیدت مکارمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ باعث عزت و افتخار ہوا، یہ ناکارہ ابھی میڈیکل میں داخل ہے اور ابتدائی مراحل میں ہے آپریشن ابھی نہیں ہوا امید کہ عنقریب ہو جائیگا، حضرت شیخ دامت برکاتہم کے تشریف لیجانے کی صحیح تاریخ ابھی معلوم نہیں ہوسکی، آپ نے بھی گول مول (ہفتہ عشرہ) تحریر کیا ہے، ایک صاحب سے معلوم ہوا تھا کہ ۱۲ر نومبر کو روانگی ہے، ایک صاحب نے ۱۷ر نومبر لکھا ہے، امسال بھی حضرت شیخ دامت برکاتہم نے مشکوۃ شریف شروع کرائی ہے بہت مبارک ہے، زیادہ شرف مع مہمانوں کے جناب کے دولت خانے پر کھانا تناول کرنے کا ہے، اللہ تعالی مبارک کرے، انشاء اللہ یہ بھی فال نیک ہے، مولوی صاحب یہاں موجود نہیں ہیں کہیں باہر گئے ہوئے ہیں، اب تک ان سے ملاقات نہیں ہوئی اس کے لئے جمیل صاحب اور دیگر

آپکے واقفین سلام مسنون کہتے ہیں۔　　املاہ العبد محمود غفرلہ

کتبہ الاحقر شریف ہردوئی، شعبان ۱۳۹۵ھ

(۲۸) حقیقت حال سے آگاہی کیلئے ایک مکتوب

از حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ ۲۶/۵/۱۳۹۹ھ

حضرت سیدنا المحترم زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج سامی بعافیت ہوں اور کلکتہ سے بخیریتِ تمام واپسی ہوئی ہو، آنکھ دکھلا کر کیا نتیجہ سامنے آیا کب بنے گی اور کب تک انتظار کرنا پڑے گا، آپ کو دیکھ کر دیوبند حاضری کے وقت بہت ہی افسوس اور طبیعت پر گرانی آئی مگر میں خود اپنی پریشانیوں میں مبتلا تھا کچھ زیادہ اظہار نہ کرسکا محض اظہار سے بھی کیا ہوتا، حضرت شیخ مدظلہ العالی کی زیارت سے محرومی ہوچکی اگرچہ آپ کے پاس زیادہ آنا جانا نہیں ہوتا مگر ایک ڈھارس ہے کہ جب دل چاہیگا حاضر خدمت ہوکر شرف نیاز حاصل کرونگا، سوچ رہا تھا کہ ایک دو یوم دیوبند قیام کرکے واپس آؤنگا مگر یہاں کے حالات سے اطمینان نہیں رہا[1] یہاں سے جانے والے مدرسین اور طلبہ سب ہی یہ بات پھیلا رہے ہیں کہ حضرت مفتی صاحب نے ہمکو گنگوہ کے مدرسہ سے نکل جانے کی اجازت دی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ ایسی ظلم کی جگہ سے چلے جانا ہی بہتر ہے اور یہ کہ ہمارے لئے بہت سے طلبہ کے کھانے کا وعدہ بھی فرمایا کہ میں

---

[1] ۱۳۹۹ھ میں مدرسہ کے اندر تین اساتذہ کے درمیان معاملہ تھا پھر ہوتے ہوتے حضرتؒ کے سر پر پڑ گیا تھا بغاوت اور فتنہ خود کرتے ہیں اور الزام انتظامیہ پر رکھتے ہیں یہ قدیم طرز چلا آرہا ہے، مدارس اسلامیہ میں فساد وفتنہ اور اسٹرائک کرنا کس قدر مذموم ہے، اس کے لئے حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ اسٹرائک اور حضرت شیخ زکریا قدس سرہ کی تحریرات کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

انتظام کر دوں گا، مزید ساتھ ہی یہ بھی ملا دیا کہ مفتی صاحب قاری شریف سے بہت ناراض ہیں اگر چہ میں ان باتوں کی حقیقت اور آپ کے مزاج اور انداز گفتگو سے سمجھ گیا کہ آپ نے کیا فرمایا ہوگا، مگر آپ کی طرف سے گئی ہوئی تحریر سب جگہ پیش کر کے اپنے کو مظلوم بنایا جا رہا ہے اور پھر آپ کی اجازت کا حوالہ دیکر سہارا لیا جا رہا ہے، جب انہوں نے یہاں کے ظلم کی شکایت کی تو جناب والا کے سامنے کوئی ایک مثال ظلم کی رکھی تھی، خیریت مزاج اور جواب سے سرفراز فرما کر مطلع فرمادیں۔ احقر شریف احمد

جواب از حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مکرم ومحترم حضرت قاری صاحب زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ ملا حالات کا علم ہو کر بہت قلق ہوا، مجھے بتایا گیا کہ ہم پر انتہائی ظلم کر کے ہم کو نکالدیا گیا اور ہم کو ہلاک کرنے کے لئے غنڈوں کو بلایا گیا اور ہم کو ذلیل کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اس کا جواب یہی تھا کہ مظلوم کی نصرت ہوتی ہے، ظالم کو بھگتنا پڑتا ہے، خداوند تعالیٰ آپ کی نصرت فرمائے اور مدرسہ کو ترقیات سے نوازے، شرور وفتن سے محفوظ رکھے، میں نے یہ بھی کہا کہ میں دار العلوم کی اسٹرائک کا حال دیکھ چکا ہوں کہ کس کس طرح پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے جنہوں نے اولاد کی طرح تمہاری پرورش کی کیا وہ بلا قصور کے تمہاری جان کے درپے ہو گئے؟ میں نے یہ بھی کہا جو حالات آپ لوگ بیان کر رہے ہیں کہ بغیر کسی قصور کے آپکو اس طرح ذلیل کیا اور نکالدیا کوئی سمجھ دار آدمی اس کو قبول کریگا نہیں، فطری طور پر سوال پیدا ہوگا کہ کسی ناظم مدرسہ کو جنون کا دورہ پڑا، خدانخواستہ اگر ایسا ہے تو آپ

ہی کے ساتھ یہ صورت کیوں پیش آئی، کسی اور کے ساتھ کیوں نہ پیش آئی؟ فقط والسلام۔

مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ

بقلم عبدالرشید غفرلہ

معائنے

(۱) عامۂ مسلمین کو عموماً اور اہلِ گنگوہ کو خصوصاً مدرسہ کی ہر نوع کی امداد ضروری ہے

حامداً ومصلیاً:

[۱] احقر نے مدرسہ کے چند طلبہ کا قرآن کریم سنا بفضلہ تعالیٰ ابتدائی بچے بھی تجوید سے پڑھتے ہیں اور نماز، وضوء، غسل کے مسائل بھی بچوں کو خوب یاد ہیں، اللہ پاک ترقی و برکت عطا فرمائے اور کارکنانِ مدرسہ کو بیش از بیش خدمت واخلاص کی توفیق دے، مدرسہ میں طلبہ زیادہ ہیں اسلئے کم از کم ایک مدرس کا فوری طور پر اضافہ ضروری ہے، عامۂ مسلمین کو عموماً اور اہلِ گنگوہ کو خصوصاً مدرسہ کی ہر نوع کی امداد ضروری اور لازم ہے واللہ الموفق لما یحب ویرضی۔

العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/۱۰/۱۳۶۵ھ

---

[۱] یہ بہت قدیم معائنہ ہے ۱۳۶۴ھ میں مدرسہ کا قیام ہوا یہ اگلے ہی سال کا معائنہ ہے۔

(۲) اہل گنگوہ اسکی قدر کریں

الحمدلله و كفى و سلام على عباده الذين اصطفى

آج ۱۸/شوال ۱۳۶۵ھ کو حضرت اقدس مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری نفعنا اللہ بطول بقائہ اور حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور اور مولانا غلام رسول صاحب جالندھری مع دیگر چند احباب گنگوہ مدرسہ اشرف العلوم میں تشریف لائے اور ایک بچے سے چند آیات سنیں اور کچھ مسائل سنے جس سے حد درجہ مسرور ہوئے اور اہلِ گنگوہ کو اس دینی خدمت پر مبارکباد دی، نیز اپنی بابرکت دعاؤں سے نوازا، احقر بھی ہمرکاب تھا قلتِ وقت کیوجہ سے کوئی معائنہ تحریر نہیں فرما سکے اور احقر کو ارشاد فرمایا کہ اہل گنگوہ کو ترہیب وترغیب کیلئے ایک تحریر ہماری طرف سے لکھدینا، لہذا گزارش ہے کہ ان اکابر اہل اللہ کا مبارکباد دینا انتہائی سعادت اور مدرسہ کیلئے امید افزاء اور فالِ نیک ہے، اسلئے اہل گنگوہ اسکی قدر کریں اور پوری جدوجہد اور زائد از زائد خلوص وللّٰہیت کیساتھ مدرسہ کی خدمت وامداد کو سرمایۂ سعادت اور بہت بڑا ذریعہ رضائے خداوندی سمجھیں، توقع قوی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بہت جلد اس مدرسہ کو ترقیات کے ثمرات عطا فرمائیں گے، **وماذلك على الله بعزيز وهو على كل شئى قدير وبالاجابة جدير** فقط ۔ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۱۰/۱۳۶۵ھ

(۳) بفضلہ تعالیٰ سب کامیاب ہوئے

حامداً ومصلياً

احقر نے جناب قاری حافظ محمد ابراہیم صاحب کے درجہ کا امتحان لیا ۹/طلبہ

نے حفظ کا امتحان دیا ٦ ر نے ناظرہ، بفضلہٖ تعالیٰ سب کامیاب ہوئے، نقشۂ امتحان میں کسی قدر ترمیم کی ضرورت ہے، جسکی جناب حافظ عبدالحکیم صاحب کو تفہیم کردی گئی،

واللہ الموفق لمایحب ویرضی فقط۔ حررہ العبد

محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

(۴) اکثر طلبہ نے بہت اچھا امتحان دیا

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین اما بعد!

احقر نے بمعیت مولوی قاری شریف احمد صاحب او مولوی حافظ محمد اسحاق صاحب مدرسہ اشرف العلوم کا سہ ماہی امتحان لیا، نتیجہ نقشہ جات امتحان سے ظاہر ہے، اکثر طلبہ نے بہت اچھا امتحان دیا، حق تعالیٰ شانہ اساتذہ وطلبہ وکارکنان مدرسہ کو استقامت ومزید اخلاص عنایت فرمائے، بچوں میں کافی تہذیب ومتانت موجود ہے، مسائل نماز وطہارت سے بھی اکثر بچے واقف ہیں، فقط۔ احقر محمود حسن گنگوہی غفرلہ

احقر شریف احمد عفی عنہ

نیاز مند محمد اسحٰق گنگوہ ۴ ر صفر ۱۳۹۶ھ

(۵) وہاں بیرونی طلبہ کی تعداد کافی مقدار میں موجود ہے

بعد الحمد والصلوٰۃ :

احقر مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ کو جانتا ہے وہاں بیرونی طلبہ کی تعداد کافی مقدار میں موجود ہے، جو پیسہ وہاں جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ امید ہے کہ صحیح مصرف

میں صرف ہوگا، فقط۔ احقر محمود غفرلہ

دار العلوم دیوبند سہارنپور

راقم السطور کے ساتھ بھی حضرت مفتی صاحبؒ کو محبت تھی اس پر خطوط دلالت کرتے ہیں۔

(۱) دین کی خدمت کیلئے اخلاص کی دعاء

محترمی مولانا خالد سیف اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا، دل سے دعا کرتا ہوں، خداوند تعالیٰ آپ کو علم دین کی خدمت میں اخلاص کے ساتھ مشغول رکھے واقفین کو حسب صوابدید سلام مسنون، فقط والسلام۔ سلام از ابراہیم دعاؤں کی درخواست۔

املاہ العبد محمود غفرلہ

۱۴۱۳/۱۱/۵ھ

(۲) خدائے پاک آپ کو آپ کے بڑوں کیلئے قرۃ العین بنائے

عزیزم مولوی خالد سلمہ سلام مسنون

آپ کا پرچہ ملا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو دورۂ حدیث شریف کی دولت عطا فرمائی مبارک ہو، خدائے پاک آپ کو آپ کے بڑوں کیلئے قرۃ العین بنائے، آپ آئندہ ایک سال اور دورہ میں لگانا چاہتے ہیں اس میں منفعت کا پہلو تو ظاہر ہے لیکن دوسرے مضرت کے پہلو بھی ہیں اللہ تعالیٰ ان سے محفوظ رکھے۔ فقط والسلام۔ املاہ العبد محمود غفرلہ

۹/شوال ۱۴۰۵ھ

حضرت فقیہ الامتؒ کے انتقالِ پُر ملال کے موقعہ پر
حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک یادگار تحریر

مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آہ! وفات حسرت آیات:

فقیہ زماں حضرت الحاج مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ اکابرِ گنگوہ کے سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی حضرت مفتی صاحب جو اپنے زمانے کے سب ہی اکابر کے معتمد علیہ، علمی وروحانی کمالات میں یکتائے روزگار، علم وعرفان کا سمندر، ذہن ثاقب، حذاقت طبع بے مثال، ذکاوت وفراست، ذہن وحافظہ وسیع، مسائل وفقہ میں کلی وجزئیات کا استحضار، علمی والزامی جواب کا کمال، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ العزیز کے سچے جانشیں، نشست گاہ قاسمی کے علمی روحانی تجدید کنندہ، عسر ویسر کے وقت بھی سخاوت وداد ودہش، دوسروں پر خرچ کرنا جن کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔

غرضیکہ حضرت موصوف کے کن کن اوصاف کو گنا جائے، وطن وجائے قیام سے ہزاروں میل دور افریقہ کے مشہور شہر جوہانس برگ میں اپنے مخلص ومحبّ وخادم خاص مولانا محمد ابراہیم صاحب پانڈور کے مکان پر ۱۸/ربیع الآخر

۱۴۱۷ھ مطابق ۲؍ستمبر ۱۹۹۶ء سہ شنبہ کی شب میں ۱۱؍بجے اپنی عمر عزیز کے بانوے سال پورے کر کے اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، آپ داغ کے اس شعر کے مصداق بنے:

☆مرحبا داغ تجھے خوب نبھائی تو نے☆

☆ مر کے بھی پہلوئے محبوب میں مدفون ہوا☆

ہزاروں محبین، مخلصین، مریدین کے قلوب محزون، ہزاروں آنکھیں اشکبار زبان حال سے یہ کہتے ہوئے کہ

☆ جان کر منجملۂ خاصان میخانہ مجھے☆

☆مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے☆

چلے گئے، صبر کے سوا کوئی چارہ کار نہیں اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین، اور اہل گنگوہ کو کوئی نعم البدل عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔ احقر شریف احمد

ناظم و مہتمم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

۱۴۱۷ھ

باب ششم

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ

دار العلوم دیوبند میں داخلہ

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی فطری خوبیوں اور صلاحیتوں سے نوازا تھا اور متعدد وہبی انعامات آپ پر ہوئے ہیں، ان میں ایک بہت بڑی نعمت، عمدہ آواز اور خوش الحانی بھی ہے، جس کی بدولت اکابر و اساتذہ کی اولین توجہ آپکو حاصل ہوتی تھی، پھر مزید باطنی کمالات کی بنا پر آپ اکابر سے بھرپور استفادہ کرتے تھے اور آپ کا شوق قرأۃ بھی فطری تھا، جسکی تکمیل کیلئے تقریباً تین سال کا عرصہ شیخ القراء جناب قاری عبدالخالق صاحبؒ کی خدمت میں سہارنپور مدرسہ تجوید القرآن میں گزارا، پھر علوم عربیہ کی تحصیل کیلئے مظاہر علوم میں داخلہ لیا اور تین سال مظاہر علوم میں گزارے اور اکابر علماء، صلحاء کی توجہات حاصل کیں، مگر آپ کا ذوق قرأۃ ابھی تک تشنہ طلب رہا، کیونکہ قاری عبدالخالق صاحب کے پاس حجازی حسینی لہجوں کو حاصل کیا تھا مزید لہجے حاصل کرنے کی تمنا تھی اور سبعہ عشرہ پڑھنے کا بار بار داعیہ پیدا ہوتا تھا، بالآخر آپ نے اس مقصد کی تکمیل کیلئے ۱۹۴۷ء مطابق ۱۳۶۶ء میں دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا، آپنے تین سال میں درس نظامی (سال ہشتم) یعنی مختصر، مشکوۃ دورۂ حدیث شریف کو پڑھنے کے ساتھ ساتھ صدر القراء جناب حضرت قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ کی خدمت میں رہکر سبعہ عشرہ کی تکمیل کی اور مزید لہجوں پر عبور حاصل کیا، اور آپ کی عربی کتب کے اسباق زمانہ کی شہرت آفاق جلیل القدر شخصیات کے پاس ہوئے، جیسے حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، امام المعقول والمنقول

حضرت مولانا علامہ ابراہیم صاحب بلیاویؒ ،شیخ الادب حضرت مولانا اعزازعلی صاحبؒ ،فصیح اللسان حضرت مولانا عبدالشکور صاحب دیوبندیؒ،استاذ المحدثین حضرت مولانا فخرالحسن صاحبؒ، جامع الکمالات حضرت مولانا معراج صاحبؒ ان جبال علم وعمل ،اخلاص وللہیت کے پیکر ،رہبران ملت سے آپ نے بلاواسطہ فیض حاصل کیا اور پڑھنے کی حدتک نہیں بلکہ ان اکابر اساتذہ کی خدمت میں مسلسل حاضری دیکر (جیسا کہ آپ کا شروع ہی سے ذوق بنا ہوا تھا) بھر پور استفادہ کیا ،خصوصاً شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی خدمت میں ہر روز حاضری دیتے یہانتک کہ آپ کے مہمان خانہ میں رہکر آپ کے خدام میں شامل ہونے کا عظیم شرف حاصل کیا اور مزید یہ کہ آپ شیخ الاسلامؒ کی توجہ خاص حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے اور شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کیساتھ آخر تک گہرا تعلق رہا۔

حضرت قاری صاحبؒ اپنے دارالعلوم کے اساتذہ کے حالات سنایا کرتے تھے ،شیخ الاسلامؒ کے ساتھ آپکو جو قلبی تعلق تھا اس کا احساس ہر پاس بیٹھنے والا کرتا تھا،آپکو شیخ الاسلام کے خلیفہ حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ سے خلافت حاصل ہوئی یہ شیخ الاسلام سے غایت درجہ محبت کا اثر تھا،آپ نے دارالعلوم میں داخلہ کیوں لیا اور کن حالات میں داخلہ ہوا اور کن اساتذہ سے کون کون سی کتابیں پڑھیں آپ اس کو تفصیل کے ساتھ یوں بیان کیا کرتے تھے۔

بندہ کو قرأۃ میں تحسین اور لہجہ میں عمدگی پیدا کرنے کا غیر معمولی شوق تھا اور چونکہ حضرت قاری عبدالخالق صاحب بوجہ پیرانہ سالی وضعف ترتیل میں صرف حسینی لہجہ اور حدر میں حجازی لہجہ پڑھتے تھے اسلئے کہ دوسرے لہجوں میں طاقت وقوت کا

استعمال زیادہ ہوتا ہے، الغرض اسی شوق نے مجھکو دارالعلوم میں آنے پر مجبور کیا اور میں نے اساتذۂ مظاہر علوم حضرت ناظم صاحب اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ سے تذکرہ کئے بغیر ہی دارالعلوم میں داخلہ لے لیا، لیکن مظاہر علوم کے اساتذۂ کرام کے ساتھ ربط و تعلق ملاقات کا سلسلہ بدستور قائم رہا، خصوصاً حضرت قاری عبدالخالق صاحبؒ سے قلبی تعلق کی بنا پر سہارنپور کو گھر آتے ہوئے ضرور شرف ملاقات حاصل کرتا اور بھی اساتذۂ کرام کی زیارت و ملاقات سے محظوظ اور انکی نصائح عالیہ سے مستفیض ہوتا رہا۔

۱۹۴۷ء کے خوف ناک حالات میں بندہ کا دارالعلوم دیوبند میں داخلہ ہوا چونکہ ۱۵/اگست ۱۹۴۷ء رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو متحدہ ہندوستان کی تقسیم عمل میں آئی تھی اس وقت ہر طرف افراتفری، مار دھاڑ، قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا، مگر بندہ ان تمام حالات سے بے خبر ماہ شوال المکرّم میں عید کے ایک ہفتہ کے بعد گنگوہ سے دیوبند جانے کیلئے بذریعہ بس روانہ ہوا، سہارنپور اتر کر ریلوے اسٹیشن جاتے ہوئے راستہ میں عجیب سناٹا خوفناک اور وحشت ناک صورت حال دیکھی جس کا گھر سے چلتے وقت تصور اور خیال تک نہ تھا، مگر جوں توں کر کے اسٹیشن تک پہونچ گیا اور ٹکٹ بغیر ہی گاڑی میں سوار ہو گیا تو دیکھا کہ پورے ڈبہ میں میرے علاوہ صرف دو مسلمان عورتیں سوار تھیں جو دیوبند اترنے والی تھیں، مجھے ملک کے اس قدر خوفناک حالات کا یکسر علم نہ تھا کہ مارکاٹ تک شروع ہو چکی ہے اور اس بے خبری کے عالم میں سفر کر گیا، اگر اس درجہ خطرناک حالات کا پہلے سے علم ہوتا تو شاید سفر کی ہمت ہی نہ ہوتی، تاہم خداوند قدوس کو ایسا ہی منظور تھا، بندہ بعافیت دیوبند پہونچا اور دارالعلوم

جا کر داخلہ لے لیا، ہفتہ عشرہ داخلہ کی تکمیل میں صرف ہوا، نیز تمام اسباق مکمل طور پر شروع ہونے میں کافی دیر لگی چونکہ جو اساتذہ اپنے گھر گئے ہوئے تھے حالات سازگار نہ ہونے کی وجہ سے ان کو بروقت مدرسہ پہونچنے میں تاخیر ہوئی، صرف وہی اساتذہ جو دیوبند میں مقیم تھے اسباق شروع کرا سکے تھے، اس زمانہ میں چونکہ ہر وقت پریشان کن خبروں کا تسلسل رہا اسلئے تعلیم میں کچھ دنوں تک ایک قسم کی بدنظمی و بے ضابطگی سی رہی تھی، حالات درست ہوتے ہی تعلیم شباب پر آ گئی تھی۔

صدر القراء جناب مولانا قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ[1]

اس زمانہ میں ہمارا زیادہ تر وقت حضرت مولانا قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ صدر شعبۂ قرأۃ دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں گزرتا تھا، حضرت قاری صاحب مچھلی کے شکار کے بڑے شوقین اور دلدادہ تھے، اس کام کیلئے ان کے کمرے میں بڑی بڑی چھڑیں اور لمبی لمبی ڈوریں رہا کرتی تھیں ان کو درست کرنے کیلئے ہم بھی حضرت قاری صاحبؒ کیساتھ لگے رہتے تھے، اس وقت ہم چار ساتھی تھے[2]

---

[1] آپ ضلع پرتاب گڈھ کے رہنے والے تھے ولادت ۱۳۱۷ھ کی ہے آپ ماہر فن اور حافظ قرآن ہونے کے ساتھ بڑے خوش الحان اور خوش لہجہ بھی تھے ادائیگی پر کامل عبور تو تھا ہی بے شمار عربی لہجوں کے جامع تھے آپ کے زمانے میں ملک اور بیرون ملک سے فن تجوید کے شائقین طلبہ جوق در جوق آنے شروع ہوئے اس شعبہ کا فیض ملک سے باہر آپ کے دور سے نمایاں نظر آتا ہے آپ نے کم وبیش چالیس سال تک تجوید وقراءت کی خدمات دارالعلوم دیوبند میں انجام دیں، ۲۴ رشوال ۱۳۸۸ھ کو آپ ایک طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے مزار قاسمی دیوبند میں مدفون ہیں (حسن المحاضرات ص ۲۵۸ ج ۲) [2] سب اللہ کے یہاں جا چکے ہیں، اللہ پاک ان سب کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے آمین یا رب العالمین۔

(۱)مولانا قاری محمد میاں صاحبؒ گلاوٹھی والے (۲)مولانا قاری مشتاق احمد صاحبؒ صدر مدرس وشیخ الحدیث مدرسہ خادم الاسلام ہاپوڑ[۱] (۳)مولانا قاری عبد الجلیل صاحب نانوتویؒ (۴) اور بندہ شریف احمد گنگوہیؒ ہم چاروں حضرت قاری صاحب کی درسگاہ کے حاضر باش تھے اور سبعہ عشرہ کی کتابوں کے شریک درس بھی تھے، میں نے قاری حفظ الرحمٰن صاحب سے سبعہ عشرۃ پڑھی اس وقت شاطبیہ وغیرہ کتب قاری صاحب سے ہی متعلق تھیں، نیز قاری صاحب سے ہی دس پاروں کا سبق میں اجراء بھی کیا جو میرے پرانے قرآن پاک پر لکھا ہوا تھا اب وہ گم ہو گیا، حضرت قاری صاحب قریب ہی کے ایک گاؤں لبکری میں شکار کیلئے تشریف لے جاتے تھے اور اکثر وبیشتر شکار میں قاری عبدالجلیل صاحب کو شرف رفاقت حاصل رہتا تھا، حضرت قاری صاحب زندہ دل، پر وقار، سنجیدہ مزاج، پاکیزہ طبیعت اور گوناگوں اوصاف حمیدہ کے حامل تھے، آپ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ کسی نو وارد طالب علم کی جانب جلدی سے ملتفت نہیں ہوتے تھے، بلکہ عرصہ دراز کے بعد التفات فرماتے اور یہ بات مجھ کو دارالعلوم میں داخلہ کے بعد ہی بعض احباب کے ذریعہ معلوم ہوگئی تھی

---

[۱] اصل نام مشتاق احمد ہے، والد صاحب کا نام بشیر احمد ساکن املیا ضلع بلند شہر، ولادت باسعادت ۱۴ربیع الاول ۱۳۶۴ھ مطابق ستمبر ۱۹۲۷ء بروز دوشنبہ ہوئی، فراغت کے بعد مدرسہ منبع العلوم جامع مسجد گلاؤٹھی ضلع بلند شہر میں عربی مدرس کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہو گیا، ڈیڑھ سال تک مختلف علوم وفنون کی کتابیں آپ کے زیر تدریس رہی اور یکم ذی قعدہ ۱۳۷۱ھ میں آپ خادم الاسلام تشریف لے آئے، آپ روز اول ہی سے جامعہ کے کامیاب مدرس اور ناظم تعلیمات وصدر المدرسین رہے، ۱۹۷۶ء میں جب جامعہ میں دورۂ حدیث کا آغاز ہوا تو آپ ہی کو شیخ الحدیث منتخب کیا گیا اور اخیر عمر تک وہیں پر خدمت انجام دیتے رہے، آپ کی وفات ۸رشوال ۱۴۲۱ھ میں ہوئی اور محلہ کریم پورہ بلند شہر میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

اسلئے میں حضرت قاری صاحب کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانے کیلئے فکرمند تھا اور یہ کوئی غیر مناسب بات نہ تھی بلکہ ہر طالب صادق کی فکر یہی ہونی چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ استاذ کی توجہ اپنی جانب مبذول کرے تاکہ استفادہ آسان اور کثیر ہو، مجھکو یہ فکر دامن گیر تھی ہی کہ اللہ جل شانہ نے اس کیلئے سبب جمیل مہیا فرمایا اور اتفاق ایسا ہوا کہ ایک ڈیڑھ ماہ کے بعد ملک کے حالات میں کچھ بہتری رونما ہوئی خوف ودہشت کا عالم ختم ہوا امن وامان کی فضا قائم ہوئی اور آمدورفت کا سلسلہ شروع ہوا تو گنگوہ سے میرے مخصوص مہمان وکرم فرماء جناب الحاج حافظ محمد یعقوب صاحب نبیرۂ امام ربانی قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کی ملاقات کیلئے دیوبند تشریف لائے میں نے حافظ یعقوب صاحب سے حضرت قاری صاحب کی اس عادت کا تذکرہ کیا نیز درخواست کی کہ حضرت قاری صاحب سے میری طرف توجہ کرنے کے سلسلہ میں کچھ عرض فرمادیں، اس موقعہ پر بھی عجیب اتفاق یہ ہوا کہ بعد نمازِ عصر حضرت مدنیؒ کی مجلس میں حافظ محمد یعقوب صاحب رونق افروز تھے دریں اثنا حضرت قاری حفظ الرحمٰن صاحب تشریف لے آئے اور جس چارپائی پر حافظ صاحب تشریف فرما تھے اس پر بیٹھ گئے سامنے دوسری چارپائی پر حضرت شیخ الاسلام جلوہ افروز تھے اور قریب ہی میں پڑی ہوئی تیسری چارپائی پر میں بھی بیٹھ گیا تو حضرت حافظ صاحب مرحوم نے فوراً ہی حضرت قاری صاحب کو متوجہ فرماتے ہوئے زور سے اس انداز میں کہا کہ حضرت مدنیؒ بھی سن لیں کہ قاری صاحب یہ لڑکا مظاہر علوم چھوڑ کر آپکے پاس صرف قرأۃ پڑھنے اور آپ سے لہجے سیکھنے کے شوق میں آیا ہے اس کا ذرا خیال رکھنا، اس بات کا اثر یہ ہوا کہ میں جب بھی

درسگاہ میں حاضر ہوتا قاری صاحب فوراً ہی فرماتے کہ پہلے پڑھ لو پھر بیٹھنا۔

دار العلوم دیوبند میں اسباق کی ترتیب

دار العلوم دیوبند میں پہلے سال مندرجہ ذیل کتب مختلف اساتذہ کے پاس پڑھیں، پہلے سال ۱۹۴۷ء مطابق ۱۳۶۶ھ میں جلالین شریف تین استاذوں سے پڑھی، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ سے صرف پندرھواں پارہ پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، وجہ ظاہر ہے کہ حضرت قاری صاحبؒ علوم وفنون کے بحر بیکراں تھے آپکی زبان وبیان میں نہایت سلاست، روانی، شستگی وشگفتگی پائی جاتی تھی، دوران تقریر ایسا لگتا تھا کہ کسی دریا کے دہانے کا منھ کھول دیا گیا ہو، آپ کا درس علوم ومعارف کے بہتے دریا کا سماں پیش کرتا تھا، اسلئے طویل وعریض تقریر پر مشتمل اسفار کی کثرت اور اتنے بڑے مدرسہ کی انتظامی مصروفیات کی وجہ سے ایک ہی پارہ میں لمبا وقت صرف ہوا، پھر آپنے جلالین شریف کا سبق خود ہی مولانا بشیر احمد خانصاحبؒ برادر محترم جناب مولانا نصیر احمد خانصاحبؒ کی طرف منتقل فرمادیا تھا، چنانچہ بندہ نے از پارہ/۱۶/تا/۳۰/جلالین شریف مولانا بشیر احمد صاحبؒ سے پڑھی اور جلالین شریف جلد اول جناب مولانا عبدالشکور صاحب دیوبندیؒ سے پڑھنے کی سعادت میسر آئی، آپ بھی نہایت محققانہ کلام فرماتے تھے اور زبان وبیان میں بڑی کشش وجاذبیت تھی، جناب مولانا جلیل احمد کیرانویؒ سے میبذی پڑھنے کا موقعہ ملا اور جناب مولانا عبدالاحد صاحبؒ دیوبندی سے ملا حسن پڑھی، شیخ الادب حضرت مولانا معراج صاحب سے مقامات حریری پڑھی۔

دارالعلوم دیوبند میں دوسرا سال ۱۹۴۸ء مطابق ۱۳۶۷ھ

مشکوٰۃ شریف اور دیوان متنبّی فخر المحدثین جناب مولانا فخر الحسن صاحبؒ سے اور دیوان حماسہ حضرت مولانا معراج صاحبؒ سے، شرح عقائد حضرت مولانا جلیل احمد صاحب کیرانویؒ سے پڑھی۔

دارالعلوم دیوبند میں تیسرا سال ۱۹۴۹ء مطابق ۱۳۶۸ھ

بخاری شریف مکمل، ترمذی شریف مکمل شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، طحاوی شریف، نسائی شریف اور ابن ماجہ شریف علامہ ابراہیم صاحب بلیاویؒ سے صبح نمازِ فجر کے بعد پڑھنے کا موقعہ نصیب ہوا اور ابوداؤد شریف شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ سے پڑھنے کی سعادت میسر آئی اور مؤطاء امام مالک ومؤطاء امام محمد ومسلم شریف کے اسباق دیگر اکابر اساتذہ سے متعلق رہے۔

دارالعلوم کی تعلیم کے دوران حضرت مدنیؒ سے والہانہ تعلق

دارالعلوم میں ہم دو ساتھی (۱) بندہ شریف احمد (۲) قاری عبدالجلیل نانوتویؒ روزانہ سبق سے چھٹّی کے بعد بالاستقلال حضرت مدنیؒ کے مہمان خانہ میں مہمانوں کی خدمت کیلئے پہونچ جایا کرتے تھے۔

حضرت مدنی قدس سرہ کا کمال اخلاق

ایک مرتبہ ایک مجذوب صاحب حضرت مدنیؒ کے یہاں مہمان ہوئے جو

اپنی ظاہری حالت کے اعتبار سے نہایت ہی مفلوک الحال تھے، کپڑے میلے کچیلے، لمبے لمبے سفید بال، نیز بالوں اور کپڑوں میں جوئیں بے حد جو کپڑوں پر صاف پھرتی ہوئی نظر آتی تھیں اور حضرت کا یہ حال تھا کہ مجذوب صاحب کی اس پراگندگی کے باوجود اپنے ساتھ بٹھلا کر کھانا کھلاتے تھے جس کی وجہ سے حضرت کے کپڑوں میں بھی جوئیں چڑھ جاتی تھیں، اس صورت حال کو دیکھ کر ہم نہایت پریشان اور متفکر ہوتے تھے مگر کیا کر سکتے تھے کہ حضرت کے مہمان خانہ میں کسی کو کسی مہمان سے یہ پوچھنے کی ہمت ومجال نہ ہوتی تھی کہ تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو، کتنے دن ٹھہروگے، اسلئے ان مجذوب صاحب سے بھی کسی کو پوچھنے کی ہمت نہ پڑی، ادھر ہم لوگ دل ہی دل میں کڑھتے تھے کہ مجذوب صاحب کو حضرت سے کس طرح علیحدہ کیا جائے اور حضرت کا حال تھا کہ ان کو علیحدہ کرنے کیلئے تیار نہ تھے، آخر کار ہم لوگوں نے یہ مشورہ کیا کہ آج مجذوب صاحب کو حضرت کے آنے سے پہلے ہی کھانا کھلا دیا جائے اور اس طریقہ سے کھلایا جائے کہ حضرت مدنیؒ بھی ان کو کھانا کھاتے ہوئے دیکھ لیں، اس کا طریقہ ہم نے یہ کیا کہ سہ دری کے اس حصہ میں جو زنان خانہ سے قریب ہے اور حضرت کے اندر آنے کا راستہ بھی ہے مجذوب صاحب کو اس میں بٹھا کر کھلانے کا پروگرام بنایا، چنانچہ جب حضرت کی آمد کا وقت ہوا تو ہم نے مولوی نصیر احمد صاحب سے کہا کہ مجذوب صاحب کیلئے گھر سے کھانا لیکر آؤ، چونکہ مولوی نصیر احمد صاحب فیض آبادی رشتہ میں حضرت کے پوتے ہوتے تھے گھر میں انکی آمد ورفت بھی رہتی تھی، حضرت کے گھرانہ کے ایک فرد سمجھے جاتے تھے اور حضرت کے

گھر کے کام کاج انہیں کے سپرد تھے اسلئے گھر سے کھانا لانے کیلئے انہیں کو کہا، چنانچہ مولوی نصیر احمد صاحب گھر سے کھانا لیکر آ گئے مہمان خانہ میں جو چار پائیاں رہتی تھیں ان میں سے ایک چار پائی پر دستر خوان بچھا کر اس پر کھانا رکھدیا اور مجذوب صاحب کو کہا کہ آیئے کھانا کھا لیجئے، مجذوب صاحب ہاتھ دھو کر دستر خوان پر آ گئے اور کھانا کھانا شروع کر دیا، مجذوب صاحب ابھی کھانے میں مشغول ہی تھے کہ حضرت مدنیؒ اندر سے تشریف لے آئے اور مجذوب صاحب کو کھانا کھاتے اور ہمیں پاس کھڑے دیکھ کر فرمایا ارے آج ان کو پہلے ہی کھلا رہے ہو تم لوگوں نے یہ کیا حرکت کی؟ بس یہ فرما کر مزید کچھ نہیں فرمایا اس کے بعد ہم ہر دن اسی طرح کرنے لگے اور حضرت دوسرے مہمانوں کیساتھ کھانا تناول فرمانے کیلئے بیٹھنے لگے، ہم کو بہت راحت ملی اور جب تک مجذوب صاحب رہے ان کیساتھ ہمارا یہی عمل رہا کہ حضرت کی آمد سے پہلے ہی ان کو کھانے سے فارغ کر دیتے تھے۔

حضرت مدنیؒ کی مجاہدانہ شان کا ایک واقعہ

جس مسند پر دار الحدیث میں درس حدیث دیا جاتا ہے حضرت الاستاذ حضرت مدنی کو خالی چوکی پر بیٹھے دیکھ کر گدا بنوایا، حضرت شیخ الاسلامؒ تیسرے اور چوتھے گھنٹہ میں ترمذی شریف اور بخاری شریف کا درس دیا کرتے تھے، خالی چوکی پر تین تین گھنٹے مسلسل بیٹھے دیکھ کر ہم لوگوں کو بڑی کوفت ہوتی تھی اور بار بار آپکی تکلیف کا احساس ہوتا تھا، ہم نے حضرت کی اس پریشانی کو دیکھ کر مولانا نصیر احمد صاحب (خادم خاص شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ) سے کہا کہ تم کوئی تدبیر کرو کہ کس

طرح حضرت کیلئے گدا بنوایا جائے کیونکہ ساتھیوں کے پاس وسائل نہ ہونے کی وجہ سے گدا بنوانا مشکل ہے، اماں جی سے درخواست کرو کہ وہ گدا بنوا کر بھجوا دیں، چنانچہ مولانا نصیر احمد صاحبؒ نے حضرت کی اہلیہ محترمہ سے جو کہ مولانا نصیر احمد صاحب کی قریبی رشتہ دار بھی تھیں اس تکلیف کا ذکر کیا، چنانچہ انھوں نے ایک گدا تیار کرایا اور گدا تیار کرا کے حضرت سے ذکر کر دیا کہ آپ بہت دیر تک تخت پر خالی چٹائی پر بیٹھتے ہیں تھک جاتے ہوں گے میں نے گدا بنوا کر بھجوا دیا ہے آپ اس پر بیٹھ کر سبق پڑھایا کریں، اماں جی کو اس بات کا اندازہ نہ تھا کہ حضرت پر اس بات کا کیا اثر ہوگا اور حضرت کے سامنے تذکرہ سے کیا ثمرہ مرتب ہوگا، تاہم گدے کی بات حضرت کے ذہن میں نقش ہوگئی اور معاملہ کا رخ پلٹ گیا اگر اماں جان ذکر نہ کرتیں تو شاید معاملہ مبہم رہتا اور حضرت کا ذہن اس طرف متوجہ نہ ہوتا، بہر حال حضرت کے دار الحدیث میں تشریف لانے سے پہلے چوکی پر گدا اور گدے کے اوپر چادر بچھا دی گئی، حضرت تشریف لائے جیسے ہی حضرت کی نظر گدے پر پڑی حضرت نے بلا کسی تاخیر کے انتہائی ناگواری کیساتھ پہلے چادر اٹھا کر پھینکی پھر گدا اٹھا کر پھینکا اور ساتھ میں گدے کے نیچے بچھی چٹائی اٹھا کر پھینک دی اور خالی چوکی پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ حضرت شیخ الہندؒ صرف چوکی پر بیٹھ کر سبق پڑھایا کرتے تھے اب اس پر چٹائی بچھ گئی اور چٹائی پر چادر بچھ گئی اب گدے بھی بچھنے لگے ہیں، آخر کار نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت نے چوکی پر چٹائی اور چادر بھی بچھوانا بند کر دی، ہم یہ صورت حال دیکھ کر نہایت ہی ملول اور رنجیدہ رہتے تھے اور خالی چوکی پر تین تین گھنٹہ بیٹھے دیکھ کر نہایت دکھ ہوتا تھا، مگر سوائے قلق و احساس کے کوئی چارہ نہ تھا۔

حضرت مدنیؒ کے درس کا انداز

حضرت مدنیؒ کتاب شروع کرانے سے پہلے فضائل علم حدیث ومبادیات فن بیان کرتے اور علم حدیث کی عظمت وشرافت کو آیات وروایات سے مدلل فرماتے تھے، آپ روزانہ درس حدیث دینے سے پہلے خطبۂ مسنونہ خود پڑھتے اور عربی لہجہ میں یہ عبارت پڑھتے تھے **فان اصدق الحدیث کتاب الله واحسن الهدی هدی محمد صلی الله وسلم وشر الامور محدثاتها وکل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار وبا لسند المتصل منا الی الامام الحافظ الحجة امیر المئومنین فی الحدیث ابی عبدالله محمد ابن اسماعیل ابن المغیرة ابن بردزبة الجعفی البخاری رحمة الله تعالی ونفعنا بعلومه آمین** یہ عبارت عربی لہجہ میں جس عجیب کشش اور جاذبیت ہوتی تھی اور عشق الٰہی کا سوز وگداز شامل ہوتا تھا سنکر ہر سامع کا دل کھچا چلا جاتا تھا، پھر آپ حدیث پاک پر نہایت محققانہ، مدققانہ، مکمل تشفی بخش کلام فرماتے، اختلافِ ائمہ بیان فرمانے کے بعد مذہب حنفی کو ترجیح دیتے اور حدیث پاک کے ساتھ اس طرح منطبق فرماتے معلوم ہوتا تھا کہ فقہ حنفی ہی احادیث نبوی کے عین مطابق ہے۔

آپ کی پوری تقریر نہایت صاف شفاف موتیوں کی طرح لڑی میں پری ہوئی معلوم ہوتی تھی، دوران سبق تصوف کے بہت سے مسائل حل ہوجایا کرتے تھے، آپ طلبہ کی اخلاقی تربیت کے پیش نظر اخلاقی درس بھی دیا کرتے تھے اور عالمی انسان بننے کی فکر دلاتے تھے، ایک مرتبہ حضرت نے بخاری شریف کے سبق کے

دوران نہایت ہی عجیب وغریب واقعہ سنایا، آپ نے فرمایا کہ آدمی جیسی عادت بناتا ہے ویسی ہی عادت بن جاتی ہے اور یہ کہکر آپ نے واقعہ سنایا کہ جیل میں ہمارے ساتھ ایک آدمی صرف پانی پی کر گذارہ کرتا تھا اور اسکی تمام ضروریات بول وبراز وغیرہ دوسروں کی طرح معمول کے مطابق پوری ہوتی تھیں، میں نے اس سے پوچھا کہ تو نے یہ کس طرح عادت بنائی؟ اس نے بتلایا کہ اولا میں نے اپنے کھانے میں کمی شروع کی اور کچھ دودھ کا اضافہ کیا کھانے میں کمی کرتا رہا دودھ میں اضافہ کرتا رہا یہاں تک کہ غذا بالکل ختم کردی اور صرف دودھ پی کر گزارہ کرنے لگا، پھر یہ خیال ہوا کہ دودھ پینا بھی ختم کروں اور صرف پانی پر اکتفا کروں، چنانچہ جتنی مقدار دودھ پینے کی عادت تھی اس میں کچھ کمی کرنا شروع کردی اس طرح کہ جتنا دودھ کم کرتا اس میں اتنا ہی پانی کا اضافہ کردیتا مگر یہ عمل ہر روز نہیں کرتا تھا بلکہ ایک ہفتہ میں ایک مرتبہ تھوڑا دودھ کر کے اس میں اتنا ہی پانی ڈال دیا کرتا تھا، ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہونچی کہ میں نے دودھ ختم کردیا اور پانی پر اکتفا کرنے لگا اب صرف پانی پیتا ہوں اور اپنی تمام ضروریات معمول کے مطابق پوری ہوتی ہیں اور مجھے کوئی پریشانی نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی غذا کی طرف میرا میلان ہے۔

دوران درس ایک طالب علم کا سوال

حضرت شیخ الاسلامؒ بخاری شریف کا سبق پڑھا رہے تھے ایک طالب علم نے پرچی کے ذریعہ سوال کیا کہ حضرت کیا آپ کو کانگریس سے وظیفہ ملتا ہے؟ حضرت مدنیؒ برداشت وتحمّل کے پہاڑ تھے آپ نے نہایت سنجیدگی اور بردبار لہجہ

میں ارشاد فرمایا کہ حسین احمد جب جیل میں ہوتا تھا تو حسین احمد کے گھر میں فاقے پڑتے تھے اور جواہر لال نہرو جب جیل میں ہوتا تھا تو اسکی قوم اس کے گھر اشرفیوں کی تھیلیاں بھیجا کرتی تھی، میں نے کانگریس کے نام پر ایک پان تک بھی نہیں کھایا، واقعی حضرت مدنیؒ نے کانگریس کی بے لوث خدمت کی ہے، جب میں مظاہر علوم میں زیر تعلیم تھا اس وقت کانگریس اور مسلم لیگ شباب پر تھی، لیگی لوگ حضرت مدنیؒ کو گورنمنٹ کا پٹھو سمجھتے تھے حضرت مدنیؒ کا نظریہ یہ تھا کہ پاکستان مت بناؤ اور حضرت نے اپنے نظریہ کو تقویت دینے اور فروغ دینے کیلئے بہت زیادہ اسفار بھی کئے، اس موقعہ پر مسلم لیگ کے بہت سے ناعاقبت اندیشوں نے آپ کی شان میں نہایت بے ہودہ گستاخیاں بھی کیں، جن کا حشر بہت برا ہوا کوئی قتل ہوا کوئی ڈوب کر کوئی بھٹی میں جل کر مرا، کسی کے بدن میں پھوڑے نکلے اور ان میں لمبے لمبے کیڑے پڑ گئے آخر گل سڑ کر مر گیا، بہر حال جس نے بھی حضرت کے ساتھ کسی طرح کی بدتمیزی یا بدسلوکی کا معاملہ کیا اس کو دنیا ہی میں برا انجام بھگتنا پڑا۔

اس دوران جبکہ میں مظاہر علوم میں زیر تعلیم تھا حضرت شیخؒ کے یہاں حضرت مدنیؒ تشریف لائے حضرت شاہ عبد القادر رائے پوریؒ بھی تشریف لائے ہوئے تھے، حضرت رائے پوریؒ حضرت مدنیؒ کا بے حد احترام کرتے تھے، آپنے حضرت مدنیؒ سے فرمایا کہ حضرت کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں اگر آپ سن لیں چھوٹا منھ بڑی بات ہے، اتنا کہکر خاموش ہو گئے دوسری مرتبہ پھر کہا کہ حضرت کچھ گزارش ہے چھوٹا منھ بڑی بات ہے پھر خاموش ہو گئے تیسری مرتبہ پھر فرمایا اس پر حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ حضرت فرمایئے تو سہی کہتے تو کچھ نہیں، حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا کہ حضرت آپ

ہی اپنے اسفار بند کر دیں یہ قوم بدبختی میں مبتلا ہے جہالت میں ڈوبی ہوئی ہے وہ لوگ بے حرمتی پر اتر رہے ہیں ان کو اس کا انجام معلوم نہیں آپ اسفار کرتے ہیں ان کو گستاخیاں کرنے کا موقعہ مل جاتا ہے اس لئے آپ اس سلسلہ کو ترک فرمادیں کیونکہ میں پنجاب کی طرف اپنی آنکھوں سے عذاب کو اترتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔

یہ سن کر آپ پر عجیب وغریب کیفیت اور حال طاری ہوگیا اور طبیعت میں ایک جوش ابھر آیا اور آپ نے جواب میں اس طرح فرمایا کہ کیا حق کی خاطر اللہ کے رسول ﷺ کو مکہ سے نکالا نہیں گیا، کیا حق کی خاطر عمر فاروقؓ کو شہید نہیں کیا گیا، کیا حق کی خاطر عثمان غنیؓ کو شہید نہیں کیا گیا، کیا حضرت شاہ ولی اللہ کو حق کا اعلان کرنے پر تکلیفیں نہیں پہنچائی گئیں، کیا حضرت گنگوہی نے حق کیلئے جہاد نہیں کیا، کیا حضرت شیخ الہندؒ کو حق کا اعلان کرنے پر مالٹا کی جیل میں بھیج کر برف کی سلوں پر لٹا کر تکلیف نہیں دی گئی؟ حضرت نے فرمایا مجھ تک جو حق پہونچا ہے کیا میں اس کو چھوڑ دوں؟ چنانچہ حضرت مدنیؒ کے اسفار جاری رہے حضرت مدنیؒ تقاریر کے ذریعہ حق سمجھانے کی کوشش کرتے مگر ناعاقبت اندیش اور بدبخت لوگ آپ کے ساتھ بدسلوکیاں بدتمیزیاں کرتے، مغلظات بکتے، غلاظتیں اوپر پھینکتے، مگر آپ صبر وتحمل کا پہاڑ بنے رہتے، کہیں کہیں تو پورا مجمع آپ پر ٹوٹ پڑتا اور آپ کے قتل کے درپے ہوتے بلکہ قاتلانہ حملہ کر دیتے، مگر نصرت الٰہی آپ کی دستگیری اور حفاظت کرتی رہی۔

دراصل آپ کی یہ سیاسی جد وجہد صرف ملک کی سالمیت اور آزادی کیلئے نہیں تھی بلکہ آپ اس کو شرعی فریضہ کے طور پر انجام دیتے تھے اور حضرت سمجھتے تھے کہ

میں دین کا اہم کام کر رہا ہوں اور میری یہ تمام کوشش اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے ہے، اس لئے اس راہ کی مصیبت کو باعث اجر وثواب سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ توہین وتذلیل کے مواقع پر کبھی آپ کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نہیں نکلا جو مقام صبر ورضا کے خلاف ہو، حضرت مولانا احمد علی مفسر لاہوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنی زندگی میں چودہ مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت کی اور اللہ نے اپنے فضل سے مجھے یہ بصیرت عطاء فرمائی ہے کہ امت کے اولیاء کرام کو میں پہچان لیتا ہوں، بندہ نے چودہ بار کعبہ میں موجود اولیاء کرام کو دیکھا مگر حضرت مدنیؒ کے ہم پلہ کسی کو نہ پایا۔

فراغت از دارالعلوم دیوبند

حضرت والد صاحبؒ کی فراغت دارالعلوم سے شعبان ۱۹۴۹ء مطابق ۱۳۶۸ھ میں ہوئی اور دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد والد صاحبؒ نے مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا اس وقت بھی آپ کا حضرت مدنیؒ سے برابر تعلق قائم رہا بلکہ حضرت کے ساتھ تعلق میں مزید قوت پیدا ہوئی اور حضرت نے اپنی بے پناہ توجہات سے نوازا، چنانچہ آپکی درخواست پر حضرت مدنیؒ دیگر اکابر کے ساتھ ماہ رمضان ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۴ء میں گنگوہ تشریف لائے اور جامعہ اشرف العلوم کا سنگ بنیاد رکھا اور آپ کی دعوت پر بارہا مدرسہ اشرف العلوم میں تشریف لائے اجلاسات کو خطاب کیا، حوصلہ افزائی فرمائی اور کہا کہ گنگوہ میں جمے رہنا، دعاؤں سے نوازا، مدرسہ کا معائنہ لکھا، چنانچہ ایک معائنہ میں لکھتے ہیں:

الحمد للہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد !

آج بروز دوشنبہ ۲۳/ذی قعدہ ۱۳۶۵ھ مجھکو گنگوہ شریف میں مدرسہ اشرف العلوم کے معائنہ کا شرف حاصل ہوا، چند بچوں کے قرآن شریف سننے اور بعض مسائل دینیہ کے سوال کی بھی نوبت آئی، بحمد اللہ بچوں کی صلاحیت امید افزاء ہے، ایسے مدارس کا مسلمانوں میں جاری ہونا ازبس ضروری ہے، مدرسین کی تعداد ضرورت سے کم ہے، میں ان مدرسین کرام کی جدو جہد اور کوششوں کی تعریف کرنے سے چشم پوشی نہیں کرسکتا، اہل قصبہ اور اہل ہمت مسلمانوں کیلئے ضروری ہے کہ اس مدرسہ کی ترقی اور خدمت میں بیش از بیش حصہ لیں اور اس کو اعلی پیمانہ پر پہونچائیں، اخیر میں دعاء کرتا ہوں اللہ تعالی اس میں برکت عطاء فرمائے اور عام مسلمانان قصبہ اور ان کے بچوں کو زیادہ سے زیادہ علمی ترقیات پر پہونچائے واللہ الموفق۔

ننگ اسلاف: حسین احمد غفرلہ

مدرس دار العلوم دیوبند

حضرت مدنیؒ اور مجاہد ملت کی تشریف آوری

حضرت والد صاحبؒ کا تعلق حضرت مدنیؒ سے بڑھتا چلا گیا، یہاں تک کہ جب بھی حضرت مدنیؒ کا علاقۂ گنگوہ میں تشریف آوری کا علم ہوتا تو فوراً حاضر خدمت ہوکر مدرسہ اشرف العلوم میں تشریف لانے کی دعوت دیتے اور حضرت مدنیؒ اس کو بخوشی قبول فرمالیتے، چنانچہ حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ الاسلامؒ کی گنگوہ کے قریبی گاؤں میں سالانہ جلسہ کے موقعہ پر تشریف آوری طے

ہوئی اور مجھے اس بات کا علم ہوا تو میں نے حضرت کی خدمت میں حاضری دی اور عرض کیا کہ حضرت آپ جمعرات کو فلاں گاؤں میں تشریف لے جائیں گے ہمارے یہاں کا بھی پروگرام بنالیجئے ،اس پر حضرت نے فرمایا کہ جمعرات کو تو گاؤں میں ٹھیک ہے اور جمعہ کو آپ کے یہاں پروگرام ہوجائے گا،اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت جمعہ کو دوپہر کا کھانا ہمارے یہاں ہوگا اور جمعہ کی نماز کے بعد بیان ہوگا اس کو حضرت نے منظور فرمالیا، پھر کسی کام سے دہلی گیا وہاں پر حضرت مولانا حفظ الرحمان صاحب سیوہارویؒ سے ملاقات کی اس سے قبل بھی بارہا اس بات کا اشتیاق ہوا تھا کہ حضرت مولانا موصوف کسی موقعہ پر ہمارے یہاں اشرف العلوم میں تشریف لائیں مگر یہ تمنا ابھی تک پوری نہ ہوئی تھی اسلئے حضرت سے عرض کیا کہ گنگوہ کا پروگرام بنالیجئے اور پرچہ بھی لکھ کر دیدیا، چونکہ حضرت کے اوقات بے حد مشغول رہتے تھے اسلئے آپ کو تحریری طور پر دینا پڑتا تھا۔

بہرحال حضرت نے قبول فرما کر منظور فرمالیا اور اپنے منشی کو تاریخ نوٹ کرادی کہ اس تاریخ میں گنگوہ چلنا ہے، جبکہ اس موقعہ پر حضرت کے سامنے اور بھی پروگرام تھے مگر حضرت نے گنگوہ کی تاریخ کو رد نہ فرمایا،منشی نے تاریخ نوٹ کرلی تھی اور ان کو پرچہ بھی دے دیا تھا اسلئے میں مطمئن ہوکر گنگوہ چلا آیا اور یہاں آکر قصبہ اور اطرافِ قصبہ میں اعلانات کرائے کہ فلاں دن اور تاریخ میں حضرت مولانا حفظ الرحمان صاحب سیوہاروی تشریف لارہے ہیں اور اشرف العلوم میں خطاب فرمائیں گے،اطراف گنگوہ میں بھی چونکہ اسی تاریخ میں ایک مدرسہ میں جلسہ ہونا تھا

ان لوگوں کو جیسے ہی یہ معلوم ہوا کہ ہمارے جلسہ کے دن حضرت مولانا حفظ الرحمان صاحب گنگوہ مدرسہ اشرف العلوم میں تشریف لاکر خطاب کریں گے تو اس مدرسہ کے ایک مدرس نے بالآخر یہ حرکت کی کہ ایک خط ہماری جانب منسوب کرکے حضرت مولانا حفظ الرحمان صاحب کے نام لکھا اور اس ڈھنگ سے مضمون مرتب کیا گویا کہ میں اشرف العلوم سے خط لکھ رہا ہوں اور یہ بات لکھی کہ قریب کے ایک گاؤں میں آپکی تشریف آوری کے دن حضرت مولانا حسین احمد مدنی تشریف لارہے ہیں اسلئے آپ کو مدرسہ اشرف العلوم میں جس پروگرام کیلئے آنا تھا نہ آئیں، یہ خط جب حضرت کے پاس انہوں نے بھیجا تو حضرت نے گنگوہ آنے کا ارادہ ملتوی کردیا اور اس تاریخ میں حضرت کو جو میٹنگ کرنی تھی لوگوں کو کہلوادیا کہ انشاء اللہ اس دن میٹنگ ہوگی، مجھے اس بارے میں کچھ خبر نہ تھی کہ بالآخر ہمارے پروگرام کو بگاڑنے کی کوئی سازش رچی جارہی ہے، الغرض حضرت نے ایک خط گنگوہ بھیجا کہ آپ کے جلسہ کے التواء کا خط ہم کو مل گیا ہے یہ خط جیسے ہی مجھ کو ملا میں حیران وششدر رہ گیا کہ ہم نے پورے علاقہ میں حضرت کی آمد کا اعلان کررکھا ہے ادھر یہ حال کہ کسی نے حضرت کے پاس خط بھیج دیا کہ جلسہ ملتوی ہوگیا اور مزید پریشانی یہ کہ تاریخ قریب سے قریب تر ہوتی چلی جارہی ہے، چنانچہ میں بذات خود بلا تاخیر دہلی گیا اور حضرت مولانا حفظ الرحمان صاحب سے ملاقات کی اور حضرت کا روانہ کردہ خط خدمت میں پیش کرکے کہا کہ حضرت آپ کی جانب سے یہ خط پہونچا ہے ہم نے تو آپ کے پاس التواء کا کوئی خط نہیں بھیجا، حضرت کو بڑا تعجب ہوا اور اپنے منشی کو بلاکر کہا کہ جو خط گنگوہ کے جلسہ کے التواء کا ہمارے پاس آیا تھا وہ نکال کر لاؤ

چنانچہ منشی جی نے وہ خط نکالا اس میں دستخط دیکھے تو محمود نامی شخص کے دستخط تھے، میں نے حضرت سے عرض کیا کہ میرا نام تو شریف احمد ہے میں نے جو پرچہ لکھ کر دیا تھا اس پر میرے دستخط ہیں اور اس خط پر تو محمود کے دستخط ہیں، حضرت کو اس پر مزید تعجب ہوا کہ یہ غلطی ہم سے کیسے ہوگئی؟ کہ ہم نے بلا تحقیق التواء کا خط جاری کر دیا، تاہم حضرت نے اپنے منشی کو سخت لہجہ میں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تم نے دیکھا بھی نہیں کہ پہلے پرچہ پر جو دستخط ہیں وہ شریف احمد کے ہیں اور جلسہ کے التواء کا جو خط ہمارے پاس آیا ہے اس میں محمود کے دستخط ہیں، بہر حال حضرت نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اچھا گنگوہ ضرور چلیں گے اور منشی کو کہا کہ گنگوہ والی تاریخ میں جو میٹنگ ہونی طے کر دی تھی وہ ملتوی کر دو اور سب لوگوں کو کہلوا دو کہ فلاں تاریخ میں حضرت کہیں تشریف لے جائیں گے اس لئے میٹنگ نہیں ہو سکے گی اور مجھے کہا کہ آپ چلے جائیں انتظام کیجئے ہم ضرور گنگوہ آئیں گے، چنانچہ تاریخ مقررہ پر حضرت دہلی سے بذریعہ ٹرین سہارنپور پہونچے اور وہاں سے بذریعہ ٹیکسی گنگوہ تشریف لائے، بعد نماز عشاء آپ کا بیان ہوا لوگ بڑی تعداد میں جوق در جوق شریک اجلاس ہوئے اور حضرت کا بیان بڑی دلجمعی، ذوق وشوق کیساتھ سنا، اور پروگرام بخوبی اختتام پذیر ہوا۔

اجلاس کے بعد حضرت نے کھانا تناول فرمایا اور پھر کچھ دیر گفتگو کرنے کے بعد لیٹ گئے صبح ناشتہ سے فراغت کے بعد حضرت نے چلنے کا ارادہ کیا تو میں نے عرض کیا کہ حضرت قریب کے ایک گاؤں خانپور میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی تشریف لائے ہوئے ہیں اور ابھی وہیں پر ٹھہرے ہوں گے تو حضرت نے کہا بہت

اچھا ضرور ملاقات کروں گا، چنانچہ بذریعہ ٹیکسی ہم گاؤں میں پہونچے حضرت سے ملاقات ہوئی دونوں اکابر کی ملاقات بڑی ہی پر کیف تھی، ملاقات اور گفتگو سے فراغت کے بعد حضرت مولانا حفظ الرحمان صاحب وہیں سے سہارن پور کیلئے روانہ ہوگئے اور پھر وہاں سے بذریعہ ٹرین دہلی پہونچے، میں گاؤں میں ہی حضرت مدنی کے پاس ٹھہر گیا اور حضرت سے ملاقات کی حضرت بڑے غصہ کی حالت میں تھے فرمایا کہ آپ لوگ پوری رات سے کہاں ہو میں یہاں سردی میں ٹھٹر گیا، میں نے دیکھا کہ جس کمرہ میں حضرت کو آرام کرایا گیا تھا اس کے جنگلوں میں کھڑکیاں نہیں تھیں، حضرت کی اس بے آرامی پر بے حد احساس ہوا اور طبیعت پر حضرت کی پریشانی بڑی ہی گراں بار ہوئی، میں نے کچھ دیر توقف کیا پھر حضرت سے گنگوہ تشریف لے چلنے کی درخواست کی اور حضرت کو گنگوہ کا پروگرام بھی یاد دلایا، حضرت نے فرمایا ضرور چلیں گے، چنانچہ حضرت نے اہل مدرسہ سے کہا کہ ناشتہ جلدی لاؤ ورنہ ہم چلتے ہیں، تھوڑی دیر بعد حضرت کو کسی نے بتلایا کہ ابھی ناشتہ میں دیر ہے تو حضرت فوراً چلنے کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے تو مدرسہ والوں نے کہا کہ حضرت صرف دس منٹ میں ناشتہ تیار ہو جائے گا، حضرت نے گھڑی دیکھ لی جب دس منٹ پورے ہوگئے تو حضرت اٹھ کھڑے ہوئے اور بغیر ناشتہ کے ہی چلدئے اور مجھ سے فرمایا کہ تیرے گھر میں تو کھانا مل ہی جائے گا؟ میں یہ بات سن کر ہکّا بکّا رہ گیا کیونکہ یہ بات ذہن میں تھی کہ حضرت دوپہر کا کھانا گاؤں میں تناول فرما کر گنگوہ تشریف لائیں گے اور حضرت نے بھی اپنا پروگرام اسی طرح طے فرمایا تھا اسی لئے

پہلے سے گھر میں کھانے کی کوئی خاص تیاری اور انتظام نہیں کیا تھا، تاہم حضرت بذریعہ کار گنگوہ کیلئے روانہ ہوگئے میرے پاس اپنی ایک پرانی سائیکل تھی جس کو میں اس زمانہ میں استعمال کرتا تھا میں اس پر سوار ہوکر حضرت کے پیچھے پیچھے چلا اور تقریباً ساتھ ساتھ ہی گنگوہ پہونچ گیا۔

حضرت مدنی اور اکثر اکابر کا اس زمانہ میں یہ معمول تھا کہ جب گنگوہ تشریف لاتے تو اولاً حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے پرنواسے حضرت مولانا ایوب صاحب کے یہاں قیام فرماتے کسی اور جگہ جانا ہوتا تو اس کے بعد جاتے، چنانچہ حضرت مدنی حسب معمول مولانا ایوب صاحب کے مکان پر پہونچ گئے، ادھر میں نے ایک طالب علم بڑی تیزی کے ساتھ گھر دوڑایا کہ جلدی معلوم کرکے آؤ کہ رات کا بچا ہوا کچھ کھانا رکھا ہے یا نہیں، گھر سے جواب ملا کہ رات کا بچا ہوا کھانا رکھا ہے بس میری جان میں جان آگئی، چونکہ رات میں حضرت مولانا حفظ الرحمان صاحب کی آمد پر پلاؤ تیار کرائی تھی میں نے جلدی سے اس کو گرم کرایا، اُدھر حضرت مولانا ایوب صاحبؒ بہت متفکر تھے کہ حضرت کی دفعتہ آمد پر کیا کھانا تیار کرایا جائے، چنانچہ وہ ابھی اسی شش وپنج میں تھے کہ میں پلاؤ گرم کراکے مولانا ایوب صاحب کے مکان پر پہونچ گیا مولانا موصوف بے حد خوش ہوئے اور راحت کی ٹھنڈی سانس لی، دسترخوان بچھا دیا گیا اور حضرت کھانے کیلئے بیٹھ گئے کھانا تناول کرنے کے دوران مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ارے وہاں تو تو بولا نہیں اور یہاں اتنی جلدی کھانے کا انتظام بھی ہوگیا، میں نے عرض کیا حضرت رات یہ پلاؤ مولانا حفظ الرحمان صاحب کے لئے بنوائی تھی لیکن میں یہ جواب دینے کے بعد سوچ

میں پڑ گیا اور تعجب کرنے لگا کہ حضرت نے کیسے تاڑ لیا کہ کھانا میں لایا ہوں جبکہ دستر خوان تو مولانا ایوب صاحب کا ہے اور حضرت نے بلا کسی شبہ کے پورے یقین کے ساتھ کیسے فرما دیا کہ وہاں تو تو بولا نہیں اور یہاں اتنی جلدی کیسے انتظام ہو گیا؟۔

سچ ہے کہ اولیاء اللہ خدا داد فراستِ ایمانی کے ساتھ متصف ہوتے ہیں اس نورِ ایمان کی روشنی میں وہ بہت ساری ان باتوں کو ایسے دیکھ لیتے ہیں جیسے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، اسی لئے حدیثِ پاک میں وارد ہوا ہے: **اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله** (ترمذی شریف) اس کو صوفیاء کرام کی اصطلاح میں کشف والہام سے تعبیر کیا جاتا ہے، یعنی ان کو دوسروں کے قلب ودماغ کی بات ایسے صاف نظر آتی ہے جیسے دوسرے لوگوں کو اپنی صورت آئینہ میں نظر آتی ہے، پھر حضرت شیخ الاسلامؒ کی بصیرتِ ایمانی تو جس قدر بڑھی ہوئی تھی اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے، حضرت شیخ الاسلامؒ نے کھانے سے فارغ ہوکر جمعہ کی تیاری فرمائی اور جمعہ کے بعد حضرت کا نہایت ہی ولولہ انگیز پر مغز اور مؤثر بیان ہوا۔

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کی خدمت

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ مولانا ایوب صاحبؒ کے یہاں اکثر وبیشتر تشریف لاتے رہتے تھے، مہینہ میں ایک مرتبہ اور کبھی تو بیس ہی دن میں تشریف آوری ہوتی تھی تو میں ہر موقعہ پر حاضر ہوکر خدمتی امور انجام دیتا تھا، مثلاً دستر خوان بچھانا، دروازہ سے طعام لیکر دستر خوان پر رکھنا، پانی کا گھڑا اٹھانا، گلاس میں پانی بھر کر رکھنا اور بوقت طلب پانی پیش کرنا، بول وبراز کی ضرورت ہوتی

توڑھیلے اور پانی کا لوٹا رکھنا، نیز پھر وضو کیلئے پانی رکھنا، بعد وضو تولیہ پیش کرنا، ہاتھ میں ٹوپی دینا، سردی کا زمانہ ہوتا تو عمامہ اور جبہ مبارک پیش کرنا اور پوری تیاری کے بعد حضرت کے ساتھ نماز باجماعت پڑھنے کے لئے جانا، حضرت کو اس بات کا خاص اہتمام تھا کہ مسجد جاکر نماز پڑھیں حالانکہ مسجد اونچی تھی کئی سیڑھیاں چڑھنی پڑتی تھیں، حضرت کے ساتھ ساتھ مسجد جاتا اور نماز جماعت سے پڑھتا، بحمد اللہ بندہ کو حضرت کی ان خدمات کا شرف حاصل ہوا اور حضرت کی توجہاتِ کاملہ نصیب ہوئیں جو میری زندگی اور مدرسہ کی ترقی میں رنگ لائے بغیر نہ رہ سکیں، حق تعالی حضرت کی قبر کو نور سے بھر دے اور اعلی علیین میں جگہ عطاء فرمائے۔

مذکورہ بالا خدمات کا شرف حاصل ہونے میں جناب مولانا ایوب صاحب گنگوہیؒ کا خصوصی تعاون رہا، وہ بھی میرے ساتھ بہت ہی شفقت ورحمت کا معاملہ فرماتے تھے، ان کے والد گرامی قدر جناب حافظ محمد یعقوب صاحب حضرت گنگوہیؒ کے نواسے تھے میں نے سات سال تک انہیں کی کرم فرمائیوں اور مہربانیوں کی بدولت انکی مسجد میں تراویح میں قرآن پاک سنایا، وہ اپنی قلبی محبت کی وجہ سے مجھے کسی طرح بھی نہیں چھوڑتے تھے، انکی وفات کے بعد دوسری مساجد میں سنانے کا موقعہ ہوا بڑے ہی مہربان تھے، کبھی کبھی اپنے گھر پر بلا کر مجھکو رس کی کھیر کھلاتے اور چائے کا اہتمام کرتے، کبھی کبھی تو میرے انتظار میں چائے نوش نہ فرماتے اور کھانا نہ کھاتے تھے، اللہ تعالی موصوف کو جنت میں درجات عالیہ نصیب فرمائے۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کی مدرسہ اشرف العلوم میں بارہا تشریف آوری ہوئی خصوصاً سالانہ اجلاس کے موقعہ پر اکثر وبیشتر آپ جلسہ کو رونق بخشتے تھے اور اپنے

گراں قدر وعظ اور بیش بہا خطاب سے لوگوں کو مستفیض فرماتے تھے، مگر کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بروقت شدید اعذار پیش آنے کی وجہ سے آپ کی تشریف آوری نہ ہو پاتی تھی، جب کبھی ایسا ہوتا آپ معذرت نامہ تحریر فرماتے اور تواضع جو آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی آپ کی تحریر سے عیاں ہوتی، چنانچہ ۱۳۷۲ھ میں جلسہ کے عین موقعہ پر آپ کو شدید مرض لاحق ہوا جسکی وجہ سے آپ تشریف نہ لا سکے آپ نے معذرت پر مشتمل تحریر روانہ فرمائی۔

حضرت مدنیؒ کا ایک گرامی نامہ

تقدیر الٰہی ہی غالب رہتی ہے

(۱) محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج مبارک! مجھے سخت افسوس ہے کہ میں گنگوہ اس وقت حاضر نہ ہو سکا باوجودیکہ میں دوشنبہ اور سہ شنبہ کو بیمار ہو گیا تھا دو قے اور چھ سات دست آئے اور اسکی وجہ سے بہت ضعف ہو گیا تھا، ڈاکٹری دوائیں کل تک استعمال کرتا رہا مگر آپ کے نمائندہ مولوی حافظ شبیر احمد صاحب کے آنے پر پختہ اردہ کر کے روانہ ہو گیا تھا، یہاں لوگوں کا اصرار تھا کہ موجودہ حالت میں تجھکو نہ جانا چاہئے مگر میں ایفاء وعدہ کرنا چاہتا تھا افسوس کہ وہ تانگہ جسکو حافظ شبیر احمد صاحب لائے تھے نہایت ہی خراب تھا باوجودیکہ گاڑی میں پندرہ منٹ باقی تھے وہ راستہ میں ہی نہایت سست چلا قدم قدم پر ٹھہرتا تھا، راستہ ہی میں صدر چوکی کے کچھ آگے تھا کہ گاڑی آ گئی تیز چلنے کی جب تاکید کی گئی اور چلایا گیا تو یک بارگی پہیہ نکل گیا گھوڑا اگر گیا اگرچہ کسی کو

خدا کے فضل سے چوٹ نہ آئی، مگر اس قدر تاخیر ہوگئی کہ گاڑی چھوٹ گئی پھر ہم لاری کے اڈہ پر گئے مگر وہاں پونے چار بجے پہونچے تو معلوم ہوا کہ پونے پانچ بجے تک انتظار کرنا ہوگا اس لئے بجبوری ارادہ فسخ کرنا پڑا، میرا عذر اراکین مدرسہ سے ذکر کردیں اور معافی کی درخواست کردیں، چونکہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند اور دوسرے حضرات پہونچ گئے ہیں اس لئے میری غیر حاضری سے جلسہ میں کوئی نقصان نہیں ہوسکتا۔

تقدیر الٰہی پر تدبیر غالب نہیں ہوتی جملہ اراکین مدرسہ سے سلام مسنون عرض کردیں، والسلام۔

ننگ اسلاف: حسین احمد غفرلہ
۲۷؍شوال ۱۳۷۲ھ

ایفائے وعدہ کا اہتمام

(۲) اس طرح ایک اور اجلاس کے موقعہ پر آپ کو شدید عذر پیش آیا آپ کی طبیعت بے حد ناساز تھی آپ نے اس کے باوجود کوشش کی مگر کارگر نہ ہوسکی، چنانچہ میں اشرف العلوم کے سالانہ جلسہ کی تاریخ کی تعیین کے سلسلہ میں حضرت اقدسؒ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے جمعرات کا دن مقرر فرمایا میں نے یہاں آکر قرب وجوار کے قصبہ میں سالانہ جلسہ اور اس میں حضرت مدنیؒ کی تشریف آوری کی اطلاعات اعلانات لوگوں میں کرادیئے اور حضرت کو لینے کیلئے دیوبند پہونچ گیا، برسات کا موسم تھا نماز ظہر سے قبل حضرت سے ملاقات ہوگئی ملاقات کے بعد حضرت کو اشرف العلوم کے جلسہ کی تاریخ یاد دلائی، حضرت نے فرمایا ہاں ضرور چلوں گا، دریں اثنا حضرت سے میں بات ہی کررہا تھا کہ سامنے والے حجرہ

سے مولانا قاری سید اصغر صاحبؒ خادم خاص حضرت مدنیؒ آگئے اور مجھے بات کرتے ہوئے دیکھ کر کہا کہ حضرت کو بخار ہے اور حضرت کی طبیعت ناساز ہے، انہوں نے کہا کہ اتنا بھی خیال نہیں کرتے اور حضرت کو لینے کے لئے آگئے، پھر وہ حضرت مدنیؒ سے مخاطب ہوئے اور بہت ہی سخت مگر ہمدردانہ لہجہ میں کہا کہ آپ گنگوہ نہیں جائیں گے آپ کی طبیعت خراب ہے آپ کی طبیعت خراب ہے دو تین مرتبہ دہرایا، مگر حضرت نے ان کے یہ جملے سننے کے بعد فرمایا کہ انہوں نے جلسہ کا انتظام کر رکھا ہے اور میں نے وعدہ کر رکھا ہے اس کا کیا ہوگا؟ لوگ یوں کہیں گے کہ وعدہ کرتے ہیں مگر اس کو پورا نہیں کرتے، مگر وہ بار بار محبت میں یہی کہتے رہے کہ حضرت آپ کی طبیعت خراب ہے عذر تو ہو ہی جاتا ہے اور آپ کو تو واقعی عذر ہے، اس گفتگو کی وجہ سے نماز میں بھی پانچ سات منٹ کی تاخیر ہوگئی، حضرت مسجد میں نماز کیلئے تشریف لے گئے نماز کے بعد مجھ سے فرمایا کہ تانگہ لے آؤ، میں تانگہ کی تلاش میں نکلا اس وقت تمام تانگے اسٹیشن جا چکے تھے پھر میں جامع مسجد تک تانگہ سواری کی تلاش میں گیا وہاں صرف گھوڑا ایکی تانگہ ملا جو کمزور قسم کا تھا میں اس کو لے آیا اور آ کر حضرت کو اطلاع کر دی کہ حضرت تانگہ آ گیا حضرت شیروانی پہن کر اندر سے تشریف لائے اور تانگہ میں بیٹھ کر ہم لوگ اسٹیشن کی طرف روانہ ہوئے، حضرت مدنیؒ پیچھے کی سیٹ پر بیٹھے میں اور مولانا اسعد مدنی صاحب آگے کی سیٹ پر بیٹھے، تانگہ چلا تانگہ ابھی بازار ہی میں تھا کہ ٹرین کے آنے کی آواز کانوں میں پڑی تانگہ والے نے ذرا تیز بھگانا شروع کیا تانگہ جب حکیم محمد عمر صاحب مرحوم کی مسجد کے قریب پہونچا تو گاڑی نے روانگی کی سیٹی دیدی تانگہ والے نے اور تیز بھگانا چاہا

مگر گھوڑا ایک دم گر گیا، ہم دونوں چونکہ آگے تھے اس لئے ہم دونوں کو معمولی سی چوٹ لگی اور حضرت بحمد اللہ محفوظ رہے، ادھر اسٹیشن سے ریل گاڑی روانہ ہوگئی، حضرت نے فرمایا گھر چلو چنانچہ ہم لوگ گھر کی طرف واپس ہوئے، حضرت اندر گھر میں تشریف لے گئے اور میں عجیب مایوس کن حالت میں باہر کھڑا رہ گیا، کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی اسلئے کہ رات میں جلسہ ہونا ہے لوگ قصبہ و دیہات سے شریک اجلاس ہونے والے ہیں اور حال یہ ہے کہ اب گنگوہ کے لئے میری واپسی کا راستہ نظر نہیں آتا، کیونکہ اس زمانہ میں سہارنپور آنے کے لئے بسیں نہیں چلی تھیں ٹرین ہی واحد ذریعہ تھا وہ جا چکی تھی، پھر میں نے ٹیکسی والے کو تلاش کیا مگر وہ بھی نہ ملا اس لئے کہ ٹیکسیوں کا بھی اس وقت زیادہ رواج نہیں پڑا تھا، بالآخر مایوس ہوکر بعد نماز مغرب سہارنپور روڑ پر آکر کھڑا ہوگیا اس خیال سے کہ شاید کوئی سواری مل جائے اور میں کسی طرح گنگوہ پہونچ جاؤں، کافی دیر بعد ایک ٹرک آیا میں اس میں بیٹھ کر سہارنپور پہونچا سہارنپور سے آخری بس مل گئی اس میں بیٹھ کر گنگوہ پہونچ گیا، برسات کا موسم تھا یہاں گنگوہ میں بارش ہورہی تھی جسکی وجہ سے جلسہ کا سارا انتظام بگڑ گیا تھا، پھر اگلے دن صبح کو جلسہ کی دوسری نشست ہوئی اور جلسہ کا پروگرام نمازِ جمعہ سے قبل پایۂ اختتام کو پہونچا۔

ع
پھر بھی آئیں گے گر خدا لایا

جامعہ اشرف العلوم رشیدی میں حضرت مدنیؒ کا آخری ورودِ مسعود

سالانہ جلسہ کا پروگرام تو حالات واعذار کی نذر ہوگیا تھا مگر ڈیڑھ دو ماہ بعد حضرت شیخ الاسلام گنگوہ اپنے پروگرام سے تشریف لائے حسب معمول آدابِ

ملاقات وشرف نیاز حاصل کرنے کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت نماز عشاء مدرسہ میں ادا فرمالیں اور بعد نماز چند دعائیہ کلمات ارشاد فرمادیں، میری اس درخواست پر حضرت نے فوراً فرمایا ہاں ہاں تیرا قرض بھی تو میرے ذمہ باقی ہے، مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ حضرت نے اس ناچیز کو کس قدر یاد رکھا، اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت اپنے چھوٹوں پر بڑی توجہ فرماتے اور حسب موقعہ اس کا اظہار بھی فرمادیتے تھے، تاہم آپ مدرسہ تشریف لائے اور بعد نماز عشاء حضرت نے موعظت ونصیحت کے کلمات ارشاد فرما کر دعاء فرمائی۔

حضرت مدنیؒ کے جنازہ میں شرکت

حضرت کو مسلسل جدوجہد، اسفار کی کثرت، اجلاسات کی شرکت نے عوارض جسمانیہ میں مبتلا کردیا تھا، انتقال سے دو سال قبل یہ حالت ہوگئی تھی کہ تھوڑی دور پیدل چلنا دشوار تھا اس کے باوجود آپ نے ایک دینی جلسہ کی شرکت کیلئے مدراس کا سفر کیا، وہاں آپ کو قلب کا عارضہ پیش آیا تو سفر مختصر کر کے جلد واپس تشریف لے آئے، اس سفر میں طبیعت اس قدر خراب ہوئی تھی کہ آئندہ سفر جاری رکھنا سخت نقصان دہ تھا زیادہ تقریر کرنے اور چلنے سے سانس پھولنے لگتا تھا، جب یہ حالت ہوگئی تو ڈاکٹروں نے مکمل آرام کرنے کا مشورہ دیا اور زیادہ چلنے پھرنے اور بات چیت کرنے کی ممانعت کردی اور ڈاکٹروں نے کھڑے ہونے سے منع کیا مگر آپ نے ان کی بات نہ مانی اور مہمان خانہ میں باجماعت نماز ادا فرماتے رہے، کچھ دن بعد آپکی حالت بہتر ہوگئی مگر اچانک دوبارہ تنفس کا حملہ ہوا معالجین نے اپنا علاج

شروع کیا مگر مرض کی شدت بڑھتی چلی گئی اور کمزوری اس قدر آ گئی تھی کہ سہارے کے بغیر اٹھ بیٹھ نہ سکتے تھے، اسی دوران شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ تشریف لائے تو حضرت نے فرمایا کہ آپ نے کیوں تکلیف کی وہیں سے دعاء فرما دیتے، شیخ صاحب نے فرمایا کہ خدا آپ کا سایہ مبارک قائم رکھے مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی، حضرت شیخ زکریاؒ ڈاکٹر برکت علی کو ساتھ لائے تھے انہوں نے حضرت کا پون گھنٹہ معاینہ کیا اور بڑی حیرت کے ساتھ کہا کہ حضرت زندہ کیسے ہیں؟ ان کے اعتبار سے زندہ رہنے کی کوئی صورت باقی نہ رہی تھی، وصال سے تین دن قبل آپ بصحت معلوم ہوئے اور یہ خیال ہوا کہ اب صرف کمزروی باقی ہے، مگر تین دن بعد آپ عشاء کی نماز پڑھ کر کچھ گفتگو کرنے کے بعد بستر پر لحاف اوڑھ کر لیٹ گئے اور کروٹیں بدلنے لگے زبان پر اللہ اللہ جاری تھا، عرض کیا گیا کہ حضرت کچھ تکلیف زیادہ ہے؟ فرمایا ہاں بھائی ذرا اٹھادو سہارا دیکر اٹھا دیا گیا، آپ نے پانی طلب فرمایا پانی پلایا گیا پھر آپنے کچھ علمی گفتگو کرنے کے بعد فرمایا مجھے لٹا دو آپ لیٹ گئے اور صبح نماز فجر آپنے اول وقت ادا فرمائی اشراق تک وظائف میں مشغول رہے، جب اچھی طرح دن نکل آیا تو آپ نے صحن میں آنے کی خواہش ظاہر فرمائی آپ کو صحن میں چارپائی پر لٹا دیا گیا بارہ ۱۲ ربجے شربت کے چند گھونٹ پئے اور ٹیک لگا کر بیٹھ گئے، اہلیہ محترمہ نے کہا آپ لیٹ جایئے آپ لیٹ گئے اور حضرت مولانا اسعد صاحب بدن دبانے لگے، حضرت مولانا اسعد صاحب نے دیکھا کہ حضرت سو گئے تو وہاں سے آہستہ آہستہ ہٹ گئے اور ہر دس منٹ بعد کمرہ میں کوئی نہ کوئی آتا جاتا رہا، جب اڑھائی بج گئے تو آپ کو اُٹھانا چاہا مگر بدن میں کوئی حرکت پیدا نہیں

ہوئی گھبراہٹ ہوئی، حضرت مولانا اسعد صاحب کو بلایا گیا آپ آئے نبض دیکھی تو ساکت تھی، مولانا اسعد صاحب مولانا اصغر صاحب وغیرہ حضرات نے خوب اچھی طرح دیکھا موت کے بالکل آثار نہیں، نہ چہرہ پر مردنی ہے، نہ روح کے پرواز کرنے کی علامتیں ہیں سب حیران تھے، ڈاکٹر کو بلایا گیا اس نے دل پر آلہ لگا کر دیکھا تو دل کی دھڑکنیں بند ہوچکی تھیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جان کر منجملۂ خاصان مے خانہ مجھے
مُدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

تمام اہم مقامات پر بذریعہ ٹیلیفون اطلاع دی گئی ہم کو عصر کے وقت ہی حضرت کے وصال کی خبر مل گئی تھی، میں علی الفور حضرت مولانا ایوب صاحب گنگوہی کولیکر دیوبند روانہ ہوگیا تھا، تجہیز و تکفین میں جلدی کی گئی بعد مغرب ہی غسل کی تیاریاں شروع ہوگئی تھیں غسل دینے والے حضرات میں حضرت شیخ زکریا صاحبؒ، حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ، مولانا عبدالاحد صاحبؒ مدرس دارالعلوم دیوبند مولانا راشد حسن عثمانی صاحبؒ نبیرہ حضرت شیخ الہندؒ وغیرہ حضرات شریک تھے، جنازہ رات آٹھ بجے ہی تیار ہوگیا تھا، جنازہ کی چارپائی میں لمبی لمبی بلیاں باندھی گئی تھیں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو جنازہ اٹھانے کی سعادت حاصل ہوسکے، لوگ ٹرینوں، بسوں، ٹیکسیوں اور ٹیمپوؤں کے ذریعہ بڑی تعداد میں دیوبند پہونچے، مجمع اس قدر زیادہ تھا کہ تل رکھنے کی جگہ نہ تھی، جنازہ احاطۂ مولسری لیجانے میں ۵۰؍منٹ کا وقت لگا، آخری دیدار کیلئے آپ کا جنازہ دارالحدیث میں رکھا گیا، حضرت شیخ زکریاؒ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

چراغ محمدی میں لکھا ہے کہ انتقال کے بعد حضرت شیخ زکریاؒ تشریف لائے

حضرت کی پیشانی کو بوسہ دیا تو ایسا پھوٹ پھوٹ کر روئے کہ دیکھنے والوں کا کلیجہ پھٹ کر رہ گیا، پھر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں جنازہ قبرستان قاسمی میں لایا گیا اور آپ کو شیخ الہندؒ کے قریب میں دفن کیا گیا۔

اس طرح یہ شیخ الہندؒ کا وفادار اور مخلص شاگرد جو سفر وحضر میں، مصیبت وتکلیف میں، ان کے کام وکاز میں، ان کے عزم وارادہ اور منصوبہ کی تکمیل میں اور ان سے حاصل کردہ امانت کی اشاعت میں ہمیشہ اپنی جان، مال، وقت قربان کرتا رہا اور دیوبند سے لیکر مالٹا تک اور ہندوستان سے حرمین تک ہمیشہ ساتھ دیتا رہا، بالآخر آخرت کی منازل میں بھی رفاقت اختیار کر گیا اور اپنے محبوب استاذ کے ہی قرب میں آرام کرنے کیلئے ہمیشہ ہمیش کیلئے لٹا دیا گیا، اور عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

جان دیدی ہی جگر نے پائے زلفِ یار پر
مدتوں کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

حضرت والد صاحب قدس سرہ فرماتے تھے: بندہ کے ساتھ حضرت کا زندگی بھر بے حد مشفقانہ والہانہ تعلق رہا، جامعہ اشرف العلوم رشیدی میں حضرت کی بارہا تشریف آوری ہوئی، دعائیں دیں، ہمت بندھائی، دار قدیم کا سنگ بنیاد رکھا، حضرت کی یادگار میں مدرسہ میں کتب خانہ قائم ہے جس میں تقریباً بارہ ہزار مختلف علوم وفنون کی کتابیں موجود ہیں، حضرت شیخ الاسلامؒ کے سلسلہ میں مدرسہ کی روئیداد میں بسال وفات حضرت والد صاحبؒ نے اس طرح لکھ کر اپنے غم وافسوس کا اظہار کیا:

تازہ صدمہ

اب حُسین احمد نہیں ہیں گو ہمارے درمیاں لیکن ان کا فیض روحانی تو ہے رحمت فشاں
وہ حسین احمد یہاں تھے کل جو محبوبِ نظر آج ہیں بامِ حقیقت کی فضا میں جلوہ گر

علم و عمل کا آفتاب غروب ہو گیا، علمی و عملی دُنیا بلکہ تمام عالم سوگوار ہے اور ارباب فضل و کمال غم و الم کے عمیق سمندر میں ڈوب گئے، شیخ الاسلامؒ کی موت نے ہم جیسے کمزور انسانوں کی کمر ہمت توڑ دی، حضرت شیخ سراپا شفقت و محبت تھے وسعت علم میں اپنی مثال آپ تھے، پھر حافظہ کی بے پناہ قوت، قدرتی ذکاوت اور طبعی ذہانت بھی از بس تھی، جن لوگوں کو آپ سے ملاقات کا موقعہ ملا ہے وہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت شیخ میں دین کا کیسا مخلصانہ جذبہ تھا، علم میں اگر آسمان کی سی وسعت کے مالک تھے تو عمل میں سمندر کی گہرائی رکھتے تھے، حمیت و غیرت کا جیسا جوش و تلاطم تھا اس کی مثال اب کم ہی دیکھنے میں آئیگی ؎

برون بینم اوصافِ شیخ از حساب نگنجد دریں نامۂ مختصر ہمچناں

ایسے موقعہ پر سخت کمی ہوگی اور اس روداد میں ایک خاص نقص ہوگا جو یہ ظاہر نہ کیا جائے کہ سالانہ اجتماع میں خصوصاً وقتاً فوقتاً عموماً مدرسہ اشرف العلوم رشیدی قصبہ گنگوہ کو حضرت شیخ اپنے فیوض و برکات سے مستفیض فرماتے تھے، نیز مجاہد جلیل عالم کبیر حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ کے وطنِ مالوف ہونے کے باعث بیحد شفقت و کرم اور خاص وابستگی رکھتے تھے کہ یہ مقام علم و عمل سے خالی نہ رہے، حضرت شیخ نے ۱۲؍ جمادی الاولی ۱۳۷۷ھ بروز جمعرات بوقت ۳؍ بجے شام دیوبند ہی میں انتقال فرمایا اور ان کے بعد ہمارے لئے ان کے اخلاص و محبت اور نیکی اور نیکوکاری کی صرف یاد باقی رہ گئی ہے، ہم خدامان و کارکنان مدرسہ ہذا دعا گو ہیں اور اپنے دوستوں سے دعائے مغفرت کے طلبگار ہیں کہ حق تعالیٰ حضرت شیخ مرحوم کے اعمال صالحہ کو قبول فرمائے اور رحمت الٰہی حیاتِ اُخروی میں ان کی دستگیر

ہو اور ان کے متعلقین صبر اور زندگی کا حوصلہ پائیں آمین ثم آمین۔

ناشر

شریف احمد

ناظم مدرسہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مدنیؒ کے تعلق سے کچھ اشعار یہاں ذکر کر دئے جائیں:

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

وہ شیخ الہند محمود الحسن کی آنکھ کا تارا — وہ نور عینِ امداد و رشید قطبِ ربّانی
رسول اللہ کا وارث ولی اللہ کا وارث — وہ فخر خاندانِ قاسمی وہ شیخِ ربانی
وہ شمس علم و حکمت جس سے عالم ہوگیا روشن — عجم میں جس کی تنویریں عرب میں جس کی تابانی
وہ شیرِ بیشۂ اسلام وہ مستانۂ وحدت — وہ جس کی گونج سے دُشمن کا پتّہ ہوگیا پانی
حسین احمد اسی قدسی صفت کا نامِ نامی ہے — اسی پر آج ہے اتمام نعمت ہائے ربّانی
اسیر مالٹا وہ یاد گار احمد حنبل — اسیر قیدِ زنداں ہوگیا وہ یوسفِ ثانی
دبانے سے نہیں دبتے یہ حُریت کے متوالے — کہیں روکے سے رُکتی ہے سمندر کی بھی طغیانی
کبھی مردانِ غازی غیر حق سے ڈر نہیں سکتے — یہی وہ ہیں جو کرتے ہیں فقیری میں بھی سلطانی
اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارْ کی تلوار ہاتھوں میں — نظر آجائے سِیْمَاھُمْ جو کوئی دیکھے تو پیشانی
تَرَاھُمْ رُکَّعاً او سُجَّداً فی اللَّیل رهبان — شعارِ زندگانی ابتغاءِ فضلِ ربّانی
صحابہؓ کا نمونہ اور رسول اللہؐ کا اُسوہ — انہیں دیکھو کہ ہیں یہ مظہرِ آیات قرآنی
حسین احمد کے حصّے کا پلاؤ کھانے والوں کو — تن آسانی تو آسان ہے مگر مشکل ہے قربانی
خدا کی راہ میں مرمٹنے والوں سے کوئی پوچھے — کہ قید و بند میں ہیں کیسی لذت ہائے روحانی

(چراغ محمدؐ ص ۴۷۰)

یہاں تک حضرت مدنیؒ کے تعلق کے واقعات کا کچھ تذکرہ ہوا ہے، دارالعلوم دیوبند میں آپ کے جو دوسرے اساتذہ تھے اب ان کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے جن کا اجمالاً ذکر شروع میں آچکا ہے جہاں آپ کے اسباق کا ذکر آیا تھا۔

آپ کے دیگر اساتذۂ ذیشان

حضرت مولانا فخر الحسن صاحب مفسر قرآن دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا فخر الحسن صاحب دارالعلوم کے مشہور استاذ محدث ومفسر اور بڑے خطیب وواعظ تھے، اگر خاص امت یعنی طالبان علوم نبوت کو درس وتدریس کے ذریعہ عوام الناس کو جلسوں میں وعظ وبیانوں کے ذریعہ سے آپ کی ذات سے بہت زبردست فائدہ پہنچا، حضرت والد صاحبؒ کو اپنے استاذ حضرت مولانا فخر الحسن صاحب سے بھی خاص لگاؤ تھا، راقم الحروف کو یاد آتا ہے کہ حضرت والد صاحبؒ مجھ کو اپنے ساتھ دیوبند لیجایا کرتے تھے اور حضرت مولانا کے مکان پر ان سے ملاقات کیا کرتے تھے اور حضرت مولانا بھی بہت شفقت وعنایت فرمایا کرتے تھے، مدرسہ کے جلسہ میں آپ بکثرت تشریف لایا کرتے اور حوصلہ افزائی فرماتے، چنانچہ اپنے ایک معائنہ میں اس طرح لکھتے ہیں:

گنگوہ ایک تاریخی قصبہ ہے

باسمہ سبحانہ وتعالی

حامداً ومصلیاً: احقر فخر الحسن مدرس دارالعلوم دیوبند حضرات اکابر کی

ہمرکابی میں قصبہ گنگوہ حاضر ہو، ابالخصوص حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب مفتی دارالعلوم قابل ذکر ہیں، مدرسہ اشرف العلوم قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور ایک ایسا ادارہ ہے جہاں قرآن ناظرہ وحفظ قرآن پاک وتجوید قرآن پاک سے لیکر عربی کی اونچی کتابیں، مثلا جلالین شریف ہدایہ اولین وغیرہ اس مدرسہ میں پڑھائی جارہی ہیں، قابل اساتذہ کا مجمع ہے، تعلیمی حالت کے پیش نظر طلبا کا اچھا خاصہ اجتماع رہنے لگا، تو جناب عزیز محترم مولانا قاری شریف احمد صاحب مہتمم مدرسہ نے ایک دارالطلبہ اورایک بڑی مسجد کی ضرورت محسوس کی، چنانچہ ۲۰ رجنوری ۱۹۷۲ء کو جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ حضرت مولانا حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے مسجد مدرسہ کا سنگ بنیاد ایک عریض ووسیع میدان میں رکھا، گنگوہ ایک تاریخی قصبہ ہے جہاں نامور علماء اورائمہ طریقت واصلاح پیدا ہوئے ہیں، اسکے عوام وخواص سے ضلع سہارنپور خصوصاً اور تمام مخلص مسلمانوں سے عموما گزارش ہے کہ وہ مدرسہ کی مسجد اور مدرسہ کے دارالاقامہ کی پوری پوری مدد فرمائیں اللہ تعالی مدد کرنے والوں کی مدد فرمائے آمین۔

فخر الحسن غفرلہ دارالعلوم دیوبند

یکم رجب ۱۳۹۵ھ مطابق ۵ راگست ۱۹۷۲ء

اور اگر کبھی جلسہ میں آنا نہ ہوتا تو اس پر افسوس کے ساتھ معذرت کرتے چنانچہ اس سلسلہ کے دوخط یہاں پیش کیے جاتے ہیں:

عزیز مکرم زاد مجدہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے جلسہ کی شرکت اپنے لئے باعث سعادت تصور کرتا ہوں، لیکن امسال اپنے بعض اعذار کیوجہ سے حاضر نہ ہوسکوں گا معذور خیال فرمائیں۔ نور الحسن سلمہ سلام عرض کرتے ہیں، فقط والسلام۔ احقر فخر الحسن غفرلہ

۲۶/۱/۱۹۷۶ء

باسمہ تعالیٰ

عزیز مکرم زیدت معالیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے اپنی غیر حاضری پر کسی جلسہ میں افسوس نہیں ہوتا سوائے گنگوہ کے اجتماع کے، نہایت افسوس ہے کہ میری ۴/ مارچ دوسری جگہ دی جاچکی ہے جسکی وجہ سے حاضری سے معذور ہوں اور متاسف ہوں، اللہ تعالیٰ آپکے جلسہ کو کامیاب فرمائیں، مولوی نور الحسن سلمہ آپ کی خدمت میں سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔

احقر فخر الحسن غفرلہ دار العلوم دیوبند

۵/ رجب المرجب ۱۳۹۵ھ

حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ کے متعلق تاریخ دار العلوم دیوبند میں اس طرح لکھا ہے کہ ’’ آپ ۱۰ ارجب ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء کو اپنے آبائی وطن قصبہ عمری ضلع مرادآباد میں پیدا ہوئے اور مختلف مدارس میں آپ نے پڑھا، یہاں تک کہ ۱۳۴۳ھ میں دار العلوم میں داخل ہوئے اور ۱۳۴۷ھ میں دورۂ حدیث کی تکمیل کر کے فارغ التحصیل ہوئے پھر فراغت کے بعد مختلف مدارس میں پڑھایا یہاں تک کہ ۱۳۶۲ھ میں دار العلوم میں طبقۂ علیاء کے ایک مدرس کی حیثیت سے تقرر ہوا اور

مسلم شریف، بیضاوی شریف آپ کے خاص اسباق رہے اور آپ کا درس تقریر تفسیر الحاوی مشہور و معروف ہے اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ سے آپ کو اجازت و خلافت بھی حاصل ہے'' وفات ۱۳۹۸ھ اور مزار قاسمی میں تدفین ہوئی۔

(تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۱۶۱/۲۱۹/ج ۲)

بندہ راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت مولانا کے صاحبزادہ مولانا نورالحسن صاحب والد صاحبؒ کے ساتھ بہت گہرا ربط رکھتے تھے اور برابر گنگوہ آتے رہتے تھے اور والد صاحبؒ بھی ان کے یہاں جایا کرتے تھے، دیوبند میں ان کا کتب خانہ فخریہ کے نام سے چلتا تھا، راقم السطور نے اپنی طالب علمی کے زمانہ میں ان کے یہاں سے ان کے کتب خانہ کی مطبوعات خریدی تھی اور ان کے پاس جانا آنا رہتا تھا، مولانا نورالحسن مرحوم بھی اپنے والد کی طرح ایک کریم الاخلاق انسان تھے، بندہ نے جب اپنی پہلی کتاب خیر الکلام فی مسئلۃ القیام لکھی تو مولانا موصوف ہی نے اس کو طبع کرایا تھا، مولانا موصوف کا کئی سال پہلے انتقال ہو چکا ہے اللہ پاک ان کی مغفرت فرمائے درجات بلند فرمائے آمین۔ آپ کے اساتذہ میں ایک علامہ ابراہیم صاحب بلیاویؒ بھی ہیں لہذا اب ان کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

حضرت علامہ ابراہیم صاحب بلیاویؒ

حضرت علامہ ابراہیم صاحب بلیاویؒ علم و عمل، تقویٰ وطہارت کے جامع تھے اور علوم و فنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے، چنانچہ تاریخ دارالعلوم ص ۱۰۴/ میں لکھا ہے ''مولوی محمد ابراہیم صاحب بلیاویؒ تمام علوم میں کامل الاستعداد تھے،

معقول وفلسفہ کی تمام کتابیں نہایت خوبی سے پڑھاتے تھے، فلسفہ ومنطق اور کلام کے انتہائی اسباق صدرا، شمس بازغہ، قاضی مبارک، حمداللہ، امور عامہ کے علاوہ شرح مطالع، شرح اشارات وغیرہ پڑھاتے تھے، طلباء کا بہت زیادہ میلان ان کی طرف رہتا تھا، نہایت خوش تقریر تھے، غرض یکہ ایک نہایت قابل قدر اور شہرت ووقعت حاصل کرنے والے مدرس تھے''۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:

حضرت علامہ بلیاویؒ ہر علم وفن خصوصاً علم کلام وعقائد میں یگانۂ روزگار تھے، انہوں نے تفسیر وحدیث، عقائد وکلام اور دوسرے علوم کی جو نمایاں خدمات انجام دیں وہ اپنی مثال آپ ہیں، ان کے درس وتدریس کی مدت ۱۳۲۷ھ سے ۱۳۸۷ھ تک ۶۰ رسال ہوتی ہے، طلباء ان کے درس میں بڑے شوق اور انہماک سے شریک ہوتے تھے اور ان کے افادات عالیہ سے مستفید ہونے کے متمنی رہتے تھے، درس میں اختصار کے ساتھ بڑی جامعیت کی شان تھی، درس کا انداز نہایت باوقار ہوتا تھا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ لطائف وظرائف دقیقہ سنجی اور بالغ نظری سے اہم مسائل کو حل کرنے میں خاص ملکہ اور کمال حاصل تھا قصص وحکایات کو مسائل پر اس طرح منطبق کردیتے تھے کہ مسئلے کے تمام پہلو واضح اور منقح ہوجاتے تھے، ان کے درس کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ تلامذہ میں فن سے گہری مناسبت ہوجاتی تھی اور ان پر علم ودانش کی راہیں کھل جاتی تھی، وہ اپنے عہد میں عقائد وکلام اور فلسفہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، حدیث میں روایت سے زیادہ درایت سے کام لیتے تھے، حضرت نانوتویؒ کے علوم پر ان کی گہری نظر تھی، حضرت شیخ الہندؒ سے تلمذ

کے علاوہ بیعت کا شرف بھی حاصل تھا اور حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ سے اجازت وخلافت حاصل ہوئی باوجود اس کے کہ وہ آپ کے شاگرد تھے، آپ کی تفصیلی حیات پر راقم السطور کے ایک دوست مولانا محمد عمران بگیانوی زید مجدہ نے بنام ''تذکرہ علامہ بلیاویؒ'' مفصل کتاب لکھدی ہے، اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، تفصیلی حالات وہاں دیکھنے چاہئے، حضرت والد صاحبؒ حضرت علامہ کا بارہا تذکرہ کیا کرتے تھے اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ حضرت علامہ کو مٹھائی کھانے کا بہت شوق وذوق تھا اور میں ان کے پاس جاتا رہتا تھا۔

آپ ۱۳۰۴ھ میں مشرقی یوپی کے شہر بلیا کے ایک گھرانے میں پیدا ہوئے اور بہت سے مقامات پر پڑھایا اور ۸۴ رسال کی عمر میں ۲۴ ررمضان ۱۳۸۷ھ کی دوپہر کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور قبرستان قاسمی میں دفن کئے گئے، اللہ پاک درجات بلند فرمائے۔

حضرت مولانا عبدالشکور صاحب دیوبندیؒ

حضرت مولانا عبدالشکور صاحب دیوبندیؒ علم وعمل، تقویٰ وطہارت کے جامع تھے، آپ کے حالات تاریخ دارالعلوم میں اس طرح لکھے گئے ہیں:

دیوبند کے شیوخ خاندان سے تھے، ان کے پردادا مولانا شمس الدین حضرت سید احمد شہیدؒ کے حلقۂ بیعت میں داخل تھے، مولانا عبدالشکورؒ نے دارالعلوم میں تعلیم پائی اور ۱۳۲۹ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔

مدرسہ صدیقیہ دہلی اور مدرسہ حسین بخش دہلی میں مدتوں تدریسی خدمات انجام دیں ۱۳۶۳ھ میں دارالعلوم دیوبند کے شعبۂ تدریس کے لئے ان کا انتخاب

ہوا، شوال ۱۳۶۷ھ میں حجاز چلے گئے اور وہیں مدرسہ شرعیہ مدینہ منورہ میں مدرس مقرر ہوگئے، حجاز میں اللہ تعالیٰ نے ان کے درس کو بڑی مقبولیت بخشی اور بہت سے عرب طلباء ان کے درس سے فیض یاب ہوئے۔

مولانا موصوف کی شخصیت اپنے علم وفضل، زہد وتقویٰ، ایثار وانکسار اور اخلاص وسادگی کا ایک پرکشش مجموعہ تھی، ان کی ساری عمر قرآن شریف کے درس وتفسیر وحدیث نبویؐ کی خدمت میں گزری، قرآن شریف کے جید حافظ تھے، ایسے دل گداز اور تاثیر میں ڈوبے ہوئے لہجے میں قرأت کرتے کہ سننے والوں پر وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی تھی، حضرت شیخ الہندؒ سے بیعت کا شرف حاصل تھا، جمادی الاولی ۱۳۸۳ھ مطابق ۳/اکتوبر ۱۹۶۳ء میں مدینہ منورہ میں وفات پائی، اور جنت البقیع میں حضرت عثمان غنیؓ کے پہلو میں مدفون ہیں، اللہ پاک حضرت موصوف کے درجات بلند فرمائے (تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۱۱۱ تا ۱۱۳/ج ۲)۔

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ

حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ علم وعمل، زہد وتقویٰ، خلوص وللّٰہیت کا پیکر جمیل تھے، آپ کی ولادت باسعادت شہر بدایوں میں ۱۳۰۰ھ مطابق نومبر ۱۸۸۲ء ہوئی، آبائی وطن امروہہ ضلع مرادآباد ہے، ۱۳۲۱ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے، دیگر مدارس میں درس دینے کے بعد ۱۳۳۰ھ میں دارالعلوم دیوبند میں تقرر ہوا، آپ کے حالات لکھنے کے لئے جب کتابیں دیکھی گئیں تو ان میں سب سے زیادہ عمدہ اور جامع مافی الضمیر کی صحیح ترجمانی کرنے والی وہ تحریر ملی جو مشہور عالم

فاضل، محدث ومفسر، خطیب وواعظ، علامہ ابن علامہ یعنی انظر ابن انور رحمہما اللہ نے اپنی البیلی کتاب لالہ وگل میں تحریر فرمائی ہے، اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اسی کوذکر کردیا جائے، چنانچہ پہلے وہ تحریر ملاحظہ فرمائیں۔

''استاذ کل شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے وہ نامی گرامی استاذ جن کی ۴۷ رسالہ زندگی کے ساتھ خدمت علم کی ایسی طویل تاریخ وابستہ ہے جس کی نظیر متاخرین علماء میں کمیاب نہیں بلکہ نایاب ہے، فنافی اللہ فنافی الرسول فنافی الشیخ کے مراتب تو مشہور ہیں لیکن مرحوم ''فنافی العلم'' تھے، ان کا علمی انہماک دارالعلوم کی خدمت طلباء کے ساتھ شفقت، امانت ودیانت تقوی وتورع بے نظیر تھا، نصف صدی کے قریب دارالعلوم دیوبند کی اس طرح خدمت کی کہ سب کچھ دارالعلوم کو دیا یعنی اپنا شباب، اپنی قوت عمل، اپنے شب وروز، اپنا علم اور اپنا حسن عمل، حضرت علامہ کشمیریؒ اور مولانا حسین احمد مدنیؒ کے جملہ تلامذہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ کے بھی شاگرد ہیں، ترجمان دارالعلوم کی ایڈیٹری، دارالافتاء کی خدمت، اہتمام میں مسند نشینی، نظامت تعلیمات، نیابت صدر مدرسی، خدا جانے کتنے خدمت کے شعبے تھے جنہیں وہ مثالی طور پر انجام دیتے، شیخ الہندؒ کے شاگرد اور حضرت شاہ صاحبؒ کے خصوصی مستفیدین میں تھے''۔

راقم الحروف کے قلم سے ''تذکرۃ الاعزاز'' اور مولوی عبدالاحد صاحب مونگیری کے قلم سے ''کردار اعزاز'' اور مرحوم کے بھتیجے سابق استاذ دارالعلوم دیوبند مولوی افتخار علی صاحب کی ''سوانح اعزاز'' وہ سوانحی خاکے ہیں جن میں ایک فنافی العلم

خادم علم وخادم دین کی زندگی پڑھی جاسکتی ہے(ماخوذ از لالہ وگل رص ۸۹)۔

نیز تاریخ دار العلوم دیو بند رص ۹۴ رج ۲ رمیں اس طرح لکھا ہے:

''فقہ وادب آپ کا خاص فن تھا، آپ جب ابتداءً دار العلوم دیو بند میں تشریف لائے تو عربی کی ابتدائی کتابیں علم الصیغہ اور نور الایضاح وغیرہ آپ کو ہی دی گئیں، مگر آپ کے درس نے بالآخر وہ مقبولیت حاصل کی کہ ''شیخ الادب والفقہ'' کے لقب سے مشہور ہوئے، عمر کے آخری دور میں کئی سال ترمذی جلد ثانی اور تفسیر کی بلند پایہ کتابیں بھی پڑھائیں، حضرت مولانا مدنیؒ کی عدم موجودگی میں متعدد مرتبہ بخاری شریف کے پڑھانے کا بھی ان کو موقعہ ملا، غرض کہ علم فقہ، علم حدیث، علم ادب، علم تفسیر وغیرہ ہر فن کی کتابوں پر ان کو عبور حاصل تھا، تعلیم کے ساتھ طلباء کی تربیت اور نگرانی کا ان میں خاص ذوق تھا، جس سے طلباء کو بے انتہا فائدہ پہنچا اور آج تک آپ کے شاگرد آپ کو یاد کرتے ہیں، آپ کی پابندیٔ اوقات ضرب المثل تھی اور اوقات درس کی پابندی میں آپ خود ہی اپنی نظیر تھے، حتیٰ کہ بعض اساتذۂ دار العلوم نے درس میں اوقات کی پابندی کا سبق حضرت شیخ الادب ہی سے حاصل کیا۔

بے نفسی اور تواضع میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے، بڑی سے بڑی کتابوں کے درس کے ساتھ چھوٹی سے چھوٹی کتاب پڑھانے میں کبھی آپ کو عار نہ ہوتی تھی، ترمذی وبخاری کا درس بھی دے رہے ہیں اور بچوں کو میزان الصرف، علم الصیغہ اور نور الایضاح وغیرہ بھی پڑھا رہے ہیں، آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب طالب علم وہ ہوتا تھا جو یکسوئی کے ساتھ پڑھنے لکھنے میں لگا رہے اور سب سے زیادہ مبغوض وہ ہوتا تھا جو

غیر تعلیمی مشاغل میں لگ کر پڑھنے میں تساہل کرے۔

انتظامی امور میں بھی آپ کی اہلیت مسلم تھی اور وقتاً فوقتاً ادارۂ اہتمام میں بھی آپ کی انتظامی صلاحیتوں سے استفادہ کیا جاتا تھا، غرض آپ ایک بے نظیر استاذ اور متبحر عالم دین اور ایک جامع شخصیت تھے، دارالعلوم میں آپ کی علمی خدمات کا دور چوالیس برس تک ممتد رہا، آپ نے علمی اعتبار سے بہت بڑا کام کیا، شرح وقایہ، کنز الدقائق، دیوانہ حماسہ، دیوان متنبّی پر حواشی وغیرہ لکھے، نیز درس نظامی کی مشہور کتاب نفحۃ العرب آپ ہی کی تصنیف ہے، اللہ پاک حضرت مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کے علمی کارناموں سے لوگوں کو استفادہ کی توفیق بخشے ۱۳ر رجب بروز چہار شنبہ مطابق ۱۳۷۴ھ میں اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی اور مزار قاسمی دیوبند میں مدفون ہوئے" (تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۹۴ ر ج ۲)۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے ساتھ والہانہ تعلق

حضرت والد صاحبؒ نے حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ سے دارالعلوم میں جلالین شریف پڑھی تھی، حضرت والد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کا درس طویل وعریض تقریر پر مشتمل ہوتا تھا نصف سال میں بمشکل تمام ایک پارہ ہوتا تھا دوران درس علوم ومعارف کی بارش ہوتی تھی آپ کی تقریر کا تسلسل بہتے دریا کا سماں پیش کرتا تھا، حضرت حکیم الاسلامؒ کو والد صاحبؒ سے قلبی لگاؤ تھا بارہا گنگوہ تشریف لائے مدرسہ کے ساتھ ابتداء ہی سے آپ کو تعلق رہا جو آخر تک چلتا رہا، چنانچہ مدرسہ

۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۴ء میں قائم ہوا اور تعلیم کا آغاز ہوا، اگلے سال آپ کی تشریف آوری ہوئی اور سب سے پہلا معائنہ مدرسہ کے رجسٹر میں آپ ہی کے قلمِ مبارک کا لکھا ہوا ہے جو پیش خدمت ہے!۔

مدارس روشنی کے منارے ہیں

معائنہ حضرت مولانا حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ

نحمدہ و نصلی

بسلسلۂ سفر گنگوہ احقر کو آج مدرسہ اشرف العلوم میں حاضری کا شرف حاصل ہوا اور مدرسہ کے چند بچوں کا کلام مجید نیز کچھ بچوں کا علمی مکالمہ بھی سنا۔ مدرسہ کی حالت اور تعلیم و تربیت دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی، اسوقت مدرسہ میں سو سے اوپر طلبہ تعلیم پا رہے ہیں اور آمد بحمد للہ جاری ہے، آج کے دور جہالت و بے دینی میں ایسے مدارس قرآن شریف حقیقتاً دینی روشنی کے منارے ہیں، تحریر تعلیم ماشاء اللہ عمدہ ہیں، بچوں میں کافی صلاحیت پائی جاتی ہے اور مدرسہ کی رفتار دیکھ کر توقع ہوئی ہے کہ یہ مدرسہ انشاء اللہ تعالی کافی ترقی کریگا، میں نے جہاں تک دیکھا مدرسہ مقدس ہاتھوں میں ہے، جناب حافظ حسام الدین صاحب کی مخلصانہ مساعی اور جد وجہد قابل تحسین و آفریں ہے، جنھوں نے اپنا تمام وقت اسی مقدس کام کیلئے وقف کر دیا ہے، حق تعالی اس مدرسہ کو ترقی عطا فرمائے اور خدام مدرسہ کی مساعی کو قبول فرمائے، مسلمانان گنگوہ کا خصوصاً اور عام مسلمانوں کا عموماً دینی فریضہ ہے کہ وہ اس مدرسہ کی ترقی و بہبودی کیلئے دامے، درمے، قدمے، قلمے اعانت و امداد سے دریغ

نہ فرماویں۔ان الله لایضیع اجر المحسنین ۔

محمد طیب غفرلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند

۴/شوال ۱۳۶۵ھ

اس طرح بارہا جامعہ اشرف العلوم میں تشریف لائے اور خطاب فرماتے، بچوں کا امتحان لیکر معائنہ جات تحریر فرماتے رہے، آپ نے زبان وقلم سے والد صاحبؒ کی حوصلہ افزائی فرمائی اور اشرف العلوم کی تعلیم وتربیت دیکھ کر مسرت کا اظہار فرمایا، اور فرمایا کہ مدرسہ کی رفتار دیکھ کر توقع ہورہی ہے کہ یہ مدرسہ انشاء اللہ کافی ترقی کرے گا۔ ایک موقعہ پر تحریر فرمایا کہ مدرسہ زیر نگرانی وسرپرستی جناب مولانا قاری شریف احمد صاحب روز بروز ترقی پذیر ہے، عمارت اور مسجد عالی شان تیار ہورہی ہے اور فرمایا یہاں کے علماء فضلاء دیوبندی فکر صحیح پر تعلیم دے رہے ہیں نیز آپ نے دعائیں دیں کہ حق تعالی اس مدرسہ کو ترقی عطا فرمائے۔ حضرت حکیم الاسلام کی یاد میں جامعہ اشرف العلوم کے اندر باب طیب نام سے ایک بڑا دروازہ بنایا گیا ہے جسے دیکھ کر حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کی یاد تازہ ہوتی رہتی ہے۔

حضرت حکیم الاسلامؒ کی ذات محتاج تعارف نہیں تاہم "مشتِ نمونہ از خروارے" کے طور پر آپ کی ذات گرامی سے متعلق چند سطور قلمبند کی جاتی ہیں:

حضرت حکیم الاسلام حجۃ الاسلام حضرت اقدس مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ کی اولاد میں ایک درخشندہ ستارہ تھے، حضرت قاسم صاحبؒ کے علوم ومعارف کے ترجمان، اکابر دیوبند کی نسبتوں کے پاسباں، اسلاف کی خصوصیات کے جامع، حضرت اقدس تھانویؒ کے خلیفۂ اجل، حضرت مدنیؒ کے منظور نظر، ایک

عظیم الشان مشہور شہرہ بین الآفاق ادارہ کے روح رواں، آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر اور بانی، جملہ علوم وفنون کے ماہر، بے نظیر امتیازات وخصوصیات کے حامل، فکر ولی اللہی کے امین اور حکمت قاسمی کے وارث، جماعت دیوبند کے امیر، پاکیزہ کردار، نیک سیرت، حسین صورت، لاثانی خطاب کے مالک انسان تھے، دستِ قدرت نے آپ کو گوناگوں اوصاف سے نوازا تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ نے ساٹھ سالہ دارالعلوم دیوبند کی زندگی میں بے نظیر خدمات انجام دیں'' دارالعلوم میں تدریسی، تعمیری، تصنیفی، تقریری، تحریری، اصلاحی، تبلیغی، ہر شعبہ میں بے مثال نقوش ثبت کیے، آپ کی ذات گرامی کے ہر پہلو پر لکھنے کیلئے ایک دفتر چاہیے، مختصراً چند گوشوں پر روشنی ڈالی جاتی ہے! مثلاً آپ کی مجلس ہی کو لے لیجئے جو علم وحکمت، شریعت وطریقت، موعظت ونصیحت کا باغیچہ معلوم ہوتی ہے، دین کے ہر شعبہ پر حکیمانہ گفتگو فرماتے، حدیث، فقہ، تفسیر، عقائد کے حقائق ومعارف، شریعت وطریقت کے اسرار ورموز برجستہ نوک زبان آتے، نیز بے شمار حکمت ریز تقریروں وتحریروں کی بنا پر قوم نے آپ کو حکیم الاسلام کا خطاب دیا، اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ اوصاف عالیہ، خصائل حمیدہ، خصائص حسنہ کا مجموعہ تھے، آپ کے بلند اوصاف میں عالی ظرفی، کریم النفسی، بلند حوصلگی، استقلال واستقامت نمایاں تھی، نیز دلداری وہمدردی، قدرشناسی، خوردنوازی، تعمق نظری، تبحری علمی، ذکاوت وذہانت، حکیمانہ نظر، عالمانہ بصیرت، موقرانہ فطرت، طبیعت میں نفاست، عبادت میں استقامت، مذکورہ اوصاف کے ساتھ ساتھ مزاج میں اعتدال اور انتہائی تواضع

کیساتھ متصف تھے، ایک نہایت عظیم الشان خصوصیت جس میں آپ بالکل ممتاز تھے وہ یہ کہ ناگفتہ بہ حالات کے باوجود آپ نے کبھی کسی کی غیبت نہیں کی، آپ کے دور میں دارالعلوم نے ہر نوع سے ترقی کی دارالعلوم اپنی عمارات کے اعتبار سے دسیوں گنا وسیع ہوا، علمی، تحقیقی، تبلیغی، اصلاحی، صحافتی اعتبار سے آسمان افق کی بلندیوں پر پہونچا، اس دور میں علماء، صلحاء، فضلاء، مفسرین، محدثین، ماہرین علوم وفنون، مصنفین، مؤلفین، واعظین، مقررین، مبلغین کی جماعت تیار ہوئی جس کا جواب نہیں، حکیم الاسلامؒ نے اس دانش گاہِ اسلامی کا آوازہ پوری دنیا میں پہونچایا اور آپ نے اکابر دیوبند کی دینی وملی خدمات سے عالم کو روشناس کرایا۔

باری تعالیٰ نے آپ کو خطابت کا ایسا جادو عطا کیا کہ جہاں گئے وہاں دیوبند کے پرچم لہرائے، آپ کے مدلل، مکمل، مفصل، دلپذیر، فکرانگیز، انقلاب آفریں خطبات سے اسلامی دنیا فیضیاب ہوئی، مسلم یونیورسٹی علی گڈھ میں سائنس پر آپ کی تقریر نے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی آنکھیں کھول دیں، مدینہ منورہ میں واقع مدرسہ العلوم الشرعیہ میں بموقعہ اجلاس عربی کی جامع تقریر ہوئی، بلاشبہ آپ میدانِ خطابت کے بادشاہ اور ماہر شہسوار تھے، گھنٹوں گھنٹوں ایک ہی موضوع پر گفتگو فرماتے اور بیان کا تکرار نہ ہوتا تھا، بیان ایسا تسلسل اور پُراز حکمت باتیں ہوتیں کہ سننے والوں پر وجد طاری ہو جاتا، افریقہ، یورپ، امریکہ میں آپ کے وعظ وارشاد کے فیوض پھیلے، مدرسہ اسلامیہ عربیہ کو حقیقت میں آپ نے دارالعلوم دیوبند بنا کر عظیم اسلامی یونیورسٹی کا درجہ دیا، آپ کے بے شمار اسفار ہوئے عجب نہیں کہ یہ کہا جائے کہ آپ کی آدھی عمر سفر میں بسر ہوئی، آپ کی پوری زندگی مخلوقِ خدا کی اصلاح

وتربیت میں گذری، آپ بلند مرتبہ کے شیخ طریقت اور روحانی پیشوا بھی تھے، لاکھوں تشنگان طریق نے آپ سے وابستہ ہوکر فیض حاصل کیا، آپ نے دارالعلوم کی تعلیم وترقی اوراس کو بلند معیار پر پہنچانے کیلئے بہترین اساتذہ کا انتخاب کیا، دارالعلوم کو جامعہ کی روح دینے کیلئے مختلف علوم وفنون حرفتوں کا اضافہ کیا، مختلف موضوعات بیش بہامضامین لکھے اوراپنے پیچھے علمی دینی تصنیفات کا ایک گراں قدر انبار چھوڑا۔

دارالعلوم کا اجلاس صدسالہ آپ کی طویل خدمات اور بے پناہ محنتوں وقربانیوں کا مظہر جمیل قرار پایا جس کے ذریعہ دارالعلوم کا شہرہ براعظم ایشاء سے نکل کر دوسرے براعظموں افریقہ، امریکہ، یورپ، آسٹریلیا تک پہونچا، اجلاس کے دوران دیوبندی مسلمانوں کا ٹھاٹیں مارتا ہوا سمندر نظر آرہا تھا، بہت سے سربراہانِ مملکت اور وزراء سلطنت نے اس اجلاس میں شرکت کی سعادت حاصل کی تھی، یہ اجلاس مختلف وجوہ سے بہت سی اہمیتوں کا حامل رہا اور اطراف عالم پر اس کے دوررس اثرات واقع ہوئے، دارالعلوم دیوبند کو مرکزیت کی سند حاصل ہوئی، یہ سب حضرت حکیم الاسلامؒ کی وسیع وعمیق ذہنیت اور فعال ومتحرک شخصیت کی عکاسی تھی، بالجملہ آپ نے بہت کچھ دینی دنیوی کمالات ومراتب حاصل کئے اور نمایاں کارنامے انجام دئے، مگر عمر کے آخری مرحلہ میں بتقدیر خداوندی آپ کو ایک صبر آزما مرحلہ سے گزرنا پڑا جو یقیناً آپ کے بقیہ مراتب اخروی کی تکمیل کیلئے علم خداوندی میں طے تھا، آخرکار آپ اس سے بھی گزر گئے اور وہ وقت آپہونچا جس سے کسی بھی فرد بشر کو فرار نہیں اور آپ ایک انتہائی باعمل اور فعال حیات مبارکہ گزار کر اپنے مالک حقیقی سے جاملے، حق تعالی آپ کو اعلی علیین میں مقامات رفیعہ نصیب

فرمائے، تاہم آپ نے مدرسہ جامعہ اشرف العلوم گنگوہ میں تشریف لاکر طلبہ کی تعلیمی جانچ کی، اس پر آپ نے جو تبصرہ تحریر فرمایا اس کی نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

ایک موقعہ پر آپ نے جامعہ اشرف العلوم میں آکر ایک عظیم الشان جلسہ کو خطاب فرمایا اس وقت آپ نے جامعہ اشرف العلوم کے متعلق جو تاثرات تحریر کئے ہیں وہ یہاں پر نقل کئے جاتے ہیں۔

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم امابعد!

آج بتاریخ ۱۹ رمئی ۱۹۷۶ء کو مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ ضلع سہارنپور کے اجلاس میں شرکت کیلئے گنگوہ آیا، مدرسہ کی نئی عمارت میں جلسۂ عام ہوا اور پرانی عمارت میں حفاظِ قرآن کے ختم قرآن کا جلسہ ہوا، ماشاء اللہ مدرسہ زیر نگرانی وسرپرستی جناب مولانا قاری شریف احمد صاحب روز بروز ترقی پذیر ہے اور مسجد عالی شان تیار ہورہی ہے، بفضلِ الٰہی باقی کے بارے میں امید ہے کہ اہل خیر کی اعانت و امداد سے جلد ہی پایۂ تکمیل کو پہونچے گا، طلبہ کا رجوع عام ہے، اس وقت الحمدللہ ۱۸ ر مدرسین جو تندہی سے کار تدریس میں مصروف ہیں، دعاء ہے کہ حق تعالیٰ اس مدرسہ کو روز افزوں ترقی عطا فرمائے اور سب حضرات فکر صحیح پر تعلیم دے رہے ہیں فللہ الحمد اولاً و آخراً۔

محمد طیب غفرلہ

مہتمم دارالعلوم دیوبند ۲۰ رمئی ۱۹۷۶ء

نحمده و نصلی علیٰ رسوله الکریم امابعد!

آج بتاریخ ۱۸ ر اگست مطابق ۶/۳ ر ۱۳۸۹ھ مدرسہ اشرف العلوم میں حاضری ہوئی، مدرسہ بحمدللہ آباد اور کار تعلیم میں مصروف ہے، چارسو طلبہ ہیں درجہ قرآن شریف وتجوید

اور صرف ونحو کی مکمل تعلیم ہوتی ہے، اساتذہ الحمدللہ صلاحیت منداور دردمند ہیں، حق تعالی شانہ معلمین و منتظمین وطلبہ کی توفیقات میں روزافزوں برکت اور ترقی عطافرمائے آمین۔

محمد طیب غفرلہ

مہتمم دارالعلوم دیوبند ۲۳/۶/۱۳۸۹ھ

الحمد لولیہ والصلوۃ علی نبیہ .

آج مؤرخہ ۲۳/ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ مطابق ۲/ مارچ ۱۹۷۰ء حضرت مہتمم صاحب ونائب مہتمم صاحب دارالعلوم دیوبند کی معیت میں مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ میں حاضری کی سعادت میسر آئی، مدرسہ ہذا میں سنین گزشتہ میں حاضری کا موقعہ ملتا رہا ہے الحمدللہ علی ذلک، ہر بار مدرسہ کو مائل بہ ترقی دیکھ کر آنکھوں کو نور اور دل کو سرور حاصل ہوا، مدرسہ کے مدرسین تعلیم سے جو شغف واخلاص رکھتے ہیں اس سے امید ہے کہ بہت جلد یہ مدرسہ علاقائی طور پر اہم مرکزیت کا حامل بنجائیگا اور ارضِ رشید سے یہ سرچشمۂ علم ودین دور دور تک سبب فیوض رسانی بنجائیگا۔ اللہ تعالی ان حضرات کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور خدمت علم ودین کے لئے زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے آمین۔ احقر محمد سالم قاسمی غفرلہ

مدرس دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۲/۱۳۸۹ھ/۲/۳/۱۹۷۰ء

حضرت مولانا محمد سالم صاحب سلمہ اللہ تعالی نے اس مدرسہ کے متعلق جن تاثرات وتوقعات کا اظہار فرمایا ہے احقر ان سے پوری طرح متفق ہے اور مدرسہ کی ترقی کے لئے دل وجان سے دعا گو ہے۔ عبدالحکیم غفرلہ ۲۳/۱۲/۸۹ھ

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے کچھ خطوط گرامی:

رات کے اور دوپہر کے بعد کا وقت نہ رکھا جائے

حضرت محترم زید مجدکم سلام مسنون نیاز مقرون

مدرسہ اشرف العلوم کا دعوت نامہ باعث سرفرازی ہوا، بہ تعمیل ارشاد انشاء اللہ تعالی حاضر ہو جاؤں گا، جمعرات کو کسی وقت آجاؤں گا تاکہ جمعہ کے دن جلسہ میں شریک ہو سکوں، میرا وقت جمعہ سے قبل کا رکھدیا جائے جو صبح کے اول وقت میں ہوتا کہ ٹھنڈے وقت میں ٹھنڈے دماغ سے کچھ عرض کر سکوں، رات کا وقت اور دوپہر کے بعد کا وقت نہ رکھا جائے، جمعہ کے بعد آرام کر کے بعد عصر واپس ہو جاؤں گا، کار سے سفر ہوگا، نیز اجازت دیجائے کہ قیام حکیم صاحب قبلہ کے یہاں ہو، امید کہ آپ بعافیت ہوں گے والسلام۔ محمد طیب از دیوبند ۲/۱۱/۱۳۷۸ھ

دارالعلوم کی ممبری کا معیار بلاشبہ اونچا ہے

محترمی و مکرمی زید مجدکم سلام مسنون نیاز مقرون

گرامی نامہ نے شرف فرمایا، آپ نے مولانا اکبر آبادی کی بعض روایات کے بارے میں استفسار فرمایا ہے، ان میں سے دھوتی باندھنا تو محض غلط ہے، ڈاڑھی کا قصہ البتہ صحیح ہے، مگر یہ قصہ بھی ہنگامے ختم ہوتے ہی ختم ہو گیا تھا، ایسے بھی سمجھا جاسکتا تھا کہ یہ حلق لحیہ زینت کے مدنظر نہ تھا بلکہ ضرورت اور بچاؤ کے مدنظر تھا، ایسے جان لیوا ہنگاموں میں شخصی طور پر جبکہ کلمۂ کفر کہہ کر بھی جان بچالینے کی اجازت ہے، دراں حالیکہ دل ایمان پر مطمئن ہو تو داڑھی کا قصہ تو محض عملی ہے اور اب جبکہ جو بھی معافی ہو چکی ہے، تو اس کو اٹھانا

بے موقعہ ہے ان کا یہ فعل عزیمت نہ تھا مگر رخصت ضرور تھا، اسلئے اب کسی ملامت کا موقعہ نہیں رہا، رہا دورۂ ممالک تو یہ سیاسی لائن کی بات ہے اور اس میں رائیں دو ہوسکتی ہیں، ہم انکی رائے سے تو اختلاف کر سکتے ہیں لیکن ان کے ضمیر کو طعنہ نہیں دے سکتے، قلبی مقاصد اور نیات کا حال حق تعالیٰ ہی کے علم میں ہے۔

دار العلوم کی ممبری کا معیار بلاشبہ اونچا ہے اور اونچا ہی رہنا بھی چاہئے، لیکن بعض دفعہ کسی کے ذی رائے ہونے کی صورت میں اس بارے میں تسامح بھی کیا گیا ہے، جیسے حضرت مدنیؒ کے زمانہ ہی میں انہی کی رائے سے شیخ ضیاء الحق صاحب مرحوم ممبر چنے گئے، حالانکہ داڑھی کترواتے تھے اور کافی حد تک، مگر نظر ان کی اصابت رائے پر رہی اس فعل پر نہیں کی گئی، یہ مطلب نہیں کہ ایسا ہونا چاہئے لیکن جب ہوگیا تو اس کے کسی اچھے ہی پہلو کو سامنے رکھ لینا چاہئے، مولانا اکبر آبادی کی علمی قابلیت اور صاحب الرائے ہونے میں کسی کو بھی ممبران میں سے کلام نہیں ہے، رہی عمل کی کوئی کوتاہی تو ہم میں سے کون کوتاہیوں سے براءت کر سکتا ہے، حق تعالیٰ معاف فرمائے آمین، والسلام۔

محمد طیب عفی عنہ

از دیوبند ۱۳/۴/۱۳۸۴ھ

حضرت حکیم الاسلامؒ کے سلسلہ میں یوں تو بہت کچھ لکھا گیا ہے اور بہت کچھ لکھا جاتا رہے گا جیسا کہ وہ اس کے مستحق ہیں مگر ہماری نظر میں مختصر اور جامع تعارف کیلئے ابن الانور حضرت مولانا انظر شاہ کشمیریؒ کی تحریر عجیب وغریب ہے وہ پیش خدمت ہے:

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند

خانوادہ قاسمی کے گوہر شب چراغ، چمنستان قاسمی کے گل سرسبد، سحر البیان مقرر، واعظ ہزار داستان نکتہ آفریں نکتہ شناس، پرانی روایات کے حامل، لیکن جدت سے بھی نفور نہیں بلکہ قدیم وجدید کے سنگم ایسے دریا جس میں ہر طرح کی ندیاں آکر گھل مل جائیں، خوش رو بلکہ مغل شاہزادوں کی طرح خوب رو، خوش پوشاک، قامت ایسا زیبا کہ ہر لباس ان کے بدن پر بہار دیتا، روئی کے گالے کی طرح سفید، بڑی آنکھیں جن پر دبیز پلکوں نے خوشنما سائبان کی شکل اختیار کی تھی، چہرہ پر معصومیت کا نور، خلوت اور جلوت میں فرشتوں کے ہجوم میں رہتے، جس مجلس میں پہنچتے صدر نشیں، جس محفل میں در آتے تو مسند آراء، حلیم وتحمل، صبر وضبط، پوری زندگی پر حاوی، عفو درگذر زندگی کے ہر شعبہ ومنزل میں نمایاں، ساٹھ سال سے زائد دارالعلوم دیوبند کا اہتمام کیا اور اسے جہانگیر بنایا، شرق وغرب کے سفر کئے اور دارالعلوم کی آفاقیت کے پھریرے اڑائے۔

حضرت قاری صاحب بلند و بالا نسبتوں کے حامل، عالم وفاضل، حضرت تھانویؒ کے خلیفہ اجل، علامہ کشمیریؒ کے تلمیذ رشید، زندگی کا بیشتر حصہ صاحبزادگی کی نزاکتوں میں گذرا، لیکن خاتمہ عمر مصائب سے لبریز، ذہنی الجھنوں کا مرقع، سوز وساز اور عداوتوں کا موسم خزاں، ان کے آباء واجداد کی پر خلوص کاوشوں کا تاج محل، دارالعلوم دیوبند پر قبضہ کا پرانا پروگرام بروئے کار لاگیا، مرحوم سے متعلق غلط پروپیگنڈے، تہمت تراشی، افترا پردازی، مکر وفریب اور ظلم وستم کی ایک سیاہ

تاریخ ہے، اصلاح دارالعلوم کے عنوان سے ہر نا کردنی، کردنی اور نا گفتنی، گفتنی کرلی گئی، اجلاس صد سالہ کے بعد یہ پورا دور اس مظلوم شخصیت کے ساتھ چیرہ دستیوں اور مظالم سے بھرا ہوا ہے، تحریر و تقریر تصنیف و تالیف، پمفلٹ، رسالے، اخبار و جرائد، نثر و نظم کے وہ زہر آلود تیر چلائے گئے کہ بے کسی و بے چارگی، بے بسی اور درماندگی ہچکیوں سے رونے لگی، مرحوم نے یہ پورا دور صبر وضبط، تحمل و برداشت سے گذار کر سیدنا عثمان غنی کی تاریخ دوہرادی، کیا مجال کہ زبان کو غیبت سے آلودہ کیا ہو یہ ہرگز نہ ہوا کہ اپنے دشمنوں کے حق میں کلمۂ خیر کے سوا کوئی نازیبابات ان کی زباں پر آئی ہو، جب افترا پردازیوں کا شباب تھا تو یہ فرمایا کہ میں نے صبر، سکوت اور استغناء کو اپنالیا اور لاریب انہیں عناصر پر جان جان آفریں کو دی، یہی کہا جاسکتا ہے کہ **قد تقدم الخصم الی موقع الفصل وانت علی الاثر ستقدم فتعلم** یہ اپنے وقت کا عثمانؓ اب گورستانِ قاسمی میں جدامجد کے آغوش میں محوخواب راحت ہے اور قبر کے اردگرد یہ ندائے غیب باصدائے سروش بگوش ہوش سنی جاسکتی ہے ؎

بہ لوح تربت من یافتند از غیب تحریرے
کہ ایں مظلوم راجز بے گناہی نیست تقصیرے

ماخوذ از (لالہ وگل رص ۱۲۸)

حضرت حکیم الاسلامؒ کی وجہ سے ان کے صاحبزادگان عالی مقام سے بھی ربط و تعلق رہا اور وہ حضرات بھی مدرسہ میں تشریف لاتے رہے اور یہاں سے بھی

وہاں جانے کا سلسلہ برابر قائم رہا یہاں تک کہ دارالعلوم پر اجلاس صد سالہ کے بعد جو طوفان آیا جس میں وہ سب ہوا جو نہ ہونا چاہئے تھا جس کی طرف حضرت مولانا انظر شاہ کشمیریؒ کی تحریر روشنی ڈالتی ہے:

اس موقعہ پر چونکہ ایک طرف حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ کے منتسبین تھے اور دوسری طرف حضرت حکیم الاسلام قدس سرہ اور ان کے منتسبین تھے اور یہ اختلاف وفتنہ ایسی شکل میں اٹھ رہا تھا جس میں حق و باطل کا فیصلہ کرنا ہر شخص کے لئے آسان نہ تھا، جیسا کہ بڑوں کے اس قسم کے اختلاف میں اکثر وبیشتر ہوتا ہے اور افواہوں اور فتنوں کا بازار گرم ہوتا ہے حقائق چھپائے جاتے ہیں ابتداء اور آغاز کچھ ہوتا ہے انجام اور مقاصد کچھ اور ہوتے ہیں، ایسے دور میں صحیح نتائج پر پہنچنا بہت مشکل کام ہوتا ہے اور طرفین کو صحیح مشورہ دینا بھی مشکلات سے خالی نہیں ہوتا اور کسی ایک طرف رجحان ومیلان اور حمایت کا الزام سر پر آپڑنے کا خطرہ رہتا ہے، ایسے میں حضرت والد صاحبؒ نے حضرت خطیب الاسلام وارث حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مدظلہ العالی کو جو خط لکھا وہ عجیب وغریب ہے اور کس قدر مفید مشوروں پر مشتمل ہے، چنانچہ تیس سال کا عرصہ جبکہ اس قصہ پر گذر چکا تھا آخرکار پھر بھی اسی پر عمل درآمد کیا گیا اگر اس وقت ایسا کچھ عمل ہو جاتا تو بہت سے مہیب فتنوں کا سد باب ہوسکتا تھا یہ تحریر حضرت والد صاحبؒ کے کاغذات میں سے برآمد ہوئی جو یہاں پیش خدمت ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخدومنا المطاع مکرم ومحترم حضرت مولانا محمد سالم صاحب زادمجدکم السامی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بصد احترام چند گزارشات پیش کرنے کا دیر سے ارادہ کررہا تھا مگر مشاغل نے اجازت نہ دی دوم یہ خیال رہا کہ معلوم نہیں مجھ جیسے نااہل اور چھوٹے آدمی کی یہ گزارشات قابل التفات وقابل سماعت بھی ہونگی یا نہیں، ایسا نہ ہو کہ کسی بدگمانی یا جانب داری کا تصور کرلیا جاوے مگر آپ کے خاندان سے اور دارالعلوم سے تعلق اور بہی خواہی نے مجبور کیا کہ اگر چہ چھوٹا منہ بڑی بات ہی کے قبیل سے ہے مگر اپنے جذبات اور خیالات کا اظہار ضرور کردوں، بطور تمہید کے سب سے پہلے یہ بات گوش گذار کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ دارالعلوم کے قیام کے زمانہ میں اور اسکے بعد سے آج تک حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے ہمیشہ ہی محبت وعقیدت رہی ہے اور کبھی بھی نہ خود دوسروں سے یہ سننا گوارہ کیا کہ حضرت مدنیؒ سے تعلق اور عقیدت ہونے کے باوجود حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی شان عالی میں کوئی ذرہ برابر نامناسب کلمہ کہے کبھی بھی یہ بات برداشت ہی نہیں کی اور ہمیشہ ہی حضرت مدنیؒ اور حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے بیک وقت عقیدت ومحبت قلب میں رہی، گنگوہ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی تشریف آوری کے وقت میں حضرت کی قدم بوسی اور خدمت کو اپنے لئے سرمایۂ سعادت تصور کیا اور ہمیشہ ہی مدرسہ اور غریب خانہ پر حضرت کی تشریف آوری کو موجب برکت وسعادت سمجھا اور حضرت مدظلہ کی طرف سے بھی میرے ساتھ ہمیشہ ہی کرم وشفقت کا معاملہ رہا صد سالہ کے بعد جو حالات

رونما اور واقع ہوئے ہوسکتا ہے کچھ صاحبان کو ان سے کچھ لذت حاصل ہورہی ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ مجھکو اور مجھ جیسے دوسرے بہت سے حضرات کیلئے اذیت اور افسوس وغم کا سبب بن رہے ہیں، میں بعض چیزیں آپ سے بہت صفائی سے عرض کروں۔

(۱) یہ کہ ہم دل وجان سے اس کی خواہش رکھتے ہیں کہ جس طرح آج تک خاندان قاسمیہ کا دارالعلوم پر اہتمام اور انتظام کی شکل میں تعلق چلا آرہا ہے وہ آئندہ بھی باقی رہے اور اسی خاندان کے ذریعہ سے دارالعلوم کو مستقبل میں چار چاند لگیں اور ماضی کی طرح اس کا سہرہ بھی اسی خاندان کے سر بندھے، مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بات عرض کرنے پر مجبور ہوں کہ کچھ دوست نما دشمن آپ کے ساتھ آپ کی بہی خواہی کا لبادہ پہن کر لگ گئے ہیں جو ایک صدی سے آپ کے خاندان کا جمع شدہ وقار اور عزت کے خرمن کو آگ لگانا چاہتے ہیں اور برباد کردینے کے درپے ہیں کاش آپ ان سے ہوشیار رہیں۔

(۲) دوسری بات قابل گزارش یہ ہے کہ آپ کے آباء واجداد کے کمالات علمیہ اور جذبات اسلامیہ کی وجہ سے جو دارالعلوم سے وابستہ رہی ہیں لوگوں کے قلوب میں عظمت اور احترام قائم ہے ٹھیک اسی طرح حضرت مدنیؒ کے کمالات تبحر علمی اور جذبات دارالعلوم کی وجہ سے ایک بہت بڑا طبقہ ان سے اور ان کے صاحبزادگان سے عقیدت اور محبت رکھتا ہے، کیا ہندوستان کے بہت سے ان عقیدت مندوں اور محبین کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے؟ ہم تو صرف یہ بات آپ کے گوش گزار کردینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ان کے بہت سیاسی حریف جو ان سے انتقام لینا چاہتے ہیں وہ دارالعلوم کی بہی خواہی اور آپ سے محبت کا اظہار کرکے اپنا مفاد

حاصل کرر ہے ہیں، درحقیقت مولانا اسعد صاحب کا دارالعلوم کے کسی بھی معاملہ میں اور مسئلہ میں قریب آنا ان سیاسی حریفوں کیلئے باعث خفت اور باعث ندامت ہے، وہ اسی اپنے جذبۂ انتقام کو چھپا کر آپ کو یہ راہ دکھلا رہے ہیں کہ ان کا دارالعلوم کے قریب آنا آپ کیلئے مضر ہوگا جبکہ حقیقتا ایسا نہیں، آپ غور وفکر کریں اوران معاملات کو بہت ہی ذمہ داری اور دوراندیشی سے سلجھانے کی اور طے کرنے کی کوشش کریں، اپنے آپ کو پریشانیوں اور مستقبل میں مستقل فریق بن کر رہنا پسند نہ کریں، ہماری قلبی خواہش یہ ہے اور حالات بھی یہی بتلا رہے ہیں کہ مولانا اسعد صاحب کے بڑھتے ہوئے اثرات کو مقابلہ کر کے ختم کرنے کی سعی لایعنی اور بے فائدہ ہوگی اگر ان سے کام لیا جائے تو زیادہ بہتر اور مفید ہوگا، انہوں نے اوران کے والدؒ نے کبھی بھی دارالعلوم اور خاندان قاسمیہ کی بدخواہی نہیں کی، ان کو قریب لیکر چلنا آپ کیلئے ہر طرح مفید اور بہتر ہوگا، دارالعلوم اور آپ کی بہترائی کے لئے جو کام وہ کرسکتے ہیں دوسرے بہت سے حضرات جو آج کل آپ کے قریب ہیں مل کر نہیں کرسکتے، آپ باہر کی دنیا کے حالات سے زیادہ باخبر نہیں ہیں باہر کے لوگ باہر کے حالات کو خوب دیکھ رہے ہیں اور اندازہ کرر ہے ہیں، ان حالات کے پیش نظر میں بہت ہی مخلصانہ طریقہ پر عرض پرداز ہوں کہ ایک بار پھر آپ غور کریں موجودہ حالات تنظیم ابنائے قدیم کے سلسلہ میں جو درپیش ہیں ان کو حل کریں، سابقہ جو مصالحت ہوا اسکو یا اسمیں کچھ ترمیم وتنسیخ کر کے آگے بڑھائیں، اس مرتبہ ۲۷ رجون کی ڈاک سے جو خبرنامہ دارالعلوم کی طرف سے شائع ہوا ایک صاحب کی طرف سے جو مضامین اور جو طرز بیان اختیار کیا گیا وہ نہایت پست اور موجب

انتشار وفساد ہے اگر آپ نے ان پر کنٹرول نہ کیا تو اس کی تغلیط اور جوابات دوسرے لوگ اخبار میں شائع کرینگے اور پھر اس کا سلسلہ شروع ہو جائے گا، میرا اپنا یہ خیال ہے ہوسکتا ہے کہ آپ اس سے اس وقت اتفاق نہ فرمائیں کہ جس آدمی کو جمعیۃ العلماء سے نکالا گیا وہ جذبات اور انتقام میں ڈوبا ہوا ہے اور دارالعلوم کی بہی خواہی کا لبادہ پہن کر جمعیۃ العلماء اور مولانا اسعد صاحب کو نشانۂ ملامت بنائیگا اور یہ سب کچھ دارالعلوم کی بہی خواہی اور آپ کی محبت کا دم بھرے بغیر نہیں ہوسکتا حالانکہ یہ سب کارروائی انہی صاحب کے قلم سے حُبِّ علی میں نہیں بلکہ بغض معاویہ میں ہوگی، ہم بہت خدام کی یہ تمنا اور قلبی خواہش ہے کہ دارالعلوم آپ ہی کے خاندان سے وابستہ رہے اور حضرت مدنیؒ کے صاحبزادگان بھی دارالعلوم کے قریب ہی رہیں باہر کی دنیا میں یہ سمجھا جائے کہ دونوں حضرات کے فرزندان دارالعلوم سے وابستہ ہیں ،اب آخری گزارش کے طور پر پھر عرض ہے کہ ان معروضات پر ایک دفعہ غور فرماویں اور ناگوار خاطر تحریر سے درگزر اور معاف فرماویں والسلام مع الاکرام۔

احقر شریف احمد

خادم اشرف العلوم گنگوہ ۲۴ر شعبان المعظم

حضرت شیخ زکریاؒ سے وابستگی اور تعلق ارادت

حضرت والد صاحب کی زبانی:

یوں تو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت ومحبت، الفت ومودت کا والہانہ تعلق مظاہر علوم کی تعلیم کے دوران ہی سے رہا اور آپ کی خدمت میں حاضری کا شرف برابر حاصل رہا مگر دارالعلوم دیوبند جانے کے بعد

اس عقیدت وارادت میں مزید استحکام اور زیادتی پیدا ہوگئی حتی کہ دار العلوم کی تعلیم کے دوران مستقلاً آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوکر آپ سے بالاستقلال اکتسابِ فیض شروع کیا جس کی شکل یہ ہوتی تھی کہ گنگوہ آنے کے لئے مجھ کو سہارن پور کا راستہ ہی اختیار کرنا پڑتا تھا اس لئے اکابر مظاہر علوم خصوصاً حضرت شیخؒ کی خدمت میں ضرور حاضری ہوتی حضرت غایت درجہ عنایت وشفقت فرماتے، اس طرح مظاہر علوم و دار العلوم کی چھ سالہ زندگی میں حضرت شیخؒ کی خدمت میں مسلسل حاضری ہوتی رہی اور اس زمانہ میں حضرت کی توجہات وعنایات سے استفادہ کا خوب موقعہ ملا اور فراغت کے بعد جب احقر یہاں مدرسہ میں مدرس ہوگیا تب بھی حضرت کی خدمت میں ہفتہ یا پندرہ دن میں جاتا رہتا تھا، گنگوہ میں حضرت گنگوہیؒ کے مزار پر آپ کی تشریف آوری بھی مہینہ دو مہینہ میں ہوتی رہتی تھی حضرت کی تشریف آوری کے ان مواقع پر بھی حضرت کی خدمت کا خوب موقعہ ملا اور اس طرح دن بدن حضرت کی محبت والفت، توجہ وعنایت میں اضافہ ہوتا گیا۔

مدینۃ الرسول ﷺ ہجرت فرمانے سے قبل حضرت کا معمول یہ تھا مہینہ دو مہینہ میں مزار پر تشریف لاتے اور عموماً سہارنپور سے اذانِ فجر کے فوراً بعد نماز پڑھ کر گنگوہ کے لئے روانہ ہوجاتے اور یہاں علی الصبح پہونچ جاتے اور چونکہ مزار پر جانے کا راستہ اس وقت میرے گھر کے سامنے ہی کو تھا اس زمانہ میں لکھنوتی روڈ اتنا اچھا نہیں تھا مزار جانے کے لئے بہتر راستہ قصبہ کے اندر کو میرے گھر کے سامنے سے گزرتا تھا اسلئے حضرت کی گاڑی جب میرے گھر کے سامنے پہونچتی تو ڈرائیور (بابو ایاز) جو دراصل حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کے ڈرائیور تھے، میرے گھر کے سامنے گاڑی

ہلکی کر کے دو تین مرتبہ ہورن بجاتے اس زمانہ میں چونکہ لوگوں کے پاس گاڑیاں بہت کم تھیں اس لئے گھر کے سامنے کو گاڑی گزرنے کا موقعہ کم ہوتا تھا اگر میں گھر میں ہوتا تو ہورن کی آواز سن کر فوراً سمجھ جاتا تھا کہ حضرت کی گاڑی ہے اور میں ایک دم باہر نکل کر آتا حضرت سے ملاقات ومصافحہ کرتا اس کے بعد حضرت مزار پر تشریف لے جاتے اور میں بھی پیچھے پیچھے پہونچ جاتا اور یہاں گھر پر کھانا تیار ہو جاتا، بعض مرتبہ حضرت کا پروگرام ایسا ہوتا کہ جلدی کی وجہ سے نہ ٹھہرتے تھے تو گھر میں جو کھانا حضرت کے لئے تیار کیا جاتا وہ پورا کھانا دیگچی سمیت گاڑی میں رکھ دیا جاتا، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت گنگوہ تشریف لائے اور معمول کے مطابق بابو ایاز نے گاڑی کا ہورن بجایا مگر میں اتفاق سے گھر میں موجود نہیں تھا حضرت سمجھ گئے کہ وہ گھر میں نہیں ہے مگر محلّہ کے کئی لوگوں نے حضرت کو دیکھ کر گھر میں اطلاع کر دی کہ حضرت تشریف لائے ہیں اور مزار پر گئے ہیں تو اہلیہ نے اپنے بھانجے حافظ مقبول احمد صاحب مرحوم (جو اسوقت مدرسہ میں مدرس تھے) مدرسہ سے کسی کے ذریعہ بلوایا اور کہا کہ حضرت شیخ تشریف لائے ہیں اور مزار پر گئے ہیں اور اندازیہ ہے کہ دو اڑھائی گھنٹہ کے بعد ہی واپس ہونگے تم یہاں دروازے پر رہو اور میں حضرت کے لئے کھچڑی تیار کرتی ہوں، کیونکہ سردی کا موسم تھا اسی لئے اڑد کی دال والی کھچڑی ایک اچھی بڑی دیگچی میں تیار کر دی جس میں خوب اچھی طرح گھی وغیرہ ڈال دیا اور اس کو بند کر کے ایک کپڑے میں باندھ کر حافظ مقبول صاحب کے حوالہ کر دیا کہ دیگچی لے کر یہیں دروازہ پر بیٹھے رہو جب حضرت تشریف لائیں گے تو ہاتھ دے کر گاڑی کو ٹھہرا لینا اور یہ دیگچی حضرت کی خدمت میں پیش کر دینا، چنانچہ کچھ دیر کے بعد سامنے سے حضرت کی

گاڑی آئی تو حافظ مقبول صاحب نے دور ہی سے ہاتھ دے کر گاڑی رکوالی چنانچہ گھر کے سامنے گاڑی کھڑی ہوگئی حضرت نے پوچھا کیا بات ہے؟ تو حافظ مقبول صاحب نے وہ دیگچی سامنے کردی اور کہا کہ قاری صاحب کے گھر میں سے میری خالہ نے یہ کھچڑی پیش کی ہے، حضرت نے فرمایا کہ بھائی لیکر رکھ لو، چنانچہ رفقائے سفر نے وہ دیگچی لیکر گاڑی میں رکھ لی اور حضرت دوپہر میں کھانے کے وقت سہارنپور پہونچ گئے آپ کے پہونچنے سے کچھ دیر قبل لکھنؤ سے حضرت مولانا علی میاں صاحب مع اپنے چند رفقاء کے پہونچے ہوئے تھے، کھانے کا وقت ہو چکا تھا خدام نے دستر خوان بچھایا اور کھانا دستر خوان پر چن دیا گیا سبھی دستر خوان پر تشریف لے آئے حضرت شیخ نے فرمایا ارے بھائی قاری شریف کی اہلیہ والی کھچڑی بھی لاؤ اور ساتھ میں حضرت مولانا علی میاں سے یہ بھی فرمایا کہ ہمارے ان علاقوں میں سردی کے زمانہ میں اڑد کی چھلکے والی دال کی جو کھچڑی بنتی ہے وہ اصلی گھی ڈالے بغیر بھی مزیدار ہوتی ہے اور اصلی گھی ڈالنے سے تو بہت ہی مزیدار ہو جاتی ہے، چنانچہ اسمیں اصلی گھی بھی اچھا خاصا تھا جن جن حضرات کے سامنے رکھی گئی بہت مزے لے کر انہوں نے کھائی جو باقی بچی حضرت نے اس کو رکھوا دیا اور فرمایا کہ کل دوپہر کے کھانے میں کام آئے گی، تاہم اگلے دن دوپہر کو کھانے کے وقت بیرونی مہمان بڑی تعداد میں موجود تھے اور بڑے لوگوں میں سے تھے، حضرت یہ کہہ کر کہ قاری شریف صاحب کی اہلیہ والی کھچڑی اندر سے گرم کر کے لاؤ پہلے دن بھی اس کا کافی چرچہ رہا جو لوگ مجھے نہیں جانتے تھے وہ پوچھتے رہے کہ یہ قاری شریف کون ہے جس کی اہلیہ کی طرف سے آئی ہوئی کھچڑی کا اس قدر اہتمام کیا گیا کہ با قاعدہ اس کو بچا کر رکھا گیا پھر نام لے کر منگایا گیا،

مہمانوں کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا یہ صرف حضرت شیخؒ کی وسعت ظرفی اور اپنے چھوٹوں کے ساتھ شفقت، عنایت، محبت کی بات تھی کہ وہ ان کو سراہا کرتے تھے اور موقعہ بموقعہ وقتاً فوقتاً حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے، نیز موقعہ حال کے مناسبت سے حضرت اپنے چھوٹوں کے ساتھ معاملہ فرماتے جس میں شفقت کا پہلو غایت درجہ غالب رہتا تھے، چنانچہ ذیل کے واقعہ سے اس کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخؒ گنگوہ تشریف لائے اولاً حضرت قطب الارشاد مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کے مزار پر گئے وہاں سے فارغ ہوکر قطب عالم حضرت شاہ عبدالقدوس صاحبؒ کے مزار پر پھر حضرت شاہ ابوسعیدؒ کے مزار پر سب جگہوں سے فارغ ہوتے ہوئے سہارنپور کے لئے روانہ ہوئے راستہ چونکہ میرے مکان کے سامنے کو ہی تھا اس لئے میرے مکان کے سامنے گاڑی روک کر مجھ کو آواز دی مگر مجھ کو نہ پاکر چل دئے سہارنپور کا راستہ بھی چونکہ مدرسہ کے سامنے کو جاتا ہے اس وقت دار جدید کی مسجد زکریا کا قبلہ کی جانب والا مینار تعمیر ہو رہا تھا اور میں تعمیری پیڈ پر مستریوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا حضرت جب مدرسہ کے سامنے پہونچے تو حضرت نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دیکھو یہاں کہیں شریف تو کھڑا ہوا نظر نہیں آرہا ہے ایک ساتھی نے جھانک کر دیکھا کہ میں مستریوں کے ساتھ مینار کے پیڈ پر بیٹھا ہوا ہوں اس ساتھی نے حضرت کو بتایا حضرت نے فرمایا چپ کے سے جلدی نکل چلو اور دور جاکر یہ فرمایا کہ تم آواز دیتے یا کوئی طالب علم ہمیں دیکھ کر اس سے کہتا تو وہ اتنے اونچے سے گھبرا کر نیچے اترتا تو نہ معلوم کیا ہو جاتا، کئی روز کے بعد جب میں سہارنپور گیا تو انہی صاحب نے مجھ کو یہ واقعہ سنایا اور جب میں اندر جاکر

حضرت سے ملا تو فرمانے لگے کہ بھائی ہم تو وہاں کو گزر رہے تھے تجھے دیکھا تو تو آسمان پر بیٹھا ہوا ہے مستریوں کے ساتھ ہم نے آواز دینا مناسب نہیں سمجھا، یہ تھی حضرت شیخ کی اپنے چھوٹوں کے ساتھ غایت درجہ الفت ومحبت اور موقعہ ومحل کے اعتبار سے حد درجہ رعایت کہ آواز دینا بھی مناسب نہ سمجھا، واقعی یہ تھے ہمارے اسلاف اور اکابر کہ اپنے متعلقین کے ساتھ سچی محبت رکھتے جس پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں ان کے افعال اور معاملات ہی تعلق صادق کی علامت ہوا کرتے تھے۔

اس طرح ایک دوسرے موقعہ پر میرا چھوٹا لڑکا خالد سیف اللہ شام کے وقت سہارنپور گیا بعد مغرب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور بغیر کسی تعارف کے سلام کر کے بیٹھ گیا اور کہا کہ میری آپا نے سلام عرض کیا ہے اور دعاء کی درخواست کی ہے اس پر حضرت نے فرمایا کہ تو کون ہے؟ پاس بیٹھے ہوئے حافظ صدیق صاحب مرزاپوری نے حضرت کو بتلایا کہ یہ قاری شریف احمد صاحب کا لڑکا ہے گنگوہ سے آیا ہے اس وقت حضرت کی طبیعت میں عجیب انشراح تھا فرمایا کہ تیرے باپ کے واسطے بھی تیری ماں کے واسطے بھی اور تیرے لئے بھی خوب دعاء کرتا ہوں اللہ تجھے عالم حافظ بنائے روز تو تیرے گھر جا کر تیری ماں کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی کھا کر آتا ہوں اس کے لئے دعاء نہیں کروں گا تو اور کس کے لئے کروں گا؟ حضرت کے اس طرح کے مشفقانہ اندازِ گفتگو سے ہر آدمی سمجھ سکتا ہے کہ اس حقیر کے ساتھ حضرت کو کس قدر والہانہ تعلق تھا اور بندے کو بھی حضرت کے ساتھ جو قلبی لگاؤ اور جگری محبت تھی درجِ ذیل جیسے واقعات اس کی عکاسی کرتے ہیں۔

ایک زمانہ وہ تھا کہ چینی کا ریٹ بازار میں ۹ر۱۰ روپئے تھا لیکن جن لوگوں کا پرمٹ بنا ہوا تھا ان کو سرکاری کوٹے سے چار روپئے کلو مل جایا کرتی تھی اور یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت کے یہاں مہمانوں کے لئے صبح وشام دونوں وقت چائے بڑے اہتمام سے بنتی تھی، مولوی نصیر صاحب جو حضرت کے مہمانوں کی چائے وطعام کا انتظام کرتے تھے ان سے میرا تعلق تھا انہوں نے مجھ سے ایک مرتبہ کہا کہ چینی بہت مہنگی آرہی ہے کچھ انتظام کرو مجھے بھی اس بات کا احساس ہوا اور گنگوہ آکر چینی کا انتظام اس طرح کیا کہ محلّہ پڑوس بستی میں جن لوگوں کے راشن کارڈ بنے ہوئے تھے اور وہ چائے کے عادی نہ ہونے کی بناء پر سرکاری کوٹے سے چینی نہ لیتے تھے ان کے پرمٹ لیکر سرکاری ریٹ سے تقریباً ۲۰ رکلو چینی ہر ہفتہ جمع کرلیا کرتا تھا اور جمعہ کی شام کو سہارنپور جاکر مولوی نصیر صاحب کے حوالہ کر دیا کرتا تھا چونکہ یہاں مدرسہ میں اس دوران تعطیل شنبہ کی ہوا کرتی تھی اس لئے میں جمعہ کی شام میں حضرت شیخ کی خدمت میں جاتا تھا، جب میں مولوی نصیر صاحب کو چینی حوالہ کرتا تو وہ معلوم کرتے کہ چینی کتنے کی ہے تو میں مزاحاً ان کو دس روپئے کلو کے حساب سے دام بتلاتا وہ فرماتے کہ چھ ماہ کے بعد پیسے ملیں گے تو پھر ان سے پوچھتا کہ نقد کتنے ملیں گے تو وہ فرماتے کہ جس حساب سے لائے اسی حساب سے ملیں گے تو میں ان کو بتلاتا کہ چار روپئے کلو کے حساب سے لایا ہوں وہ فوراً پیسے نکال کر دیدیتے، چنانچہ کافی عرصہ تک چینی کا بھاؤ یہی رہا اور میں ہر ہفتہ چینی اہتمام کے ساتھ لے جاتا رہا مگر میں نے کبھی اس کا تذکرہ حضرت شیخ سے براہِ راست نہیں کیا لیکن بزرگوں پر

کوئی چیز کب تک مخفی رہتی ہے اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی کے ذریعہ سے اپنے خاص بندوں کو واقف کر دیتا ہے جن میں ایک بڑا ذریعہ محبین و متعلقین کی جماعت ہے، بالآخر مجھے پتہ چلا کہ مولوی نصیر احمد صاحب حضرت شیخ کے سامنے اس کا تذکرہ کر دیتے ہیں چونکہ مسلسل آمد و رفت کے سبب مولوی نصیر احمد صاحب سے میرا تعلق گہرا ہو گیا تھا اس لئے میں چائے مولوی نصیر احمد کے پاس ہی بیٹھ کر پیتا تھا اور کبھی ایسا بھی ہوا کہ کھانا ابھی تک پک کر تیار نہیں ہوا اور مجھے جلدی گنگوہ آنے کا تقاضا ہوتا تو مولوی نصیر احمد صاحب کے پاس کھانا کھاتے ہوئے حضرت شیخ نے مجھکو دیکھ لیا اور دیکھتے ہوئے گھر میں تشریف لے گئے میں کھانے سے فارغ ہو کر رخصتی کا مصافحہ کرنے گیا تو فرمایا کہ اب تو تیری دوستی مولوی نصیر سے ہو گئی ہے اس لئے مجھے تیرے کھانے کا فکر نہیں رہا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جس کی دوستی مولوی نصیر سے ہو جاتی ہے مجھے اس کے کھانے کا فکر نہیں رہتا۔

حضرت شیخؒ کی کرامت کا کھلا مشاہدہ

ایک مرتبہ حضرت شیخ مزار پر تشریف لائے آمد کے معاً بعد حضرت نے فرمایا واپسی جلدی ہی ہونی ہے حضرت کی منشاء کو سمجھ کر میں نے کھانا چائے وغیرہ کی پیش کش نہیں کی مگر ایک ڈیڑھ گھنٹہ مزار پر مراقب رہنے کے فوراً بعد اٹھتے ہی فرمایا کہ شریف احمد تیرے گھر چلونگا مجھے فکر ہوئی کہ یا اللہ آج تو گھر میں ناشتہ کی کوئی بھی چیز نہیں ہے دودھ بھی دکانوں پر ختم ہو گیا ہوگا چونکہ یہ مئی جون کا زمانہ تھا اس وقت فجر

کے فوراً بعد تو کچھ دودھ دکانوں پر مل جاتا تھا مگر دن بھر دودھ نہ ملتا تھا اس لئے میں دوڑا ہوا گھر آیا اتنے میں حضرت بھی گاڑی سے گھر پہونچ گئے میں نے کمرے کا دروازہ کھولا حضرت کمرے میں تشریف لے آئے اور بیٹھتے ہی فرمایا کہ لا جلدی جو کچھ ہے، ایسے وقت پر حضرت کا مزاج عجلت کا تھا اور مجھے اس کا بخوبی اندازہ تھا اسلئے میں نے فوراً ایک بچہ دکانوں پر دوڑایا تا کہ کہیں سے دودھ لے کر آئے مگر وہ خالی ہاتھ واپس آیا اس کو کہیں دودھ نہ ملا، گھر میں صرف ایک انڈا اور صبح کا بچا ہوا کچھ دودھ جو ایک پاؤ سے کم مقدار میں ہوگا موجود تھا، اہلیہ نے انڈے کو فوری طور پر نیم برشت کر کے اس پر نمک مرچ لگا کر بھیج دیا، میں نے لیکر حاجی ابوالحسن صاحب کے ہاتھ میں دیدیا حاجی ابوالحسن صاحب نے فوراً حضرت کو کھلانا شروع کر دیا، میں نے گھر میں تقاضہ کیا کہ جلدی سے چائے بناؤ اور جو کچھ تھوڑا بہت دودھ رکھا ہے وہی دے دو، بہت عجلت کے ساتھ اہلیہ نے چائے بنا کر چائے دانی میں ڈال کر اس دودھ کو جو صبح کا بچا ہوا رکھا تھا ایک طشت میں آٹھ دس پیالیاں اور دودھ دانی اور چائے دانی رکھ کر حضرت کے سامنے بھیج دی اور میں اس گھبراہٹ اور پریشانی میں تھا کہ یا اللہ آج بہت شرمندگی ہوگی سب کو چائے بھی نہ مل سکے گی، چائے سامنے آتے ہی حضرت نے اپنے خادم خاص حاجی ابوالحسن صاحب سے فرمایا کہ تو تو چائے پیتا نہیں اس لئے ایک کپ دودھ پی لے اور پھر مجھے اور ان سب ساتھیوں کو چائے بنا کر دے دے، حاجی ابوالحسن صاحب کے لئے جب میں نے یہ جملہ سنا تو میرا سانس اوپر کا اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا اور میں بے حد مضطرب ہوا کہ یا اللہ آج کیا ہوگا کہ تھوڑا سا تو دودھ ہے اس میں بھی ایک کپ اور کم ہو گیا اب اتنے لوگوں کو چائے کیسے ملے گی،

الغرض حاجی ابوالحسن نے ایک کپ تو اپنے لئے انڈیل لیا اور ایک کپ چائے حضرت کو بنا کر دی۔

اسی کے قریب قریب دوسرا واقعہ جناب محترم حضرت مولانا حکیم عبدالرشید عرف نھومیاں نے اپنا بیتا ہوا سنایا، حکیم صاحب نے فرمایا کہ ذی الحجہ سے کچھ پہلے میری اہلیہ کا انتقال ہو گیا تھا میں رفیقِ حیات کے انتقال پر ملال سے بیحد متاثر و مغموم تھا ۱۰ر ذی الحجہ کو علی الصباح عید کی نماز سے قبل سہارنپور بذریعہ اپنی گاڑی اپنی کار حضرت شیخ کے مکان پر پہونچا، حضرت سے سلام وکلام کے بعد عیدالاضحیٰ کی نماز کے لئے حضرت کے ساتھ ہی گیا، نماز پڑھ کر واپسی پر ساتھ آیا اور گھر کے دروازے تک پہونچ کر واپسی کے لئے مصافحہ واجازت چاہی حضرت نے فرمایا کہ آج بقرعید کا دن ہے اس لئے گوشت کھائے بغیر گھر جانے نہیں دونگا، میں نے عرض کیا کہ حضرت گوشت میں تو بہت دیر لگے گی تو فرمایا کہ نہیں بلکہ صرف ۲۵ منٹ میں گوشت پک کر تمہارے سامنے آئے گا، میں اندر حضرت کے ساتھ مکان میں جا کر بیٹھ گیا حضرت نے بعجلت زور سے مولوی نصیر صاحب کو آواز دی وہ فوراً آئے حضرت نے ان کو فرمایا کہ فوراً جانور ذبح کراؤ اور کلیجی گوشت وغیرہ نکلوا کر جلدی سے گھر میں بھیج دو، میں یہ سب سن رہا تھا اور دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ مولوی نصیر صاحب قصاب کو بلائیں گے وہ جانور ذبح کرے گا پھر مولوی نصیر کلیجی گوشت وغیرہ گھر بھجوائیں گے وہ پکے گا یہ سب کچھ ۲۵ منٹ میں کیسے ہو جائیگا، میں اسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ ۲۵ر۳۰ منٹ کے درمیان گوشت پک کر سامنے آ گیا، حضرت نے فرمایا کہ کھاؤ اور جلدی جاؤ، حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے حضرت کی کرامت کا قائل نہ تھا

مگر اس روز اس بات کو دیکھ کر حضرت کی کرامت کا قائل ہو گیا۔

حضرت شیخ کی کرامت کا عجیب وغریب واقعہ

حضرت مدینہ منورہ سے دہلی تشریف لائے تو میں نے اسی دن دہلی جا کر فوراً حضرت سے ملاقات کی اور اسی وقت حضرت سے یہ عرض کر دیا تھا کہ ہفتہ عشرہ میں جب بھی آپ گنگوہ تشریف لائیں گے تو کھانا میرے یہاں ہوگا، حضرت نے منظور فرمالیا اس کے بعد جس روز حضرت کا گنگوہ تشریف لانے کا ارادہ ہوا تو اس موقعہ پر حضرت مولانا انعام الحسن صاحب بھی دہلی سے تشریف لائے ہوئے تھے، رات میں حضرت نے اپنے بعض خدام کے سامنے یہ فرمایا کہ صبح کو گنگوہ جانا ہے اس وقت شیروانی صاحب بھی حضرت کے یہاں مہمان تھے اور مولانا منور حسین صاحب پورنوی خلیفہ خاص بھی موجود تھے، انہوں نے اور چند دوسرے حضرات نے بھی یہ بات سن لی، حضرت علی الصبح جماعت سے نماز پڑھکر روانہ ہوئے اور ایک سوا گھنٹہ میں گنگوہ پہونچ گئے، ایک گاڑی میں حضرت شیخ اور آپ کے خادم خاص حاجی ابوالحسن صاحب نیز دو صاحب اور تھے کل چار افراد، ایک گاڑی میں مولانا انعام الحسن صاحب اور ان کے خادم مولانا سلیمان گجراتی ہمراہ دو صاحبان اور تھے اور یہ بھی کل چار افراد تھے، حضرت نے سہارنپور سے روانہ ہونے سے قبل اپنے یہاں موجود مہمانوں کو یہ فرمادیا تھا کہ گنگوہ آنا ہو تو کھانے کا بندوبست خود سے کر لینا، جیسے ہی ان حضرات کا قافلہ حضرت گنگوہیؒ کے مزار پر پہونچا، میں بھی ساتھ ساتھ پہونچ گیا اور حضرت سے سلام وکلام اور شرف نیاز حاصل کرنے کے بعد میں گھر واپس

آ گیا اور گھر میں بتلایا کہ دو گاڑیوں میں کل آٹھ حضرات ہیں تم بارہ پندرہ افراد کے لئے کھانے کا انتظام کر لینا، ایک گھنٹہ کے بعد پھر میں مزار پر واپس پہونچا تو حضرت شیخ کو دیکھا کہ مزار پر مراقبہ کی حالت میں ہیں اس ایک گھنٹہ میں پچیس تیس آدمی اور سہارنپور سے مزار پر پہنچ چکے تھے، میں نے گھر اطلاع کرادی کہ ۳۵/۳۰ آدمیوں کا انتظام کرا لینا، پھر دوسرے گھنٹہ تک ۶۵/۶۰ آدمی ہو گئے پھر میں نے گھر اطلاع کرادی کہ ۶۵/۶۰ آدمی ہو گئے، پھر آدھ پون گھنٹہ بعد آنے والوں کی تعداد ایک سو تک ہوگئی اور برابر بڑھتی رہی یہاں تک کہ سو سے اوپر پہونچ گئی، میں مجمع کی بڑھتی تعداد کو دیکھ کر سوچ میں ڈوبا ہوا تھا اور گھر آ کر اطلاع دی کہ مہمان سو سے زائد ہو چکے ہیں میری اہلیہ کو حضرت کے ساتھ تعلق واعتقاد مجھ سے بھی زیادہ تھا انہوں نے اطمینان سے کہا کہ کچھ حرج نہیں حضرت شیخ کی برکت سے کھانا سب کے لئے کافی ہو جائے گا، تاہم حضرت چار گھنٹہ کے بعد مراقبہ سے فارغ ہوئے اور فرمایا کہ پیشاب کا تقاضہ ہو رہا ہے نیز اٹھتے وقت مجمع کی کثرت کو دیکھ کر فرمایا کہ قاری شریف کے گھر میری گاڑی اور مولانا انعام الحسن صاحب کی گاڑی کے ساتھیوں کی دعوت ہے بقیہ سب لوگ اپنے کھانے کا انتظام کر لیں، مزید تاکید اور شدت کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ دیکھو کسی کے گھر بغیر بلائے کھانے کے لئے جانا چور بن کر جانا ہے اور ڈاکو بن کر نکلنا ہے، حضرت جب یہ سب کچھ فرما چکے تو میں نے حضرت سے یہ عرض کیا کہ مجھے بھی کچھ کہنے کی اجازت دیجئے فرمایا کہ تو بھی کہہ لے کیا کہنا ہے، میں نے مجمع کو مخاطب کر کے کہا کہ سب حضرات مہمان ہیں کھانا میرے گھر پر تناول فرما کر جانا، اس پر حضرت نے پیشاب کے لئے چلتے ہوئے مڑ کر یہ فرمایا کہ کچھ لوگوں کو اور بلا دوں؟

تو میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت یہ تو پہاڑ سے بھی بلند آپ ہی کا ظرف ہے (آپ کے یہاں رات دن مہمانوں کا ہجوم رہتا ہے اور کسی کو بغیر کھائے نہیں جانے دیتے) بس دعاء فرما دیجئے کہ کھانا سب کے لئے کافی ہو جائے، حضرت نے فرمایا کہ اچھا سب مہمانوں کو گھر لیکر چلو اور میرے بیٹھنے والی کوٹھری میں کسی کو نہیں بٹھلانا باہر بڑے کمرے میں بٹھلا کر کھانا کھلانا شروع کر دینا، چونکہ بارہا آمد ورفت کی وجہ سے حضرت مکان کے کل زاویوں اور کمروں سے آشنا ہو گئے تھے اور اکثر تشریف آوری کے وقت کھانا اندر والے کمرے میں بیٹھ کر تناول فرماتے تھے وہ بہ نسبت باہر والے کمرے کے چھوٹا تھا جس کو حضرت نے کوٹھری سے تعبیر کیا اور باہر والے کو بڑے کمرے سے موسوم فرمایا اس کمرہ میں بھی حضرت نے دو تین مرتبہ کھانا تناول فرمایا، الغرض میں نے جلدی سے حضرت کے لئے اندر والے کمرہ میں بیٹھنے کا انتظام کرایا حضرت مع جملہ رفقاء ومہمانوں کے تشریف لائے اور اندر والے کمرہ میں بیٹھ گئے، میں نے باہر مہمانوں کو بٹھلا کر کھانا کھلانا شروع کیا، حضرت اندر بیٹھے ہوئے بار بار پوچھتے رہے کہ سب فارغ ہو گئے سب فارغ ہو گئے؟ میں نے سب کی فراغت کے بعد عرض کیا کہ حضرت سب فارغ ہو گئے، حضرت نے فرمایا کہ اب ہمارے لئے بھی کھانا لے آؤ یعنی حضرت اور آپ کی گاڑی کے رفقاء اور مولانا انعام الحسن صاحب اور ان کی گاڑی کے رفقاء مع دو ڈرائیوروں کے کل دس افراد باقی رہ گئے تھے، انہوں نے بعد میں اسی اندر والے کمرہ میں بیٹھ کر کھانا تناول فرمایا اس کے بعد حضرت مدرسہ اشرف العلوم دار جدید میں تشریف لے آئے اور آکر ظہر کی نماز پڑھی اور سہارنپور کے لئے روانہ ہو گئے، میں چونکہ صبح سے بہت بھاگ دوڑ میں تھا بھوک

شدت کی لگ گئی تھی حضرت کے واپس ہوتے ہی فوراً گھر واپس آیا اور گھر والوں سے کہا کہ مجھے کھانا دے دو مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے، اب بھی جو سالن بچا ہوا تھا وہ اتنا تھا کہ میرے لئے کافی ہو گیا اور روٹی تو کافی مقدار میں بچ گئی، میں نے شمار کی تو ان کی تعداد تقریباً ۲۴/۲۵ کو پہونچی، میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور سکون کی ٹھنڈی سانس لی۔

اب تک کہ اس طرح کے واقعات پہلے بزرگوں کے متعلق سننے اور پڑھنے میں تو آئے تھے کہ کھانا کم تھا اور مہمان زیادہ تھے ان بزرگوں کی برکت سے وہ کھانا سب کے لئے کافی ہو جاتا تھا مگر یہاں آج اس بات کا بچشم خود مشاہدہ کیا اور اس کھلی کرامت کو سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، نیز شیروانی صاحب نے مولانا منور صاحب سے فرمایا کہ کھانا دیکھنے میں تو ایسا معلوم نہیں ہوتا مگر بہت لذید بنا ہوا ہے، میں وہیں کھڑا ان دونوں حضرات کی گفتگو سن رہا تھا حال یہ کہ وہ حضرات مجھ کو پہچانتے نہ تھے کہ میں ہی صاحب خانہ ہوں، میں نے کہا کہ حضرت شیخ کی برکت سے مزیدار ہو گیا ورنہ کوئی خاص بات نہیں، اس موقعہ پر اہلیہ کی خدمت اور ان کی حضرت شیخ کے ساتھ عقیدت کو فراموش کرنا بے حد ناسپاسی ہوگی، انہوں نے مہمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد پر میری پریشانی کو دیکھ کر فرمایا کچھ حرج نہیں حضرت شیخ کی برکت سے سب کے لئے کافی ہو جائے گا جس کھانے پر ان کا ہاتھ پڑ جاتا ہے اس کی لذت ہی عجیب ہوتی ہے۔

اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ یہ ہے کہ حکیم اسعد صاحب اجمیری ابن حکیم

سعید صاحب اجمیری مرحوم پاکستان سے آئے اور حضرت شیخ کے یہاں قیام فرمایا دو پہر کو حضرت شیخ کے ساتھ کھانے میں شرکت کی، دستر خوان پر اس روز حضرت کے یہاں مہمان زیادہ تھے چونکہ حضرت شیخ کا معمول یہ تھا کہ جس روز مہمانوں کی کثرت ہوتی تو پلاؤ کی دیگ مدرسہ کے مطبخ میں بنوالیا کرتے تھے اور جب پلاؤ کی دیگ حضرت کے یہاں آتی تو ناظم مطبخ کی جانب سے حساب کا ایک پرچہ بھی ساتھ آتا تھا، حضرت اس پرچہ کی رقم اور کچھ زائد اپنی طرف سے مدرسہ میں جمع فرمادیا کرتے تھے، الغرض اس روز حکیم اسعد صاحب نے بھی حضرت کے دستر خوان پر پلاؤ کھائی اور شام تک گنگوہ آگئے، جب میری ملاقات حکیم اسعد صاحب مرحوم سے ہوئی تو انہوں نے حضرت شیخ کے دستر خوان پر کھانا کھانے کا تذکرہ بندہ کے سامنے کیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ کھانا دیکھنے میں تو ایسا نہیں لگتا تھا کہ اتنا مزیدار ہوگا مگر کھانے میں بہت ذائقہ دار معلوم ہوا، نیز یہ بھی فرمایا کہ ہم لوگ اپنے گھروں میں بہت لاگت کی اور قیمتی پلاؤ بنواتے ہیں مگر کل جو حضرت شیخ والے دستر خوان پر پلاؤ کھائی ہے اس جیسا مزہ نہیں آتا اور پھر خود ہی کہنے لگے بس یہ تو حضرت شیخ کی برکت ہے، یہ تو وہ واقعات ہیں جو خود دیکھنے اور سننے میں آئے ہیں ورنہ نہ معلوم کتنے قصے ہوں گے جن میں حضرت شیخ کی کرامتوں کا ظہور ہوا، اس پر قلم اٹھایا جائے تو ایک مستقل کتاب تیار ہوجائیگی، یوں حضرت شیخ کے دستر خوان پر ہر روز سینکڑوں لوگوں کا ہجوم رہتا تھا اور یہ بات کسی بھی صاحب نظر پر مخفی نہ تھی، جو بھی حضرت شیخ کے یہاں حاضر ہوا آپ کی برکات سے فیضیاب ہوکر گیا۔

پہلوان حاجی محمود کا قصہ اور حضرت شیخ کی ایک اور کرامت

حاجی صوفی محمود صاحب پاکستان کے باشندے تھے حضرت شیخ کے متعلقین میں سے تھے ایک مرتبہ حضرت شیخ کے یہاں سہارنپور آئے، ان کی خواہش تھی کہ گنگوہ حضرت گنگوہیؒ کے مزار پر ہو آؤں، پہلوان صاحب نے سہارن پور کے قیام کے دوران حضرت شیخ سے گنگوہ جانے کی اجازت چاہی تو حضرت نے فرمادیا کہ اپنے حساب سے جانا میری کوئی ذمہ داری نہیں چونکہ اس دوران (سی آئی ڈی) کا خطرہ لگا رہتا تھا، انہیں ایام میں گنگوہ سے حضرت شیخ کی خدمت میں صوفی اسماعیل صاحب گنگوہی گئے، پہلوان صاحب نے ان کے ساتھ جانے کے لئے عرض کیا مگر حضرت نے اجازت نہ دی، حاجی محمود صاحب کی حضرت گنگوہیؒ کے مزار پر آنے کی بڑی تمنا اور آرزو تھی ادھر واپسی کے دن قریب ہوتے جارہے تھے یہاں تک کہ ان کے پاس پاکستان جانے کا ایک دن باقی رہ گیا میں گنگوہ سے حضرت کے یہاں حاضر خدمت ہوا پہلوان صاحب سے بھی ملاقات ہوئی انہوں نے اپنے ارادہ کا میرے سامنے اظہار کیا میں نے ان کی بے پناہ تڑپ اور آرزو کو دیکھتے ہوئے کہا آپ میرے ساتھ چلیں میرے ساتھ گاڑی ہے میں آپ کو اپنی گاڑی سے واپس کردوں گا، چنانچہ میں نے حضرت شیخ سے عرض کیا صوفی جی گنگوہ جانا چاہتے ہیں میرے ساتھ چلے جائیں گے، حضرت نے میری عرض پر اجازت تو مرحمت فرمادی مگر ساتھ ساتھ یہ بھی کہدیا کہ ان کو دوپہر ساڑھے گیارہ بجے تک واپس کردینا، میں صوفی جی کولیکر باہر نکلا تو باہر

مولانا خالدسیف اللہ صاحب گنگوہی[1] (حضرت گنگوہیؒ کے پر نواسے)مل گئے انہوں نے کہا میں بھی آپ کے ساتھ گنگوہ جاؤں گا ، یہ ایسے مقدس خاندان کے سپوت اور میرے ایسے گہرے بے تکلف دوست تھے کہ ان کو انکار کی گنجائش نہیں تھی اس لئے میں نے ان کو کہا کہ ہم تو تیار ہیں آپ ہمارے ساتھ بیٹھئے اس پر مولانا خالدسیف اللہ صاحب نے کہا کہ میں تو پہلے حاجی ابوالحسن صاحب سہارنپوری کے مکان پر محلّہ میں ناشتہ کروں گا پھر گھر سے کچھ سامان لاؤں گا تب گنگوہ چلیں گے ، چونکہ ان مولانا خالدسیف اللہ گنگوہی صاحب نے اپنا مکان سہارنپور ہی بنالیا تھا یہاں پران کی سسرال تھی ،اب میں نے دل میں سوچا کہ آج تو پھنس گئے کیونکہ ادھر حضرت شیخ نے ساڑھے گیارہ بجے تک واپس آنے کی تعیین کر دی ادھر مولانا خالد سیف اللہ صاحب ناشتہ اور سامان میں دیر کریں گئے ،الغرض مولانا ہم کو حاجی ابوالحسن صاحب کے یہاں ناشتہ پرلیکر چلے گئے وہاں پہونچ کر مولانا گھر سے سامان لائے اور ہم گنگوہ کے لئے روانہ ہو گئے ،گنگوہ پہونچ کر مزار پر فاتحہ پڑھی فاتحہ سے فارغ ہونے کے بعدان کوایک دوجگہ اور گھمایا پھرانہوں نے کہامیں حضرت حکیم نھومیاں

---

[1] گنگوہ کے عالم فاضل تھے دارالعلوم دیو بند سے ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۴ء میں فارغ ہوئے ،حضرت مفتی عبدالقدوس صاحب رومی اور مولانا سلیم اللہ خان صاحب اور مولانا ارشاد فیض آبادی کے ساتھیوں میں سے تھے ذہین فطین عالم تھے،عربی میں خاص مہارت رکھتے تھے،عرب کے مختلف علاقوں میں انہوں نے بسلسلہ ملازمت قیام کیا اخیر زمانہ میں سہارنپور میں قیام فرمایا،حضرت والد صاحبؒ سے رفیقانہ مراسم تھے اور بڑے قدردان تھے،ایک موقعہ پرانہوں نے فرمایا تھا کہ یہ وہ شخص ہے جس نے ہماری ٹوٹی ہوئی ناک جوڑ دی یعنی مدرسہ کا قیام اور خدمات دینی برسرزمین گنگوہ کی طرف اشارہ تھا،سہارنپور میں مدفون ہیں اللہ پاک مغفرت فرمائے درجات بلند فرمائے آمین۔

صاحب کے یہاں بھی جاؤں گا، چنانچہ میں ان کو حکیم صاحب کے یہاں لیکر پہونچا تا کہ جب تک وہ ملاقات وگفتگو کریں میں ان کو حکیم صاحب کے پاس چھوڑ کر گھر آ گیا جب میں واپس پہونچا تب تک وہ اپنی باتوں سے فارغ ہو چکے تھے میں ان کو گاڑی میں ساتھ لیکر سہارنپور پہونچا، جس وقت ہم سہارن پور پہونچے تو گیارہ بج رہے تھے میں نے صوفی جی سے کہا کہ ابھی آدھا گھنٹہ ہے تب تک آگے چل کر روانگی بھی لکھوا آئیں چنانچہ ہم وہاں پہونچے اور روانگی لکھوا کر حضرت شیخ کے پاس واپس آئے تو ساڑھے گیارہ بج چکے تھے، حضرت شیخ نے معلوم کیا کہ سب جگہ ہو آئے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کی دعاؤں سے سب جگہ ہو آئے ہیں اور (سی آئی ڈی) آفس میں روانگی بھی لکھوادی ہے، اس پر حضرت شیخ بہت خوش ہوئے میں حیران تھا کہ اتنے مختصر وقت میں مکمل اطمینان وسکون کے ساتھ گنگوہ جانا وہاں سے واپس آنا جب کہ اس زمانہ میں راستے بھی اتنے بہتر نہ تھے پھر مختلف مقامات پر ملاقات گفتگو کرنا اور پھر (سی آئی ڈی) آفس میں روانگی بھی لکھوا دینا یہ سب کچھ حضرت شیخ کی دعاؤں کی برکت تھی اور ان کی باطنی توجہ کارفرما تھی، اس طرح حضرت شیخ کی برکتیں اور کرامتیں بارہا دیکھنے میں آئیں۔

تجارت میں حضرت شیخؒ کی کرامت کا ظہور

۱۹۶۱ء کی بات ہے جب میں نے حج بیت اللہ کا ارادہ کیا اور سفر حج کے خرچہ میں کچھ کمی دیکھی تو مدرسۃ البنات کی عمارت میں جو میٹاڈور اسٹینڈ پر واقع ہے اس میں پیاز خرید کر اسٹاک لگایا تا کہ بھاؤ بڑھنے پر بیچ کر حج کی رقم میں واقع ہونے

والی کمی کو پورا کیا جاسکے، اس وقت لوگ مدرسۃ البنات کی اس عمارت کے خالی ہونے کی بناء پر اس عمارت میں اس طرح کا تجارتی سامان لگالیا کرتے تھے۔

میں نے یہ پیاز تین روپئے من کے حساب سے خریدے تھے، خیال تھا کہ بھاؤ بڑھ جائے گا مگر بھاؤ بڑھنے کے بجائے گھٹ گیا ادھر پیاز گلنے شروع ہو گئے، میں نے حضرت شیخ الحدیث صاحب سے عرض کیا کہ احقر نے حج بیت اللہ کی درخواست دی ہے کچھ رقم کی کمی تھی اس لئے پیاز لگالئے تھے تاکہ ان میں کچھ نفع ہوجائے اور جو کمی ہو وہ پوری ہو جائے، مگر اب بھاؤ بڑھنے کے بجائے گھٹ گیا اور پیاز گلنے شروع ہو گئے، اس پر حضرت شیخ نے دعاء فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ انشاء اللہ بھاؤ بڑھے گا، میں حضرت کی دعاؤں کے ساتھ واپس گنگوہ لوٹا اور حافظ سعید احمد صاحب سے کہدیا کہ اگر کوئی پیازوں کا گراہک ملے تو اس سے پیازوں کی بات چیت کر لینا، حافظ سعید احمد صاحب چونکہ ہوشیار لوگوں میں سے تھے اسلئے یہ معاملہ ان کے سپرد کیا، انہوں نے چندہی روز بعد ایک تاجر سے تین روپئے من کے حساب سے بات کر کے مجھے اطلاع دی کہ تاجر مل گیا ہے اور تین چار روز بعد رقم دیکر مال اٹھالے جائیگا، چنانچہ میں اس کا انتظار کرنے لگا تاکہ جلد ہی مدرسۃ البنات کی عمارت خالی کروں، پانچ روز تک انتظار کرنے کے بعد جب وہ نہ آیا تو میں خود ہی منڈی گیا جا کر حافظ سعید صاحب سے ملاقات کی اور ان کے پاس بیٹھ کر گفتگو کرنے لگا، ابھی معلوم ہی کررہا تھا کہ سامنے سے وہ تاجر بھی آگیا حافظ صاحب نے اس سے کہا اب کل کہاں تھا! میں نے وہ سودا مالک کے حوالہ کردیا اور اب بیع فسخ ہو چکی ہے اس لئے کہ اب مدت گذر گئی اس طرح اس مرتبہ بھی پیاز رہ گئے، مگر ہفتہ عشرہ کے بعد بھاؤ

بڑھ گیا اور سبھی پیاز ۵ روپئے من کے حساب سے فروخت ہو گئے، اس طرح غیر متوقع طریقہ پر نفع ہونا حضرت شیخؒ کی دعاء کی برکت اور آپ کی کرامت تھی، آپ کی دعاء سے نا امیدی امید میں، مایوسی فرحت میں، نقصان کی شکل نفع میں تبدیل ہوگئی۔

بلا شبہ حضرت کی ذات والا صفات مستجاب الدعوات تھی، نا معلوم کتنے دکھیاروں اور پریشان حال ستم رسیدہ لوگوں کے لئے ایک امید کی کرن اور غمگین افسردہ دل رنجیدہ خاطر حضرات کے لئے مرہم شفاء تھی۔

حضرت شیخؒ کا بے حد مشفقانہ برتاؤ

ایک مرتبہ حضرت شیخؒ عید الفطر کے ۴ یوم بعد گنگوہ تشریف لائے مدرسہ اشرف العلوم کی مسجد دار جدید میں نماز پڑھنے کے بعد حضرت نے فرمایا شریف احمد لاؤ کوئی کتاب شروع کرالو، میں نے کہا حضرت ابھی تو طلبہ بھی گھر سے نہیں آئے، آپ نے فرمایا کہ تم بڑے علامہ مانے جا رہے ہو؟ میں فوراً کتاب لیکر حاضر ہوا اور جو مدرسین یہاں مدرسہ میں موجود تھے ان سب کو بٹھا کر مشکوٰۃ شریف شروع کرائی اور حضرت دعاء فرما کر واپس سہارنپور تشریف لے گئے۔

حضرت شیخؒ کا کشف اور آپ کی محبت

ایک دفعہ میں جمعہ کے دن سہارنپور حاضر ہوا جمعہ کے بعد حضرت کے ساتھ کھانا کھانے کا معمول تھا مگر میں نے اس روز باہر کے مہمان زیادہ دیکھے اس لئے میں دوسری جگہ کھانا کھانے کے لئے چلا گیا کھانے پر حضرت کے یہاں حاضر نہ ہو سکا، بعد مغرب حاضر خدمت ہوا تو حضرت نے معلوم کیا کہ کھانے میں کہاں تھے؟ میں

خاموش رہا تو فرمایا کہ تیرے کھانے سے یہاں بڑی کمی پڑ جاتی۔

حالانکہ اس سے قبل بھی کئی مرتبہ میں کھانے میں غیر حاضر رہا مگر اس تصور سے نہیں رہا کہ مہمان زیادہ ہیں آج ہی یہ تصور ہوا اور آج ہی حضرت نے گرفت فرمالی۔

حضرت شیخ کی وسعتِ ظرفی وعنایات خاصہ

حضرت شیخ کے مزاج مبارک میں یہ بات سمائی ہوئی تھی کہ اپنے متعلقین کی طرف سے تھوڑے سے عطیہ کو بھی بہت سراہتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ کی بات ہے جس وقت آپ مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے حج کے مقدس ایام چل رہے تھے حجاج کے قافلوں کے قافلے بارگاہِ خداوندی میں حاضری کے لئے رواں دواں تھے، حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ بھی حج کے لئے تشریف لے جارہے تھے میں گنگوہ سے پیڑوں کا ایک ڈبہ لیکر مرکز نظام الدین مولانا سے ملاقات کے لئے گیا اور وہ ڈبہ مولانا عبید اللہ صاحب کے حوالہ کر دیا کہ یہ ڈبہ میری جانب سے حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کر دینا، چنانچہ وہ لیکر پہونچے اور حضرت کی خدمت میں پیش کر دیا، حضرت نے اپنی وسعت ظرفی اور مزاج کے مطابق وہی عمل فرمایا کہ ہر آنے والے کو کسی کو ایک پیڑا اور کسی کو آدھا پیڑا یہ کہہ کر دیئے کہ لو گنگوہ سے یہ پیڑے شریف احمد نے بھیجے ہیں، حج کے مقدس سفر سے واپس آنے والوں میں سے کئی حضرات نے اس کا تذکرہ کیا کہ آپ نے کتنے پیڑے بھیجے تھے کہ کئی روز تک ان کا تذکرہ رہا؟ میں نے کہا کہ پیڑے تو کم تھے مگر حضرت کی عنایات ومحبت زیادہ تھیں۔

حضرت شیخ کے یہاں نسبتوں کا احترام

خانقاہِ قدوسیہ میں جو کمرہ حضرت شیخ عبد القدوس صاحبؒ کی نشست گاہ رہا ہے اور وہی کمرہ حضرت امامِ ربانیؒ عالمِ حقانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی بھی قیام گاہ رہا ہے، حضرت شیخ ایک مرتبہ جب گنگوہ تشریف لائے اور شاہ عبد القدوس کے مزار پر تشریف لے گئے میں بھی ساتھ چلا تو آپ نے اس کمرہ کے متعلق فرمایا کہ دیکھو وہ کمرہ کھلا ہوا ہے یا نہیں؟ میں دیکھنے گیا جو صاحب اندر بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے پوچھا کہ کیا دیکھتے ہو؟ میں نے بتلایا کہ حضرت شیخ نے معلوم کرایا ہے، انہوں نے یہ سنکر نہایت قبیح جواب دیا مجھے ان کے اس جواب اور طرز کلام سے ناگواری ہوئی جس پر ان کے ساتھ ایک مکالمے کی سی صورت پیدا ہوگئی، الغرض میں قصہ ختم کر کے جلد حضرت شیخ کے پاس آیا حضرت نے معلوم کیا کہ کیا ہوا دروازہ کھلا ہے یا نہیں؟ میں جواب میں کچھ نہ کہہ سکا اور خاموش کھڑا رہا، حضرت فوراً سمجھ گئے کہ کچھ گڑ بڑ ہوئی ہے، کیونکہ حضرت شیخ ان صاحب کے مزاج سے واقف تھے، حضرت فوراً مزار سے اٹھ کر سہارنپور کیلئے روانہ ہوگئے، کئی ماہ بعد جب میں سہارنپور گیا اور بعد مغرب حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچے گھر کے دروازہ میں جب داخل ہوا تو باہر روشنی تھی اور جہاں حضرت شیخ تشریف فرما تھے وہاں اندھیرا تھا، آپ کے پاس ایک صاحب اور بیٹھے ہوئے تھے میں ان کو تو نہیں دیکھ پایا مگر انہوں نے مجھے دیکھ لیا اور پہچان بھی گئے، انہوں نے پوچھا میاں کامل صاحب کا کیا حال ہے؟ میرے

جواب دینے سے پہلے حضرت شیخ نے فرمادیا کہ ان کا حال اس کو معلوم نہیں ہوگا، پھر دوبارہ انہوں نے معلوم کیا کہ ننھے میاں کا کیا حال ہے؟ چنانچہ میں نے بتلایا کہ خیریت سے ہیں، پھر حضرت شیخؒ فرمانے لگے ارے بھائی! میری ایک بات سن لے میں جب بھی کاندھلہ جاتا تھا تو اپنے سبھی عزیزوں سے تھوڑی دیر کے لئے ملاقات کرتا تھا، ایک صاحب کے پاس جب بھی میں جاتا اور سلام کرتا تو کبھی وہ مجھے بیٹھنے کے لئے برابر میں رکھے ہوئے موڑھوں پر اشارہ کرتے تو میں بیٹھ جاتا اور کبھی کبھی اشارہ بھی نہیں کرتے تھے تو میں تھوڑی دیر کھڑے ہوکر واپس ہوجاتا، تاہم ایک مرتبہ کاندھلہ جانے کے وقت میرے ماموں مسٹر محمود صاحب مرحوم بھی ساتھ تھے، کاندھلہ جاکر میں حسب معمول ہر رشتہ دار کے پاس گیا ماموں ساتھ رہے آخر میں ایک صاحب کے پاس ملاقات کے لئے ان کے گھر گیا جبکہ وہ رشتہ میں میرے عزیز ہوتے تھے، میں نے حسب معمول جاکر سلام کیا انہوں نے ہم کو بیٹھنے تک کو نہیں کہا ہم تھوڑی دیر کھڑے ہوکر واپس ہوگئے، ذرا دور چلنے کے بعد ماموں صاحب مرحوم مجھ پر خفا ہوئے اور فرمایا کہ میاں زکریا تم نے ہماری ناک کٹوادی ہے کیا ضرورت تھی ان کے پاس جانے کی، جب وہ اپنی بات سے فارغ ہوگئے تو میں نے اپنے منھ پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ میری ناک تو صحیح سالم ہے اور ماموں جی آپ کی بھی صحیح سالم ہے، اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ ہمارا تعلق گنگوہ میں حضرت گنگوہیؒ کے صاحبزادگان سے حضرت گنگوہی کی نسبت سے ہے اس لئے صاحبزادگان سے ملاقات کا معمول ہے ان کا جو بھی معاملہ ہو اس پر خیال نہ کیا جائے بلکہ ان کی نسبت کی طرف خیال کیا

جائے میں نے اتنی بات کہہ کر اپنی بات ختم کر دی، اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ حضرت شیخ جس روز گنگوہ تشریف لائے تھے اور مجھے حضرت گنگوہی کے حجرہ کا دروازہ کھلا ہوا دیکھنے کے لئے بھیجا تھا اور وہاں پر حجرہ میں موجود ایک شخص کی تند مزاجی اور سخت کلامی سے مجھے ناگواری ہوئی تھی اور کچھ دیر ان سے سوال و جواب میں لگی جس کی بنا پر مجھے حضرت کے پاس جانے میں تاخیر ہوئی تھی حضرت نے پوچھا تھا کہ دروازہ کھلا ہوا ہے یا نہیں میں خاموش رہا تھا حضرت سمجھ گئے تھے کہ کوئی ناگوار بات پیش آئی ہے سہارنپور واپس تشریف لے آئے تھے کہ حضرت کے ذہن میں پورا واقعہ موجود ہے جس بناء پر اس کی وہاں آمد و رفت نہیں ہے، اسی لئے جب ان صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ میاں کامل کا کیا حال ہے تو میرے جواب دینے سے پہلے حضرت نے فرمایا ان کا حال اس کو معلوم نہیں ہوگا پھر جب انہوں نے دوبارہ پوچھا کہ ننھے میاں کا کیا حال ہے اس پر حضرت شیخ نے فرمایا تھا کہ ان کا حال اس کو معلوم ہوگا، یہ سب حضرت شیخ کی وسعتِ فہمی اور بصیرت کی واضح دلیل ہے کہ میرے خاموش رہنے سے پوری بات سمجھ گئے تھے جس کا آج مجھے بخوبی اندازہ ہوا، پھر حضرت شیخ نے اس ملاقات کے آخر میں فرمایا کہ حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی نسبت کا خیال رکھو اور ان کی طرف سے کوئی ناگواری کی بات پیش آئے تو برداشت کر کے درگذر کرو، اس واقعہ سے بخوبی اندازہ ہوگیا کہ ان حضرات کے ذہن میں اپنے اکابر کی نسبت سے صاحبزادگان کا کس قدر خیال تھا۔

حضرت شیخ کے عفو ودرگذر کا عجیب انداز اور توجہ باطنی کا اثر

شہر سہارن پور کے ایک مولوی صاحب خواہ مخواہ حضرت شیخ سے عناد رکھتے تھے ان کی عداوت ومخالفت اس درجہ پہونچی ہوئی تھی کہ دکانوں پر ادھر ادھر بیٹھ کر حضرت شیخ کی شان میں گستاخانہ الفاظ اور بے ہودہ باتیں بکتے تھے، ان کی اس بے ہودہ گوئی اور بکواس کے متعلق حضرت شیخ کو بھی معلوم ہوتا رہتا تھا مگر حضرت اپنی زبانِ مبارک سے ان کے متعلق کچھ نہ فرماتے تھے، ایک مرتبہ انہیں مولوی صاحب نے حضرت شیخ کے خادم خاص حافظ انعام اللہ صاحب جن سے متعلق حضرت شیخ کے مہمانوں کے قیام وطعام کا انتظام سپرد تھا اور اسی خدمت میں حضرت کے یہاں ۳۴ رسال کا زمانہ گذارا نہایت ہی ہوشیار، چست چالاک، جرأت مند، باہوش، تجربہ کار، بارعب آدمی تھے، معاملات میں سنجیدگی سے کام لیتے تھے اور معاملات کے نہایت صاف ستھرے آدمی تھے جنہوں نے بعد میں ہمارے یہاں مدرسہ اشرف العلوم میں بھی لمبا عرصہ گذارا اور بہتر عمدہ طریقہ پر مدرسہ کی خدمت انجام دی، یہ معاند مولوی صاحب حافظ انعام اللہ صاحب کے عزیزوں میں سے تھے انہوں نے حافظ صاحب سے کہا کہ اپنے پیر صاحب سے ہم کو بھی ملا دو، چنانچہ حافظ صاحب نے کہا بہت اچھا اندر جا کر حضرت شیخ سے عرض کیا کہ مولوی دلشاد صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں باہر بیٹھے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ ان کو بلاؤ حافظ صاحب مولوی صاحب کو اندر لے گئے مولوی صاحب نے حضرت کو سلام کیا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ

بڑھایا جوں ہی مولوی صاحب کا ہاتھ حضرت کے ہاتھ میں پہونچا تو مولوی صاحب پر گریہ طاری ہو گیا ہچکیاں بندھ گئیں زبان ساکت ہے کچھ بولا نہیں جارہا ہے بس حال یہ ہے کہ آنسو نہیں تھمتے روتے چلے جارہے ہیں جب ان کا رونا بند ہوا تو سب سے پہلے زبان سے جو الفاظ نکلے وہ یہ تھے کہ حضرت معاف فرمادیں، اس پر حضرت شیخؒ نے فرمایا جو کچھ اس سے پہلے اب تک کہا وہ بھی معاف اور جو کچھ آئندہ کہو گے وہ بھی معاف، اس پر ان کا سر شرم سے مزید جھک گیا اور جب وہ واپس چلنے لگے تو حضرت شیخ نے حافظ انعام اللہ صاحب کو کہا کہ ان کو الماری میں سے چار سیب نکال کر دے دو یہیں کھالیں یا گھر لے جائیں ان کی مرضی ہے، پھر کبھی مولوی صاحب نے حضرت کی مخالفت نہ کی، یہ حضرت شیخ کی توجہ باطنی کا اثر تھا کہ دل کی دنیا یکایک بدل گئی، اللہ والوں کی توجہ باطنی ایسی موثر ہوتی ہے جس کے دل پر پڑ جاتی ہے اس کے دل کی دنیا بدل جاتی ہے اور اس کی بگڑی ہوئی حالت سدھر جاتی ہے۔

حضرت شیخ کا حسن ظن

ایک مولوی صاحب پنجاب کے باشندے حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائے پوریؒ کے خدام میں سے تھے، ایک مرتبہ وہ مع اپنے رفقاء گنگوہ تشریف لائے پھر گنگوہ کے اطراف میں کنڈہ وغیرہ اپنی عزیز داری میں ملاقات کے لئے دو تین دن بعد شنبہ کے روز گنگوہ مدرسہ اشرف العلوم رشیدی میں نو دس بجے پہونچے، میں اس روز دیوبند گیا ہوا تھا انہوں نے مجھ کو جب مدرسہ میں نہ پایا تو ایک طالب علم کو گھر بھیجا اور اس

سے کہا کہ قاری صاحب کو بلا کر لاؤ میرا معمول یہ تھا کہ جب کہیں جانے کا ارادہ ہوتا تو طلبہ کو آگاہ نہ کرتا اس کا فائدہ یہ ہوتا تھا کہ طلبہ یہ سمجھ کر کہ میں یہیں کہیں ہونگا اپنے کام میں لگے رہتے تھے، بہر حال اسی طرح اس روز بھی طلبہ کو معلوم نہیں تھا کہ میں دیوبند گیا ہوں وہ طالب علم عبد الرحیم نامی مجھ کو گھر دیکھنے گیا گھر سے بتلایا گیا کہ یہاں نہیں ہیں، بچہ نے گھر پہ نہیں بتلایا کہ مہمان ہیں اور قاری صاحب کو معلوم کر رہے ہیں، خیر اس نے خود سے یہ سوچا کہ جب قاری صاحب یہاں نہیں ہیں اور ان کے مہمان آئے ہیں تو میں دکان سے ان کے لئے چائے بنوا کر لے چلوں چنانچہ وہ طالب علم راستہ میں ان کے لئے چائے بنوانے لگا اس کو یہ خیال نہ تھا کہ مہمان بہت عجلت میں ہیں ادھر چائے تیار ہونے میں ذرا دیر ہوگئی، جب وہ طالب علم چائے لیکر مدرسہ پہونچا تو وہ سب لوگ جا چکے تھے اس کی چائے بھی بے کار گئی، یہ مولانا صاحب مع احباب گنگوہ سے چل کر سہارنپور حضرت شیخ کے یہاں پہونچ گئے حضرت سے ملاقات کی حضرت نے معلوم کیا کہ قیام کہاں رہا؟ جواب میں مولانا نے کہا کہ قاری صاحب کو دکھلایا تھا مگر وہ گھر سے نہیں نکلے، حضرت شیخ نے فوراً کہا قاری صاحب آپ کے کھانے کے ڈر سے چھپ کر بیٹھ گئے ہوں یہ تو ان سے امید نہیں ہے ویسے آپ لوگ بتلا رہے ہیں اللہ زیادہ جانتا ہے مگر بات دل کو لگتی نہیں، یعنی حضرت شیخ کو ان کی بات کا یقین نہیں آیا کہ قاری صاحب مہمانوں کو کھلانے کے ڈر سے چھپ کر بیٹھ گئے ہوں اور حضرت شیخ نے بات پر زیادہ اعتماد نہ کیا بلکہ میری مدافعت فرمائی، تاہم بات ختم ہوئی اور اتفاق یہ ہوا کہ اگلے روز مولانا عبد المعید صاحب خطیب مسجد خوخہ بازار ممبئی تشریف لائے، میرے مخلص اور بے

تکلف دوستوں میں تھے گیارہ بجے یہ لوگ مدرسہ میں پہونچے میں ان کو ملاقات کے بعد گھر لیکر گیا اور ساتھ کھانا کھلایا، اس کے بعد یہ حضرات مزار پر گئے اور پھر واپس سہارن پور پہونچ گئے، جب حضرت شیخ کی خدمت میں پہونچے تو حضرت شیخ نے دورانِ گفتگو پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہو؟ بتلایا کہ دوپہر گنگوہ پہونچ گیا تھا وہاں سے آرہا ہوں، معلوم کیا کہ کھانا کہاں کھایا؟ بتلایا کہ قاری صاحب کے گھر، یہ سن کر سکوت فرمایا اور بات آئی گئی ہوگئی اور میں بھی دوتین روز کے بعد حضرت شیخ کی خدمت میں سہارنپور پہونچا حضرت سے ملاقات کی، حضرت شیخ فرمانے لگے گنگوہ والوں کو کیا ہوگیا کہ بے چارہ فلاں مولوی صاحب جیسا غریب ان کے یہاں پہونچتا ہے تو ان کی وجہ سے گھر میں چھپ جاتے ہیں اور مولوی عبدالمعید جیسا امیر ممبئ کی مسجد کا امام پہونچے تو ان کی خوب دعوت ہوتی ہے؟ میں سوچنے لگا کہ یہ کیا معمہ ہے اور یہ دو باتیں جو میری طرف منسوب ہورہی ہیں ان میں سے ایک کی نسبت میری طرف ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ مولانا عبدالمعید صاحب گنگوہ تشریف لائے تھے وہ مجھکو بخوبی معلوم ہے، لیکن دوسری بات کی نسبت کہ فلاں غریب مولوی صاحب کے پہونچنے پر چھپ جاتے ہیں میری سمجھ میں نہ آئی اس لئے کہ ان کا گنگوہ پہونچنا میرے علم میں نہ تھا، تاہم میں اس معمہ کی عقدہ کشائی اور وضاحت کے لئے فکرمند ہوا اور یہاں حاضر باش حضرت حافظ صدیق احمد صاحب مرزاپوری کے پاس پہونچا اور پیش آمدہ پورا واقعہ ان کو سنایا اور ان کو بتلایا کہ حضرت شیخ اس طرح فرمارہے ہیں کیا بات ہے؟ اس پر انہوں نے حقیقت حال سنائی اور بتلایا کہ فلاں مولوی صاحب حضرت شیخ کی خدمت میں آئے تھے اور انہوں نے حضرت شیخ کے

معلوم کرنے پر بتلایا کہ گنگوہ گیا تھا اور قاری صاحب کے گھر اطلاع کرائی ان کو بلوایا مگر وہ گھر میں چھپ گئے اور گھر سے نہ نکلے، حافظ صدیق صاحب سے یہ باتیں تو صبح کے وقت ہوئیں لیکن جب دوپہر کا وقت آیا اور وہ مولوی صاحب کھانا کھا کر نکلے اور حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ بھی ساتھ میں تھے میں نے ان مولوی صاحب سے کہا مولوی صاحب کیا آپ گنگوہ تشریف لے گئے تھے؟ مولانا صاحب نے فوراً جواب دیا ہاں گیا تھا مگر آپ گھر سے نکلے ہی نہیں میں نے آپ کے گھر اطلاع بھی کرائی تھی، اس پر میں نے ان سے کہا پہلی بات تو یہ ہے کہ اس روز میں گنگوہ میں نہیں تھا دیوبند گیا تھا دوسری بات یہ ہے کہ چلو میں گنگوہ میں نہیں تھا کیا آپ گھر تشریف لے گئے؟ وہ اس پر خاموش رہے، میں نے کہا اولاً تو آپ گھر تشریف نہیں لے گئے پھر شکایت کس بات کی اگر تشریف لے جاتے اور اہل خانہ آپ کو نہ بٹھلاتے اور آپ کو کھانے وغیرہ کے لئے نہ پوچھتے تو آپ کی شکایت بجا تھی یہ آپ نے کیا کیا کہ حضرت سے بھی آ کر نقل کر دیا کہ قاری صاحب گھر سے نہیں نکلے یہ کیا ضروری ہے کہ آپ گنگوہ تشریف لائیں اور میں گھر پر ہوں؟ آدمی کی سینکڑوں ضروریات ہیں میں وہاں تھا بھی نہیں آپ نے یہ رائے کیسے قائم کر لی کہ میں گھر میں چھپ کر بیٹھ گیا ہوں اور گھر سے نہیں نکلا؟ یہ جھوٹ شکایت اور بہتان تو آپ کے منھ پر آیا یہ غیر مناسب باتیں تو آپ کے خیال اور زبان پر آئی مگر کوئی اچھی تاویل آپ کے ذہن میں نہ آئی، اس کے بعد میں حضرت شیخ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ فلاں مولوی صاحب بار کے دن گنگوہ پہونچے تھے میں اس روز دیوبند گیا ہوا تھا، یہ لوگ مدرسہ میں ہو کر واپس آ گئے گھر بھی نہیں پہونچے، اس

پر حضرت شیخ نے فرمایا کہ بھائی میں نے تو آپ کی طرف سے پہلے ہی صفائی کر دی تھی کہ قاری شریف احمد سے یہ امید نہیں کہ کوئی ہمارا متعلق (مہمان) کھانے کے وقت ان کے یہاں پہونچے اور بغیر کھانا کھائے واپس ہو جائے، حضرت شیخ کی زبان مبارک سے یہ کلمات سن کر مجھے بڑی خوشی ہوئی اور اطمینان ہو گیا کہ حضرت شیخ پر ان کی شکایت کا کوئی اثر نہیں ہوا اور حضرت کا حسن ظن بندہ کے ساتھ بدستور قائم ہے، بلکہ حضرت کو قوی اعتماد ہے اس لئے آپ نے مدافعت فرمائی، یہ ایک واقعہ نہیں بلکہ سینکڑوں واقعات ہیں جو حضرت کی والہانہ شفقت ومحبت وعنایت پر دلالت کرتے ہیں، بارہا حضرت نے اپنی شفقتوں دعاؤں سے نوازا ہے، اللہ تعالیٰ حضرت کو مقامات رفیعہ نصیب فرمائے اور ساری امت کو آپ کے علوم ومعارف، اسرار وحکم سے فیض یاب و بہرہ ور ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے شیخ قدس سرہ کے ساتھ کس درجہ کا تعلق تھا اور شیخ کو اپنے مرید کے ساتھ کس قدر محبت تھی، اس کو سمجھنے کیلئے مندرجہ ذیل مکاتیب کا مطالعہ کرنا بہت مفید ہوگا اور اس سے دوسرے علمی روحانی فوائد وحقائق پر بھی اطلاع حاصل ہوگی۔

جامعہ کیلئے بڑے اہتمام سے دعاء کرنا

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

مکرمی ومحترمی قاری شریف احمد صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کا گرامی نامہ موصول ہو، جسمیں آپکو

مضمون ذیل تحریر فرمایا ہے، تمہارا محبت نامہ مورخہ ۱۸/اپریل ۸۰ء کو پہنچ گیا۔

آپ اچھا کرتے ہیں کہ میری خیریت طلحہ سے معلوم کرتے ہیں، تم نے لکھا کہ قاری عباس صاحب[1] کی معرفت اوائل فروری میں ایک پرچہ بھیجا تھا، ڈاک کے ہجوم مشاغل کی کثرت اور امراض کی وجہ سے مجھے تو یاد نہیں رہتا کہ کس کا خط آیا لیکن اگر آیا ہوگا تو مولوی نصیر کی رجسٹری پر اس کا جواب ضرور گیا ہوگا، مولوی نصیر کے خطوط میں تمہارے نام سلام و پیام اور پرچہ بھیجنا تو خوب یاد ہے مگر یہ یاد نہیں کہ وہ تمہارے خط کا جواب تھا یا از خود۔

مسجد کے قریب پانچ کمروں کی تیاری سے بہت مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے، مدرسہ کو مادی وروحانی ترقیات سے نوازے، یہ ناکارہ آپ کے مدرسہ کے لئے اور آپ کے لئے بہت اہتمام سے دعاء کرتا رہتا ہے، اور آپکی طرف سے روضۂ اقدس پر بھی صلوٰۃ وسلام پیش کرتا رہتا ہے، آپ کے مع اہلیہ حج کے ارادہ سے بہت مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ سہولت فرمائے، یہ ناکارہ دل سے دعاء کرتا ہے اسباب میسر فرمائے، اہلیہ محترمہ اور سب متعلقین سے سلام مسنون کہدیں، اس سے بہت مسرت ہوئی کہ عزیزم۔ عبید الرحمٰن[2] سلمہ کا حفظ قرآن پورا ہو گیا اللہ

---

[1] بخاریٰ کے باشندہ تھے جب بخارا کے حالات خراب ہوئے تو بہت سے لوگ حرمین ہجرت کر گئے آپ کا قیام مدینہ میں تھا، علماء کے قدر دان اور مہمان نواز انسان تھے، حضرت والدؒ کے خاص دوستوں میں سے تھے، راقم السطور کیلئے البحر الرائق مدینہ منورہ سے بھیجی تھی، اللہ پاک درجات عالیہ سے نوازے آمین ثم آمین !۔

[2] اس سے مراد برادرم قاری عبید الرحمٰن صاحب نائب مہتمم جامعہ ہذا ہیں۔

تعالیٰ کمال حفظ عطا فرمائے اور علم وعمل کی دولت سے مالا مال فرمائے، حکیم نھو صاحب کی خدمت میں نیز عزیز مولوی ایوب صاحب اور ان کے توسط سے ان کے گھر میں اور صوفی رشید صاحب سے خاص طور سے سلام مسنون کہدیں، فقط والسلام۔

مولانا نصیر الدین صاحب

کتب خانہ یحیوی سہارنپور ۱۳؍مئی ۱۹۷۴ء

ترقیات کی دعاء سے غافل نہیں ہوں

مکرم ومحترم جناب قاری شریف احمد صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت شیخ مدظلہ کا گرامی نامہ جو ۲۵؍مارچ ۱۹۷۵ء کو موصول ہوا اس کا نمبر ۴ آپکے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ ایک پرچہ قاری شریف احمد کے نام لکھو۔

بعد سلام مسنون تمہارے لئے اور تمہارے مدرسہ اور مدرسین کے لئے بلاتوریہ مکارہ سے حفاظت، فلاح دارین اور ترقیات کی دعاء سے غافل نہیں ہوں۔

میں نے حکیم نھو صاحب کے نام ایک خط لکھا تھا جس کا مولوی نصیر تک پہونچنا معلوم ہوگیا تھا، ان کی خدمت میں سلام مسنون کے بعد آپ کیلئے دعاؤں[1] اور آپ کی طرف سے صلوٰۃ وسلام میں غفلت نہیں ہوتی، میں نے آپ کے خط کے جواب میں ایک مختصر پرچہ بوساطت مولوی نصیر بھیجا تھا اسکے جواب کا تو تقاضا نہیں صرف رسید کا انتظار

---

[1] اس جملہ سے اندازہ ہوتا ہیکہ حضرت شیخ زکریاؒ کو حضرت والد ماجد مولانا قاری شریف احمد صاحب کے ساتھ کس قدر محبت تھی، اور ان کے یہاں ان کا کیا مقام ودرجہ تھا، ظاہر ہے کہ شیخ کا اس درجہ لگاؤ مرید مخلص کی غایت درجہ محبت وعقیدت اور خدمت ہی کا نتیجہ ہوسکتا ہے۔

ہے، قاری شریف صاحب سے زبانی فرمادیں کہ پہونچ گیا، اپنے مدرسہ کے مدرسین اور صوفی رشید صاحب سے بھی سلام مسنون کے بعد مضمون واحد، نیز مجھے اقبال بن ننّھے خاں کے حالات کا بھی انتظار ہے، اسکی تعلیمی حالت اخلاقی حالت ایک پرچہ پر لکھ کر مولوی نصیر الدین[1] انکو بھیج دیں تو اچھا ہے، فقط۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب
بقلم حبیب اللہ از مدینہ منورہ

از نصیر الدین، براہ کرم اس پرچہ کے پہونچنے کی رسید میرے پاس بھیج دیجئے تاکہ میں لکھدوں کہ ان کی رسید آگئی ہے پرچہ انکو پہونچ گیا، فقط والسلام۔

نصیر الدین ۲۹/مارچ ۱۹۷۵ء

حضرت شیخ کی دعائیں برائے مدرسہ

باسمہ سبحانہ وتعالی

عنایت فرمائم جناب قاری شریف احمد صاحب گنگوہی سلمہ

بعد سلام مسنون آپ کے دو محبت نامے ایک بروز پیر مورخہ ۸/اپریل اور دوسرا لفافہ جس پر تاریخ تو نہیں تھی مگر اس میں ایک پرچہ قاری عباس کے نام تھا

---

[1] جناب مولانا نصیر الدین صاحبؒ حضرت شیخ قدس سرہ کے خاص لوگوں میں تھے، انکے کتب خانہ کے ذمہ دار کتابوں کی طباعت اور فروخت جیسے سب معاملات وہ انجام دیتے تھے، اور کھانا کھلانے پر بھی وہی مامور تھے ،حضرت شیخؒ کے یہاں انکی بڑی اہمیت تھی، حضرت کے یہاں انکو عقل کل کا درجہ حاصل تھا، حضرت والد ماجدؒ کو انکے ساتھ بہت تعلق تھا، حضرت شیخؒ نے ایک بار والد صاحبؒ کے کھانے پر حاضر نہ ہونے کے ذیل میں فرمایا کہ اچھا مولوی نصیر الدین نے کھلا دیا ہوگا، نیز فرمایا جسکی دوستی ان سے ہوجاتی ہے مجھے اسکے کھانے کی فکر نہیں رہتی ہے، مرحوم نیک صالح آدمی تھے، اللہ پاک درجات بلند فرمائے حضرت کی آپ بیتی میں ان کا بہت جگہ ذکر آیا ہے۔

جوان کو پہنچا دیا۔

یہ ناکارہ تمہارے لئے دل سے دعاء کرتا ہے اور تمہارے مدرسہ کے لئے بھی دل سے دعاء کرتا ہوں، مدرسہ کی مالیات کے لئے بھی دعاء کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ہر نوع کی مدد فرمائے۔

امید ہیکہ حاجی سعید الدین صاحب کی رقم پہنچ گئی ہوگی، اللہ جل شانہ اپنے فضل وکرم سے آپکا مکان بہترین قیمت میں فروخت کرا کر تمہیں اور تمہاری اہلیہ کو حج وزیارت کی دولت سے مالا مال فرمائے، عبید اللہ سلمہ کے لئے بھی دعاء کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اسکو علم وعمل کا شوق عطا فرمائے، قرآن پاک بہترین طریقہ سے یاد کرادے۔

عزیزان اقبال اور عبد الرشید سلمہما کے اپنے کام میں لگے ہوئے ہونے سے مسرت ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو بھی مبارک فرمائے، ان دونوں سے بھی سلام مسنون اور دعوات فرمادیں، نیز اپنی اہلیہ محترمہ سے بھی سلام مسنون کہدیں، یہ پہلے خط کا جواب تھا، دوسرا خط بلا تاریخ پہونچا، تم دوستوں کے خطوط سے حرج تو ضرور ہوتا ہے مگر وہ حرج مسرت پر غالب نہیں ہوتا، دوستوں کے حالات سے مسرت زیادہ ہوتی ہے، اس سے عزیز اقبال سلمہ کی محنت اور جاں فشانی کا حال معلوم ہوکر بہت مسرت ہوئی، یہ تمہاری توجہ کا ثمرہ ہے ورنہ سہارنپور میں تو وہ کسی کے قابو میں نہیں آیا، عبد الرشید کے پیٹ کی بیماری سے قلق ہوا اللہ تعالیٰ ہی صحت عطا فرمائے، بندہ کے خیال میں تو مولانا عبید اللہ صاحب[1] کو لکھ کر حکیم شریف صاحب

---

[1] ان کا مفصل تذکرہ آئندہ آرہا ہے۔

سے کوئی ہاضمہ کی گولیاں منگالیں، حاجی سعید صاحب کے کارخانہ کی خبر سے بہت قلق ہوا بندہ کی طرف سے سلام مسنون کے بعد لکھدیں یہ ناکارہ دل سے دعاء کرتا ہے۔

تمہارے تینوں صاحبزادوں کیلئے دل سے دعاء کرتا ہوں اللہ تعالیٰ انکو علم وعمل کی دولت سے مالامال فرمائے، انکی والدہ سے بھی سلام مسنون کہدیں، اور مدرسہ کے جملہ مدرسین سے بھی سلام مسنون کہدیں، نیز صوفی رشید صاحب سے بھی، فقط والسلام۔

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ
بقلم نجیب اللہ ۶ رمئی ۱۹۷۵ء

نقصان پر صبر کی تلقین اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ کا وِرد کرنا

عنایت فرمائیم سلمکم اللہ تعالیٰ　　بعد سلام مسنون

آج دوپہر کارڈ پہونچا لیکن آج ڈاک اتنی دیر سے آئی کہ اس وقت جواب کا وقت نہ ملا کہ ظہر سے عصر تک مسلسل سبق ہوا، اسلئے اس وقت جواب لکھ رہا ہوں، اگرچہ آج کی ڈاک سے نکلنے کی امید نہیں اور کل اتوار ہے جواب پرسوں پہونچے گا جس سے قلق ہے، حادثہ[1] سے بہت زیادہ رنج ہوا، اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے آپکو اور اہلیہ کو صبر جمیل اور نعم البدل عطاء فرمائے، اناللہ وانا الیہ راجعون کی کثرت اس میں انتہائی مجرب اور مفید ہے بہت زیادہ کثرت سے دونوں پڑھتے

---

[1] گھر میں کوئی چوری کا قصہ پیش آیا تھا جسمیں نقصان ہوا تھا، اس پر صبر کی تلقین فرمائی ہے، الحمدللہ راقم کی والدہ ماجدہ نے بیحد صبر سے کام لیا، اور میرے والد ماجد صاحبؒ کے ساتھ مدرسہ کے کاموں میں ان کا بہت بڑا تعاون فرمایا، الحمدللہ میری والدہ ماجدہ بہت عابدہ زاہدہ خاتون ہیں، بہت تلاوت اور بہت تسبیحات پڑھنے والی صدقہ وخیرات میں، بہت آگے ہیں، خواب میں متعدد بار رسول کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوچکی ہیں، حضرت شیخؒ کے مہمانوں کی بہت خدمت کی، اور خوب دعائیں حاصل کیں، اللہ پاک انکی عمر میں برکت فرمائے، ان کے سایۂ رحمت کو قائم رکھے آمین! مفصل تذکرہ آئندہ آرہا ہے۔

رہیں، حق تعالیٰ شانہ کے کرم سے امید ہے کہ اصل یانعم البدل ضرور انشاء اللہ ملے گا، یہ ناکارہ بھی دل سے دعاء گو ہے۔

اہلیہ سے بعد سلام مسنون کہدیں کہ بے صبری کے الفاظ زبان سے نکال کر اجر میں کمی نہ کریں، اللہ تعالیٰ شانہ سے عاجزی سے مدد مانگتی رہیں، یہ ناکارہ بھی دعاء کرتا ہے اور انشاء اللہ کرتا رہوں گا، فقط والسلام۔ از حضرت شیخ زکریا صاحب

شنبہ ۱۱ر صفر ۱۳۷۷ھ

مدرسہ کی ترقیات پر مسرت اور دعائیں

عنایت فرمائیم جناب الحاج قاری شریف احمد صاحب گنگوہی

بعد سلام مسنون، کل کی ڈاک سے آپ کا لفافہ مورخہ ۴ر اپریل مجھے ملا، اسمیں ایک پرچہ قاری عباس کے نام تھا جو اسی وقت بھیجدیا تھا، آپ نے تاخیر خط کا جو عذر لکھا وہ تو صحیح نہیں، مجھے دوستوں کے حالات اور خیریت کا تو انتظار رہتا ہی ہے، مگر میری طبیعت بھی خراب چل رہی ہے جسکی وجہ سے ڈاک سننا اور لکھوانا دونوں مشکل ہیں۔

آپکی حاضری حرمین کے لئے دل سے دعاء کرتا ہوں، مدرسہ کی جو تفاصیل آپ نے لکھی ان سے بہت مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ مکارہ سے محفوظ رکھ کر دارین کی ترقیات سے نوازدے، شروع میں داخلہ میں ضرور تنگی کیا کریں داخلہ پر کنٹرول ہر مدرسہ میں مشکل ہوتا ہے، دوسری جگہ سے پڑھکر آنے والے کتابیں بیچ میں چھوڑ کر اونچی لکھوادیتے ہیں، میرے ایک دوست کا قصہ ہے کئی سال پہلے مدرسہ میں شرح

جامی میں فیل ہونے کی وجہ سے اعادہ تجویز ہوا، وہ یہاں سے چھوڑ کر دھلی کے ایک مدرسہ میں گیا مشکوٰۃ میں اسکا داخلہ ہوگیا اور اگلے سال حضرت مدنی صاحب کے دست مبارک سے دستار فضیلت بھی بندھ گئی۔

صاحبزادی[1] کی رخصتی ۹/اپریل کو ہوگئی ہوگی اللہ تعالی مبارک کرے، مولانا عبدالمالک صاحب کو میری طرف سے مبارکباد فرماویں، اللہ تعالی زوجین میں محبت پیدا فرما کر اولاد صالح عطا فرمائے، مدرسہ کی تعمیر کی تکمیل کیلئے میں دل سے دعاء کرتا ہوں، حکیم نھو صاحب سے سلام مسنون عرض کردیں، فقط والسلام۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم نجیب اللہ مدینہ طیبہ ۱۹۷۸ء

اللہ پاک مدرسہ کو مکارہ سے محفوظ رکھے

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

مکرم ومحترم جناب الحاج قاری شریف احمد صاحب مدفیوضکم

بعد سلام مسنون آپ کا دستی خط پہنچا، میری طبیعت خراب ہی چل رہی ہے، آپ کے لئے آپکے مدرسہ کیلئے آپکی اہلیہ کے لئے دل سے دعاء کرتا ہوں کہ اللہ جل شانہ مکارہ سے محفوظ فرما کر دین ودنیا کی چین نصیب فرمائے، حکیم نھو صاحب سے بھی سلام مسنون فرمادیں، مولانا عبیداللہ صاحب ابھی مدینہ نہیں پہونچے مگر

---

[1] میری بہن حافظۂ قرآن شاہدہ کی شادی پر مبارکبادی ہے، اہلیہ مولانا مظفر الحسن صاحب سہارنپوری، والدہ قاری منورالحسن صاحب مدرس مدرسہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ، اللہ پاک اس پورے گھرانہ کو اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

انہوں نے ایک حاجی کی معرفت آپ کے پیڑے بھیج دیئے تھے جو یہاں احباب کو تھوڑا تھوڑا تقسیم کر دیا، تم نے مدرسہ کی جو تفصیلات لکھی اس سے بہت ہی مسرت ہوئی اللہ تعالی مکارہ سے محفوظ فرما کر ترقیات سے نوازے، تمہارے خط سے حکیم صاحب کی والدہ کا پاکستان میں انتقال کا حال معلوم ہوا، میری طرف سے تعزیت کر دیں کہ مرحومہ کی مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل اجر جزیل کی دعاء کرتا ہوں اللہ تعالی صبر جمیل اجر جزیل عطا فرمائے، آپ کے لئے مع اہلیہ کے حاضری کی دعاء بھی کرتا ہوں، آپکے لئے آپ کے مدرسہ کے لئے دعاء سے تو اس خط کی ابتداء ہی کی تھی، جملہ مدرسین سے میرا بھی سلام مسنون کہدیں، فقط۔

حضرت شیخ زادمجدہ

بقلم نجیب اللہ ۱۴/۱۲/۱۹۷۸ء مدینہ طیبہ

مدرسوں کے جھگڑوں پر رنج کا اظہار

مکرم ومحترم قاری شریف احمد صاحب مدفیوضکم بعد سلام مسنون

میری طبیعت کافی دنوں سے بہت ناساز ہے خبر نہیں رمضان میں سہارنپور آسکوں گا یا نہیں، آجکل ہندوستان کے مدارس عربیہ میں جھگڑوں کے قصے کانوں میں پڑتے رہتے ہیں جن سے بہت رنج ہوتا ہے۔

میں ان قصوں کے سننے کے بعد اہل مدارس اور دوستوں کو لکھتا رہتا ہوں کہ ایک تو جو صورت بھی ہو ذکر کا اہتمام ہونا چاہیئے، اللہ کے نام میں بہت برکت ہے، دوسرے سورۂ کہف اگر روز آنہ ہو سکے تو بہت ہی اچھا ورنہ جمعہ کو اپنی طرف سے اور

میری طرف سے پڑھنے کی تاکید کردیں، سورۂ کہف کا دجال کے فتنہ کے لئے پڑھنا بہت مفید ہے اور فتنے تو اس سے کم ہی ہیں، سہارنپور آنے کی تو ہمت نہیں اگر آ گیا تو بھی اعتکاف کی ہمت نہیں اور اسکی بھی ہمت نہیں ہوتی کہ گنگوہ اور رائے پور حاضری دے سکوں، دوستوں کے خطوط تو کثرت سے ہندوستان سے آرہے ہیں کہ میں رمضان جس حال میں بھی ہو وہاں کرلوں، مگر مجھے خیال ہے کہ رمضان میں ذکر شغل اور اعتکاف نہ ہوسکے تو اس سے بہتر تو یہاں کونے میں رہنا ہے، خبر نہیں اگر سہارنپور آ گیا تو گنگوہ بھی حاضری ہوسکے گی یا نہیں۔

حکیم نھو کی خدمت میں سلام مسنون پہنچادیں اور فرمادیں کہ چونکہ پرسال نہیں آسکا تھا اسلئے جی میرا بھی چاہتا ہے، اپنی اہلیہ اور دیگر دوستوں کو سلام مسنون فرمادیں، فقط والسلام۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم نجیب اللہ[1] مدینہ منورہ ۲۲/اپریل ۱۹۷۹ء

لڑکیوں کی شادی کے لئے دعا کرنا

عنایت فرمائیم جناب قاری شریف احمد صاحب سلمہ

بعد سلام مسنون، تمہارا پرچہ بھی حضرت حکیم صاحب کے لفافہ میں پہنچا میں تو بار بار لکھوا چکا ہوں کہ اللہ کی شان ہے کہ اس مرتبہ مدینہ پاک کی حاضری میں اکابر اور ان سے تعلق رکھنے والے یہاں کثرت سے یاد آتے رہے، زندوں کی طرف سے صلوٰۃ وسلام اور اموات کی طرف سے دعاء مغفرت اور ایصال ثواب اللہ

---

[1] حضرت شیخ کے خلیفہ ہیں، نیک صالح شخص ہیں، مدینہ منورہ میں مقیم ہیں۔

کے فضل سے خوب کرر ہا ہوں، مولوی عبد الرحمٰن ، مولوی ابراہیم ، مولوی سعید، حافظ اسماعیل[1]، شاید پہلے بھی لکھا تھا فتح قصاب بھی جو میری سات برس کی عمر میں گنگوہ تھا، تائے منظور، بھائی ظہور، اور کس کس کے نام لکھواؤں جو جو بھی یاد آتا رہتا ہے اس کے لئے دعاء مغفرت اور عزیزم صوفی رشید اور خاص طور سے عزیزم ایوب کے دروازہ پر جا کر میری طرف سے سلام مسنون کہدیں، نیز حکیم عزیز سے بسہولت سلام مسنون کے بعد کہدیں کہ اپنی والدہ سے بھی سلام مسنون کہدیں، یہ ناکارہ ان سب کے لئے دعاء بھی کرر ہا ہے اور صلوٰۃ وسلام بھی پیش کرتا رہتا ہے۔

اپنے گھر والوں سے، اہلیہ سے سلام مسنون کہدیں، یہ ناکارہ ان سب کیلئے دعاء بھی کرتا ہے اور صلوٰۃ وسلام بھی پیش کرتا رہتا ہے۔

آپ کی حج کی درخواست کیلئے بھی دعاء گو ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرماوے، نیز لڑکیوں کی شادی کیلئے بھی دعاء گو ہوں اور مدرسہ کی تعمیر کیلئے بھی دعاء کرتا ہوں اللہ تبارک وتعالیٰ جلد از جلد تکمیل فرماوے، فقط والسلام۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم عبد الرحیم ۲۰ رجولائی ۱۹۷۹ء

طلبہ اور مدرسین میں ذکر کا شوق پیدا کرو

عنایت فرمایم قاری شریف احمد صاحب

بعد سلام مسنون اسی وقت آپکا خط مورخہ ۱۷/ اپریل آج ۲۹ کو پہنچا، اس

---

[1] یہ سب گنگوہ کے حضرات تھے، جنکا حضرت نے تذکرہ فرمایا ہے، یہ اہل گنگوہ سے آپکی محبت اور شفقت کی بات ہے، کئی کئی بار ایصال ثواب کی بھی نوبت آئی۔

سے پہلے کوئی خط آپ کا عرصہ سے نہیں آیا، البتہ کسی کی زبانی مجھے آپ کے مدرسہ کے بھی اور دیوبند کے بھی ہنگامے کی خبریں ملیں [1] ایک کارڈ آپ کے نام لکھا تھا پہنچ گیا ہوگا، میں نے جو خبر سنی تھی وہ اتنی مفصل نہیں تھی جتنی آپ نے لکھی، فلاں مولوی سے میں واقف نہیں مگر فتنہ فساد [2] کا زمانہ ہے جھوٹی افواہیں زور پکڑتی ہیں اور سچی خبروں کو چھپالیا جاتا ہے، میں نے پہلے کارڈ میں کچھ پڑھنے کو بھی لکھا تھا، اللہ تعالیٰ کا ذکر جتنا بھی طلبہ اور مدرسین میں شائع کریں گے مفید ہوگا اور فتنہ کو دبائے گا۔

اس سے اور بھی تعجب ہوا کہ آپ کے قتل کے ارادے ہوگئے، اللہ تعالی ہی آپ کو آپ کے مدرسہ کو ہر مصیبت سے محفوظ رکھے، جبکہ آپ مدرسہ میں سو رہے تھے اور اس قصہ سے بے فکر تھے پھر بچنے کی کیا صورت ہوئی؟ معلوم نہیں آپ نے مولوی منور صاحب کو بھی اس واقعہ کی اطلاع کی یا نہیں ان کو لکھیں کہ اس طالب علم کو جلدی بلالیں۔

---

[1] ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ء میں مدرسہ میں تین استاذوں میں زبردست اختلاف ہوا، جن میں دو بہار کے تھے، انہوں نے علاقۂ بہار کے طلبہ کو، اور تیسرے یوپی کے انہوں نے اپنے علاقہ کے طلبہ کو استعمال کیا، جھگڑا انکا تھا سر حضرت ناظم مدرسہ کے پڑا تھا، اسکے نتیجہ میں بعض مدرسین اور طلبہ کی کثیر تعداد مدرسہ سے نکل گئی تھی، اور علاقۂ الہ آباد مقام پھول پور میں جا کر ٹھیرے، پھر ان مفسدوں کے ساتھ بھی اللہ پاک نے وہی تاریخ لوٹائی جو فساد انہوں نے مدرسہ میں کیا تھا، اسی طرح کا بلکہ اس سے زیادہ ان کے ساتھ ہوا، جب ایک فساد کرنے والے مدرس حضرت شیخؒ کے یہاں اعتکاف میں آئے تو حضرت نے نکلوادیا تھا، کیونکہ حضرتؒ کو مدرسوں میں اسٹرائک اور فساد کرنے والوں سے بہت نفرت تھی، فاعتبروا یا أولی الأبصار [2] حضرت شیخؒ نے کیا خوب لکھا ہے، واقعی ہر جگہ فتنہ وفساد کرنے والے حقائق کو چھپایا کرتے ہیں اور غلط پروپگنڈہ کرتے ہیں، اور ایک طبقہ بلا تحقیق مان کر بدظنی اور بدزبانی کا گناہ خریدتا ہے حق تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتا، اللہ پاک رحم فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

اس سے مسرت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے امن پیدا کردیا آئندہ بھی اللہ تعالی امن رکھے، میں نے یہ بھی سنا تھا کہ ان جانے والے طلبہ نے آپس میں عہد کیا تھا کہ مظاہر میں کوئی نہ جائے، معلوم نہیں اس کی کیا اصل ہے۔

تمہارے قلب ودماغ پر جتنا بھی اثر ہو قرینِ قیاس ہے، ہمارے یہاں کے ۱۳۸۲ھ کی اسٹرائک میں مجھ پر بھی اسی کا اثر رہا اور ہے، میں نے بہت کوشش کی تھی کہ دورہ کے طالب علم کو صوفی بنایا جائے اور جب مشورہ ہوا تو میں نے کہا کہ دورہ کا کوئی طالب علم نہ ہوگا، مگر مولوی عبدالمجید نے کہا کہ دورہ کے بھی شریک ہیں اور جب تحقیق ہوئی تو معلوم ہوا کہ دورہ کے بھی سبھی طلبہ شریک اور متاثر ہیں تو بڑا قلق ہوا، میں نے لکھا تھا کہ جمعہ کے دن سورۂ کہف اور مغرب کے بعد روزآنہ ۴۱ مرتبہ سورۂ یٰسین کا ختم کرائیں، اور لوگوں سے کہیں کہ اللہ تعالی کی طرف توجہ کرنا سارے فتنوں کو دبانے والا ہے، اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تو دنیا قائم ہے پھر ایک مدرسہ کیا چیز ہوتی ہے؟۔

اہل خانہ سے میرا بھی سلام کہدیں ناکارہ سب کے لئے دعاء کرتا ہے، حکیم مسعود صاحب کے صاحبزادگان جو گنگوہ میں ہیں ان سے بھی سلام مسنون کہدیں، اور کہدیں کہ تمہارے والد صاحب کا خط تمہارے احوال کے متعلق آیا تھا والد صاحب ہی کو جواب لکھا کہ تم سب کے لئے دعاء کرتا ہوں اللہ تعالی دین ودنیا کے مکارہ سے محفوظ فرما کر دارین کی ترقیات سے نوازے، فقط والسلام۔

ازحضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم نجیب اللہ ۲۹/اپریل ۱۹۷۹ء مدینہ طیبہ

مجھے ماثور دعائیں محبوب ہیں

عنایت فرمائیم قاری شریف احمد صاحب سلمہ بعد سلام مسنون

اسی وقت عنایت نامہ پہونچا اس ناکارہ نے تو حزب البحر کی زکوٰۃ خود بھی ادانہیں کی نہ ارادہ ہے، اپنے کو تو ماثور دعائیں ہمیشہ سے محبوب ہیں، اسلئے اجازت ایسے شخص سے لینی چاہیئے جسنے خود زکوٰۃ دی ہو اور وقت سے پہلے لینی چاہیئے۔

اس سے بہت مسرت ہوئی کہ آپ نے آئندہ سال حج کا ارادہ فرمالیا ہے، حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل وکرم سے سہولت کے اسباب پیدا فرما کر سفر کو نہایت راحت وآرام سے تکمیل کو پہونچائے، اور پیاز کی تجارت[1] میں برکت کی بھی دعاء کرتا ہوں، فقط والسلام۔

زکریا مظاہر علوم سہارنپور

۷رصفر ۱۳۸۰ھ

مادی ہدایا سے زیادہ روحانی ہدایا اہم ہیں

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

عنایت فرمائیم قاری شریف احمد صاحب گنگوہی سلمہ بعد سلام مسنون

آپ کا مفصل لفافہ مرسلہ از بمبئی آج ہی پہونچا، بمبئی سے تو آپ کی روانگی ہوگئی اسلئے وہاں تو جواب کا محل ہی نہیں رہا مکہ مکرمہ لکھ رہا ہوں۔

---

[1] مدرسہ کے تمام امور انجام دینے کے ساتھ ساتھ کچھ تجارت پیازوں کی بھی کرتے تھے، اللہ پاک نے والد ماجد صاحبؒ کی پیاز کی تجارت میں برکت فرمائی اور اسی رقم سے حضرت والد ماجدؒ نے حج کیا، جس کا کئی بار اظہار فرمایا کرتے تھے، اور اپنے شیخ کی یاد میں روتے تھے، اللہ پاک دونوں کے درجات بلند فرمائے، آمین۔

آپ کے لئے یہ ناکارہ دل سے دعاء کرتا ہے حق تعالی شانہ اپنے فضل و کرم سے دارین کی ترقیات سے نوازے، اور اپنی رضاء ومحبت اور مرضیات پر عمل کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے اور نامرضیات سے زیادہ سے زیادہ حفاظت فرمائے، کہ ہر کام ہمت سے ہی ہوتا ہے۔

اس وقت تو آپ ایسی اونچی جگہ ہیں کہ ہر نوع کا وبال دور ہوسکتا ہے، ملتزم پر ان امور کے لئے خاص طور سے دعاء کریں جنکے متعلق آپ نے مجھ سے شکایت لکھی ہے، اس سیاہ کار کو بھی اپنی دعوات میں یاد رکھیں۔

غالبًا آپ کو پہلے سے ہی معلوم ہوگا کہ حجاز مقدس کے مادی ہدایا کی اس ناکارہ کی نگاہ میں ذرا بھی قدر نہیں ہے، اسلئے اس ناکارہ کے لئے یہاں سے کسی رومال وغیرہ کی اتنی ضرورت نہیں جتنا یہاں آپ سے ہوسکے دعاء وطواف اور مدینہ پاک میں روضۂ اقدس پر سلام سے مدد فرمائیں کہ ان امور کا بندہ زیادہ محتاج ہے۔

اور ان سے بہت زیادہ مسرت ہوئی، مفتی محمود حسن صاحبؒ یہاں کے بعد رائے پور سے آکر گنگوہ اور وہاں سے واپس آکر جمعرات کی صبح کو کانپور گئے۔

صوفی رشید صاحب سے معلوم ہوا کہ حاجی کامل صاحب نے کسی رسالہ مطبوعہ میں جو گنگوہ سے ماہانہ نکلتا ہے اعلان کیا ہے کہ آخری جہاز سے وہ بھی ارادہ فرمارہے ہیں، مریدین میں سے جو ہمرکاب جانا چاہے تو تیاری کرلیں، خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنکو ہر سال جانے کی سعادت نصیب ہوجائے۔

مولانا الحاج سعید احمد خان صاحب مکیؒ کی خدمت میں خاص طور سے سلام کے بعد دعاء کی درخواست کردیں، فقط والسلام۔　　　از زکریا ۷ شوال ۱۳۸۰ھ

تنخواہوں کے سلسلہ میں ایک طویل مکاتبت

عنایت فرمائیم قاری شریف احمد صاحب گنگوہی سلمہ بعد سلام مسنون۔

آپکا بہت طویل خط آیا مظاہر علوم کی تنخواہوں کی ترقیوں کے اس وقت ہونے کا تو میں بھی موافق نہیں تھا، مگر یہ صحیح نہیں کہ مظاہر علوم میں دارالعلوم کے اتباع میں کیا گیا، مظاہر کے ملازمین کے گریڈ کا مسئلہ کئی سال سے زیر بحث تھا، مگر اتفاقاً ایسے وقت میں ہوا کہ دیوبند کا مسئلہ چل رہا تھا، اسلئے اگر اور مؤخر ہو جاتا تو اچھا تھا۔

اس سے بہت مسرت ہوئی کہ آپ کے مدرسہ کے ملازمین میں اس سے کوئی خلفشار نہیں ہوا، اپنے ملازمین سے میری طرف سے سلام مسنون کے بعد مبارکباد کہدیں اور یہ کہ میرے پیارو! گرانی کا حال تو معلوم ہے مگر یہ مہتمم کے اختیار میں نہیں مالک کے اختیار میں ہے اسی سے مانگو اسکو مانگنے سے خوشی ہوتی ہے اور اسی کے قبضہ میں سارا مال ومتاع ہے، ناظم ومہتمم وسرپرست کے تو قلوب بھی اپنے قبضہ میں نہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے تم لوگوں کی مدد فرمائے اور مدرسہ کو خلفشار سے بچائے۔

میرا رمضان افریقہ کا تو کئی سال سے زیر بحث تھا، اور میری بیماری ایسی ہے کہ نہ کہیں جانے کی ہمت ہے اور اپنے امراض کی وجہ سے اسکی بھی امید نہیں کہ میں جاسکوں گا، مگر مجھے مدارس میں ذکر کا بہت اہتمام معلوم ہو رہا ہے اسلئے کہ ذکر ہی سے فتن سے امن ہے، چونکہ میرے اور مفتی محمود حسن صاحبؒ کے بہت سے احباب افریقہ میں ہیں، اسلئے میں نے بھی ہمت کرلی کہ وہاں ذکر اور اعتکاف کا اہتمام کرلیں، اللہ تعالیٰ تم

لوگوں کی مدد فرمائے ،گنگوہ میں تو اکابر کی برکت سے ذکر کا سلسلہ تو ہے ہی تم سب حضرات ملکر اسکو باقی رکھو تو اچھا ہے۔

دارالعلوم کے متعلق تو خبریں یہاں پہنچتی رہتی ہیں ،مگر خبروں کا آج کل حال یہ ہے کہ جھوٹی سچی پہنچتی رہتی ہیں ،جن کے کئی راوی ہوتے ہیں انکو سچی سمجھ لیتے ہیں ،حضرت مدنی کے صاحبزادے مولوی ارشد بھی ایک ماہ سے آئے ہوئے ہیں ، اور روز آنہ دہلی اور دیوبند فون کرتے رہتے ہیں مگر ملتا نہیں ،صحیح لکھا کہ دارالعلوم کے حالات کو سیاسی سمجھ کر التفات نہیں کیا گیا ،مگر دارالعلوم اور مظاہر علوم کے اقدامات میں بہت فرق ہے ، اللہ تعالیٰ تمہارے مدرسہ کی مالی حالت کو درست کردے اور ہر نوع کی ترقیات سے نوازے۔

یہ اعتراض صحیح ہے کہ بڑے مدرسوں میں مدرسین کے پاس دوتین ہی اسباق ہوتے ہیں ،مگر جماعتیں اتنی بڑی ہوتی ہیں کہ ان کی وجہ سے دوتین سبقوں میں بھی بہت محنت کرنی پڑتی ہے ،آپ تو خود ناظم ہیں اس فرق کو تو آپ خود بھی سمجھتے ہونگے۔

تمہارے خط سے یہ معلوم ہوکر کہ گنگوہ مدرسہ میں چار سو طلبہ ہیں بہت مسرت ہوئی ، اللہ تعالیٰ امن عافیت کے ساتھ ان میں اور اضافہ فرمائے ، اپنے اہل وعیال سے میرا بھی سلام کہدیں ، دوسرا ورقہ پھاڑ کر چاہے اپنے خط سمیت حکیم نھو صاحب کو دکھلا دیں ،فقط والسلام۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم نجیب اللہ مدینہ طیبہ ۲۸ / مارچ ۱۹۸۱ء

وقت کی قدر کرنی چاہئے

عنایت فرمائیم الحاج قاری شریف احمد صاحب سلمہ بعد سلام مسنون

حامل عریضہ میرے دوسورتی مہمان جن میں سے ایک لندن رہتے ہیں، گنگوہ حاضر ہورہے ہیں پہلی مرتبہ، کسی بچہ کو انکے ساتھ کردیں کہ مزارات کی زیارت کرادے، دوپہر کو یہ جلال آباد کا ارادہ کررہے ہیں کہ مولانا مسیح اللہ خان صاحب[1] لندن کے دورہ میں ان کے یہاں مقیم تھے، اور شام ہی کو وہاں سے واپسی کا ارادہ ہے کہ کل کو ان کی سیٹ ہے، اجنبیت کی وجہ سے وقت زیادہ ضائع نہ ہو اسلئے آپ کو پرچہ لکھوا رہا ہوں، فقط والسلام۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم نجیب اللہ ۲۳/ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ

---

[1] مراد حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ صاحب جلال آبادیؒ ہیں، آپ ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۱ء برلہ ضلع علی گڈھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم انگریزی اسکول میں پائی، از ابتدائی کتب تا مشکوۃ اپنے وطن میں پڑھی بعد ازاں دارالعلوم میں داخلہ لیا اور ۱۳۴۹ھ میں فراغت ہوئی، پھر دو سال علوم فنون کے لئے دارالعلوم دیوبند ہی میں قیام پذیر رہے طالب علمی کے زمانہ میں حضرت تھانویؒ سے بیعت کا شرف حاصل ہوا، ۱۳۱۵ھ حضرت تھانویؒ نے اجازت وخلافت سے نوازا، پھر ۱۳۵۷ھ میں حضرت تھانویؒ نے انہیں جلال آباد کے مدرسہ مفتاح العلوم میں مدرس بنا کر بھیج دیا یہ مدرسہ اس وقت مکتب کی شکل میں تھا بعد میں اللہ تعالیٰ نے ترقی دی کم وبیش ۶۵/سال تک علم وعمل کی روشنی پھیلائی، موصوف نیک طبیعت، نرم مزاج، صالح اور مصلح، کثیر الفیض بزرگ تھے، آپ سے ملک اور بیرون ملک خوب فیض پہونچا، حضرت والد صاحبؒ کا آپ کے ساتھ بھی کافی ربط رہا، مفتاح العلوم کے ابتدائی زمانہ میں حضرتؒ کو مدرسہ کیلئے جب ضرورت پڑتی تو اس کے لئے قاری خدابخش مرحوم جو حضرت کے مدرسہ میں مدرس تھے، والد صاحبؒ کے پاس بھیجا کرتے تھے اور حضرت والد صاحبؒ انکا تعاون فرماتے تھے، ایک بار حضرتؒ کو کچھ کتابوں کی ضرورت تھی تو اسکے لئے آپنے اپنے یہاں کے ایک بڑے مدرس مولانا یٰسین صاحب (اللہ کو پیارے ہوگئے رحمۃ اللہ علیہ) کو بھیجا تھا اور وہ کتابیں منگائی تھیں، اس سلسلہ کے کچھ خطوط جن میں ان دونوں معاصر بزرگوں کی خط وکتابت ہوئی ہے بندہ کے پاس محفوظ ہیں، ۱۳/نومبر ۱۹۹۲ء بعمر ۸۳/سال جلال آباد کے افق میں یہ آفتاب غروب ہوگیا اور مدرسہ مفتاح العلوم کے پاس قبرستان میں مدفون ہیں اللہ پاک ان بزرگوں کے لگائے ہوئے گلشنوں کی حفاظت فرمائے، اور انکے درجات بلند فرمائے آمین۔

مدرسہ کے لئے دل سے دعاء کرتا ہوں

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

عنایت فرمائیم سلمہ قاری شریف احمد صاحب مدفیوضہم

بعد سلام مسنون عنایت نامہ پہونچا، دعوت ولیمہ کی روایت تو غلط ہے دعوت عقیقہ ضرور ہے اور وہ بھی میری کم ظرفی سے کئی بیک وقت جمع ہوگئے، عزیز سعدی سلمہ لڑکے کا تو اصل ہے جو پہلے سے تجویز تھا، چند روز ہوئے عزیز زبیر کی لڑکی پیدا ہوئی اسکو بھی اسی میں شامل کر دیا، اور عزیزم مولوی اجتباء الحسن تمہارے مدرسہ کے سابق مدرس کا نکاح بھی کئی ماہ سے ٹل رہا تھا میری معذوری کی وجہ سے وہ بھی سہارنپور ہی میں طے ہوگیا کہ لڑکا اور لڑکی کے ابا یہیں آجائیں۔

مدرسہ کی تعمیر کے سلسلہ میں دل سے دعاء کرتا ہوں، اللہ جل شانہ نہایت سہولت کے ساتھ باحسن وجوہ اسکو تکمیل کو پہنچائے، واقعی کام بہت بڑا ہے، آپکی پیازوں کی تجارت کیلئے بھی یہ ناکارہ دل سے دعاء کرتا ہے، اللہ جل شانہ اپنے فضل وکرم سے زیادہ نفع عطا فرمائے، فقط والسلام۔ حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب مدظلہم

بقلم نجیب اللہ ۷؍رجب ۱۳۹۲ھ

حضرت گنگوہیؒ کی روحانیت مدرسہ کی طرف متوجہ

حضرت اقدس دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

سلام مسنون کے بعد عرض ہیکہ گذشتہ ہفتہ اشرف العلوم کے ایک مدرس جناب مولوی سراج الحق صاحب جو بہت ہی نیک اور صالح آدمی ہیں، انہوں نے

یہ خواب دیکھا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنی جگہ یعنی قبر مبارک سے اٹھکر چلدئے اور رخ مدرسہ کی طرف ہے، انھوں نے حیرت زدہ ہوکر دریافت کیا ایسا کیوں ہورہا ہے؟ قبر سے آواز آئی کہ اب ادھر کا دروازہ بند کردو، یا کردیا گیا ہے اوراسی طرف کو چلنا ہے یعنی مدرسہ کی طرف کو، فقط والسلام۔

بقلم احقر شریف احمد

جواب مبارک از حضرت شیخؒ

باسمہ تعالیٰ

مکرم ومحترم قاری شریف احمد صاحب مدفیوضھم　　　بعد سلام مسنون!

اسی وقت آپکا دستی گرامی نامہ ایسے ہجوم میں ملا، قرب رمضان کی وجہ سے رمضان کے مہمانوں کی آمد بھی شروع ہوگئی اور ان سے زیادہ ان لوگوں کی جو رمضان سے قبل اپنے اپنے مدارس کے امتحان سے فارغ ہوکر آرہے ہیں اور رمضان اپنے اپنے اوطان پر کریں گے، تقریباً کل ملکی غیر ملکی ۱۰۰ مہمان تھے۔

خواب آپ کے مدرسہ کیلئے نہایت مبارک ہے کسی تعبیر کا محتاج نہیں، حضرت قدس سرہ کی روحانیت آپکے مدرسہ کی طرف متوجہ ہے، اور مدرسہ کی اعانت جسمانی ومالی حضرتِ حق تعالیٰ کی بارگاہ تک اقرب ترین راستہ ہے، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے۔

ایک پرچہ حکیم نھو صاحب کے نام اسی واسطہ لکھوا رہا ہوں کہ لفافہ کا وزن بڑھ نہ جاوے، اس پرچہ کو علیٰحدہ کرکے حکیم صاحب سے اسکا جواب لیکر کسی آنے

والے کے ہاتھ بھیج دیں، فقط والسلام۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب
بقلم احمد گجراتی ۲۱/رجب ۱۳۹۲ھ

حضرت شیخؒ کے نام ایک مکتوب

باسمہ تعالیٰ

مرشدی ومولائی حضرت اقدس دامت برکاتہم ادام اللہ ظلالکم علی رؤسنا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ حقیر دیر سے آستانۂ عالی سے منسلک ہے اور آنحضرت کی بے انتہاء عنایتوں اور نوازشات کا مرہون ہے، لیکن اپنی بدقسمتی اور محرومی پر گاہے گاہے اسقدر تأسف ہوتا ہے کہ کئی کئی روز افسوس اور غم میں گذر جاتے ہیں، کہ وقت سب چلا گیا اور کچھ بھی نہ کرسکا، کچھ اپنی کم ہمتی اور کچھ مدرسہ کی ہمہ وقت مشغولیات کچھ کرنے سے مانع رہیں، کئی مرتبہ رمضان میں قیام کا ارادہ کیا وہ بھی پورا نہ کرسکا، کہ مدرسہ کی ذمہ داری اور اسفار نے مہلت نہ دی، بہت مرتبہ ذکر شروع کیا مگر سال چھ ماہ کے بعد وہ سلسلہ بھی نہ رہ سکا، اب پہلے سے بھی زیادہ مدرسہ کے ہمہ وقت مشاغل اور دماغی تفکرات گھیرے ہوئے ہیں، ادھر مدرسہ کی تعمیر کا ایک نیا کام شروع ہے جسکی نگرانی اور ضروری سامان مہیا کرنے میں بہت ہی جدوجہد اور مصروفیت رہتی ہے۔

سال گذشتہ حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ کی ترغیب پر پھر ذکر شروع کیا، تقریباً ڈیڑھ سال سے زیادہ ہوگیا، مداومت اور پورا کرنے کی سعی کے باوجود بھی گاہے گاہے ترک ہوجاتا ہے، گاہے تمام تسبیحات اور گاہے نصف تسبیحات، پھر

دوسرے وقت میں پورا کرنے کی سعی کرتا ہوں، کبھی ہو جاتی ہیں کبھی نہیں، اس کوتاہی اور کمزوری کی وجہ سے حضرت والا سے تاہنوز ذکر نہ کرسکا، محض اس شرمندگی کی وجہ سے عرض کرنے کی ہمت نہ پڑی، اب حضرت والا سے دست بستہ عرض ہے کہ خدارا اس بدکردار اور کوتاہ کار پر نظر کرم فرماتے ہوئے توجہ فرمائیں کہ ذکر پر مداومت کرسکوں، مسجد کی تعمیر برابر جاری ہے چھت کا کچھ حصہ باقی رہ گیا حق تعالیٰ اس کی تکمیل اور قبول فرمائے آمین، فقط والسلام۔ احقر شریف احمد

دینی کاموں میں اخلاص کے لئے مستقل محنت کی ضرورت ہے

جواب مبارک از حضرت شیخ رحمہ اللہ

مپندار جان پدر گرکسی کہ بے سعی ہرگز بجائے رسی

عنایت فرمائیم سلمہٗ بعد سلام مسنون

تمہارا محبت نامہ ملا تمہارے دینی اور سلوکی جذبہ سے مسرت ہوئی اللہ جل شانہ اپنے فضل وکرم سے ہر نوع کی ترقیات سے نوازے، اپنی رضاء ومحبت عطاء فرمائے۔

مدرسہ کے مشاغل بہت اہم اور بہت قیمتی ہیں اور اجر وثواب کے لحاظ سے صدقۂ جاریہ ہے جو بہت مبارک ہے، لیکن ہر دینی کام میں اخلاص پیدا کرنے کے لئے قلب کی اصلاح کی مستقل ضرورت ہے، اور ہر کام اپنے ہی وسائل و ذرائع سے ہوا کرتا ہے۔

کوئی شخص یہ کوشش کرے کہ وہ علم حدیث میں ہر وقت مشغول ومنہمک رہے اس کے علوشان اور اجر وثواب میں تو انکار نہیں، مگر صدرا شمس بازغہ جب ہی

پڑھا سکے گا جب اس کو پڑھا ہوگا، اس لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ مدرسہ کی خدمت اور علمی مشاغل کے باوجود اوراد و وظائف کے لئے اور قلب کی اصلاح کے لئے جو وقت آپ سکون کا اور یکسوئی کا پیدا کر سکتے ہوں دو گھنٹے کم از کم اس کام کے لئے ضرور دیں، آخر بدنی غذا کے لئے بھی تو وقت نکالنا ہی پڑتا ہے۔

جب کھانا پینا بدن کی غذا ہے، جو بہر حال مر کر بوسیدہ ہو جائے گا گل سڑ جائیگا اور اس کے لئے ہم لوگ سارے مشاغل کے باوجود وقت نکالتے ہی ہیں، اور اس میں دو وقت کی چائے اور دو وقت کے کھانے میں دو گھنٹہ سے زائد خرچ ہوتا ہے، اور یہ اوراد و وظائف روح کی غذا جو کبھی ختم ہونے والی نہیں۔

یہ ضروری نہیں کہ دو گھنٹے آپ مسلسل وہاں خرچ کریں، ایک گھنٹہ صبح کی نماز کے بعد، ایک گھنٹہ مغرب کی نماز کے بعد خاص کرلیں تو کچھ مشکل نہیں، مگر شرط یہ ہے کہ شروع کرنے کے بعد ناغہ نہ ہو، کہ اس سے بہت زیادہ بے برکتی ہوتی ہے، اور خوش قسمتی سے تو آپ کے یہاں فیوض و برکات کے سمندر جاری ہیں، صبح کی نماز پڑھتے ہی حضرت امام ربانیؒ کے مزار پر ایک گھنٹہ کے لئے اور مغرب یا عشاء کی نماز کے بعد قطب صاحبؒ کے مزار پر بیٹھ کر یکسوئی اور توجہ سے اوراد واشغال ادا کریں تو بہت زیادہ مفید ہے، میرا منہ تو کہنے کا نہیں ہے اس لئے کہ خود کچھ نہیں کیا ما استقمت فما قولی لك استقیمی اس کا تو مجھے بھی قلق ہے، کہ ماہ مبارک کا ایک عشرہ بھی میرے پاس گزر جاتا تو زیادہ اچھا تھا۔

اہل مدارس اور اہل چندہ پہلا عشرہ اسی واسطہ گزارتے ہیں کہ اخیر میں

چندہ کرنا پڑتا ہے، مگر اب تو اسکا بھی وقت نکل گیا کہ یہ ناکارہ علی شرف الرحیل لب گور بیٹھا ہے، دیکھئے اب اسکا وقت بھی آتا ہے یا نہیں، البتہ مفتی صاحب سے آپ جوڑ پیدا کرلیں کہ ان کی شفقتیں آپ پر ہمیشہ سے رہی ہیں، اور میں اپنے متعلقین کو بھی مفتی صاحب اور مولانا منور صاحب و دیگر احباب کے حوالہ کرر ہا ہوں کہ میری زندگی کا ہر ہر دن کم ہوتا جارہا ہے، میری زندگی اب ختم ہو چکی ہے۔

ذکر کا خاصہ یہ ہے کہ آدمی اگر شروع نہ کرے تو کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اسکے شروع کرنے کے بعد چھوڑنے سے بے برکتی بھی ہوتی ہے اور اسکا اثر دوسری عبادت پر بھی ضرور پڑتا ہے، بہت تجربہ ہے، آپکے مدرسہ اور مسجد کی تعمیر کی تکمیل کے لئے دل سے دعاء کرتا ہوں، فقط والسلام۔

امام ربانیؒ کے مزار پر جانے کا کوئی وقت مقرر کرلیں مگر یکسوئی کے ساتھ، خدام کے ساتھ نہیں، فقط والسلام۔

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ
بقلم نجیب اللہ چمپارنی ۹؍صفر ۱۳۹۳ھ

دوسرا مکتوب حضرت شیخ کے نام ۲۲؍صفر ۱۳۹۳ھ چہار شنبہ

مرشدی و مولائی سیدنا المحترم دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت والا کی توجہ کی برکت سے ذکر پر مداومت ہو رہی ہے، پہلے کبھی کبھی ترک بھی ہو گیا مگر اب بحمد اللہ تعالیٰ ناغہ نہیں ہو رہا ہے۔

مزار پر حاضری ابھی تک مداومت کیساتھ نہیں ہوئی، ہر وقت فکر مند ہوں کہ

روزانہ پابندی سے ہر دونوں مزارات پر حاضری ہو جائے اور ذکر کرنے کا موقعہ بھی مل جائے، لفافہ مولانا مصباح الحسن صاحب کو فوری پہونچا دیا گیا تھا، مولانا ایوب صاحب کی طبیعت خراب چل رہی ہے، کل چار بجے کے قریب صاحبزادہ محترم مولانا اسعد صاحب تشریف لائے، کچھ دیر مولانا ایوب صاحب کے یہاں کچھ حکیم صاحب قبلہ کے یہاں، پھر مزارات پر حاضری دیکر ۶ ربجے کے قریب واپس ہوئے۔

گزشتہ ہفتہ جن دنوں ایک عریضہ حضرت کی خدمت والا میں تحریر کیا ایک خواب دیکھا، میں ایک پختہ سیدھی سڑک پر جارہا ہوں، سامنے ایک بڑا درخت ہے جس میں ایک محال ہے، بہت سے لوگ نیچے کھڑے محال توڑنے اور شہد حاصل کرنے کی فکر میں ہیں، مجھے ان سب کو دیکھ کر کسی قدر وحشت ہوئی اور ساتھ ہی محال توڑنے کی تمنا بھی ہوئی، بس فوراً ہی محال کے اندر سے پورا چھتہ مع شہد کے جس میں ایک ڈنڈی بھی لگی ہوئی ہے، میرے دور کھڑے کے ہاتھ میں آگیا اور سب لوگ یوں ہی رہ گئے محال اپنی جگہ پر بدستور بیٹھا رہا، فقط والسلام۔

ہر حال میں حضرت والا کے الطاف بیکراں کا محتاج ہوں، فقط۔ احقر شریف احمد

ذکر اللہ پر خوشی کا اظہار

جواب مبارک از حضرت شیخؒ

مکرم و محترم مد فیوضکم بعد سلام مسنون

اسی وقت محبت نامہ پنجشنبہ کی دوپہر کو پہونچا، اس سے بہت مسرت ہوئی کہ اللہ جل شانہ نے اپنے فضل وکرم سے ذکر پر مداومت کی توفیق عطا فرمائی۔

عزیز مولوی مصباح[1] کے پاس لفافہ پہونچنے کی اطلاع تو انہوں نے خود ہی دیدی تھی، اور ان کو غلط اطلاع کسی احمق نے دیدی کہ عزیز م بدھ کی صبح کو سہارنپور پہونچ جائیں گے، وہ کل سے آئے پڑے ہیں حالانکہ آج جمعرات کو تو ان کے نظام الدین پہونچنے کی خبر ہے، یہاں اگر جلد سے جلد آئے تو شنبہ کو آسکیں گے ورنہ کل شام کو عزیزان عاقل، سلمان وغیرہ سب ۱۱ ربجے دہلی گئے ہیں اور کل جمعہ کو واپسی ہوگی ان کی واپسی پر عزیزان کی آمد کا حال معلوم ہوگا، اور اگر وہ بابوجی کی گاڑی میں آگئے اور گاڑی کی واپسی کی جلدی نہ ہوئی تو شاید مجھے بھی مزار[2] پر حاضری کی سعادت حاصل ہو جائے، عزیز مولوی اسعد کا تو اس مرتبہ یہاں انتظار ہی رہا، سنتا ہی رہا کہ اب آرہے ہیں کل دوپہر کو آرہے ہیں۔

خواب بہت مبارک ہے، کسی تعبیر کا محتاج نہیں یہ انشاءاللہ تمہارے دینی اعمال کی قبولیت کی بشارت ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے مدرسہ کی تکمیل وفروغ کا مژدہ ہے، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے شہد کی تعبیر قرآن ہی سے لی ہے، فقط والسلام۔

حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب مدفیوضہم

بقلم نجیب اللہ ۲۳ ؍صفر ۱۳۹۳ھ

---

[1] ان سطور کو لکھنے کے اوقات میں محترم المقام مولانا حکیم عزیر احمد صاحب کاندھلوی تشریف لائے اور یہ بتایا کہ مولوی مصباح مرحوم عارف باللہ جامع الکمالات والبرکات حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب دامت برکاتہم کے بھتیجے ہوتے تھے واصل بحق ہوگئے اللہ پاک درجات بلند فرمائے۔ [2] یہ خط اب سے تقریباً ۳۶؍ سال پہلے کا ہے اس وقت ایک شیخ کامل نے اپنے مرید مخلص اور خادم کو اتنی عظیم بشارت دی اور مدرسہ کی تکمیل وفروغ کا مژدہ سنایا الحمدللہ مدرسہ کا کام حضرت والد ماجدؒ کی حیات میں تعمیر کے اعتبار سے تقریباً مکمل ہوگیا حضرتؒ کے روحانی فیوض وبرکات کا سلسلہ والد صاحبؒ کیساتھ آخر تک چلتا رہا اللہ پاک دونوں کے درجات بلند فرمائے! آمین!۔

اپنے متعلقین کو مدرسہ میں داخل کرانا

عنایت فرمائیم جناب الحاج قاری شریف احمد صاحب مدفیوضکم

بعد سلام مسنون میرے مخلص دوست ننھے خاں میرٹھی جن سے شاید تم بھی واقف ہو سارے رمضان کھانے کے وہی منتظم رہے، ان کے لڑکے حافظ محمد اقبال سلمہ جنہوں نے حفظ قرآن تو یہاں مولوی نصیر کے مدرسہ میں کیا آئندہ تعلیم کے لئے آپ کے مدرسہ میں آرہے ہیں، اللہ کرے کہ آپ کی توجہ سے علم کی دولت سے مالا مال ہو جائے، ہمارے مدرسہ میں ابتدائی تعلیم شاخ میں ہے جو بہت دور بھی ہے اور وہاں نگرانی کی بھی کوئی صورت نہیں، اسلئے میں نے آپ کا مدرسہ تجویز کیا تھا، اللہ تعالیٰ آپکو اور آپ کے مدرسہ کو جملہ مکارہ سے محفوظ فرما کر دارین کی ترقیات سے نوازے، فقط والسلام۔ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ

بقلم نجیب اللہ ۱۴ر شوال ۱۳۹۴ھ

ذکر شروع کرنے کے بعد چھوڑنا نقصان دہ ہے

بعد سلام مسنون، تم لوگوں کو جوابی خط لکھنے کی ضرورت نہیں۔

مضمون سے تو معلوم ہوا کہ یہ بہت پرانا خط ہے کارڈ پر کوئی تاریخ بھی نہیں ہے، میں ذکر بالجہر شروع کرانے میں اسی واسطہ بہت تامل اور تاخیر کیا کرتا ہوں کہ ذکر بالجہر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں مگر شروع کرنے کے بعد چھوڑ دینا بہت مضر ہوتا ہے، غذائیں ہیں خمیرے ہیں جتنا کھائیں اتنا ہی مفید ہے، نہ کھائیں تو نقصان نہیں، دوائیں ہیں مسہل ہیں

بسا اوقات انکا چھوڑنا بہت مضر ہوتا ہے، اگر ہو سکے تو متفرق اوقات میں پورا کرلیں۔

آپ کے مدرسہ پر قرضہ کی خبر سن کر بہت قلق ہوا اللہ تعالیٰ ہی مدد کریں، یہ ناکارہ دل سے دعاء کرتا ہے اللہ جل شانہ اپنے فضل وکرم سے آپ کے پیازوں میں برکت عطا فرمائے، اس ناکارہ کا وعدہ اور ارادہ تو گنگوہ کا تھا مگر دل یہ چاہتا ہے کہ روانگی کا ارادہ جتنا قریب ہو اچھا ہے، انشاء اللہ روانگی سے پہلے اطلاع دونگا، فقط والسلام۔

حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب
بقلم مظہر عالم ۱۷ ارشوال ۱۳۹۴ھ

گنگوہ نہ آنے پر اظہارِ تعجب

عنایت فرمائیم جناب الحاج مولوی شریف احمد صاحب مد فیوضہم

بعد سلام مسنون حامل عریضہ مولانا عبد الحلیم صاحب میرے مخلص مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث صاحب[1] کے استاد ہیں اور حضرت مولانا وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے خلفاء میں ہیں۔

مجھے یہ سن کر بہت تعجب ہے کہ اب تک گنگوہ کبھی حاضر نہیں ہوئے پہلی مرتبہ تشریف لا رہے ہیں، انکو اکابر کے جملہ مزارات پر اور حضرت قدس سرہ کے حجرہ کی

---

[1] حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوریؒ مراد ہیں جو مدرسہ ریاض العلوم گورینی کے ناظم وبانی تھے، بڑے عالم فاضل، عابد وزاہد بزرگ تھے، آپ کے علاقہ میں آپ سے کافی فیض پہنچا، بڑے مدارس بالخصوص دار العلوم دیوبند اور مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے اراکین شوریٰ میں بھی رہے رحمۃ اللہ علیہ [2] مراد حضرت مولانا شیخ یونس صاحب دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث مظاہر علوم سہانپور ہیں، جو اس وقت کے ایک بہت بڑے محدث ہیں، اور علامہ فہّامہ، علوم ومعارف، حقائق ودقائق، حکم واسرار دین پر مطلع عارف باللہ جامع کمالات ظاہری وباطنی بزرگ ہیں، کثیر الفیض والبرکت ہیں، اللہ پاک ان کی عمر میں صحت کے ساتھ برکت فرمائے اور فیض عام وتام فرمائے۔ آمین!۔

بھی زیارت ہو سکے تو وہ بھی کرادیں، یہ پرچہ تعارف کیلئے لکھ رہا ہوں، فقط والسلام۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم احمد گجراتی ۲۶ / ربیع الاول ۱۴۱۲ھ

صرف اللہ پاک پر ہی بھروسہ کرو

عنایت فرمائیم جناب الحاج قاری شریف احمد صاحب گنگوہی مدفیوضہم

بعد سلام مسنون تمہارا محبت نامہ مورخہ ۱۱ / صفر یہاں آج ۴ / مارچ کو پہنچا اس بات کی مسرت ہوئی کہ مدنی تمر پہونچ گئی، تمہارا پہلا پرچہ قاری عباس کے ذریعہ سے پہنچ گیا تھا اسکا جواب لکھوا چکا ہوں پہنچ گیا ہوگا، آپ کے مدرسہ کی تعلیمی ترقیات سنکر بہت مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ مزید ترقیات سے نوازے۔

میرے اس لفافہ میں قاری عباس کے نام پرچہ تھا وہ انکو بھیج دیا، بھروسہ نہ حاجی سعید الدین پر کرو نہ کسی اور پر صرف مالک حقیقی اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرو، اسی سے مانگو وہی مسبب الاسباب ہے۔

حکیم صاحب سے سلام مسنون کے بعد کہدیں کہ دعاؤں میں کبھی نہیں بھولنا، اپنی اہلیہ سے بھی سلام مسنون کہدیں انکے لئے اور بچوں کے لئے بھی دل سے دعاء کرتا ہوں، اللہ جل شانہ تمہیں اور تمہاری اہلیہ کو بھی حج و زیارت نصیب فرمائے۔آمین!۔

اس سال سنا ہے کہ حاجی کامل صاحب بھی تشریف لائے تھے، اس ناکارہ کو تو گنگوہ کی حاضری پر بھی زیارت نہیں ہوئی تو یہاں کیسے ممکن تھا کہ لاکھوں کا ہجوم تھا، البتہ

مکہ مکرمہ میں معلم اور اسکے یہاں کے حاجیوں سے خیریت معلوم ہوتی رہی، مدینہ منورہ میں مولانا انعام صاحب وغیرہ سے بغیر ملاقات کے مسجد نبویؐ میں ایک دو مرتبہ زیارت ہوئی، اور ایک مرتبہ روضۂ شریف پر گر بھی پڑے، جس پر یہاں کے لوگوں میں چہ میگوئیاں ہوئیں کہ عمداً گرے تھے یا کہ غفلت میں، اس کے متعلق اگر مجلس میں کوئی وہاں کچھ کان میں پڑا ہو تو ضرور مطلع کریں، فقط والسلام۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب
بقلم نجیب اللہ

حضرتؒ کی شفقت اور طعام گھر پر کھانا

عزیزم قاری شریف احمد صاحب سلام مسنون کے بعد گنگوہ سے آنے کے بعد برابر آپکے تعمیل حکم کی تجویزیں ہوتی رہیں مگر جوں جوں دن قریب آرہا ہے خواص کا ہجوم بڑھتا جارہا ہے، اس وقت عزیزم ابوالحسن کا مشورہ یہ ہوا کہ ۶ر نومبر ہفتہ کی صبح کو انشاء اللہ تعمیل حکم میں گنگوہ حاضری ہوگی، حسب سابق ۱۲ر بجے تک تو مزار پر اسکے بعد دونوں خانقاہوں اور حکیم ننھو صاحب کی ملاقات کے بعد آپ کے دروازہ پر حاضری ہوگی، کھانا آپ کے گھر کھایا جائیگا[1] مدرسہ میں نہیں، میرے رفقاء میں تو

---

[1] چنانچہ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ متعدد مرتبہ گنگوہ مزار اقدس اور مدرسہ میں تشریف لائے اور آپ کو سنکر ایک بڑی تعداد جمع ہوجاتی تھی ان سب لوگوں کا طعام مع اکابر، متعدد بار حضرت والد بزرگوارؒ کے گھر پر ہوا اور متعدد بار صوفی رشیدؒ کے یہاں۔ حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ ایک جگہ حضرت والد صاحبؒ کو مبارکباد دیتے ہوئے لکھتے ہیں امسال بھی حضرت شیخؒ نے مشکوٰۃ شریف شروع کرائی مبارک ہے زیادہ شرف مع مہمانوں کے جناب کے دولت خانہ پر کھانا تناول کرنے کا ہے اللہ تعالیٰ مبارک کرے، نیز حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ ایک خط میں لکھتے ہیں بڑا رشک آیا جب آپکے پاس حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم تشریف لے گئے اللہ تعالیٰ ان بزرگان دین کی توجہ آپ کی طرف زیادہ سے زیادہ مبذول فرمائے آمین حضرت کی بہت سی کرامات کھانے کے سلسلہ میں ظاہر ہوئیں ان کا تفصیلی ذکر اکابرِ گنگوہ میں آچکا۔ اللہ پاک ہمارے تمام بزرگوں کے درجات بلند فرمائے اور علوم وفیوض سے ہم سب کو مالا مال فرمائے آمین۔

صرف میرے جنازہ بردار چار پانچ نفر ہونگے اس کے علاوہ میرے ساتھ کوئی نہیں، اگر رائے پور کی طرح سے لوگ بیٹھے رہیں تو وہ میرے مہمان نہیں، اپنی ذمہ داری پر اور اپنی فیاضی سے کھلانا چاہیں تو مدرسہ میں، تمہاری اور صوفی رشید کی مصیبت یہ ہے کہ جتنی چاہے تم سے شرطیں کرلو مگر تم اختصار کو اپنی توہین سمجھتے ہو، مولانا انعام توہیں نہیں کہ روٹی گوشت ضروری ہو، میرے اور میرے ساتھیوں کے لئے اُڑد کی کھچڑی کافی ہے اسکے ساتھ اچار یا چٹنی وغیرہ ہو، ابوالحسن کی رائے ہے کہ لہسن کی چٹنی بہترین چیز ہے۔

البتہ صوفی رشید صاحب سے ضرور کہلائیں کہ آپ ہر مرتبہ انکے یہاں مدعو ہوتے ہیں، اور اگر بھائی جی سعید صاحب[1] اسوقت تک کھانے اور چلنے کے قابل ہوجائیں تو ان کو اور مولانا ایوب[2] کو بھی۔ مگر براہ کرم اپنی گاڑی کا حال پہلے معلوم کرلیجئے وہ نازک تو نہیں ہے کبھی ادھر کے رہیں نہ ادھر کے، جمعہ کی شام کو یہاں پہنچ جائے، معلوم نہیں کہ آپ کی گاڑی میں کتنے آدمی آسکتے ہیں، میرے علاوہ چار پانچ جنازہ بردار تو ضرور ہیں، اگر گنجائش ہوئی تو ایک اور بڑھالونگا، فقط والسلام۔

حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب مدفیوضہم
بقلم مظہر عالم مظفر پوری ۲۱ر شوال ۱۳۹۴ھ

---

[1] حضرت گنگوہی قدس سرہ کے خاندان کے حضرات تھے اہل علم وفضل اور ذی اثر لوگوں میں شمار ہوتے تھے، بھائی جی محمد سعید صاحب ابن مولانا محمود ابن حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ دارالعلوم دیوبند میں مدرس بھی رہے اور وہیں ۲۸ر ربیع الاول ۱۴۰۶ھ میں انتقال ہوا اور مزار قاسمی میں مدفون ہیں، تفصیلی حالات جلد اول میں آچکے ہیں

[2] حضرت مولانا محمد ایوب صاحب پرنواسہ حضرت گنگوہیؒ الجمعیۃ کے ذمہ داروں میں سے تھے اور محلہ محمد غوری گنگوہ میں مدفون ہیں جہاں پر آپ کے آباء واجداد مدفون ہیں اللہ پاک مغفرت فرمائے درجات بلند فرمائے آمین۔

حضرت شیخ زکریا صاحبؒ کا ارشاد عالی

بندہ بھی حضرت ناظم صاحب (یعنی حضرت مولانا عبداللطیف صاحب) کی تائید کرتے ہوئے اہل خیر سے سفارش کرتا ہے کہ اس کارخیر کی طرف توجہ کریں اس دورِ فساد میں دین کی خدمت کا جہاں کہیں بھی کام ہو رہا ہے وہ بہت قابل قدر اور قابل توجہ ہے، بندہ دعا کرتا ہے کہ حق تعالیٰ مدرسہ کو مادی اور روحانی ترقیات سے نوازے اور کام کرنے والوں میں اخلاص اور مالک کی رضا پر کام کرنے کی توفیق مزید عطا فرمائے آمین۔

محمد زکریا

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

آپ بیتی میں مذکور حضرت شیخؒ کی جامعہ اور گھر میں قدم رنجائی کے واقعات

حضرت شیخؒ کو حضرت والد صاحبؒ سے اور مدرسہ سے کس قدر انسیت تھی کہ آپ نے خود آپ بیتی میں جو آپ کی سوانح عمری ہے تذکرہ کیا ہے حضرت والد صاحبؒ کو جب میں نے اس کے بارے میں بتایا تو پڑھا اور بہت روئے اور اپنے شیخ کی یادوں میں مستغرق ہو گئے اب وہ مقامات لکھے جاتے ہیں جہاں جہاں تذکرہ ہے:

(۱) ص ۱۲۴/۷ پر رقمطراز ہیں: صوفی رشید مغرب کے وقت ملے انہوں نے کہا کہ گنگوہ کا ارادہ کیا ہے؟ میں نے کہا بالکل نہیں کیوں کہ بارش سے راستہ مسدود ہے، انہوں نے کہا کہ میں آج ہی قصداً راستہ دیکھ کر آیا ہوں باہر راستہ صاف ہے، میں نے کہا کہ پھر صبح ہی چلنا چاہئے، حاجی عظیم اللہ کی کار میں پانچ بجکر پانچ منٹ پر چل کر ۶ بجے گنگوہ پہونچے، وہاں سے ۱۰ بجے اٹھ کر حکیم نھو سے ملتے

ہوئے ہر دو خانقاہوں میں حاضری دے کر ۱۲ بجے صوفی رشید کے یہاں کھانا کھایا، اور قاری شریف کی مسجد میں جا کر اول مشکوٰۃ شریف کا اختتام کرایا، پھر تھوڑی دیر لیٹ کر ظہر کی نماز پڑھی، ظہر کے بعد رفقاء نے چائے وغیرہ پی مگر زکریا حاجی جی کی کار میں مع شاہد، خالد، ابوالحسن، عصر سے قبل سہارنپور پہونچ گئے۔

(۲) نیز ص۱۴۱۳ ار پر تحریر ہے کہ اس مرتبہ گنگوہ حاضری میں بہت تاخیر ہوئی کہ مولانا انعام کی آمد پر موقوف تھی، تجویز یہ ہوا کہ ۲۴/۲۵ ر جولائی کو جھنجھانہ میں تبلیغی اجتماع ہے، اس سے فارغ ہوکر مولانا انعام صاحب سہارنپور آئیں گے پھر گنگوہ جائیں گے، مگر جھنجھانہ میں مجمع اتنا زیادہ ہوگیا کہ وہاں کے غیر مسلم گھبرا گئے اور مظفر نگر میں ڈپٹی سے ممانعت جلسہ کی منظوری لے لی، یہ تو بڑی لمبی چوڑی تفصیلات ہیں اہل جھنجھانہ، کیرانہ، کاندھلہ وغیرہ کے حضرات کی دوڑ دھوپ سے منظوری ہوگئی اور جلسہ ہوگیا، اتوار کی شام کو مولانا انعام صاحب سہارنپور پہونچ گئے اور پیر کی صبح کو سیدھے گنگوہ پہونچ گئے، مگر بارش اتنی ہوئی کہ سارا وقت چھپر کی مسجد میں گزرا، پیرجی شریف[۱] کے صاحبزادہ کا صوفی رشید کی بھتیجی سے نکاح بھی ہماری آمد پر اسی دن طے ہوگیا تھا، اور قاری طیب صاحب لڑکے والوں کی طرف سے مدعو تھے وہ ۱۰ ر بجے پہونچ گئے، زکریا ان کی خبر سن کر حجرہ سے ۱۲ ر بجے صوفی جی کے مکان پر پہونچ گیا اور آدمی بھیج کر قاری صاحب کو بلایا، ایک بجے بعبارت

---

[۱] گنگوہ کے رہنے والے تھے، دارالعلوم کے کسی شعبہ میں ملازم رہ چکے تھے، اسی مناسبت سے حضرت قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ انکی دعوت پر تشریف لائے تھے۔

قاری محمد طیب صاحب صوفی جی کے مکان پر نکاح ہوا، گرمی بہت شدید تھی بجلی بند تھی، زکریا نے صوفی جی سے درخواست کی کہ آپ چھوہارے بانٹتے رہیں مگر ہمیں کیوں محبوس کر رکھا ہے، انہوں نے ہمیں اجازت دیدی، قاری صاحب اپنے مستقر پر چلے گئے اور ہم سب نے قاری شریف احمد کے مدرسہ میں ظہر کی نماز پڑھی مولانا انعام نے مشکوٰۃ شریف ختم کرائی اور دعا کرائی، اس سے فراغ پر سہارنپور کیلئے فوراً روانہ ہو گئے۔

(۳) نیز ص ر ۱۳۲۰ ر پر رقمطراز ہیں: ۲۸ ر شوال ر ۲۳ ر اکتوبر کو قاری شریف احمد کے مدرسہ میں زکریا نے مشکوٰۃ کی ابتداء کرائی۔

(۴) نیز ر ص ر ۱۳۳۳ ر پر لکھتے ہیں دوسرے دن مولانا اسعد صاحب مع اپنی والدہ محترمہ کے آگئے تو اپنا نظام تغیر کرنا پڑا، دوسرے دن اپنی فجر پڑھ کر گنگوہ کیلئے روانہ ہوئے، صوفی رشید گنگوہی نے بہت حلفیہ اطلاع دی تھی کہ میں آج ہی راستہ دیکھ کر آیا ہوں راستہ صاف ہے، مگر معلوم ہوا کہ جھوٹ بولا مزار تک راستہ خراب تھا کہ لکھنوتی والی سڑک پر اتنا پانی بھرا تھا کہ نہ میری کار جا سکتی تھی نہ کسی اور کی، دونوں کاروں کو چھوڑ کر جونگوں میں بڑی مشکل سے مزار تک پہونچے کاروں کو حکیم نھو کے گھر بھیج دیا۔

مزار سے دس بجے اٹھ کر حکیم نھو کے یہاں ایک گھنٹہ ٹھہر کر دونوں خانقاہوں قدوسیہ اور سعیدیہ میں حاضری دیتے ہوئے قاری شریف احمد کی اس روایت پر کہ شہر کا سیدھا راستہ خطرناک ہے گھر کے راستہ سے لے گیا، ایک گھنٹہ اپنے یہاں خلاف وعدہ ٹھہرایا، آم وغیرہ کا اس نے انتظام کر رکھا تھا، وہاں سے مولوی ایوب کے یہاں پہونچے، چونکہ انکی اہلیہ دہلی میں تھیں اور وہاں ملاقات ہو چکی تھی اسلئے مولوی ایوب بھی

صوفی جی کے یہاں پہنچ گئے، صوفی جی نے جاتے ہی کھانے سے فارغ کر دیا، مگر حسب دستور سابق کھانے کے بعد مستورات کی جھاڑ پھونک ہوتی رہی، ظہر کے بعد قاری شریف احمد کے مدرسہ میں مفتی محمود حسن صاحب نے مشکوٰۃ شریف ختم کرائی، مولانا عبدالحفیظ مکی[1] نے دعا کرائی۔

(۵) رص ۷ ۱۳۳ ر پر تحریر ہے کہ اب کے رمضان میں حضرت خواجہ صابر کلیری صاحبؒ کا سلام و پیام پہونچا تھا[2] اسکی شرم میں شروع شوال ہی کلیر حاضری ہوئی، اس کے بعد گنگوہ حاضری ہوئی، وہیں مولوی عبدالمالک[3] کے لڑکے مظفر کا نکاح قاری شریف احمد کی لڑکی سے ہوا، حکیم نھو میاں نے مہر فاطمی پر نکاح پڑھایا، ان سفروں کی تفصیل روزنامچہ میں ہے۔

---

[1] مراد حضرت شیخؒ کے خلیفہ ہیں، بہت نیک صالح، ذاکر و شاغل، عابد و زاہد بزرگ ہیں، مکہ مکرمہ میں آپ کے یہاں ذکر کا حلقہ لگتا ہے، بارک اللہ فی عمرہ [2] اسکی حقیقت تو ارباب روحانیت ہی سمجھ سکتے ہیں، اموات کے پیغامات بذریعہ منامات اور کشف قبور حاصل ہونا شرعاً عقلاً مستبعد نہیں، جن لوگوں کو اس کا ذوق حاصل نہیں ہوتا ہے وہ اس جیسی چیزوں پر اعتراض کرتے ہیں، ہمارے اکابر کے حالات و سوانح میں روحانیت کی اس قسم کی باتیں ملتی ہیں جنکو سمجھنے کیلئے روحانی ذوق درکار ہے [3] مراد حضرت مولانا عبدالمالک صاحبؒ سابق ناظم مالیات مظاہر علوم سہارنپور ہیں، امانت دار آدمی تھے بہت نیک صالح، اوراد و وظائف کے پابند، خاشع و خاضع، سلف کے طرز پر چلنے والے بزرگ تھے، تا حیات مدرسہ مظاہر علوم کی مخلصانہ خدمت کرتے رہے، آخر میں صبر آزما حالات سے گزرنا پڑا جسکی وجہ سے خلوت نشیں ہو گئے تھے، اور گھر سے مسجد مسجد سے گھر تک رہتے تھے، رات دن تلاوت و ذکر اللہ، تہجد، اشراق، اوابین، چاشت میں گزارتے رہے، آپ نے پانی کے جہاز سے سات حج کئے، ۱۷ ر فروری ۲۰۰۴ء میں انتقال ہوا، انتقال سے قبل بشارات ربانی حاصل کرتے ہوئے جان جاں آفریں کے سپرد کی، اور سہارنپور کے مشہور قبرستان حاجی کمال شاہ میں اکابر مظاہر علوم کے قریب مدفون ہوئے، اللہ پاک درجات بلند فرمائے، آمین۔

دار العلوم دیوبند میں

حضرت والد صاحبؒ کے خصوصی رفقائے درس

مولانا ناظر حسین صاحبؒ مہتمم جامعہ اسلامیہ خادم الاسلام ہاپوڑ ورکن شوریٰ دار العلوم دیوبند[1]، محدث جلیل حضرت مولانا زین العابدین صاحب اعظمی استاذ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور[2]، حضرت علامہ عثمان غنیؒ شیخ الحدیث مظاہر علوم وقف سہارنپور[3]، حضرت مولانا عبداللہ صاحب بستویؒ[4] مہاجر مدینہ منورہ، حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب برنی بلند شہریؒ[5]۔

---

[1] آپ کی ولادت ۱۹۲۰ء ہاپوڑ شہر میں ہوئی، دار العلوم سے فراغت کے بعد مدرسہ خادم الاسلام ہاپوڑ کے مہتمم بنادئے گئے ۵۸ رسال مہتمم رہے، آپ کی وفات ۱۶ رنومبر ۲۰۰۸ء کو ہوئی اور ہاپوڑ ہی میں مدفون ہیں۔[2] آپ مولانا عثمان معروفی کے برادر اصغر ہیں ۱۳۵۱ھ قصبہ پورہ معروف ضلع اعظم گڈھ یوپی میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم مدرسہ معروفیہ قصبہ پورہ معروف میں حاصل کی ۱۳۶۸ھ میں دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیکر چار سال پڑھے ۱۳۷۲ھ میں فراغت ہوئی مختلف مدارس میں درس دینے کے بعد جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں آگئے اور وہاں عربی کے کامیاب مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ شعبۂ تخصص فی الحدیث کے صدر بھی ہیں، حضرت والد بزرگوارؒ کے ساتھ کسی ایک کتاب میں ساتھی رہے، والد صاحبؒ سے چار سال پیچھے تھے چونکہ اس وقت جماعت بندی نہیں تھی۔[3] آپ کا آبائی وطن چلمل ضلع بیگو سرائے بہار ہے، ابتدائی تعلیم مختلف مدارس میں حاصل کرنے کے بعد ۱۹۴۶ء میں دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۹۴۹ء

میں دورۂ حدیث پاک سے فراغت ہوئی مختلف مدارس میں درس دینے کے بعد ۹ رشوال المکرّم ۱۴۰۹ھ میں اپنے شیخ ومرشد مفتی مظفر حسین صاحب کے ایماء پر مظاہر علوم وقف سہارنپور تشریف لے آئے اور یہاں کے شیخ الحدیث بنادئے گئے، آپ نے بخاری شریف کی مکمل شرح نصر الباری کے نام سے تصنیف فرمائی اور ۱۳؍جنوری ۲۰۱۱ء علی الصباح دار فانی سے دار آخرت کی طرف رحلت فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون قبرستان حاجی کمال شاہ سہارنپور میں ابدی نیند سوگئے۔[۴] مولانا عبداللہ بستوی ثم تاؤلی ثم مدنی، آپ ایک غیر مسلم گھرانے میں پیدا ہوئے، بچپن میں حق تعالیٰ شانہ نے دولت ایمان سے نوازا پھر علوم قرآن وحدیث سے نوازے گئے، دارالعلوم دیوبند سے فراغت ہوئی پھر ایک مدت تک دارالعلوم حسینیہ تاؤلی ضلع مظفر نگر میں صدر مدرسی کے فرائض انجام دینے کے ساتھ ساتھ اہم کتابوں کا درس بھی دیتے رہے، تاؤلی رہتے ہوئے متعدد بار حج وعمرہ کی دولت سے نوازے گئے اور آخر میں حق تعالیٰ شانہ نے مستقل طور پر ہی مدینہ کی سکونت سے سرفراز فرمایا، رد غیر مقلدیت سے خاص لگاؤ تھا اسی وجہ سے عقود الجمان کا ترجمہ تذکرۃ النعمان اور عقود الجواہر المنیفۃ کا ترجمہ مستدلات الامام ابی حنیفہ کے نام سے اسی طرح الانتقاء کا ترجمہ الانتفاع کے نام سے فرمایا، آپ کے مفصل حالات حیات محمود میں دیکھے جاسکتے ہیں۔[۵] آپ کے حالات سابق میں گزر چکے ہیں۔

پانچواں باب

دیگر مشائخ عصر سے ربط و تعلق

دیگر مشائخ عصر سے ربط و تعلق

قطبِ زماں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ سے تعلق اوران کی اشرف العلوم گنگوہ میں تشریف آوری

آپ عہد آخر کے مشہور شیخ طریقت علماء فضلاء اور زعماء کے مرجع عقیدت تھے، آپ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء موضع ڈھڈیاں ضلع سرگودھا پاکستان میں پیدا ہوئے، آپ کا نام غلام جیلانی رکھا گیا، ابتدائی تعلیم اپنے تایا مولانا کلیم اللہ اور مولانا رفیق سے حاصل کی، اعلیٰ تعلیم کے لئے پانی پت، سہارنپور، رامپور اور دہلی کا سفر کیا، جہاں کے اساتذہ سے درسِ نظامی کی تکمیل کی اور حدیث کی کتابیں مدرسہ عبدالرب دہلی میں مولانا عبدالعلی محدث میرٹھی سے پڑھ کر سند فراغت حاصل کی، فقہ وحدیث کی تکمیل کے بعد طب یونانی کی تحصیل سے فراغت کے بعد بریلی اور دیگر مقامات پر قرآن وحدیث کا درس دیا، افضل گڈھ بجنور میں کچھ دن مطب کیا، اسی دوران مرشد کی تلاش میں سرگرداں رہے آخر حضرت شاہ عبدالرحیم رائپوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نے نام معلوم کیا تو غلام جیلانی نے بتلایا تو حضرت شاہ عبدالرحیم نے آپ کا نام بدل کر عبدالقادر رکھ دیا ۱۴؍سال حضرت کی خدمت میں رہے، حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کے وصال کے بعد رائپور کی خانقاہ رشد وہدایت کے مسند نشین ہوئے اور پورے پینتالیس سال طالبین حق کی اصلاح وتربیت اور گم گشتگان بادیۂ ضلالت کی راہ نمائی و دستگیری میں مصروف رہے، بے شمار علماء فضلاء

آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوکر مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے، آپ کا ایک عظیم کارنامہ تحریک ختم نبوت اور اس کے رہنماؤں کی اعانت وسرپرستی ہے، آپ کی وفات ۱۴ / ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۶ / اگست ۱۹۶۲ء بروز پنجشنبہ ہوئی اور اپنے آبائی وطن ڈھڈیاں ضلع سرگودھا پاکستان میں مدفون ہیں۔

اس تالیف میں عزیزم مولانا مفتی محمد احسان صاحب مدرس جامعہ ہذا نے کافی محنت کی ہے اور کچھ مضامین اس میں ان کے لکھے ہوئے بھی ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

مرشد زمانہ قطبِ دوراں شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوریؒ برصغیر (ایشاء) کی ان برگزیدہ ہستیوں میں مرکزی شخصیت ہیں جن کو ملت کی اصلاح وتربیت باطنی میں امتیازی مقام حاصل تھا، جنہوں نے ملت کی نبض پر ہاتھ رکھ کر تواضع، بے نفسی، کثرت ذکر کیساتھ دین اور اہل دین اور اسلامی وضع قطع کی ایسی سبیل لگائی کہ پورے ملک ہندوستان ہی نہیں بلکہ عالم اسلام میں لوگ اس سے سیراب ہوئے بغیر نہ رہ سکے، خصوصاً سہارنپور اور اس کے گردونواح میں اس سبیل معرفت سے سیرابی کے آثار آج بھی نمایاں ہیں، خانقاہ رائے پور سے اہلِ خطہ کا تعلق جس درجہ والہانہ ہے اس کی مثال ملنا مشکل ہے، اس میکدۂ معرفت سے ہزاروں نفوس قدسیہ سیراب ہوئے، پہاڑوں کے دامن جمنا نہر کے کنارے پُر فضاء پُرسکون مقام پر واقع خانقاہ میں اولیاء اللہ عارفین کی آمد ورفت کثرت کیساتھ رہی، اس خانقاہ کو حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائے پوریؒ کے دورِ بیعت وارشاد میں عروج حاصل ہوا، دور دور سے لوگ اپنی روحانی پیاس بجھانے کیلئے حاضر ہوتے تھے، نیز حضرت شاہ عبد القادر

صاحبؒ کی ذاتِ گرامی مرجع عوام وخواص بنی ہوئی تھی برصغیر میں آپ کا فیض جاری وساری تھا، حق جل شانہ نے آپ کو ایسی مقبولیت ومحبوبیت عامہ عطا فرمائی تھی جس کا ادراک ہر صاحب بصیرت بیان کرتا تھا، نیز اللہ پاک نے آپ کی صحبت بابرکت میں یہ تاثیر رکھی تھی کہ ہر طالبِ حق محبتِ خداوندی سے سرشار ہوتا اور معرفت ربانی کے انوارات سے معمور ہوتا، نیز آپ کے اقوال، احوال، ارشادات وملفوظات کے ذریعہ تربیت باطن واصلاح کی فکر پیدا ہوتی، زمانہ کے بڑے بڑے مشائخ وعلماء عصر آپ کو محبوب رکھتے تھے آپ کو بھی ان کیساتھ گھر جیسا تعلق تھا، چنانچہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ، شیخ المشائخ مولانا محمد زکریا لاندھلویؒ، رئیس جماعت دعوت وتبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور بھی دیگر علماء، صلحاء، مشائخ بڑی محبت وعقیدت رکھتے اور آپ سے ملاقات کے لئے رائے پور حاضر ہوتے تھے، آپ بھی ان مذکورہ مشائخ کی قیام گاہوں پر ملاقات کیلئے تشریف لے جاتے یہ حضرات آپ کا پرتپاک استقبال کرتے مختلف معاشرتی ملکی ملی مسائل پر گفتگو ہوتی تھی، جس زمانہ میں خانقاہ رائے پور مرجع عوام وخواص بنی ہوئی تھی اور سید مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ جیسے فاضل زمانہ اس گلشن رحیمی سے اکتسابِ فیض کر رہے تھے، شیخ زکریاؒ اپنے متعلقین کو خانقاہ رائے پور بھیجا کرتے تھے تاکہ خانقاہ کے نورانی وروحانی ماحول میں مقاماتِ سلوک طے کریں،

حضرت اقدس مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ گنگوہی بھی چونکہ حضرت شیخ سے منسلک تھے اس لئے آپ کو بھی رائپور خانقاہ میں قیام کا حکم تھا، تاہم قاری صاحبؒ رمضان المبارک میں خانقاہ رائے پور میں قیام کرتے اور اعتکاف فرماتے تھے،

خانقاہ رائے پور کے قیام کے حالات قاری صاحبؒ اپنی زبانی سنایا کرتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں جس زمانہ میں حضرت شیخ کے یہاں رمضان المبارک میں اعتکاف شروع نہیں ہوا تھا تو حضرت شیخ اپنے متعلقین کو رائے پور خانقاہ میں بھیج دیا کرتے تھے، میں بھی حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کے ساتھ بارہا اعتکاف کی غرض سے رائے پور پہونچا، چنانچہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ رمضان المبارک کی ۲۹/تاریخ تھی خانقاہ میں مغرب کی نماز کے بعد اعلان ہوا کہ لوگ چاند دیکھنے کی کوشش کریں، چنانچہ میں اور صوفی انعام اللہ لکھنوی جو حضرت کے خادم تھے نہر کی طرف چاند دیکھنے پہونچے، آسمان ابر آلود تھا ایک جگہ سے بادل چھٹا اور ہم دونوں کو چاند نظر آ گیا ہم نے شور مچایا کہ چاند دیکھ گیا یہ خبر سن کر خانقاہ سے بہت سے لوگ دوڑے ہوئے آئے حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ چاند دیکھنے تشریف لائے مگر جب تک چاند بادل کے ایک ٹکڑے میں روپوش ہو چکا تھا چاند پر بادل آ گیا تھا جسکی وجہ سے چاند نظر آنا بند ہو گیا تھا، چونکہ برسات کا زمانہ تھا کافی دیر حضرت مجمع کے ساتھ کھڑے رہے مگر چاند نظر نہ آیا حضرت نے کہا صوفی انعام اللہ کہاں ہے تیرا چاند؟ بڑی شرمندگی ہوئی مگر ہم دونوں شرمندگی کے باوجود کھڑے رہے اور چاند دیکھتے رہے چونکہ ہمیں چاند دیکھنے کا یقین ہو چکا تھا مگر حضرت کافی دیر کے بعد واپس ہو گئے اور پورا مجمع بھی حضرت کے ساتھ واپس ہو گیا، مجمع جب مسجد کے قریب پہونچا پھر دوبارہ ہمیں چاند نظر آ گیا میں دوڑا ہوا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا حضرت کسی کو بھیج دیجئے چاند پھر نظر آ گیا ہے، حضرت نے فرمایا بھائی چاند پھر دیکھو چنانچہ دس بارہ آدمی آئے اور انہوں نے

چاند دیکھ کر حضرت کو اطلاع دی حضرت چاند بالکل صاف نظر آ گیا ہے، ہم دونوں پر جو شرمندگی طاری ہوئی تھی وہ بھی ختم ہوگئی، رات کو رائے پور میں ہی قیام رہا صبح عید کی نماز پڑھ کر واپسی ہوئی، چونکہ خانقاہ میں عید کی نماز طلوع شمس کے کچھ ہی دیر بعد ہو جایا کرتی تھی، یہاں پر عید کی نماز اور جگہوں کی بہ نسبت جلدی ہوتی تھی اور عموماً سبھی لوگ عید کی نماز کے بعد واپس ہوتے تھے۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ ۱۸/شوال ۱۳۶۵ھ جامعہ اشرف العلوم گنگوہ میں تشریف لائے حضرت شیخ زکریاؒ اور مولانا غلام رسول صاحب جالندھری نیز دیگر اصحاب و رفقاء ساتھ تھے، آپ نے ایک بچے سے چند آیات اور کچھ مسائل سنے جس سے حضرت حد درجہ مسرور ہوئے اور اہل گنگوہ کو اس دینی خدمت پر مبارک باد پیش کی اور دعاؤں سے نوازا، نیز قلت وقت کی بنا پر آپ معائنہ نہ لکھ سکے لیکن حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی کو فرمایا کہ اہل گنگوہ کو ترغیب کیلئے ہماری طرف سے ایک تحریر لکھ دینا، چنانچہ حضرت کی طرف سے حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نے رجسٹر معائنہ جات میں ایک تحریر لکھدی تھی ذیل میں اس کی نقل درج کی جاتی ہے۔

الحمدلله و کفی وسلام علی عباده الذین اصطفی

آج ۱۸/شوال ۱۳۶۵ھ کو حضرت اقدس مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری **متعنا الله بقائه** اور حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور اور مولانا غلام رسول صاحب جالندھری مع دیگر چند احباب گنگوہ مدرسہ اشرف العلوم میں تشریف لائے، اور ایک بچے سے چند آیات سنیں اور کچھ

مسائل سنے جس سے حد درجہ مسرور ہوئے اور اہل گنگوہ کو اس دینی خدمت پر مبارکباد دی نیز اپنی بابرکت دعاؤں سے نوازا، احقر بھی ہمرکاب تھا قلتِ وقت کی وجہ سے کوئی معائنہ تحریر نہیں فرما سکے اور احقر کو ارشاد فرمایا کہ اہل گنگوہ کو ترہیب وترغیب کیلئے ایک تحریر ہماری طرف سے لکھدینا۔

گذارش ہے کہ ان اکابر اہل اللہ کا مبارکباد دینا انتہائی سعادت اور مدرسہ کیلئے امید افزاء اور فال نیک ہے، اسلئے اہل گنگوہ اس کی قدر کریں اور پوری جدوجہد اور زائد از زائد خلوص وللّٰہیت کیساتھ مدرسہ کی خدمت اور امداد کو سرمایۂ سعادت اور بہت بڑا ذریعہ رضائے خداوندی سمجھیں، توقع قوی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بہت جلد اس مدرسہ کو ترقیات کے ثمرات عطا فرمائیں گے وما ذلك على الله بعزيز وهو على كل شئى قدير وبالاجابة جدير فقط۔

العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۱۰/۱۳۶۵ھ

مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمان صاحبؒ اور آپ کی حق گوئی وبے باکی کا ایک بے مثال مظاہرہ

آپ کی ولادت باسعادت ۱۰/ جنوری ۱۹۰۱ء مطابق ۱۳۱۸ھ اپنے وطن سیوہارہ ضلع بجنور میں ہوئی، حفظ الرحمان (الف کے املاء کے ساتھ) آپ کا تاریخی نام ہے ابتدائی تعلیم مدرسہ فیض عام سیوہارہ اور مدرسہ شاہی مرادآباد میں ہوئی، ۱۳۴۱ھ میں دارالعلوم میں داخل ہوکر صدرا اور شمس بازغہ وغیرہ فلسفہ کی انتہائی کتابیں پڑھیں اور

۱۳۴۲ھ میں دورہ کی تحصیل سے فراغت ہوئی، اور یکم ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۲/ اگست ۱۹۶۲ء کو ملت اسلامیہ کا یہ جانباز مجاہد اپنے رب کے حضور حاضر ہوگیا، نئی دہلی حضرت شاہ ولی اللہ کے مشہور قبرستان مہدیان میں ان کی ابدی آرام گاہ ہے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی　　اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمان صاحب سیوہارویؒ کی جرأت و حق گوئی کا ایک عجیب وغریب واقعہ جو محترم الحاج غلام رسول صاحب کلکتوی نے سنایا، انہوں نے بتلایا کہ مولانا حفظ الرحمان صاحبؒ کے ساتھ جب مجاہد ملت کا خطاب یعنی لقب سامنے آیا اور کئی بار اجازت کے ذریعہ اور زبانی بھی سننے میں آیا میں نے ان کو کولوٹولہ کلکتہ کی مسجد میں لاکر ترجمۂ قرآن وتفسیر وغیرہ بیان کرنے کے لئے مقرر کرایا تھا کافی زمانہ تک یہ یہاں رہے یہاں رہتے ہوئے تو ان کی زندگی میں جرأت و بے باکی کی کوئی نمایاں مثال سامنے نہیں آئی، یہاں سے جانے کے بعد ایک دم مجاہد ملت کا خطاب پاگئے اتنی جلدی ان کی ذات میں نمایاں تبدیلی کیسے ہوگئی، میں اسی خیال میں تھا کہ دہلی نظام الدین کا جماعتی سفر ہوا تو میں نے ایک دن موقعہ پاکر حضرت مولانا یوسف صاحبؒ سے عرض کیا کہ پارلیمنٹ کے مسلمان ممبران میں جماعتی کام لیکر جانے کی اجازت دیدیجئے، چنانچہ حضرت مرحومؒ نے اجازت دیدی اور میں دوتین ساتھیوں کو لے کر ایک ممبر پارلیمنٹ کلکتوی جو اسی سال ممبر پارلیمنٹ بنے تھے ان کے مکان پر گیا، جماعتی کام ان کے سامنے پیش کیا انہوں نے کہا کہ ابھی چار دن کے بعد فلاں ممبر کی کوٹھی پر سیرۃ النبیؐ کا جلسہ ہونے والا ہے اس وقت دوسرے مسلمان ممبران بھی اس میں شریک ہونگے اور دوسرے غیر مسلم ممبران بھی

شریک جلسہ ہونگے آپ بھی تشریف لائیں اور اپنی بات پیش کریں، چنانچہ میں وقت مقررہ پر جلسہ میں شریک ہوگیا، حضرت مولانا حفظ الرحمان صاحبؒ کو بھی وہاں موجود پایا اور کئی صاحبان مسلمان اور غیر مسلموں نے سیرۃ النبیؐ کے موضوع پر مختصر مختصر بیانات کئے، مجمع کافی تھا ایک صاحب جو ہندوستانی سفارتخانہ کی طرف سے مصر میں سفیر بن کر گئے ہوئے تھے اس وقت وہ چھٹی پر دہلی آئے ہوئے تھے اور اسی جلسہ میں موجود تھے اور سیرۃ النبیؐ کے موضوع پر تقریر کرنے کھڑے ہوگئے، دو چار تمہیدی باتوں کے بعد انہوں نے یہ کہنا شروع کردیا کہ ہندوستان کے عوام اور علماء بہت شدت پسند اور دقیانوسی خیال کے ہیں مصری عوام اور علماء میں اتنی شدت نہیں، ہر کام آزادی سے کرتے ہیں اور بہت سی چیزیں جو یہاں ہندوستان میں منع کرتے ہیں پھر بھی لوگ ان کو کرتے رہتے ہیں یہ الفاظ سن کر میں نے دیکھا کہ مولانا حفظ الرحمان صاحبؒ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور ایک دم کھڑے ہوگئے اور بہت شدت کے ساتھ ان سے یہ کہا کہ آپ سیرت النبیؐ بیان کرنے کے لئے کھڑے ہوئے ہو یا مصر کے آزادی پسند خیالات لوگوں کا عمل بیان کرنے کے لئے کھڑے ہوئے ہو؟ ہم مصر کے علماء پر ایمان نہیں لائے بلکہ حضورصلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر ایمان لائے اور اگر آپ کا مطالعہ اور معلومات آپؐ کی سیرت پر نہیں تو آپ فوراً بیٹھ جایئے، تمام مجمع پر ایک سکوت اور سکتہ کا عالم طاری ہوگیا، میں یہ منظر اور حق گوئی کو دیکھ کر حیرت میں رہ گیا اور میں نے یہ فیصلہ کیا کہ واقعی یہ شخص مجاہد ملت ہے۔

آج کل جو مناظر ملت فروشی کے سامنے آرہے ہیں آپ ان اکابر کی جرأت و بے باکی حق گوئی کو دیکھ کر فیصلہ کریں کہ ہم کہاں ہیں اور وہ کہاں تھے، اللہ

تعالیٰ ان اکابر جیسی جرأت وحق گوئی کی طاقت ہمیں بھی عطا فرمائے، آمین۔

معائنہ مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمان صاحبؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج بتاریخ ۲۱ر رجب المرجب ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۷ر مارچ ۱۹۵۵ء میں نے مدرسہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کا معائنہ کیا اجلاس میں شرکت کی ماشاء اللہ یہ دینی مدرسہ ناظم مدرسہ جناب قاری شریف احمد صاحب اور ارکانِ مدرسہ کی مخلصانہ جدوجہد کی بدولت روبہ ترقی ہے، تقریباً دوسو طلبا تعلیم پا رہے ہیں، قرآن کریم اور دینیات کی تعلیم کا خاطر خواہ انتظام ہے سات اساتذہ تعلیم دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس دینی گلزار کو بیش بہاریں دیکھنا نصیب کرے آمین، اہل شہر واہل خیر کا فرض ہے کہ اس دینی دورِ انحطاط میں اس دینی وملی درسگاہ کی دامے، درمے، قدمے ہر طرح مدد کر کے اجرِ دارین حاصل کریں۔

خادم ملت محمد حفظ الرحمان کان اللہ لہ

ناظم عمومی جمعیت علمائے ہند

سرتاج المشائخ حضرت اقدس مولانا شاہ وصی اللہ صاحب

الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری وشرفِ ملاقات

حضرت اقدس مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ ہمارے دادا پیر ہوتے ہیں، آپ کی ولادت ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۶ء موضع فتح پور تال نرجا ضلع اعظم گڈھ میں ہوئی، والد صاحب کا نام یعقوب خان ہے، ابتدائی تعلیم مدرسہ جامع العلوم کانپور میں ہوئی، بعد ازاں دار العلوم میں داخل ہو کر ۱۳۳۶ھ میں دورۂ

حدیث شریف کی تکمیل کی پھر دارالعلوم سے فراغت کے بعد حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر حلقۂ ارادت میں شامل ہوگئے۔ اور حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے اجل خلفاء میں سے ہوئے، بڑے ہی عابد زاہد، متقی، خائف من اللہ، شائق الی اللہ، دنیا سے اعراض کرنے والے، ہر وقت آخرت کی طرف اقبال اور توجہ میں مگن رہنے والے، جامع الاوصاف والکمالات، منبع الفیوض والبرکات، صاحب کشف وکرامات، صاحب علم ومعرفت، حلقۂ علماء صلحاء میں ایک مسلّم بزرگ مانے جاتے تھے، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے بعد تمام تر حضرات کا رجوع آپ ہی کی طرف رہا اور عوام وخواص میں آپ کو مقبولیت اور محبوبیت حاصل رہی اور کوپاگنج کے قریب ایک مقام پر مستقل حضرت کا مدرسہ اور خانقاہ جاری رہا جہاں سے ہزاروں لوگ فیضیاب ہوئے، اسی طرح شہر الہ آباد میں جو کبار اولیاء اللہ کا مسکن اور وطن رہا ہے آپ نے قیام فرمایا اور وہاں بھی آپ کے فیوض وبرکات کے دریاؤں سے ایک امت نے سیرابی حاصل کی اور علم وعرفان کی بارشوں سے اپنے مردہ قلوب کو زندہ کیا اور بنجر زمین کو شاداب اور گلزار بنایا، آپ ہمارے شیخ حضرت اقدس جامع الکمالات منبع الفیوض والبرکات حضرت مولانا شاہ محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم کے شیخ اول بھی ہیں اور خسر بھی ہیں، اس طرح سے آپ ہمارے دادا پیر بھی ہوتے ہیں اور باپ کے سلسلہ سے مربوط ہیں، حضرت والد صاحبؒ کی ان کی خدمت میں حاضری کے تعلق سے عزیزم گرامی مولانا مفتی محمد احسان صاحب سلمہ یہاں اس طرح لکھتے ہیں:

حضرت مولانا قاری شریف احمد گنگوہیؒ کو اکابر کی خدمت میں حاضری

دینے اور ملاقات کا شرف حاصل کرنے نیز ان کی دعائیں توجہات وبرکات حاصل کرنے کا جذبہ گویا فطری تھا، اسی لئے آپ اس مبارک عمل کی سعادت حاصل کرنے کیلئے قریب وبعید کے اسفار بھی کرتے رہتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے کانپور پھر الہ آباد کا سفر اسی مقصد کے پیش نظر کیا جس کو ہم یہاں پر حضرت ہی کی زبانی تحریر کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں، تاہم آپ نے فرمایا کہ جس زمانہ میں حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کانپور میں قیام پذیر تھے اسی دوران بندہ حضرت مفتی صاحب سے ملاقات کیلئے کانپور پہونچا، دوتین روز کانپور میں قیام کرکے حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ الہ آبادی سے ملاقات کیلئے رات کی ٹرین سے الہ آباد روانہ ہوا، اسٹیشن پراتر کر حضرت کی قیام گاہ کی طرف چلا صبح کا وقت ہوگیا تھا اس لئے راستہ ہی میں محلّہ کی ایک مسجد میں فجر کی نماز ادا کی، بعدہ حضرت شاہ صاحبؒ کے دولت کدہ پر حاضر ہوا وہاں پر نیچے کی منزل میں بہت سے حضرات بیٹھے ہوئے تھے، دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ حضرت قریب کے ایک گاؤں میں تشریف لے گئے ہیں اور جلد ہی تشریف لانے والے ہیں سبھی لوگ حضرت کے انتظار میں بیٹھے ہیں میں بھی انہیں لوگوں میں بیٹھ گیا، تھوڑی دیر کے بعد حضرت تشریف لے آئے سفر کے اثرات آپ پر نمایاں تھے داڑھی اور سر مبارک گرد آلود ہورہے تھے، اسی حالت میں آپ اندر داخل ہوئے سبھی حضرات احتراماً کھڑے ہونے لگے لیکن آپ نے سب کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا کہ سب لوگ اپنی جگہ بیٹھے رہیں کسی کو اٹھنے کی ضرورت نہیں مگر میں نے کھڑے ہونے کی حالت میں ملاقات کرتے ہی عرض کردیا کہ میں گنگوہ کا رہنے والا ہوں، حضرت مفتی محمود حسن

صاحب سے ملاقات کیلئے آیا تھا اور اب یہاں حضرت والا کی زیارت وملاقات کیلئے حاضر ہوا ہوں، آپ نے میری بات بغور سنی اور اندر کمرہ میں تشریف لے گئے تھوڑی دیر بعد حضرت کے ایک خادم لوگوں کے پاس باہر آئے حضرت کے اس زمانہ میں دو خادم رومی اور جامی نام کے تھے یہ دونوں مظاہر علوم کی تعلیم کے زمانہ سے میرے شناسائی تھے، ان میں سے ایک باہر آئے اور حضرت کا پیغام لوگوں کو سنایا کہ جو لوگ میرے پاس آنے والے ہیں وہ مجلس آرائی کیلئے نہ آیا کریں بلکہ عمل کی نیت سے آیا کریں اور جو کچھ مجلس میں سنیں عمل کی نیت سے سنکر اس پر عمل کریں، یہ کہکر وہ صاحب چلے گئے باہر جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے ان میں فاروق نامی ایک شخص تھا جو تھانہ میں ملازم تھا تھانہ والوں نے اس پر زیادتی کی تھی کچھ شہری حضرات اس کے معاملہ کے بارے میں تھانہ میں جا آرہے تھے، دوسری مرتبہ حضرت نے یہ پیغام بھیجا کہ آپ لوگ اس کے معاملہ میں نہ پڑیں ذراسی دیر میں ہندو مسلم فساد ہو جاتا ہے صبر وتحمل سے کام لیں، یہ کہکر وہ صاحب اندر چلے گئے، تیسری مرتبہ وہ صاحب پھر حضرت کا پیغام لائے اور مجھکو کہا کہ حضرت آپ کو بلا رہے ہیں چنانچہ میں اندر حضرت کی خدمت میں گیا اور دوبارہ حضرت سے ملاقات کی، حضرت نے میرے لئے ناشتہ منگوایا ناشتہ کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے تھے گنگوہ تشریف نہیں لائے، نیز میں نے عرض کیا کہ اس مرتبہ جب آپ تھانہ بھون تشریف لائیں تو گنگوہ مدرسہ اشرف العلوم میں ضرور تشریف لائیں، حضرت نے فرمایا بہت اچھا انشاء اللہ ضرور آؤں گا لیکن تقدیر الٰہی سے کون واقف ہے وہ تو سر من اسرار اللہ ہے، تاہم قصہ یوں ہوا کہ حضرت والا نے اسی

سال اپنے کچھ متعلقین ومتوسلین کی کوشش پر حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ فرمالیا، آپ کے حج میں تشریف لے جانے کے ارادہ کی خبر دور دراز علاقوں میں پھیل گئی، تو متعلقین ومتوسلین ومریدین کی بڑی تعداد حضرت والا کی زیارت کیلئے آنے لگی یہاں تک کہ حضرتِ والا ۱۹؍شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۲؍نومبر ۱۹۶۷ء؍دس گیارہ بجے دن میں ممبئی کرلا میں واقع اپنی قیام گاہ سے بندرگاہ کیلئے روانہ ہوئے، نماز ظہر جہاز پر باجماعت ادا فرمائی لوگوں کا بے حد اژدہام تھا بھیڑ بھاڑ اور سلام ومصافحہ کی کثرت سے حضرت کو تعب ہونے لگا اور فرمایا کہ یہ لوگ تو مجھکو مارہی ڈالیں گے مگر ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ یہ سب محبت ہی میں کررہے ہیں، اس کے بعد حضرت اپنے فرسٹ کلاس حجرہ میں تشریف لے گئے، حضرت مولانا قمرالزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم العالیہ (آپ کے داماد) حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ان سے فرمایا کہ بچوں کا خیال رکھنا تاہم حضرت مولانا قمرالزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم العالیہ اور ان کے رفقاء حضرت والا کی نصائح حاصل کرکے نیچے اتر آئے اور ساحلِ سمندر پرآکر کھڑے ہوگئے، حضرت والا کیلئے جہاز میں باہر کرسی رکھدی گئی چنانچہ حضرت والا اپنے جملہ احباب متعلقین ومحبین کی تسلی کیلئے باہر کرسی پر تشریف لائے اور دعاء کیلئے اپنے مبارک ہاتھوں کو اٹھایا اس ہیئت کو دیکھ کر سبھی لوگوں نے دعاء کیلئے ہاتھ اٹھادئے اور دعاء میں شریک ہوئے گریہ وزاری میں عجیب سماں بندھ گیا تھا لوگ آمین آمین کہتے رہے، حضرت مولانا قمرالزماں بارک اللہ فی حیاتہ یہاں فرماتے ہیں کہ مجھے خدا کی ذات سے قوی توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دعاؤں کو ضرور قبول کیا ہوگا، عصر سے قبل جہاز روانہ ہوا اور

حضرت کے متوسلین جہاز کو حسرت بھری نگاہ سے دیکھتے رہے یہاں تک کہ جہاز آنکھوں سے اوجھل ہوا جہاز میں دو ہی روز گزرنے کے بعد آپ کی طبیعت بگڑنے لگی قے اور متلی کا سلسلہ شروع ہوا خدام نے نیچے کے طبقہ میں ڈاکٹروں کو اطلاع دی جہاز کے ڈاکٹر حاضر ہوئے انہوں نے اپنا علاج شروع کیا دو انجکشن لگائے قدرے افاقہ محسوس ہوا مگر حالت اندر ہی اندر بگڑتی گئی یہاں تک کہ آپ اسی شب میں ۲۲؍شعبان ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۴؍نومبر ۱۹۶۷ء بروز جمعہ ساڑھے گیارہ بجے اپنے حقیقی مولیٰ سے جاملے انا للہ وانا الیہ راجعون، یہ جانکاہ خبر بذریعہ وائرلیس حجاز مقدس کو دی گئی تو وہاں کے مخلص احباب اور سفیر ہند مدحت کامل صاحب نے کوشش کر کے جنت المعلی میں تدفین کیلئے سعودی حکومت سے منظوری حاصل کرلی اور جسد مبارک کو مکۃ المکرّمہ لانے کی سرکاری طور پر اجازت مل گئی یہاں تک کہ مدرسہ صولتیہ میں غسل دینے کا انتظام کرلیا گیا اور جنت المعلی میں شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے قریب قبر تیار کرلی گئی، مگر خداوند قدوس کو کچھ اور ہی منظور تھا اسلئے جہاز کا کپتان یہ سمجھا کہ اجازت نہیں ملی وہ غلط فہمی کا شکار ہوا اس نے کہا کہ ہم بغیر سرکاری اجازت کے نعش کو ساحل سمندر پر نہیں لیجا سکتے کپتان نے سخت انکار کیا کپتان کے سخت انکار کی وجہ سے اب کوئی شکل باقی نہ رہی تھی سوائے اس کے کہ جہاز کے قانون کے مطابق نعش کو بحر احمر میں اتار دیا جائے، چنانچہ بعجلت تمام غسل وتکفین سے فارغ ہوئے اور نماز جنازہ قاری مبین صاحب مدظلہ العالی نے پڑھائی اس کے بعد جسد مبارک جہاز کے قانون کے مطابق بحرِ احمر میں اتار دیا گیا، اب وہ شعر اچھی طرح سمجھ میں آنے لگا جس کو حضرت بار بار

پڑھا کرتے تھے:

پھول کیا ڈالوگے تربت پر میری　　خاک بھی تم سے نہ ڈالی جائیگی

اور مرزا غالب کا یہ شعر بھی اکثر آپ کی وردِ زباں ہوتا

ہوئے ہم جو مر کے رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا

نہ کہیں جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

حضرت والا کے وصال پر ملال کی خبر برق رفتاری کے ساتھ ملک میں پھیل گئی جس کو بھی اس حادثۂ فاجعہ کی خبر موصول ہوئی دل تھام کر بیٹھ گیا، رضاء بالقضاء کے علاوہ کوئی چارہ باقی نہ رہا، تاہم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ میں حضرت نے آنے کا جو وعدہ فرمایا تھا وہ بھی پورا نہ ہوسکا، مگر آپ کی روحانی توجہات وبرکات بخوبی محسوس ہوتی ہیں کیونکہ آپ ہی کے رفیق خاص اور ہم عصر بزرگ ولی کامل عارف باللہ جناب حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڑھیؒ سے جناب مفتی خالد سیف اللہ زید مجدہ مہتمم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ راہ سلوک میں منسلک ہوکر اکتساب فیض کر چکے ہیں، آنموصوف نے مفتی خالد سیف اللہ زید مجدہ کو اپنا منظور نظر بنا کر بیحد شفقتوں اور دعاؤں سے نوازا اور اپنا مجاز صحبت قرار دیا: مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڑھی کے وصال کے بعد مفتی صاحب مدظلہ العالی زید مجدہ نے حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی مدظلہ العالی کی طرف رجوع کیا اور مقامات سلوک طے کئے، تا آنکہ حضرت مولانا قمر الزماں صاحب مدظلہ العالی نے بھی بے پناہ عنایات وتوجہات فرما کر خلافت سے سرفراز فرمایا اور مزید توجہات فرماتے رہے، کئی مرتبہ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کیلئے آپنے سفر فرمایا اور

تشریف لاکر اپنے وعظ سے عوام خواص کو مستفیض فرمایا، اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت مفتی خالد سیف اللہ صاحب مدظلہ العالی کو مجاز بیعت قرار دیئے جانے کے بعد سے سرزمین گنگوہ پر سلسلہ نقشبندیہ کی آبیاری ہوئی اور قریب وبعید سے لوگ بخوشی آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوکر فیضیاب ہونے لگے اور بحمد اللہ آں موصوف کے مریدین ومتوسلین کی تعداد روز بروز بڑھتی جارہی ہے اور سلسلہ نقشبندیہ کو فروغ ہورہا ہے، دل سے دعاء ہے کہ باری تعالی موصوف کی ذات گرامی کو مرجعِ خواص وعوام بنائے اور خلق کثیر کو آپ کے سلسلہ سے مستفیض فرمائے۔

خلعتِ خلافت

جیسا کہ گذشتہ سطور میں بالتفصیل لکھا جاچکا ہے کہ حضرت والد بزرگوار مستقل طور پر حضرت شیخ زکریا نوراللہ مرقدہ سے تقریباً ۳۵ رسال منسلک رہے، دارالعلوم دیوبند کی تعلیم کے دوران حضرت شیخ زکریاؒ سے اصلاحی تعلق قائم کرلیا تھا، ان کے آخری زمانے تک ان کے بتائے ہوئے اوراد ووظائف پر پابند رہے اور ان کے ساتھ آپ کو اس درجہ محبت وعقیدت کا تعلق تھا کہ تقریبا ہر ہفتہ ان کی خدمت میں حاضری اور پھر ان کا بارہا گنگوہ تشریف لانا مدرسہ اور گھر پر قیام کرنا ایک زمانۂ دراز تک رہا، حضرت شیخ کے وصال کے بعد ظاہری طور پر اس کا پتہ لگنا نہایت مشکل تھا کہ آپ نے پھر اس سلسلہ میں کسی سے رجوع کیا ہو چونکہ اس معاملہ میں آپ نے بہت زیادہ اخفاء سے کام لیا ہے، مگر ذیل میں ذکر کیا گیا خط اور پھر اس کے بعد خلافت کا معاملہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ نے حضرت مولانا سید محمود حسنؒ خلیفہ

حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے گویا ایک طرح سے رجوع کیا جو آپ کی انتہائی تواضع پر دال ہے، چونکہ ایک طرح سے سید صاحب آپ کے ہم زمانہ ہم عمر بزرگ ہیں اور آپ کے ساتھ ایک بے تکلفانہ اور رفیقانہ تعلقات رکھتے تھے اور ہر دفعہ میں ملاقات پر کہتے تھے کہ ہم سے پہلے مت جانا تاکہ ہمارے لئے ایصال ثواب کرا سکو، مگر اللہ کی شان کہ وہ پہلے چلے گئے اور حضرت سید صاحب کی عمر میں اللہ پاک نے برکت فرمائی اور وہ حضرتؒ کے بعد کافی عرصہ حیات رہے یہاں تک کہ ابھی قریب میں انتقال فرمایا، انکے تعلق سے جامعہ کے ترجمان ماہنامہ ''صدائے حق'' کے شمارہ میں بقلم محترم مولانا محمد ساجد صاحب زید احترامہ مدرس جامعہ ہذا جو کچھ لکھا گیا درج ذیل ہے۔

آہ! حضرت مولانا محمود حسن پٹھیڑوی رحمۃ اللہ علیہ

اس کارگاہِ ہستی میں بھلا قرار کسے نصیب ہوا؟ یہاں تو ہر شخص آیا ہی اس لئے کہ وہ اپنی حیاتِ مستعار کو حق جل مجدہ کی خوشنودی کے حصول میں صرف کر کے وہاں کی لازوال نعمتوں کا مستحق قرار پائے اور زہے قسمت اگر بوقتِ رحلت بارگاہِ خداوندی سے رضاجوئی کا یہ پروانہ بھی نصیب ہو جائے جس کی طرف ذیل کی یہ آیتِ قرآنی مشیر ہے ''یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ''

گذشتہ ۲۵/مارچ ۲۰۱۱ء بروز جمعہ کو سلوک و معرفت کی عبقری شخصیت عارف باللہ، زاہدِ مرتاض، شیخ و مرشد حضرت مولانا سید محمود حسن پٹھیڑویؒ (بعمر

اٹھاسی سال) کے انتقال کی اندوہناک خبر سے دل ودماغ گویا ماؤف ہوکر رہ گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون کے کلمات زبان پر جاری تھے کہ ذہن فوراً آیت مذکورہ کی طرف گیا جس میں سعادت مند روحوں کو بہشت میں داخلہ کا مژدۂ جانفزا گوش گذار کیا گیا ہے۔

حضرت مولانا کو جن حضرات نے دیکھا ہے وہ گواہی دیں گے کہ ظاہری ٹیپ ٹاپ اور شاہی کروفر سے بے نیاز یہ درویش اور ولی کامل شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے آستانے پر گوشۂ خلوت میں بیٹھ کر ریاضت ومجاہدات، عبادتِ الٰہی، ذکر وفکر، تلاوتِ قرآن، اوراد ووظائف جیسے معمولات پر کاربند رہا، انجذاب الی اللہ کی کیفیت نے اپنے مرشد حضرت مدنیؒ کا کچھ ایسا دامن گرفتہ بنادیا تھا کہ ان کے وصال کے بعد بھی اخیر میں آپ وہیں کے ہوکر رہ گئے تھے، اجازت وخلافت بھی حضرت مدنیؒ سے حاصل تھی، آہ صد آہ! کہ بزم مدنی کا یہ روشن چراغ بھی ہمیشہ کیلئے گل ہوگیا۔

حضرت مولانا محمود حسن علیہ الرحمہ شہر سہارنپور سے تقریباً ۲۰ رکلومیٹر دور مضافاتی گاؤں پٹھیڑ میں سادات خانوادے کے چشم وچراغ تھے، وہیں سے آپ کا خمیر اٹھا تھا لیکن دیوبند میں تعلیم وتربیت کے مراحل طے ہوئے اور دامنِ مراد بھی یہیں سے پوری ہوئی۔

آپ کی زندگی بے شمار خوبیوں سے آراستہ اور جامع الاوصاف والکمالات تھی، زاہد فی الدنیا، راغب فی الآخرۃ اور سلوک واحسان میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے، دنیا

ومافیہا سے بیزار بس اللہ اللہ ہی ان کا محبوب مشغلہ، کثیر التلاوۃ، کثیر العبادۃ، کثیر الخلوۃ مع اللہ شخص تھے اور ہمیشہ دینی فکر اور دینی لگن اور خدمت خلق میں مست رہتے تھے اور بہت زیادہ شکر گذار انسان تھے اور اسی سے ان کو راحت وقرار ملتا، بارہا مجلس میں جانے کا اتفاق ہوا زبانِ حال سے اور زبان قال سے بھی بس ایک ہی سبق اور اسی کا ورد سننے اور دیکھنے کو ملا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض وبرکات ماشاء اللہ وسیع پیمانے پر پھیلے سرکردہ علماء، مذہبی شخصیات اور سربرآوردہ حضرات آپ کے حلقۂ بیعت میں شامل بلکہ اجازت وخلافت یافتہ ہیں، جس کا اندازہ آپ کے فیض یافتگان سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، شریف الامت حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خاص تعلق تھا اوران دنوں بزرگوں کی باہمی ملاقات کا خوش گوار منظر بس دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔

حضرت مولانا اپنے انتقال سے چند ہی روز قبل جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ میں تشریف لائے تھے اور بندہ حقیر کو معلوم فرمایا افسوس کہ سفر پر ہونے کی وجہ سے ان سے ملاقات کا شرف حاصل نہ ہوسکا، پھر بھی آپ اندر مدرسہ میں تشریف لائے اور کافی دیر تک حاضرین مجلس کے سامنے والد بزرگوار حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور بندہ کے تعلق سے اپنے دلی جذبات اور محبتوں کا اظہار فرماتے رہے، بالخصوص حضرت والد صاحبؒ کے تعلق سے بلند تعریفی کلمات فرمایا کرتے تھے، اللہ پاک دونوں بزرگوں کے درجات بلند

تر فرمائے اور اعلیٰ علیین میں مقام رفیع پر فائز فرمائے۔

اس کو حسنِ اتفاق کہا جائے گا کہ ناچیز راقم الحروف امام حرم محترم کے فیوض و برکات حاصل کرنے کیلئے جم غفیر میں شریک تھا وہیں اعلان سنا بیحد افسوس ہوا اور آخر تک نماز جنازہ اور تدفین میں موجود رہا مزار قاسمی دیوبند میں تدفین ہوئی، اللہ پاک حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پسماندگان کو صبر جمیل نصیب فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے آمین یارب العالمین۔

اب ہم سید صاحب کا خط ذکر کرتے ہیں، جو کہ حضرت والد صاحبؒ کے ایک خط کے جواب میں لکھا گیا ہے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

والا نامہ باعث سرفرازی ہوا بار بار پڑھا جو سکون قلب کا ذریعہ بنتا رہا، کئی مرتبہ جواب کا ارادہ کیا مگر اپنی طبیعت کے ضعف اور واردین وصادرین رکاوٹ بنتے رہے، میرے کرم فرما جناب کو اور مولانا شریف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ چھٹملپوری کو اللہ تعالی نے دین کی خصوصی خدمت کے لئے پیدا فرمایا سو کر رہے ہیں، اور آپ دونوں حضرات کے ذریعہ سے اللہ تعالی نے زبردستی بہت بڑی دینی درسگاہ قائم فرمائی، جسمیں ابھی تک ہزاروں حافظ وقاری محدث شیخ الادب والفقہ پیدا فرمائے، خدا کرے تادیر یہ درسگاہیں قائم رہیں، جس قدر حافظ وقاری، محدث، شیخ الادب والفقہ، بنیں گے اور دینی خدمات کریں گے سبھوں کا اجر جناب کو اور حضرت مولانا شریف احمد صاحبؒ کو انشاء اللہ تعالی ملتا رہے گا۔

اور جناب کے تو ماشاء اللہ خود فرزند ارجمند محدث شیخ الادب والفقہ

صاحب نسبت بزرگ آپ کی خدمت میں ہی رہتے ہیں، اسلئے میں نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں آپ دونوں حضرات کا کسقدر اونچا مقام ہوگا۔

یہ کیفیت جو جناب نے اپنی لکھی ہے اپنے بزرگوں کی آخر میں یہی حالت اور کیفیت ہو جاتی ہے، یعنی اپنے آپ کو مٹا دینا اور خود کو کچھ بھی نہ سمجھنا، اور مجھ جیسے نالائق سے جو آپکی جوتی کی خاک کے برابر بھی نہیں بیعت وغیرہ کا خیال فرمانا یہ سب جناب کے علومرتبہ کی دلیل ہے۔

میں نے شاہ عبدالقدوس صاحب قدس سرہ کے متعلق حضرت گنگوہی قدس سرہ کا یہ فرمان سنا کہ تمام رات ذکر میں مشغول رہتے تھے، جن کا ذکر اتنا طویل ہوگا انکا حال کتنا اونچا ہوگا، مگر شاہ عبدالقدوس صاحب قدس سرہ نے اپنے کو اسقدر مٹایا کہ جب انکے صاحبزادے گھر میں بھوک کی وجہ سے روتے تھے تو انکی امّی کہتی تھیں کہ جاؤ اپنے ابّا کے پاس۔

بچے خانقاہ میں آتے اور حضرت انکو گھر میں لیجا کر بغل میں لیکر روتے اور یہ فرماتے اے خدا! یہ معصوم بچے میری بد اعمالیوں کی وجہ سے پریشان ہیں مجھکو معاف کردے، جبکہ کتنا طویل ذکر کتنا اونچا حال تھا، کسر نفسی کا یہ حال کہ اپنی بد اعمالیوں کا تصور فرما کر توبہ کرتے تھے۔

حضرت انور شاہ صاحب کشمیریؒ کو جب حضرت شیخ الہند قدس سرہ نے صدر مدرس بنا دیا اور انور شاہ صاحبؒ دارالعلوم میں سبق پڑھانے تشریف لائے تو کتاب ترمذی شریف کھولی طالب علم نے عبارت پڑھی اور شاہ صاحب سوچنے لگے اور چند منٹ کے بعد کتاب بند کی اور سیدھے حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے مکان پر

پہونچے، حضرت پاؤں لٹکائے ہوئے چارپائی پر تشریف فرما تھے شاہ صاحب نیچے بیٹھ گئے اور شیخ الہند قدس سرہ کی ٹانگیں دبانے لگے اور زار وقطار رونے لگے کہ حضرت آپ نے مجھے صدر مدرس بنا دیا میں کیسے اس مرتبہ کو انجام دے سکوں گا، شیخ الہندؒ انکو دعائیں دیتے رہے اور تسلی دیتے رہے کہ انشاء اللہ آپ کامیاب رہو گے، اسکے بعد آئے اور سبق شروع کیا، استاذ کے پاؤں دبانا اور زار وقطار رونا یہ اللہ تعالی نے وہی اپنی ہستی کے مٹانے کا ایک مقام عطا فرمایا تھا، اور حضرت مدنی قدس سرہ کی مثال تو ہمارے اور آپ کے سامنے ہے کہ شیخ الحدیث صاحب سہارنپوریؒ نے بارہا فرمایا کہ اپنے والد صاحب (مولانا یحییٰ صاحبؒ) اور حضرت مدنی قدس سرہ کو جسطرح میں نے روتا دیکھا کسی بزرگ کو نہیں دیکھا۔

وصال کے وقت بعد نماز فجر حضرت مولانا فخر الدین صاحب قدس سرہ اپنے گھر مراد آباد جا رہے تھے تو حضرتؒ کی خدمت میں ملاقات کو گئے، تو حضرت مدنیؒ بہت روتے رہے اور فرماتے رہے کہ میں کچھ نہیں مولانا میری مغفرت کی دعاء فرمانا، مولانا فخر الدین صاحبؒ فرماتے رہے کہ میں بعض روایات سے حضرت کے کارنامے انکو یاد دلاتا رہا مگر انکی گریہ وزاری عشق خداوندی بڑھتی ہی رہی اور ہچکی بندھ کر رونے لگے، آخر میں اسی حال میں اٹھکر چلا آیا۔

یہ اپنے اکابر کے چند احوال جناب کو لکھے یہ اعلی درجہ کے احوال ہیں، انہیں احوال کا جناب پر غلبہ ہے کہ اللہ تعالی نے بہت بڑی خدمت جناب سے لی ہے، اللہ تعالی مزید درجات سے جناب کو نوازے، جو مقام اللہ تعالی نے آپکو اپنے مٹانے کا عطا فرمایا اسپر جناب کو مبارکباد پیش کرتا ہے، بندہ کا تو اب یہ

حال ہے کہ رات کا اکثر حصہ کو لکھنے کراہنے میں گزر جاتا ہے، کئی کئی مرتبہ چائے اور دوا لیتا ہے، اسیطرح رات ختم ہو جاتی ہے، اور دن میں رات کی تکان کا کافی اثر ہوتا ہے، اور اکثر مہمان آتے جاتے رہتے ہیں اسمیں مشغول رہتا ہے، مرنے کا وقت ہے دعاء فرمائیں اللہ تعالی کامل ایمان پر خاتمہ فرمائے آمین۔

یہ تو انشاء اللہ جناب سے قوی امید ہے کہ جب اس اپنے خادم کے مرنے کی خبر سنو گے تو انشاء اللہ تعالی قرآن خوانی وغیرہ کے ذریعہ مغفرت کی سعی فرمائیں گے، مفتی خالد سیف اللہ قاسمی کی خدمت میں سلام مسنون کے بعد دعاء کی درخواست ،فقط والسلام۔ خادم سید محمود غفرلہ

مدنی منزل دیوبند ضلع سہارنپور ۶ رفروری

حضرت والد ماجد قدس سرہ نے اپنی ذاتی ڈائری میں اس طرح لکھا ہے:

۷رجمادی الثانی ۱۴۲۴ھ بدھ ۸رجون ۲۰۰۳ء آج گیارہ بجے دن مولانا سید محمود حسن صاحب مدظلہ پٹھیڑوی دیوبند سے مدرسہ تشریف لائے، یہ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں، اور بندہ حقیر احقر شریف احمد خادم مدرسہ ہذا کو خلافت جیسی نعمت عظمیٰ سے نوازا، جزاہم اللہ تعالی احسن الجزاء، بندۂ حقیر نے حضرت ممدوح کو شاہ بھیک کا یہ شعر سنایا، حضرت شاہ ابوالمعالی انبیہٹوی نے جب انکو خلافت دی تو شاہ بھیک پر بہت ہی بے خودی اور وجد کی کیفیت طاری ہوئی، فوراً یہ شعر پڑھا ؎

بھیکا مالی پرواریاں پل میں سوسو بار کوّے سے ہنس کیا پرت نہ لاگی بار

لطف کی بات یہ ہے کہ جس روز یہ معاملہ ہوا اس سے دو تین روز قبل ہی حضرت والد صاحبؒ نے راقم السطور سے اپنا یہ خواب ذکر فرمایا تھا کہ کوئی بزرگ میرے پاس

دفتر میں تشریف لائے اور مجھ کو کچھ عنایت فرما رہے ہیں دو تین روز کے بعد پھر یہ قصہ آپ کے خواب کی تعبیر کی صورت میں ظاہر ہوا اللہ پاک دونوں بزرگوں کے درجات بلند فرمائے آمین۔

شجرۂ طریقت

پہلے گذر چکا ہے کہ اسلامی تعلیمات کی ممتاز خصوصیات میں سے نسب سند بھی ہے جو کہ دوسرے کسی مذہب یا سوسائٹی میں اس طرح نہیں، اسی طرح روحانی تربیت (جس کا دینی نام تزکیۂ نفس ہے) کا بھی سلسلۂ سند ہے جو ایک لحاظ سے دوسرے تمام سلسلوں سے ممتاز ہے کیونکہ دین اسلام کے تمام شعبوں کا اصلی منبع سیّدِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی ذاتِ عالی صفات ہے، اسی اہمیت کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے علمِ حدیث کی سند حضور سید دو عالم ﷺ تک پہنچتی ہے۔

تزکیۂ باطن جس کا مشہور نام احسان وسلوک اور طریقت ہے اس کا منبع بھی سید دو عالم ﷺ کی ذاتِ عالی صفات ہے اس لئے تمام روحانی سلسلوں کا شجرہ مربوط رکھنا ضروری ہے، خصوصاً جب کسی سالک کو شیخ کی طرف سے مجازِ بیعت کیا جاتا ہے اور وہ اس سلسلہ میں مُنسلک ہو جاتا ہے، چنانچہ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کو قطبِ عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے مجازِ طریقت کی سند عطا فرمائی گئی جس کی باقاعدہ گنگوہ شریف میں دستار بندی کی گئی، آپ کا شجرۂ طریقت درجِ ذیل ہے:

یاالٰہی کن مناجاتم بفضلِ خود قبول　　از طفیلِ اولیائے صابری
بہر امداد و بنور و حضرتِ عبدالرحیم　　عبدباری عبدہادی عضد دین مکّی ولی

ہم محمدی ومحبّ اللہ وشاہِ بوسعید ہم نظام الدین جلال وعبد قدوس احمدی

ہم محمد وعارف ہم عبدحق شیخ جلال شمس دین ترک وعلاؤالدین فرید جودھنی

قطب دین وہم معین الدین وعثمان وشریف ہم مودود وابو یوسف ہم محمد واحمدی

بو اسحاق وہم بہ ممشاد وہم ہبیرہ نامور ہم حذیفہ وابنِ ادہم ہم فضیل مُرشدی

عبدواحد ہم حسن بصری علی فخرِ دین سید الکونین فخر العالمین بشری نبی

پاک کُن قلب مرا تُو از خیال غیر خویش بہر ذات خود شفایم دِہ ز امراضِ دلی

فائدہ: اس شجرۂ طریقت کو حضرت شیخ الہندؒ کے والد ماجد مولانا ذوالفقار علیؒ نے عربی میں منظوم فرمایا ہے اور اسی شجرۂ مبارکہ کو بانیٔ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے فارسی زبان میں منظوم فرمایا ہے جس کی افادیت کے بارے میں حضرتِ مدنی نوراللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا: ''اگر ممکن ہو تو روزانہ شجرۂ منظومہ حضرت نانوتویؒ ایک مرتبہ پڑھ لیا کیجئے اور مشائخِ طریقت کے لئے ذکر شروع کرنے سے پہلے ایصالِ ثواب کیا کیجئے، درود شریف تین مرتبہ، سورۂ فاتحہ تین مرتبہ، سورۂ اخلاص بارہ مرتبہ، درود شریف تین مرتبہ پڑھ کر دُعا کیجئے کہ پروردگار اس کا ثواب میرے مشائخ طریقت کو پہنچادے اور ان کی برکت سے ان کے طفیل میں میرے دل کو اغیار سے پاک اور اپنی معرفت کے انوار سے منور کردے''۔

حضرت مدنی نوراللہ مرقدہ کے زمانۂ اقدس میں اس شجرۂ مبارکہ کو دلکش اردو نظم میں مرتب کیا گیا تھا اور حضرت گنگوہیؒ نے اس شجرہ کو فارسی زبان کی مختصر نظم میں منظوم فرمایا ہے (ماخوذ از چراغ محمدؐ، ص ۲۴۸)۔

حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے اوصاف وکمالات

(۱) آپ کا قرآن کریم کے ساتھ والہانہ تعلق

حضرت والد صاحبؒ اپنے دور طالب علمی ہی سے قرآن پاک کے دیوانہ اور عاشق تھے، قرآن پاک پر محنت اور اس کی اشاعت ہی ان کی زندگی کا نصب العین تھا، بچپن سے بہترین قاریٔ قرآن اور مجود تھے، آپ نے اپنے دو استادوں حضرت قاری عبدالخالق صاحب سہارنپوریؒ اور دارالعلوم دیوبند کے صدر القراء حضرت قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ کے پاس ایک طویل زمانہ مشق کی تھی اور یہ حضرات اپنے شاگرد رشید سے بہت خوش تھے، یہاں تک کہ قرآن پاک کی محنت اور تعلق کی وجہ سے آپ قاری سے ہی مشہور ہوئے، حالانکہ آپ باضابطہ طور پر دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل تھے اور کبار علماء کے شاگرد تھے، فراغت کے بعد سے آپ کی تدریس کا آغاز قرآن پاک سے ہوا اور آپ نے اتنی محنت سے جو آپ کی خاص صفت تھی طلباء کو پڑھایا جو آپ کے پاس پڑھتا تھا بہترین قاری اور مجود بن کر نکلتا تھا، تمام عمر قرآن پاک کو قرأت وتجوید کے ساتھ پڑھانے پر محنت کرتے رہے اور ایک بہت بڑی تعداد نے آپ سے باضابطہ یہ فن سیکھا اور دنیا بھر میں پھیل گئے، اللہ پاک نے آپ کو بہترین آواز اور لہجہ عطا فرمایا تھا، جس میں قرأت اور تجوید کے قواعد کی رعایت کے ساتھ اللہ کا عشق اور باطنی سوز وگداز کی کیفیت سامعین پر ایک عجیب اثر کرتی تھی اور سننے والے آپ کی قرأت کو سن کر مسحور ومخمور ہو جاتے تھے، قصبہ اور دیہات کے لوگ دور دراز سے آپ کے پیچھے نماز

پڑھنے کے لئے بہت شوق وذوق سے آیا کرتے تھے، قصبہ کے بڑے حضرات آپ کے پیچھے تراویح پڑھنے کے خاص شوقین تھے اور آپ بھی ان کی بہت رعایت کرتے تھے۔

(۲) عشق الٰہی

آپ باضابطہ طور پر اپنے زمانہ کے کبار اولیاء اللہ سے منسلک تھے اور ان کی صحبت میں بہت کثرت سے حاضر ہوا کرتے تھے جس کا لازمی اثر یہ تھا کہ آپ کی طبیعت میں عشق الٰہی جلوہ گر تھا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت میں عاشقانہ انداز کے اشعار بکثرت پڑھتے تھے اور سنایا کرتے تھے اور کیوں نہ ہوتا جبکہ آپ بہت زیادہ ذکر اللہ کرنے والے تھے۔

راقم الحروف نے جب سے ہوش سنبھالا تھا آپ کو فجر کے بعد مستقل طور پر بلند آواز سے ذکر اللہ کرتے پایا تھا اور آپکے اوپر ذکر میں بہت زیادہ جلال کی کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی اور آواز کا حسن ذکر اللہ کی کیفیت کو مزید دوبالا کرتا تھا اور دوران ذکر عاشقانہ اشعار اور قصیدہ بردہ کے اشعار بہت ہی لذت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

الحمدلله مُنشِی الْخَلقِ من عدم ثم الصلوة علی المختار فی القدم
مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبك خیر الخلق کلهم
هو الحبیب الذی ترجی شفاعته فی کل هول من الاهوال مقتحم

یہ اشعار گویا اب بھی ان کی سریلی آواز میں کانوں میں گونج رہے ہیں اور دل کو سرور بخش رہے ہیں اور ایمان کو تازہ کر رہے ہیں۔

(۳) عشق رسول ﷺ

یہ ناممکن ہے کہ کوئی اللہ کا عاشق ہو اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ اس کو عشق ومحبت نہ ہو جبکہ ساری برکات اور ساری نعمتیں اور فضیلتیں آپ ہی کے طفیل اور وسیلہ سے ہیں اور اللہ کے بعد اگر کسی کی ہستی ہے تو وہ آپ ہی کی ذات عالی شان ہے، اللہ کی معرفت ومحبت بھی آپ ہی کا فیضان ہے۔

حضرت والد صاحبؒ بچپن ہی سے نعتوں اور نظموں کے شوقین تھے اور اللہ کے رسول ﷺ کی شان پاک میں اشعار اپنے خاص لہجہ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے اور آپ کے پاس اپنی نظموں اور نعتوں کی مستقل کاپیاں ہوتی تھیں، ایک زمانہ میں حضرت علامہ مولانا جامیؒ کی نعت شریف اپنی مخصوص آواز اور اپنے مخصوص عاشقانہ لہجہ میں بڑے ترنم اور وجد آفریں کیفیت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے، چنانچہ آپ کی مختلف پسندیدہ نظمیں آپ کی کاپیوں میں ملتی ہیں ان میں سے چند نظمیں پیش کی جاتی ہیں:

نسیما جانب بطحا گذر کن — ز احوالم محمدؐ را خبر کن
ببر ایں جان مشتاقم بآنجا — نثار روضۂ خیر البشر کن
توئی سلطان عالم یا محمدؐ — زراہِ لطف سوئے من نظر کن
مشرف گرچہ شد بیچارہ جامی — خدا یا ایں کرم بار دگر کن

درود وسلام

محبوب کبریا سے میرا سلام کہنا
سلطان انبیاء سے میرا سلام کہنا

مجھ پر خدا کی رحمت اے عازم مدینہ نور محمدی سے روشن ہو تیرا سینہ
جب ساحل عرب پر پہونچے تیرا سفینہ اس وقت سر جھکا کر للہ باقرینہ
سلطان انبیاء سے میرا اسلام کہنا

ساحل پر آتے آتے موجوں کو چوم لینا موجوں کے بعد دلکش ذرّوں کو چوم لینا
اس پاک سرزمین کی راہوں کو چوم لینا پھولوں کو چوم لینا کانٹوں کو چوم لینا
پھر نور والضحیٰ سے میرا اسلام کہنا

ہو جانب مدینہ جب کارواں روانہ صلِّ علیٰ محمد کا لب پہ ہو ترانہ
وردِ زباں ہو جس دم اشعارِ عاشقانہ جب رحمت خدا کا لٹنے لگے خزانہ
سر چشمۂ عطا سے میرا اسلام کہنا

دربارِ مصطفیٰ کی حاصل ہو جب حضوری پیش نظر ہو جس دم وہ بارگاہ نوری
ہو دور رنج وکلفت مٹ جائے فکر دوری دیدار کبریا کی جب آرزو ہو پوری
والشمس کی ضیاء سے میرا اسلام کہنا

روضہ کی جالیوں کے جس دم قریب جانا رو،رو کے حال مسلم سرکار کو سنانا
بے ساختہ لپٹنا جوش جنوں دکھانا سینے سے بھی لگانا آنکھوں سے بھی لگانا
پھر نور حق نما سے میرا اسلام کہنا

راہِ طلب کی لذت جب قلب کو مزا دے عشقِ نبی مرسل جب قلب کو جلا دے
جب سوزِ عاشقانہ جذبات کو جگا دے ہستی کا ذرّہ ذرّہ جب آہ کی صدا دے
عالم کے دلربا سے میرا اسلام کہنا

مدینہ میں جانا ہو جس وقت اے دل تو آنکھوں سے باب حرم چوم لینا
مدینہ کی منزل وہ منزل ہے ہم دم مقدر سے گر ہوئے جانا تمہارا
جو پھولوں کو آنکھوں سے اپنی لگاؤ تو کانٹوں کو بھی کم سے کم چوم لینا
سُنو غور سے عاشقان محمدؐ بروز قیامت لبِ حوضِ کوثر
وہ دھوئیں گے امت کا اعمال نامہ تو بس ان کا دست کرم چوم لینا
شریف نعت لکھتا ہے تو شوق سے لکھ مگر یہ نصیحت میری یاد رکھنا
نظم میں محمدؐ کا جب نام آئے تو لکھنے سے پہلے قلم چوم لینا

نعت شریف

چاندنی رات تھی وقت سُہانا تھا انہیں تو اپنے محبوب کو بُلا نا تھا
گئے عرش پر شہ دوسرا تھے جبریل ان کے ہم نوا
کچھ حد ہے ان کے عروج کی بلغ العُلیٰ بکماله بلغ العُلیٰ بکماله
ہوئے کُل جہان کے وہ پیشوا چھٹی ظلمتیں آئی روشنی
کشف الدجیٰ بجماله بلغ العلیٰ بکماله
وہ جمال جلوۂ حق نما وہ صفاتِ احمد مصطفٰے
حَسُنت جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
بڑھے کیوں نہ شاعر بینوا کہ شفاعت کاان کی ہے آسرا
صلو علیه و آله

(ماخوذ از مخصوص ڈائری حضرت الحاج مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ)

(۴) آپ کی نماز اور تہجد کا اہتمام

نماز جو اہم ترین عبادت ہے اور مؤمن کی معراج ہے اور جس میں اللہ کے عاشقوں کو ایک خاص قسم کا سکون اور ایک خاص قسم کا قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے، حضرت والد صاحبؒ بہت ہی سکون اور اطمینان اور آداب کی پوری رعایت کے ساتھ باجماعت نمازوں کا اہتمام کیا کرتے تھے اور ایک زمانہ تک مدرسہ کی مسجدوں میں اور محلّہ کی مسجد میں خود ہی نماز پڑھایا کرتے تھے اور آپ کی نماز میں بڑا خشوع وخضوع ہوتا تھا، اور ایک زمانہ تک آپ نے مختلف مسجدوں میں اپنے وطن گنگوہ اور سفر کلکتہ وغیرہ میں تراویح میں قرآن پاک سنایا اور آپ ایک تہجد گزار انسان تھے، باوجود بیماریوں اور تکلیفوں کے رات کے اخیر حصہ میں اللہ کے دربار میں حاضر ہوجایا کرتے تھے اور دیر دیر تک مشغول رہتے تھے اور یہ کوشش کرتے تھے کہ کسی کو تکلیف نہ ہو اور اپنے کسی خادم کے بھی آرام میں خلل نہ ہو۔

(۵) آپ کی دعاء

دعاء جو مخ العبادت ہے اور عبدیت کا خلاصہ اور روح ہے اور اللہ کے لشکروں میں سے ایک بڑا لشکر ہے اور اللہ کے اور بندے کے درمیان مناجات اور سرگوشی کا اور راز ونیاز، عرض ومعروض کا ایک بہترین موقعہ ہے اور اللہ پاک کو بندہ کی یہ ادا بہت ہی پسند ہے، بارہا فرمایا کہ تم مجھ سے مانگو میں تمہیں دونگا اور تمہاری تمام مشکلات اور پریشانیوں کو دور کردوں گا، چنانچہ حضرت والد صاحبؒ کو اللہ پاک نے

جہاں بہت سی نعمتوں سے نوازا تھا میں سمجھتا ہوں وہیں ایک نعمت انکو یہ ملی تھی کہ ان کو دعاء میں بڑی لذت اور حلاوت محسوس ہوتی تھی اور وہ گھنٹوں گھنٹوں اپنے رب سے مانگتے ہی چلے جاتے تھے، جیسا کہ کوئی عاشق اور دیوانہ سائل اپنے دیوانہ پن میں کسی کی پرواہ کئے بغیر مانگتا ہی چلا جاتا ہے اور یہ یقین رکھتا ہے کہ جو ذات پاک اوروں کو نواز سکتی ہے مجھے کیوں نہیں دے سکتی میں بھی انہیں سے لیکر رہوں گا، ان کو اپنے رب تعالیٰ سے بیحد تعلق تھا اور یقین تھا اس لئے ان کی دعاؤں میں بہت اثرات تھے اور وہ مشکل سے مشکل کام دعاؤں کی برکت سے اور خدائے تعالیٰ کی ذات پاک پر توکل اور یقین کی برکت سے حل کرا لیا کرتے تھے، ان کی اکثر دعائیں قبول ہوتی تھیں اور بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ انہوں نے دعائیں کی ہوں اور ان کے اثرات ظاہر نہ ہوئے ہوں، ان کا اپنے رب کے ساتھ ایک خاص قسم کا تعلق تھا۔

(۶) خدمتِ خلق

خدمت خلق تو گویا آپ کی طبیعت کا خمیر تھا اور آپ گویا خدمت خلق ہی کیلئے پیدا کئے گئے تھے، بچپن ہی سے اپنے اساتذہ اور مشائخ کی خدمت کرنا اور ان کو ہر طرح کا آرام پہنچانا آپ کا خاص مزاج رہا اور ان حضرات اہل اللہ کی تربیت اور بافیض صحبت سے آپ کے اندر یہ وصف اس قدر ترقی کر گیا تھا کہ دوسروں کو نفع پہنچانے میں آپ کو اپنی صحت اپنے آرام اپنی جان اور اپنے وقت کی بھی کوئی پرواہ نہیں ہوتی تھی، اگرچہ آپ کو کتنا ہی تکلیفوں سے گزرنا پڑے، آپ کی حیات میں اس کی سینکڑوں مثالیں ہیں، بحیثیت مدرسہ کے ایک منتظم ہونے کے اپنے مدرسہ کے

طلباء اور اساتذہ کی خدمت اور آرام پہنچانے کے تعلق سے بے شمار واقعات ہیں اور یہی اصل آپ کی زندگی کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں افراد کو آپ نے دینی نفع کے ساتھ ظاہری اور مادی فائدے پہنچائے اور اپنی جان کو ہر طرح کی مشکلات پریشانیوں اور مخالفتوں میں ڈال کر اپنوں اور غیروں کی بدظنیاں، بد کلامیاں، ایذاء رسانیاں برداشت کرتے ہوئے اپنی خدمات کو عمر کے اخیر لمحات تک جاری وساری رکھا اور پھر اسی کے ساتھ ساتھ آنے والے وقت بے وقت مہمانوں جن میں علماء اور عوام وخواص قریب وبعید کے سبھی قسم کے حضرات ہوتے تھے، ان کے ذوق ان کے مزاج کے مطابق ضیافت ودلداری اوران کے ساتھ وقت لگانا، غیر معمولی تواضع وانکساری، بے نظیر حلم وبردباری اورایک سچی انسانیت کا مظاہرہ اورنمونہ ہے، جوکہ اللہ پاک نے آپ کی ذات میں کوٹ کوٹ کر رکھی تھی۔

(۷) رشتہ داروں اور قرابت داروں کا خیال

اسی کے ساتھ ساتھ وہ لوگ جن کا آپ سے خاندان یا قرابت داری کا تعلق تھا چاہے وہ کتنے ہی دور دراز ہوتے ان کا خیال اوران کے حقوق کی رعایت یہ بھی آپ کا ایک خاص وصف تھا اوراس کی اہمیت جوقرآن کریم میں واضح کی گئی ہے آپ اس کی اپنی اولاد اور متعلقین کو بھی بار بار تلقین کیا کرتے تھے اوراس طرف بار بار متوجہ کیا کرتے تھے، گھریلو معاملات میں اپنے اہل خانہ اور اولاد کے درمیان اشیاء کی تقسیم بھی نہایت انصاف کے ساتھ کرتے تھے، جس زمانہ میں آم یا خربوزے وغیرہ چلا کرتے ہیں جب گھر میں یہ پھل آتے یا خود خرید

کرلاتے تو نہایت انصاف کے ساتھ اپنے ذہن میں حصے لگاکر بانٹتے اور کھلاتے جس میں کسی کو شکایت کا موقعہ نہ ہوتا تھا اور نہ ان کے سامنے کوئی ہمت کر پاتا تھا، جو شخص چھوٹی چھوٹی چیزوں میں اس قدر محتاط طرز عمل اپناتا ہو اس کے بارے میں یہ خیال نہیں ہوسکتا کہ اس شخص نے کسی کی زمین یا جائداد کے تعلق سے کسی کی حق تلفی کی ہو، اگر کسی کو کوئی چیز دی تو اس کا بدل دوسرے کو بھی پورا دیا، اس کے باوجود بھی کوئی اپنی جہالت سے کچھ سمجھے اور الزام تراشیاں کرے تو یہ اس کی ذہنی افلاس اور تخریب کاری اور صبر وقناعت سے خالی ہونے اور جذبہ شکر گذاری سے بے زار ہونے کی کیفیتیں ہیں، دنیا کی حرص اور دوسروں کی جان، مال، عزت پر حملے کرنا اسلامی تعلیمات، اخلاق ومروت اور انسانیت کے بالکل منافی ہیں، کتاب اللہ میں جو حقوق بیان کئے گئے ہیں ان کی ادائیگی سبھی کا فریضہ ہے۔

(۸) احباب اور دوستوں کی رعایت

حضرت والد صاحبؒ کی ذات میں ایک خاص وصف یہ بھی تھا کہ اپنے احباب اور دوستوں کے ساتھ بہت ہی زیادہ محبت والفت اور ان کی خاطر ومدارات اور ان کی پر تکلف دعوت وضیافت اور قسم قسم کے کھانے بنوانے کا ایک خاص جذبہ اور شوق رہتا، اور اس میں ان کو بڑی فرحت ولذت گویا کہ عید کا موسم پر بہار آگیا ہو محسوس ہوتا تھا، اگر آپ کو اپنے کسی دوست کے متعلق یہ معلوم پڑ جاتا کہ اس کو کسی خاص چیز کا شوق وذوق ہے تو اس کو فراہم کرتے اور اس کو پہنچایا کرتے تھے، اس کی بھی آپ کی زندگی میں بہت سی مثالیں ہیں، اگر ان سب چیزوں کو لکھا

جائے تو ایک ضخیم جلد تیار ہو جائے گی اور ہم چاہتے ہیں کہ مختصر طور پر آپ کے اوصاف قلم بند کئے جائیں تا کہ آپ کی زندگی کا ایک اجمالی خاکہ سامنے آجائے۔

(۹) ادارہ کے مال میں کمال ورع وتقویٰ

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب چمپارنی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں: قربان جائیے آج کے دور میں سوچا نہیں جاسکتا تنخواہ محدود، وہ بھی محفوظ، اور ہر قدم محسوب، ایسا نہیں کہ ادارہ کا مال مالِ غنیمت ہے، نہیں ہرگز نہیں، اگر آپا (زوجہ صاحبہ حضرت قاری صاحبؒ ''نعمت الٰہی'') نے کبھی کہہ دیا کہ سہارن پور سے فلاں سامان لیتے آئیں تو پہلا سوال ہوتا کہ پیسے لیکر آؤ مدرسہ کے پیسے سے نہیں لاؤنگا، اگر پیسہ نہیں آیا تو سامان بھی نہیں آیا، ایک ایک پائی پورے احتساب اور ورع کے ساتھ خرچ کی شہادت عندالناس وعنداللہ دینے میں کوئی تأمل نہیں، امانت کا ڈبہ الگ، گھریلو اخراجات کا ڈبہ الگ، مدرسہ کا پیسہ الگ، یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک عدد کاغذ پر لکھ کر ایک کر دیا جائے، بلکہ جو جہاں کا ہے وہ وہیں خرچ ہوگا، دوسری جگہ ہرگز نہیں، اہل خانہ کی لاکھ فرمائش ہو، بچوں کے لاکھ تقاضے ہوں لیکن پاؤں اتنا ہی پھیلے گا جتنی بڑی چادر ہوگی۔

مضت الدھور وماأتین بمثلہ ولقد اتیٰ فعجزن عن نظرائہ

(ماخوذ از نقوشِ دوام)

(۱۰) جود وسخاوت

حضرت والد صاحبؒ کی زندگی میں جود وسخاوت ایک خاص وصف رہا، نہ

معلوم کتنے ایسے لوگ تھے کہ حضرت والد صاحبؒ چپکے چپکے اپنے پاس جو میسر ہوتا انکو دیا کرتے تھے، گنگوہ میں سادات گھرانے کی ایک بچی کی شادی کے موقعہ پر آپ نے بڑی رقم انکے یہاں بھجوائی جس پر اس نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ میری زندگی میں اتنی رقم پہلی بار میرے ہاتھ آئی ہے۔

(۱۱) عالم اسلام پر مفکرانہ نظر

عزیزم مولانا عبدالواجد صاحب نے ''نقوش دوام'' میں اپنے مضمون کے تحت اس طرح لکھا ہے: آپؒ اپنی درسی اور طلبہ واساتذہ کی مختلف الانواع والاقسام مصروفیات ومشغولیات کے باوجود عالم اسلام پر ایک عمیق ومفکرانہ نظر رکھا کرتے تھے، اخبارات ورسائل کو خوب گہری نظر سے دیکھا کرتے اوران میں جو خبریں اور واقعات وحوادثات ایسے پیش آتے جن سے عالم اسلام کے مسلمانوں کو کوئی اذیت وتکلیف پہونچ رہی ہے تو اس سے بڑی کڑھن وتکلیف محسوس فرمایا کرتے تھے گویا اس حدیث پاک پر آپ کا مکمل عمل تھا، پھر اگر کوئی ایسی ناشائستہ اور گھناؤنی بات پیش آتی کہ جس سے پورے عالم اسلام کے مسلمانوں کے ساتھ کھلواڑ کیا جاتا ہو یا کیا گیا ہو تو ایسے امر کی وجہ سے تڑپ اٹھتے اور حضرات اساتذۂ جامعہ کے سامنے تذکرہ فرماتے اور بطور خاص اپنے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب کو زکریا مسجد میں جمعہ کے دن خطاب کرنے اور ایسی ذلیل وگھناؤنی حرکت پر تردید کے لئے حکماً فرمایا کرتے تھے اور حتی الاستطاعت اس کی پرزور تردید فرماتے۔

اسلام اور مسلمانوں کی ہمدردی کا جذبۂ بے پناہ

اسلام دشمن طاقتوں سے اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کیلئے اور عالم اسلام پر یہودی اور عیسائی طاقتوں کے تخریب کارانہ رویوں سے جو آفات اور تباہی اور بربادی آئی جس کا آغاز پندرہ بیس سال کے عرصہ میں مرحوم صدام رئیس عراق کے کویت پر حملہ سے ہوا اور پھر اس کا سلسلہ بڑھتے بڑھتے بڑھتا ہی چلا گیا اور بہت سے بلاد اسلامیہ اور ممالک عربیہ اور غیر عربیہ افغانستان پھر خود عراق وغیرہ زد میں آئے اس کے لئے بہت زیادہ متفکر رہتے اور پرانے دور میں جو کچھ انہوں نے اس طرح کی حرکات کی تھیں وہ پوری تاریخ تفصیل کے ساتھ سناتے، چونکہ ان کی تاریخ اسلام پر بہت گہری نظر تھی اور وہ تاریخ کا بہت مطالعہ کرتے اور مطالعہ کرنے پر ابھارتے تھے، یہ فرماتے ارے میاں! تاریخ کا مطالعہ بھی کیا کرو اس سے بھی ایک منتظم کو بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے، ٹھیک ہے تم حدیث وغیرہ پڑھانے میں لگ رہے ہو لیکن بہت سے خارجی تجربات اور معلومات وہاں سے بھی حاصل ہوتی ہیں جس طرح عالم اسلام میں رونما ہونے والے کسی بھی واقعہ سے آپ پر سخت اضطراب ہوتا اور اس کی فکر میں ڈوب جاتے پھر مدرسہ میں ختم خواجگان کرا کر بعد نماز عشاء خوب دعا کرتے، جس میں ان کا ایک والہانہ انداز ہو جاتا اور وہ مناجات کی لذت میں طول پکڑ جاتا، اسی طرح ملک کے اندر ہونے والے مسلمانوں کے تئیں پریشان کن حالات پر وہ سخت بے چین ہوتے اور اس کے لئے دفاع کرنے اور اس پر ابھارنے میں لگ جاتے تھے اور اس کے لئے جو اپنے سے

ہوسکتا تھا وہ کرگذرنے کی فکر کرتے۔

سیاہ بل کے خلاف گنگوہ میں عظیم الشان احتجاجی جلسہ کا انعقاد

۲۶/ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ بروز یکشنبہ مطابق ۲/اپریل ۲۰۰۰ء

چنانچہ حکومت ہند نے جب مساجد و مدارس اسلامیہ کے متعلق سیاہ بل پاس کیا کہ ہندوستان میں مسلمان جب بھی کوئی مسجد یا مدرسہ بنائیں تو حکومت کی اجازت واستفسار کے بغیر نہ بنائیں تو اس وقت حضرتؒ نے اس سیاہ بل کی کھلم کھلا مخالفت کی اوراس کا قلعہ قمع کرنے کی مکمل کوشش فرمائی، چنانچہ آپ نے اس بارے میں سرزمین گنگوہ پر ایک عظیم الشان اجلاس عام سیاہ بل کے خلاف آپ کی سرپرستی میں منعقد کیا گیا جس میں بڑے بڑے سیاستدانوں اور بڑے بڑے علماء وذمہ داران مدارس کو مدعو فرمایا اور حکومت کو للکارا گیا اوراس میں زوردار بیانات ہوئے اورآخر میں حضرت مفتی مظفر حسین صاحب نے دعا کرائی، الغرض ملت کے مختلف امور میں اپنی بہت سی اہم ترین مشغولیات کے باوجود مکمل حصہ لیتے، ایسے امور کو ایک مفکر ملت ہی کرسکتا ہے جوملت کے ساتھ درد رکھتا ہو۔

امت مسلمہ کے غم میں شرکت

گجرات کے مسلمانوں کا مالی تعاون

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

عزیزم مولانا فضل الرحمٰن صاحب رشیدی فاضل جامعہ ہذا وفاضل

دار العلوم دیوبند'' نقوش دوام'' میں اپنے مضمون کے تحت جس کا عنوان ہے'' لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر'' اس طرح لکھتے ہیں:

حضرت قاری صاحبؒ اپنے اندر ایک دھڑکتا ہوا دل رکھتے تھے، چنانچہ جب ۲۰۰۲ء میں گجرات میں فساد برپا تھا اور مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا تھا تو حضرت قاری صاحبؒ وہاں کی خبروں کو سن کر بے حد غم زدہ اور فکر مند ہی نہ ہوئے بلکہ عملی طور سے ایک ہنگامی اجلاس طلبہ واساتذہ کا منعقد کیا، گجرات کے مسلمانوں کے حق میں دعائے خیر کے ساتھ ساتھ چندہ کی اپیل کی، شرکاء نے اپنی وسعت کے مطابق دل کھول کر تعاون کیا اور پھر گنگوہ میں بھی غالباً عمومی چندہ کیا اور اس طرح سے ایک خطیر رقم جمع ہوگئی اور اسے بعد میں گجرات کے مظلومین کے لئے بڑے اہتمام سے ارسال کیا، اسی طرح سے مدرسہ کے ابتدائی دور میں سنا ہے کہ گاؤں گاؤں کا چکر لگا کر طلبہ کی خوراک کیلئے اناج اپنی پشت پر ڈھویا ہے، مرحوم کی اس طرح کی قربانیوں کو دیکھ کر اسلاف کی جانفشانیوں اور قربانیوں کی یاد تازہ ہو جایا کرتی تھی۔

جذبۂ احقاق حق اور ابطال باطل

من جملہ آپ کے اوصاف وکمالات میں ایک اہم چیز یہ بھی ہے جو آپ کو اپنے اکابر کی صحبت اور فیض برکت سے حاصل تھی کہ احقاق حق اور ابطال باطل کی فکر میں رہتے اور فرقہ باطلہ کی تردید کے لئے اپنے مدرسین کو بھیجتے اور تحریض کرتے، یہ بھی آپ کا ایک خاص وصف تھا جو جوانی ہی سے آپ کو حاصل تھا، اس کا ایک اشارہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم کے بھیجے ہوئے

ایک پیغام سے ہوتا ہے جو زمانہ کے بہت بڑے محدث، مفسر، فقیہ ومجاہد، شیخ العلماء فی پاکستان بلکہ وہاں کے ایک بے تاج بادشاہ ہیں اور شیخ الاسلام مفتی محمد تقی صاحب جیسے لوگوں کے استاذ ہیں۔

گنگوہ میں ردمودودیت پر عظیم الشان جلسہ کا انعقاد

چنانچہ وہ لکھتے ہیں: مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوکر گنگوہ آئے تو انہوں نے مدرسہ اشرف العلوم کے نام سے درس وتدریس کا کام شروع کیا اور دارالعلوم دیوبند کی عطا کردہ امانت کی تبلیغ اور ترویج میں لگ گئے، درس وتدریس کے عمل کے ساتھ فتنوں کا مقابلہ اور رد بھی شروع کیا، اس زمانے میں بعض اہل علم اور ذی اثر شخصیات کی وجہ سے گنگوہ میں مودودیت کا فتنہ پر نکال رہا تھا جس سے گنگوہ کی فضا مکدر ہورہی تھی، مدرسہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کے استاذ (غالباً مولانا عبدالحمید صاحب جو قاری صاحب کے رفیق مجاہد، نڈر) نے قاری شریف احمد صاحبؒ کے ساتھ مل کر دیوبند اور سہارنپور کے اکابر ومشائخ کی سرپرستی میں محنت کی اور اللہ بزرگ وبرتر نے ان کی محنت کو سعی مشکور قرار دیا اور وہ فتنۂ ضالہ ومضلہ گنگوہ میں دم توڑ کر رہا اور صرف اتنا ہی نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ کے زیر اثر وہ ذی وجاہت اور علمی ونسبتی لحاظ سے قدآور شخصیت جو فتنے کی پشتیبانی کررہی تھی اپنی غلطی پر متنبہ ہوکر تائب ہوئی اور اکابر ومشائخ کے مسلک کی محافظ اور داعی بن گئی، اللہ تعالیٰ نے قاری صاحبؒ اور مولانا عبدالحمید صاحب اور مدرسہ اشرف العلوم کو عزت عطا کی، بلکہ ان کی عزت کو چار چاند لگادئے، اس قصے کی تفصیلات تو بہت ہیں اس مختصر گفتگو میں ان کا احاطہ نہ تو ممکن ہے نہ ضروری، اقتباس از نقوش دوام۔

حضرت والد صاحبؒ ذاتی ڈائری میں لکھتے ہیں: آج ۱۹؍ربیع الاول ۱۳۷۵ھ مطابق ۵؍نومبر ۱۹۵۵ء بروز شنبہ رد مودودیت کے سلسلہ میں قطب صاحب میں جلسہ ہوا جس میں اولاً بطور تمہید مولانا ابوالوفا شاہ جہاں پوری اور ثانیاً مولانا ابوالقاسم اور ثالثاً مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے بہت عمدہ پیرایہ میں تقریر فرمائی۔

دوسرا جلسہ در مسجد دار قدیم

اسی طرح اس فتنۂ مودودیت نے جب بھی سر ابھارا اسی وقت اس کی فکر میں قدم اٹھایا، حضرت مولانا عبدالخالق صاحب سنبھلی دامت برکاتہم استاذ حدیث ونائب مہتمم دارالعلوم دیوبند اپنے ایک مضمون میں اس طرح لکھتے ہیں: ’’حضرت قاری صاحبؒ نے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے حوالے سے بھی بہت کام کیا، یہ جذبہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا، اب سے پندرہ سولہ سال پہلے کی بات ہے کہ گنگوہ میں مودودیت نے سر ابھارا، مگر حضرت والا نے بروقت اس کی سرکوبی کے لئے قدم اٹھایا، ایک جلسہ کا اہتمام کیا، جس میں حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب رومی رحمہ اللہ کو دعوت دی، جن کا مودودیت پر خصوصی مطالعہ تھا، مادر علمی دارالعلوم دیوبند سے جناب مولانا مفتی راشد صاحب استاذ فقہ وتفسیر اور بندے کو یاد فرمایا، ہم لوگ یہاں سے مودودی صاحب کی کتب کا ذخیرہ جو مکتبہ جماعتِ اسلامی کا شائع شدہ تھا ساتھ لے گئے اور مجمعِ عام میں باحوالہ بات کی، اس کا بحمد اللہ کافی اچھا اثر ہوا، حضرت قاری صاحبؒ نے بھی محبت وشفقت کا اظہار فرمایا اور بڑی قدر افزائی کی‘‘۔

الغرض حضرت والا موصوف نے اپنی حیاتِ مستعار میں دینی تعلیم اور ملی

خدمت نمایاں طور پر انجام دی، یہ کارنامے تاقیامت درخشاں رہیں گے، حضرت موصوف نے سچ فرمایا بندۂ ناچیز نے بھی اس سلسلہ میں والد صاحبؒ کے حکم سے کچھ کہا تھا جس سے وہ خوش ہوئے تھے جو ان کی عادت شریفہ تھی کہ وہ اس بات سے بہت زیادہ خوش ہوتے تھے کہ میں ان کے سامنے ان کی اس قسم کی چاہتوں کو جو دینی چاہتیں تھیں پورا کروں۔

ردِ شیعیت کے لئے مدرسین کو بھیجنا

اسی طرح جب مدرسہ کے ایک مدرس نے حضرت والد صاحبؒ کو یہ خبر دی کہ ان کے گاؤں میں شیعہ فرقہ کے لوگ زور پکڑ رہے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کررہے ہیں تو انہوں نے مدرسہ کے عملہ کو مستقل بھیجا اور دارالعلوم سے بھی کچھ حضرات کو بلوایا، یہاں مدرسہ سے جو قافلہ گیا اس میں یہ ناچیز راقم السطور بھی تھا وہاں جاکر رد شیعیت پر بیانات کئے تھے اور اس کا اچھا نتیجہ ظاہر ہوا تھا، اسی طرح جب ایک بار گنگوہ میں فتنۂ غیر مقلدیّت ابھرا تو اس کی سرکوبی کی گئی تھی۔

اصلاح عوام کیلئے اقدامات

نیز اصلاح معاشرہ کے تعلق سے آپ کی فکریں بہت زیادہ تھیں، چنانچہ خود بھی اس پر بیانات کرتے تھے اور مدرسہ کی دو بڑی مسجدوں میں ایک دار جدید کی بڑی مسجد ہے جہاں زیادہ تر دیہات کے حضرات نماز پڑھتے ہیں اور ایک مدرسہ دارقدیم کی مسجد جہاں محلّہ اور بستی کے حضرات کافی ہوتے ہیں ہر جمعہ کے دن وہاں بھی مستقل نماز جمعہ سے قبل وبعد بیان فرماتے اور عوام الناس کی اصلاح میں اور

ان کو راہ راست پر لانے میں بہت زیادہ تڑپ رکھتے تھے جو مصلحین امت رکھا کرتے ہیں، وہ خود ایک بہت بڑے واعظ وخطیب تھے ان کے وعظ و بیان میں ایک خاص سوز وگداز ہوتا تھا اور قرآن وحدیث کے حوالے اور تاریخی معلومات ہوتی تھیں، نیز راقم السطور کو مستقل محلّہ در محلّہ جا کر گنگوہ اور اطراف گنگوہ میں ہونے والی برائیوں کے خلاف بیانات کرنے کیلئے مستقل بھیجتے تھے اور الحمدللہ اس مشفق، کریم، مخلص اور فکر مند والد کی توجہات سے حق تعالیٰ شانہ نے یہ فکر پیدا فرمایا اور عوام الناس کی اصلاح کا اس علاقہ میں ایک کام وجود میں آیا اور اب بھی وہ سلسلہ جاری ہے، یہ سب انہیں کی تربیت وفیضان کا نتیجہ ہے اور دوسرے اکابر اولیاء اللہ کی توجہات روحانیہ کا نتیجہ وثمرہ اور مظہر ہے۔

مدرسہ میں مجلس ذکر اللہ کا قیام

اسی طرح مدرسہ میں ذکر اللہ کی مجلس کا اہتمام کرانے میں بھی ان کا دخل ہے وہ اللہ والا یہ چاہتا تھا کہ ان کا نالائق بیٹا ذکر وفکر سے بھی آشنا ہو، وہ اس کیلئے اکابر علماء وذاکرین کے پاس جانے، رہنے اور اعتکاف وغیرہ کرنے کی ترغیب اور تحریض فرماتے تھے، چنانچہ الحمدللہ ان کی یہ تمنا بھی پوری ہوئی اور مدرسہ میں ان کے حکم سے مجلس ذکر اللہ کا اہتمام شروع ہوا اور اس میں لوگ قرب وجوار سے اور قصبہ سے نوجوان اور بوڑھے تشریف لانے لگے، وہ خود بھی اس میں بیٹھتے اور کبھی نصیحت بھی کرتے اور پھر ایک والہانہ انداز میں اپنی خاص استغراقی کیفیت کے ساتھ ایسا ذکر اللہ کرتے جیسا کہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ یہاں نہیں ہیں کہیں اور پرواز کر گئے ہیں،

ان کی آواز میں ایک جلال کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی، اس طرح سے ان کا لگایا ہوا گلشن ان کی حیات میں ہی ذاکرین کی آمد و رفت کا مرجع اور آماجگاہ بھی بننے لگا تھا جو اب ان کے انتقال کے بعد اور ترقی پر ہے، یہ سب اسی مخلص اللہ کے ولی کا فیض ہے جس کو بہت سے لوگ صرف مدرسہ کا ایک منتظم اور ناظم سمجھتے تھے، حالانکہ وہ ولایت کبریٰ پر فائز تھے اور ان کے سلسلہ میں اس ناچیز نے ایک مرتبہ یہ دیکھا کہ جس گھر میں میں رہتا ہوں گنگوہ کے بڑے بزرگ حضرت شیخ عبدالقدوس صاحبؒ کے کچھ تبرکات آگئے ہیں اور میں ان کو لے رہا ہوں اور وہ یہ فرما رہے ہیں کہ کبھی تم لے لوگے حضرت کا یہ عمامہ تو ہمیں دیدو، اس سے ناچیز راقم السطور نے بہت کچھ سمجھا جو دوسرے نہیں سمجھتے ہیں، یہ کوئی ضروری نہیں کہ میری ان باتوں سے ہر کوئی اتفاق کرے یہ سب چیزیں عقیدت اور محبت پر مبنی ہوتی ہیں، جب کہ لوگ عداوت اور دشمنی میں بڑے بڑے معاصر اولیاء اللہ کے بڑے بڑے کمالات اور فضائل کا انکار کردیتے ہیں کہ یہ ایک معاصرانہ چشمک اور حسد کا معاملہ رہتا ہے جس سے کوئی نہیں بچ سکا، لیکن جس کو یہ نظر آرہا ہو وہ عنداللہ اس کے اظہار کا ذمہ دار ہے تاکہ محبین کو صحیح بات کا علم ہو، اس بات کی پرواہ کئے بغیر کہ کوئی اس کو مانے گا یا نہیں مانے گا نہ اس کا مکلّف ہے اور نہ اس کا ذمہ دار، جس بات سے ان کے مرتبہ کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے وہ ظاہر کردی گئی باقی اللہ کے حوالے ہے اللہ پاک اس پیارے والد کے درجات کو بلند سے بلند فرمائے جو اپنے چھوٹوں کو دنیا میں بلند سے بلند مقام پر دیکھنے کا متمنی اور شائق رہتا تھا اور ہزاروں لاکھوں کو جس کی برکت سے علمی عملی بلندیاں حاصل ہیں،

اللہ پاک اس شخص کو جس بلندی پر بھی پہونچا دے نہ وہ اللہ کی عنایت سے بعید ہے اور نہ اس بندۂ خدا کے مقام سے بعید ہے بلکہ قرآن وحدیث پر چلنے اور مجاہدات سے گزرنے کا صلہ ہے جس کا وعدہ ہے۔

طلبہ کی اصلاح کیلئے فکر

عزیز طلبہ کی فکر وکڑھن اس قدر رکھتے کہ بیان سے باہر ہے، بار بار اساتذہ کو اس کی طرف متوجہ فرماتے اور طلبہ کی اصلاح کیلئے بعد نماز عشاء وقتاً فوقتاً بیان فرماتے جن کو بالکل اپنے بچوں کی طرح سمجھتے تھے، اسی طرح مدرسین کو بھی اس میں شامل رکھتے اور بعض دفعہ اپنے مدرسین سے طلبہ کی اصلاح کیلئے بیانات کراتے تھے اور وقتاً فوقتاً اپنے متعلقین کے مرحومین کیلئے ایصال ثواب کا اہتمام کرتے اور ایک والہانہ انداز میں سب کیلئے دعائیں کراتے تھے جو اللہ کی طرف سے ان کو ودیعت ہوا تھا۔

(۱۲) حضرت والد صاحبؒ کا دور اہتمام

جناب مولانا فضیل احمد ناصری القاسمی زید مجدہ استاذ حدیث جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند ''نقوشِ دوام'' میں اپنے مضمون کے تحت جس کا عنوان ہے ''تصویر کشی ایک نادیدہ شخصیت کی'' اس طرح لکھتے ہیں:

''حضرت قاری صاحبؒ کا دور اہتمام جدوجہد سے پر رہا، لیکن وہ اکابر کے مشوروں، رجوع الی اللہ اور ایمانی صلابت کے نتیجہ میں ہمیشہ سرخ رو ہوتے رہے، ایک سچے مومن اور پاک وعفیف مہتمم میں جو خوبیاں ہونی چاہئیں وہ سب ان میں موجود

تھیں، مدرسہ کی ترقی کا خیال ہر دم تو رہتا ہی تھا، اکابر سے دعاؤں کی درخواست بھی اس کی بقاء و بہتری کے لئے برابر کرتے جاتے، خود تقوی و تقدس کا عالم یہ کہ مدرسہ کی چیزیں اپنے مصرف میں ناجائز طور پر ہرگز نہ لاتے، فاطر کائنات سے راز و نیاز کا سلسلہ ان کے یہاں کچھ زیادہ تھا، ان کی تہجد فوت نہ ہوتی، اوراد و وظائف کی پابندی کا اہتمام وجوب کی طرح تھا، طلبہ اور اساتذہ کے تئیں ان کی فکر روز افزوں رہتی، وہ مدرسین کے حالات معلوم کرتے، ان کی خبر گیری کرتے، ان کی معقول درخواستوں کو چشم عنایت سے نوازتے، ادارہ کی ترقی کے لئے ان کے لئے ہر مشکل آسان تھی، وہ اپنے یہاں بڑے اساتذہ کو بلاتے اور ان سے مشورے و دعائیں طلب کرتے، اسی کا ثمرہ ہے کہ گنگوہ کی بزم علم جو کبھی سونی ہو چکی تھی وہ پھر آباد ہو گئی، **قال اللہ وقال الرسول** کی خنک ہوائیں یہاں پھر چلنے لگیں، فضاؤں میں پھر وہی نورانیت اور روحانیت سما گئی جس کی بازیابی کے لئے ایک مدت سے اہل گنگوہ ترس گئے تھے۔

یہ سب راتوں رات نہیں ہو گیا، اس کے لئے شب و روز کا فرق مٹانا پڑا، راحت و آرام سے دوری اختیار کرنی پڑی، پہلو کو خواب گاہ سے بے نیاز رکھنا پڑا، تب جا کر ان کا یہ نخل آرزو بار آور ہو سکا‘‘۔

(۱۴۳) ہمت و شجاعت، صبر و تحمل

اللہ پاک نے آپ کو بچپن ہی سے ایک بلند حوصلہ، باہمت، اولو العزم، شجاع، بہادر انسان بنایا تھا اور چونکہ آئندہ زندگی میں اللہ پاک کو آپ سے ایک بہت بڑا کام لینا تھا اور بہت سے طوفانوں سے گزرنا اور مقابلہ کرنا تھا اس لئے ان

اوصاف کا آپ کے اندر ہونا لازمی و ناگزیر تھا، چنانچہ جب سے آپ نے مدرسہ میں قدم رکھا اس وقت وہ ایک بالکل ابتدائی حالت میں مسجد میں ایک مکتب تھا اور جب سے آپ نے زمامِ نظام سنبھالا اور اپنی محنتوں کا آغاز کیا ایک طبقہ حسد کی آگ میں جلنا شروع ہوا اور اس نے آپ کا تعاقب کرنا شروع کر دیا اور طرح طرح کی اسکیمیں اور افواہیں اور قسم قسم کی مخالفتیں اور شرارتیں اور قبیح قسم کے پلان بنائے گئے یہاں تک کہ ایک دورہ چلا کہ زبانی طور پر سب وشتم کیا گیا، پھر ایک دورہ آیا کہ تحریری طور پر آپ کو اور آپ کے اہل خانہ کو مغلظ گالیاں لکھی اور لکھوائی گئیں، پھر ایک دورہ بھی آیا کہ آپ پر بیس پچیس سال تک طرح طرح کے مقدمات کر کے عدالت کے ذریعہ حیران و پریشان کیا گیا اور آپ کو ذہنی اور جسمانی طور پر تکلیفیں پہنچانے کی ہر ممکن سعی کی گئی یہاں تک کہ آپ پر بارہا جادو بھی کیا گیا مگر آپ نے مردانہ وار ان سب کا اللہ کی ذات پر توکل اور یقین کی کیفیت سے لیس ہو کر مقابلہ کیا اور اس درجہ صبر و تحمل سے کام لیا کہ ایک طرف دفاع بھی کیا اور دوسری طرف اپنی طرف سے جذبۂ انتقام میں زیادتی سے حد درجہ احتیاط بھی برتی اور یہ کوشش کی کہ بلا وجہ کسی کو تکلیف نہ پہونچ جائے اور جہاں تک جس کو اس کی خرابیوں اور ایذا رسانیوں اور فتنہ سامانیوں کے علم کے باوجود مدرسہ کے اندرونی نظام میں نبھانا اور برداشت کرنا ممکن ہوسکتا تھا نہ صرف نبھایا اور برداشت کیا بلکہ اس کی خاطر و مدارات اور دودھ پلا پلا کر خود کو اور اپنے مخصوص متعلقین کو بار بار ڈسوایا اور کٹوایا اور کچھ نہ کہا، یہ اس مرد مجاہد کی دین کے مفاد یا مدرسہ کے مفاد کو سامنے رکھنے اور صبر

وتحمل کے مقام رفیع پر فائز ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے۔

اس طرح کی ہمت اور مزاج رکھنے والے منتظمین بہت کم ملیں گے، اگر ان سب کی علیحدہ علیحدہ تفصیلات میں گھسا جائے تو بات بہت دور جا کر پہنچتی ہے اور بہت سارے گزرے ہوئے واقعات اور مردہ فتنے زندہ اور تازہ ہو کر سامنے آتے ہیں جو مستقل ایک فتنہ ہے، کرنے والوں نے کسی موقعہ پر بھی کوئی ہنگامہ، کوئی فتنہ، کوئی شر، کوئی فساد کرنے میں نہ کمی چھوڑی نہ چھوڑتے ہیں لیکن اگر ان کی نشان دہی کی جائے پھر ان کو برا بھی لگتا ہے اور ایک نئے فساد کا باب مزید کھلتا ہے اور اگر ان چیزوں کو کسی ملک، کسی سلطنت، کسی ادارہ کی تاریخ سے جہاں یہ سب نشیب وفراز اور اختلافات اور اس کے ساتھ بیہودگیوں کی طویل داستان ہو سب کچھ حذف کر دیا جائے تو، اس ادارہ اور ملک وسلطنت کی وہ تاریخ جو وہاں گزری اور جن پر صبر وتحمل کر کے ذمہ داران نے اپنے اداروں، ملکوں کو ترقیات سے ہمکنار کیا بعد والوں کیلئے کوئی سبق، عبرت، مجاہدہ، مشقت اور تلخیوں کو برداشت کرنے کی صلاحیت اور ہمت پیدا ہونے کا سامان ہی ختم ہو جاتا ہے اور وہ یہ سوچیں گے کہ یہ جو کچھ بنا بنایا تیار قلعہ موجود ہے یہ شاید آسمان سے اسی طرح نازل ہوا تھا، ان کو جب یہ معلوم ہی نہیں ہوگا کہ وہاں کے بانیین اور منتظمین نے کیا کیا جھیلا اور برداشت کیا تو ان کو بھی آئندہ مخالفتوں کے طوفان، شرارتوں کے سیلاب، فتنوں اور ہنگاموں کے جنگلات سے گزرنے کا کوئی حوصلہ اور ہمت نہ ہوگی اور نہ اللہ کے انعامات ہی کی قدر ہوگی، کیونکہ جو چیزیں بغیر محنت ومشقت وبغیر تکلیفوں کے مل

جاتی ہیں عموماً ان کی قدر نہیں ہوتی، جیسا کہ اس ایک طبقہ کا حال ہے جو مدارس اسلامیہ اور دینی قلعوں کی بنی بنائی شاندار عمارتوں میں بیٹھ جاتے ہیں اور ہر قسم کی سہولت و آرام سے فیضیاب ہوتے ہیں ان کو ان چیزوں کی محبت وقدر نہیں ہوتی، بلکہ وہاں بیٹھ کر دماغ میں فساد و فتنے اور تخریب کاریوں کے پلان ذہن میں آتے ہیں جیسا کہ تجربہ ہو رہا ہے۔

مدرسہ میں ابتلاء وآزمائش کا دور

حضرت والد صاحبؒ پر مدرسہ کے سلسلہ میں پیش آنے والی مشکلات ومصائب کا اندازہ ان خطوط وتحریرات سے لگایا جاسکتا ہے جو حضرت والد صاحبؒ نے اپنے مخلص دوستوں کو لکھے یا ان کے مخلص دوستوں نے مدرسہ کے حالات سے واقف ہو کر صبر وتسلی دینے کیلئے ان کو لکھے تھے، ذیل میں مثال کے طور پر دو تین خطوط پیش کئے جاتے ہیں:

یہ مدرسہ آپ کی کاوشوں کا نتیجہ ہے

باسمہ تعالی

(۱) از بندہ محمد مسعود غفرلہ، محلّہ کھڈک ۲۷/ ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ

عزیزی قاری صاحب سلمہ السلام علیکم

آپ کا کارڈ ملا مدرسہ میں خلفشار کی وجہ سے گرفتہ دل نہ ہوں حق تعالی شانہ اپنے فضل وکرم سے علی الفور اس سب خلفشار کو دور فرمادیں آمین، یہ مدرسہ تو

آپ کی کاوشوں کا نتیجہ اور آپ کی دل سوزی اور جدوجہد اور کاوش وسعی کی مشکوریت کی صورت ہے مگر اب تو اس دینی ودنیوی نفع میں سب ہی بلا استثناء شریک ہیں آپ گھبرائیں نہیں اس قسم کے خلفشار صلاح کاروں کو ہمیشہ پیش آئے، مدرسہ مظاہر علوم اور دارالعلوم میں کیسے کیسے انتشار ہوئے خدا چاہے یہ سب خلاف اور مخالفتیں ھباءً منثورا بن جائیں گی، مخالفتیں خدا چاہے ناکام ہوں گی آپس کے مناقشات زیادہ تر حسد بیجا سے ناشی ہیں اور اس رذیلہ نے مسلمانوں کو بڑا ہی نقصان پہونچایا، دل سے دعاء ہے آپ کا قلب مضبوط ہو اور یہ سب مخالفین مایوس ہوجائیں آمین، یہ سمجھ لیں کہ اگر آپ خدانخواستہ شکستہ دل ہوگئے تو یہ مدرسہ، مدرسہ قدوسیہ کی طرح تلف ہوجائے گا، حکیم محمد یوسف صاحبؒ اس کے بانی تھے جب یہ چلنے لگا تو باغیوں نے یہ سوچا کہ یہ فروغ وعروج ہمارے لئے کیوں نہ ہوا، اس کا روپیہ ہمارے پاس کیوں نہ ہوا، حکیم صاحبؒ شکستہ دل ہوگئے اور اس کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے ورنہ اس ادارہ میں تعلیم کی یہ برکت تھی کہ اس کا ادنی طالب علم اپنے ہم عصروں میں ممتاز رہا اور جو زندہ ہے وہ ممتاز ہے، اللہ تعالی آپ کو ثابت قدم رکھے اور مفید تدابیر کا آپ کے قلب میں القاء فرمائے آمین۔

دعا انشاءاللہ ضرور کروں گا آیت کریمہ کا کچھ ورد کرلیا کیجئے وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ ، وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمُ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا کا یقین کے ساتھ تصور کریں آمین ثم آمین۔

اسی طرح کا ایک دوسرا مکتوب

حضرت حاجی غلام رسول صاحب[1] کلکتوی کا ملاحظہ ہو

باسمہ سبحانہ وتعالی

مکرم بندہ قاری شریف احمد صاحب سلام مسنون!

الحمدللہ خیریت سے ہوں طالب خیر ہوں۔ گرامی نامہ ۱۷/۱/۱۴۰۱ھ کا ملا تفصیلی حالات کا علم ہوا جزاکم اللہ۔

مدرسین اور ملازمین کی بدعنوانیوں کے سلسلہ میں جو بھی قدم اٹھایا جائیگا اس میں انتشار پیدا ہونا ضروری ہے یہ صرف آپ کے مدرسہ کیلئے نہیں ہے، بلکہ تمام مدرسوں کا ایک ہی حال ہے، بدعنوانیوں کی تصدیق کے باوجود مخالفین کو شہ دینے کا موقعہ مل جاتا ہے، ہم بھی یہاں جھیلتے رہتے ہیں اکثر مدرسوں سے خبریں آتی رہتی ہیں آپ اس کی بالکل فکر نہ کریں، معاملہ اللہ پر چھوڑ دیں وہ مالک الملک ہر عمل سے باخبر ہے، مدرسوں کی خدمت کی تھوڑی سی زندگی میں کچھ سنگین تجربات بھی حاصل ہوئے ہیں، ہر مدرسہ میں مندرجہ ذیل ضابطہ کا لاگو کرنا نہایت ضروری ہے مثلاً:

(۱) کوئی طالب علم کسی مدرس کا پاؤں نہ دباوے نہ سر دباوے کسی قسم کی

---

[1] حضرت حاجی صاحب کلکتہ کے ارباب خیر میں سے تھے ایک بڑے تاجر تھے مگر اکابر اولیاء، علماء، صلحاء، ارباب مدارس کے ساتھ تعلق ومحبت نے ان کو اس مقام پر پہنچایا کہ وہ خود ایک ولی اور بزرگ انسان بن گئے اور بے شمار دینی خدمات ان سے اور ان کے گھر والوں سے وجود پذیر ہوئی، اللہ پاک درجات بلند فرمائے، موصوف مدارس کے محسن علماء نواز تھے بیشتر علماء سفراء ان کے گھر پر قیام کرتے تھے، حضرت والد صاحب کے ساتھ بندہ بھی ایک عرصہ ان کے گھر پر مقیم رہا ہے، ان کا مفصل تذکرہ آئندہ آرہا ہے۔

کوئی خدمت نہ کرے۔

(۲) کسی مدرس کا کسی طالب علم سے بالکل جوڑ نہ رہے۔

(۳) مدرسہ کی کمیٹی کے کسی ممبر کے یہاں کسی مدرس کا آنا جانا اور کوئی تعلق نہ رہے۔

(۴) جس مدرس کو جو کچھ کہنا سننا ہو وہ لکھ کر مدرسہ کے ناظم کی معرفت کمیٹی میں پیش کرے۔

(۵) دارالاقامہ میں جو بچے اپنا خوراکی دے کر رہتے ہوں ان کے گھر والے جب تک آکر نہ لے جائیں انہیں کہیں آنے جانے کی اجازت نہ ہو اور جن بچوں کا مدرسہ پورا کفیل ہے ان کی چھٹی کا اور کہیں آنے جانے کا کوئی سوال ہی نہیں، البتہ ماہ رمضان کی تعطیل میں ان کے گھر والے مدرسہ آکر لے جائیں اور جن بچوں کے گھر والے بہت دور رہتے ہیں وہ مدرسہ کے ناظم کے نام چھٹی کیلئے خط لکھیں گھر والوں کے خط پر ہی چھٹی دی جائے۔

اب رہا بچوں کے کھیلنے، کودنے، ٹہلنے کا سوال تو اس کے لئے مدرسہ کے مدرسین کو ذمہ دار بنایا جائے مدرسین بچوں کو باہر کہیں میدان وغیرہ میں کھیلنے اور ٹہلنے کیلئے اپنے ساتھ لے جائیں اپنے سامنے ان کو کھلائیں ٹہلائیں، بچوں کو آزادی سے کھیلنے کودنے اور ٹہلنے نہ دیا جائے، آزادی ملنے پر یہ سازشیں کرتے ہیں۔

(۶) مدرسہ کے ناظم کو اتنا خصوصی اختیار رہنا ضروری ہے کہ وہ کسی طالب علم یا مدرس یا ملازم کی بدعنوانی پر فوراً معطل کردے، بعد میں معاملہ کو کمیٹی میں پیش کرے، اگر اس سلسلہ میں ناظم کو پورا اختیار دینا مناسب نہ سمجھا جائے تو کم از کم مدرسہ کے صدر سے مشورہ کرلیں، البتہ صدر یا سکریٹری کو پورا اختیار ہو کہ وہ فوری

کارروائی کرے۔

(۷) کسی مدرس کے یا ملازم کے کمرہ میں طلبا کا آنا جانا ممنوع قرار دیا جائے۔

(۸) جب تک ان ضابطوں پر عمل نہیں ہوگا بچوں پر کنٹرول نہ ہوسکے گا نہ مدرسین کنٹرول میں آئیں گے، بہت تلخ تجربات کے بعد ان ضابطوں پر عمل ہورہا ہے اور اب بہت سے مدرسہ والے ان ضابطوں پر عمل کررہے ہیں، فقط والسلام۔

محتاج دعاء غلام رسول

۲۵/۱/۱۴۰۴ھ مطابق ۱/۱۱/۱۹۸۳ء

اسی سلسلہ کا تیسرا خط

آپ کے ایک دوست کا تسلی آمیز خط

از مولانا شبیر احمد صاحب مدرسہ احیاء العلوم دبنی والا انبالہ روڈ سہارنپور

محترم جناب حضرت قاری صاحب! زید مجدکم سلام مسنون

سنا ہے کہ آجکل شرارت آگ اور خون کا طوفان بنکر آپ پر اشرف العلوم پر حملہ آور ہے خدا آپ کی مدد کرے اور اس ادارہ کو ہر قسم کے فتنوں اور شرارتوں سے قیامت تک محفوظ رکھتے ہوئے ترقی کی راہ پر گامزن رکھے، جس محفل میں اس فتنہ کے متعلق بتلایا گیا اس میں میرے علاوہ دوسرے حضرات بھی موجود تھے وہ سب اس سے بے حد متأثر ہوئے اور ششدر رہ گئے لیکن مجھے نہ تو حیرت ہوئی اور نہ تعجب، حیرت اس لئے نہیں ہوئی کہ یاقوت وجواہر کا متلاشی جب سمندر میں ان موتیوں کے حصول کے لئے پانی کی تہہ تک جانا چاہے گا تو اسے کتنے ہی خوفناک دریائی اژدہوں

اور خود دریا کی تباہ کن طغیانیوں سے الجھنا پڑے گا، اگر کوئی غوطہ زن اس طرح کی آفات سے متصادم نہیں ہے تو اسے محض ایک اتفاق کہا جائیگا ورنہ فطرت یا قانون قدرت تو یہی ہے کہ تصادم ہو، چونکہ قدرت نے بقاء کائنات کیلئے تنازع للبقاء کو ہر چیز میں جاری کردیا ہے، اس بناء پر کیسے ہوسکتا ہے کہ نفسانیت اور شیطنت اپنے آپ کو زندہ رکھنے کیلئے صلاح وتقوی اور نیکی خصوصاً ایسی نیکی سے نہ ٹکرائے جسے دوام حاصل ہے، دین، دین کا علم، اور انکی ترویج واشاعت کی تمام مساعی ایسی ہی نیکیاں ہیں جنہیں دنیا وعقبی دونوں جگہ دوام حاصل ہے۔

ابلیس اور اس کے تمام چیلے نفس اور اسکی مددگار تمام طاقتیں ہر وقت اس تاک میں ہیں کہ وہ اس نیکی کو مٹادیں اور دینی علوم کی قوت کو اور لافانی روشنی کو پھیلنے سے روکدیں، جناب والا جب تک یہ دنیا مٹ نہیں جاتی بدی نیکی سے جہالت علم سے ٹکراتے رہیں گے، اس لئے اشرف العلوم میں بپا ہونے والے اس موجودہ ہنگامے پر اگر میں کوئی تعجب نہ کروں تو یہ تعجب خیز نہیں ہے، اور مایوسی مجھے اس لئے نہیں چونکہ میں جانتا ہوں کہ یہ واقعہ آپ کیلئے پہلا اور نیا نہیں اس سے پہلے اس طرح کے حوادث کے ایک طویل سلسلہ سے آپ گزر چکے ہیں، ہر حادثہ سے ایک نیا تجربہ نئی تدبیر اور پہلے سے زیادہ حوصلہ آپ کو ملا ہے، ممکن ہے کہ اس فتنہ کا انداز انوکھا اور پے چیدہ ہو کہ آپ کے لئے قلبی طور پر اس کی الجھنیں ناقابل حل لگیں، مگر آپ کے سابقہ تجربات اور تدبر سے مجھے امید ہے کہ آپ اسے یہ کتنا بھی مشکل کیوں نہ ہو حل کرلیں گے اور اس پر پوری طرح قابو پالیں گے، الوالعزمی، ہمتوں اور حوصلوں کی

بلندی جب اسے فکر وتدبر سے کام میں لایا گیا ہے اس نے بڑے بڑے سیلابوں کا رخ بدلدیا ہے، اور زمین تو کیا آسمانوں تک کو اطاعت وفرمانبرداری کے ساتھ اپنے قدموں میں گرالیا ہے۔

موجودہ واقعہ جسے ہم ایک فتنہ کہہ رہے ہیں ہوسکتا ہے کہ وہ محض ایک فساد نہ ہو بلکہ آپ کے حوصلوں کا امتحان ہو، تجربات کی جس راہ سے قدرت نے آپ کو گزارا ہے ممکن ہے اس سلسلہ میں آپ کا امتحان ہو یا پھر یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ آئندہ رونما ہونے والے واقعات سے آپ کو باخبر کر کے ہوشیار اور چوکنا کرنا ہو، اگر یہ سچ ہے کہ حکیم کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا تو پھر اس میں بھی یقیناً کوئی حکمت ضرور ہے، حکمت کا یہ وجود ہی اگرچہ ہمیں اس کا علم نہ ہو ہمارے اطمینان کا موجب ہوتا ہے، ہمیں اس کا احساس ہے کہ ابھی آپ ایک جان لیوا بھنور سے نکل کر پوری طرح عافیت سے ہمکنار نہیں ہوئے تھے کہ ایک نئے طوفان نے آپ کو آگھیرا، صدمات کا یہ تسلسل ممکن ہے کہ طبیعت پر اثر انداز ہو۔

بہرحال انسان انسانی فطرت ہی تو لیکر آیا ہے اثرات قبول کرنا اور متأثر ہونا اس کی فطرت ہے، لیکن سوال صرف صدمات اور ان کے تسلسل کا نہیں چونکہ دنیا کا کوئی بھی انسان اس سے محفوظ نہیں ہے، بلکہ اصل سوال بلاؤں اور انکے تسلسل کی نوعیت کا ہے، یعنی دیکھنا یہ ہے کہ دین کو غالب کرنے اور دینی علوم کی اشاعت کیلئے جدوجہد میں تکالیف اور الجھنوں سے کن لوگوں کو دوچار کیا جاتا ہے، **اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل او کماقال علیہ الصلوۃ والسلام ،**

آپ کا موجودہ ابتلاء نسبت انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی نشاندہی کرتا ہے، اس نسبت سے جو غم بھی آئے اس سے بددل ہونا تو کیا اسے بڑھکر سینے سے لگالینا اصل ایمان ہے اور مجھے امید ہے کہ آپ جہاں بتقاضۂ بشریت پریشان ہوں گے وہیں آپکی مسرتوں کی بھی انتہاء نہیں ہوگی:

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت والد صاحبؒ کی ایک تحریر جس سے مدرسہ میں پیش آنے والے بعض حالات پر روشنی پڑتی ہے

مکرمی محترمی حضرت حاجی صاحب زید مجدکم بعد سلام مسنون

الحمد للہ تعالیٰ یہاں ہر طرح خیریت ہے آپ کی دعاؤں اور توجہ کی برکت سے مدرسہ کے حالات ہر طرح اچھے ہیں، عید کے بعد سے آج تک داخلہ کا ہنگامہ برپا ہے، مظاہر علوم میں جدید داخلے بند ہیں، دارالعلوم دیوبند دیر سے کھلا اور داخلہ بھی نیچے کی جماعتوں میں ہوا اسلئے یہاں بہت ہی زوردار غلبہ ہے، پہلے بھی یہی تھا کہ اب مزید اضافہ ہوا، مشکوٰۃ اور دوسری بڑی جماعتوں میں تعداد حد سے زیادہ ہوگئی، کمروں میں پیر رکھنے کی جگہ نہ رہی نہ ہی مدرسہ میں کتابیں رہیں، مزید کچھ کتابوں کا انتظام کرنا پڑ گیا، حق تعالیٰ کا بے حد شکر و احسان ہے کہ ہر قسم کے حالات آئے اور چلے گئے اور مدرسہ کے حالات ہر طرح روبترقی ہیں، چند گزارشات قابل تحریر ہیں جن پر آپ کو توجہ دینا ضروری ہے، براہ راست آپ خود ایک مدرسہ کے مہتمم

ہیں ، ایسی حالت میں آپ کی ذمہ داری زیادہ ہوجاتی ہے (۱) عید کے بعد آپ کی طرف سے ایک خط بنام حافظ محمد یٰسین آیا ہوگا انہوں نے آپ کی آمد کی اطلاع مجھکو دی اور حسب سابق آپ کے استقبال یا آپ کی معیت میں جانا ظاہر کیا ان کو اجازت دیدی گئی، گاڑی آپ نے نہیں منگائی جبکہ سال گزشتہ بھی ایک دوبار اپنی آمد پر گاڑی منگائی (۲) اس سال آپ کے ساتھ سہارنپور اور دیگر مقامات کے سفر میں مولوی فیاض احمد صاحب ساتھ آئے جبکہ کسی بھی مدرسہ والے نے ان کے ساتھ ہونے کو اچھا نہیں سمجھا، آپ کے سامنے کیوں اس کا اظہار کرکے آپ کو ناراض کرتے کہ آپ چندہ بند کرتے۔

جن بدکرداریوں اور تخریبی حالات میں ان کو یہاں سے علیحدہ کیا گیا یہ آپ پر پوشیدہ نہیں آپ کو ان سے تعلق اور محبت پہلے سے تھی یا اب ہوگئی آپ کو مبارک ہو مگر یہاں ان کو ہمراہ لانے کا آپ کا کیا مقصد تھا؟ دوسال کے قریب ہورہے ہیں کہ ابھی میں پہلے حالات سے نجات نہ پاسکا جو تخریب کاری یہ کر گئے اس کے اثرات باقی ہیں مزید ان کو یہاں پھر آنا اور اپنے ساتھ لانا کیا مفید ہوسکتا ہے بلکہ مزید کسی نئے ہنگامہ کا پیش خیمہ ہوسکتا ہے، جس مدرسہ کا آپ نے بہت تعاون کیا دیگر اہل خیر حضرات کے تعاون اور آپ کے تعاون سے تعمیر کا ایک بڑا حصہ تیار ہوگیا بلاشبہ قابل تحسین اور قابل داد ہے اللہ تعالی آپ کو اس کا اجر عظیم دے گا، آپ کا یہ تعاون بڑا احسان ہے اور مدرسہ کی تعمیر وترقی میں آپ کا بہت حصہ ہے میں آپ کے اس احسان کو بھلا نہیں سکتا، مگر تصویر کا ایک دوسرا رخ بھی سامنے رہے جس طرح

آپ نے مدرسہ کا تعان فرمایا میں نے بھی جو سلوک آپ کی اولاد اور بچوں کے ساتھ کیا وہ بھی ہر ایک کے بس اور ہر ایک کے کرنے کا نہیں تھا، اگر معاملہ صرف آپ کی طرف سے یک طرفہ ہوتا تو میں بھی شاید دوسروں کی طرح خوشامد چاپلوسی اور بندگی کا طریقہ اپناتا مگر اتفاقی بات یہ ہوئی کہ میری طرف سے یہ سلوک اولاً ہوا اور آپ کی طرف سے مدرسہ کا تعاون ثانیاً ہوا، آپ نے مدرسہ کا تعاون کیا میں نے اپنے طور پر آپ کی اولاد کی تعلیم وتربیت کیلئے مزید ان کے لئے ہر طرح کی پریشانی اور صعوبت برداشت کی نہ دوپہر دیکھا نہ شام، نہ رات دیکھی نہ دن، آپ کے بچوں کے ساتھ جس قدر مشقت اٹھائی گئی وہ میں نے میرے اہل خانہ نے یا مدرسہ کی طرف سے مقرر کردہ آدمی نے جس کا ہر قسم کا صرفہ خرچہ جو آپ کے بچوں کے ساتھ رہکر یا آپ کے ساتھ رہکر کیا گیا وہ ایک ایک پائی مدرسہ سے دیا گیا خواہ فلاں (حافظ صاحب) ہوں یا کوئی دیگر مدرس مدرسہ ہوں، ایک دن آپ کے ساتھ رہیں یا چار دن ان ایام کی تنخواہ اور پورے مصارف سب مدرسہ دیتا آیا۔

مگر واہ رے عقل آپ کی اور قسمت اپنی کہ اس کا کچھ بھی بدلہ مجھکو نہ ملا مدرسہ کی جو امداد کی گئی وہ بھی بند، اب صرف جملہ انعامات کا مستحق درمیان کا آدمی ہی ہوگیا، مدرسہ کا مسئلہ خالص اللہ کے کام کا مسئلہ ہے آپ نے بند کردیا وہ اپنے کام کیلئے کسی دوسری جگہ سے راستہ بنادیگا اور بنا رہا ہے، رہا میرا مسئلہ وہ جس طرح آپ متاثر ہیں کہ جو کچھ جس نے کہا یقین کرلیا میں آدمی ہوں نفس میرے بھی ساتھ ہے میں بھی متاثر ہوں کہ یہ آپ کیا کررہے ہیں، ان تخریب کاروں کے ساتھ کیوں

آپ نے اتنا جوڑ پیدا کرلیا کہ اپنا سب کیا کرایا بھول گئے، خدا کرے کہ آپ ذرا غور کریں اور مدرسہ کے ساتھ بدخواہی اور تخریب کرنے والوں کے ساتھ اس قدر ربط و تعلق نہ رکھیں کہ شکوک پیدا ہونے لگیں، اس درمیان میں جو رویہ آپ نے اپنایا اس پر غور کریں یہ مفسد اور تخریب کار یہاں سے گئے آپ کے ساتھ جانے کے بعد آنا جانا رہا آپ کے پاس جلسہ کے بہانہ یا کسی بھی بہانہ سے آپ خود گئے ہر قسم کا تعاون ہوتا رہا، یہاں کے مدرس کو مدرسہ سے ہٹانے کی بات یہاں سے فساد برپا کر کے جانے والے طلبہ کا داخلہ اپنے جن نئے بچوں کو یہاں داخل کرنا تھا ان کو روکنا ہی نہیں بلکہ پہلے سے یہاں تعلیم پانے والوں کو منع کرنا زکوٰۃ، خیرات سے ایکدم صرف ہاتھ بند کرنا نہیں بلکہ دوسرے چھوٹے مدرسہ کو تعاون دیکر مدمقابل لانا، طلبہ اور اپنے بچوں کو اس کی ترغیب دینا کہ اس دوسرے مدرسہ میں جایا کرو یہ سب کچھ میرے کس جرم کی سزا ہے کس کئے کا بدلہ ہے میری سمجھ میں نہیں آیا، ہاں ایک جرم یاد آ گیا کہ میں بندگی اور خوشامد پسند نہیں، دوسرا بھی ایک جرم یاد آ گیا کہ آپ کے سامنے اپنے کو غلام اور آپ کو آقا تصور نہ کیا، مزید ایک جرم یہ بھی یاد آ گیا کہ آپ کے سامنے کبھی مدرسہ کا رجسٹر رکھ کر حضوری کا انداز بنا کر درخواست نہیں کی کہ حضور آپ مدرسہ کے سرپرست ہیں اس سرپرستی کو قبول فرما کر بطور تبرک دستخط فرما دیں اور سرپرستی قبول فرمالیں، مزید ایک جرم یہ بھی یاد آ گیا کہ یہ سب آپ کی طرف سے ہو رہا ہے میرے کس جرم کی سزا ہے مجھکو یہ بھی معلوم نہیں جس سے کہ کچھ غور کروں اور مکافات کرنے کی سوچوں۔

اب تک جو کچھ کیا گیا وہ گزرا مزید آئندہ بھی کوئی اطمینان نہیں کہ کس مدرس کو کیا اشارہ دیا جا رہا ہے اور وہ کب یہاں سے راہ فرار اختیار کر کے مقابلہ پر آجائے یا اور دوسرے مدرسہ کا راستہ اختیار کر لے، میں تنہا آدمی ہوں کہ نوسو طلبہ کی تعلیم پر کنٹرول کروں چار سو طلبہ کی نگرانی اور تربیت کروں، مدرسہ میں آئے دن انتظامی مشکلات کو حل کرنے کی فکر کروں یا آپ کی ان عنایات میں مبتلا ہو کر مدرسہ کی طرف سے بے پرواہ ہو جاؤں اور جوابات کی تیاری کروں؟۔

آپ خود ایک مدرسہ کے ذمہ دار اور مہتمم ہیں کن کن حالات سے گزرنا پڑتا ہے اور کتنا کچھ کرنا ہوتا ہے آپ کو سب معلوم ہے کس طرح مدرسہ کو بنانا پڑتا ہے، میں اپنا خون پسینہ ایک کر کے ۳۶ر سال سے جان کھپا رہا ہوں آپ یہاں دینا نہیں چاہتے کون آپ سے زبردستی چھین سکتا ہے، وعدہ بھول گئے یاد تو دلا سکتے ہیں لیکن وعدہ خلافی کرنے پر کوئی ایکشن نہیں لیا جا سکتا لیکن انتقامی کارروائی اور عمل کر کے نیکی برباد گناہ لازم والی بات تو نہیں ہونی چاہئے، میں کسی وقت خود حاضر ہو کر اس سلسلہ میں آپ سے زبانی گفتگو کا ارادہ رکھتا ہوں دیکھئے کب وقت نکال سکوں، میرے پاس ابھی تک وہ تمام تحریرات اور گالیاں نامے موجود ہیں جو ان مفسدوں کی طرف سے آئے ہیں، آیا تو وہ سب لیکر آؤں گا اور چند دوسرے احباب کو دکھلانے کا موقعہ ملے گا اور خاص طور پر اشرف علی کی والدہ کو دکھلا کر ان کے گوش گذار کرونگا کہ میری معصوم پردہ نشیں بچیوں کو کس طرح ان بدبختوں نے نشانہ بنایا اور کس طرح آپ کی طرف سے ان کی حمایت کی جا رہی ہے، آپ کی اولاد کے ساتھ جو سلوک میں نے کیا کس طرح اس کا بدلہ مجھ کو دیا جا رہا ہے اور اللہ ہی جانے کب تک دیا جاتا رہے گا، اور بہت سی

باتیں ایسی ہیں جو تحریر میں نہیں لاسکتا موقعہ ہوا تو زبانی ضرور عرض کرونگا، میں نے کس کس طرح مدرسہ کے مدرسین کو ایک زمانہ تک محنت کر کے بنایا اولاً یہاں پڑھایا پھر ان کو کام کا موقعہ دیکر کام سکھایا، ہر طرح کی رعایت مروت اور اخلاق سے ان کو رکھا مگر روپے کی جھنکار سے آدمی جلد ہی بدل جاتا ہے چنانچہ یہ بدلے جارہے ہیں، آپ کو اپنے مدرسہ کے مدرسین سے شکایات اور ناگواری ہے مگر آپ یہاں کے مدرسین کو تعاون دیکر کس طرح مقابلہ کا راستہ دکھلا رہے ہیں، میں نے کبھی کسی مدرس کے بارے میں آپ کو اپنا خیر خواہ جان کر کچھ تحریر کیا تو آپ نے فوراً یہ تحریر براہ راست ان کو دکھا دی یا روانہ کردی اور میرے بارے میں وہ جو بھی آپ کو کہیں وہ پتھر کی لکیر اور مجھکو اس کی کوئی اطلاع نہیں، یہ سب معاملات کیا بتلاتے ہیں کہ آپ کسی ایک کی محبت میں اپنا سب کچھ کیا کرایا برباد ہونے کی پرواہ نہیں کرتے اور سب کو قابل ملامت اور قابل نفرت تصور کرنے لگتے ہیں، تعمیری کام کس منزل میں پڑا رہ گیا وہ کس طرح پورا ہوگا بلکہ بعض کاموں کی تکمیل نہ ہونے سے ان کے اندر نقصان ہونے کا خطرہ پیدا ہوسکتا ہے یہ سب کچھ جو آپ کے کرنے کا تھا اور کر رہے تھے اس سے ہاتھ روک لیا، منہ پھیر لیا، اور جن معاملات کا دور تک بھی آپ سے نہ کوئی مطلب تھا نہ واسطہ ان کی طرف آپ کا دھیان لگا دیا گیا اور آپ ان میں مشغول ہوگئے، میں یہ بات جانتے ہوئے بھی کہ ایک مرتبہ جو چیز آپ کے دل میں بیٹھ جاتی ہے وہ جلد نہیں نکلتی اور ضد جیسی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے یہ سب معروضات پیش کر رہا ہوں کہ ان پر غور فرمائیں اور کچھ مطمئن فرماویں۔　　　　شریف احمد

ناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ۲۹/ر/ ۱۴۱۲ھ

حضرتؒ کی تحریر میں جن صاحب کی طرف اشارہ ہے ان کے ساتھ فساد وفتنہ میں ایک صاحب اور شریک تھے جن کی تحریر حسب ذیل ہے:

از مدرسہ خیر العلوم بریار پور شہر موتیہاری ضلع مشرقی چمپارن بہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً

حضرت استاذی الکریم جناب قاری صاحب دامت فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بحمد اللہ مع الخیر ہوں! خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو، اجلاس صد سالہ دار العلوم دیوبند کی ملاقات کے بعد ہی خط لکھنے کا ارادہ ہوا جسکا محرّک ایک عجیب خواب ہے، مگر قرب عہد ناراضگی وناانفاقی کی بناء مانع وحائل رہا کبھی ایسا نہ ہو کہ سابقہ ناراضگی کی وجہ سے ادھر توجہ مبذول نہ ہو، زمانۂ ہنگامہ وکشمکش میں حالت قیام مدرسہ وبعد الخروج مختلف طرح سے جناب کی برائیاں سامنے لائی گئیں جس کی وجہ سے قلب بے چین و بے قرار ہو گیا، تاہم میرا دل ان باتوں سے متنفر رہتا تھا محض ایک خواب کی بناء پر اب تک میں نے اس خواب کو اس لئے نہیں بیان کیا کہ شاید آپ یوں نہ سمجھیں یہ خود ساختہ مصنوعی خواب ہے اور کسی مفاد کی بناء پر لکھا گیا ہے۔

قیام گنگوہ کے زمانہ میں اخیر شب کو میں نے دیکھا کہ جناب والا نے غلاف کعبہ کا ایک ٹکڑا میری اہلیہ کو عنایت فرمایا، خواب کی تعبیر اب تک میں نے کسی سے دریافت نہیں کی بس ظاہری حالتوں سے کچھ اندازہ ہوتا ہے اسی پر اکتفاء کیا، چونکہ یہ خواب آپ سے

متعلق تھا مناسب معلوم ہوا کہ تحریر کردوں، ظاہری خواب سے میری کچھ فضیلت نہیں البتہ آپ کا تقدس معلوم ہوتا ہے، اللہ رب العزت ہمیں اور آپ کو اپنی مرضیات پر چلائے اور لغزشوں کو معاف فرمائے آمین۔ اس وقت میں اپنے علاقہ میں مدرسہ خیر العلوم بریاپور مع اہل وعیال مقیم ہوں گھر سے قریب ہونے کی وجہ سے اگر بہت کچھ سہولیات مہیا ہیں تاہم بزرگوں کی زیارت سے بہت دور ہوں، اللہ پاک ہمارے بزرگوں کی قبروں کو معمور فرمائے فقط والسلام۔ جملہ مدرسین کی خدمت میں سلام عرض ہے نیز آپا صاحبہ کو بھی سلام عرض کردیں اور دعاء کی درخواست ہے۔

سراج الحق قاسمی

۱۴۰۱/۶/۲۳ھ

صاحب تحریر اپنی طبیعت کے اعتبار سے نیک آدمی تھے (انہیں تعلق سے ایک خواب جس کی تعبیر مکاتیب شیخ زکریاؒ میں گذر چکی ہے) لیکن بغاوت کے سیلاب اور مخالفانہ اور مفسدانہ ہواؤں میں یہ بھی متاثر ہوئے اور باغیوں کے چکر میں آگئے اور جب دو اہم مدرس اور ان کے پیچھے کوئی اور طاقت لگ گئی اور ساتھ میں علاقۂ بہار کے طلبہ کو محض علاقائیت کی بنیاد پر مدرسہ اور منتظم مدرسہ کے خلاف زور وشور سے بھڑکایا گیا اور اس کو انقلاب کا نعرہ دیا گیا تو جو کچھ نامناسب حرکتیں نہ کرنی تھیں وہ سب کی گئیں اور افواہوں کے بازار گرم ہوئے اور جھوٹ دبا کر بولا گیا، حق تعالیٰ شانہ نے اس خواب کے ذریعہ سے ان کو اس پر متنبہ کیا کہ جس کے خلاف تم نے یہ سب حرکتیں کی ہیں وہ تو ہمارے فیض وبرکت کو تمہیں تقسیم کرنے میں لگا ہوا ہے اور تم اس کے خلاف یہ سب کچھ کررہے ہو جو سراسر تمہاری غلطی اور ایک نادانی ہے جو اہل علم کی شان نہیں، مگر اہل علم پر جب بغاوت کا بھوت سوار ہوتا ہے وہ تمام تعلقات اور اب

تک کے تمام احسانات بھلا دیتے ہیں اور جو کچھ نہ کرنا ہوتا ہے وہ سب کر کے دم لیتے ہیں اور بعد میں سوائے پچھتانے کے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا، یہاں بھی ایسا ہی ہوا، لیکن صاحب تحریر چونکہ طبیعت ایک میں صلاح رکھنے والے عالم تھے اس لئے منجانب اللہ وہ جلد ہی اپنے باغی رفیق سے جدا ہو گئے اور جامعہ ہذا میں حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ تعلقات استوار کرنے میں لگ گئے، لیکن یہ مقدر کی بات تھی کہ باوجود ان کی چاہت وتمنا کے وہ دوبارہ پھر یہاں تعلیمی وتدریسی کام کرنے کا موقعہ نہ پا سکے اور حضرت والد صاحبؒ کو اس پر انشراح نہ ہوا۔

الغرض اشرف العلوم میں خارجی اور داخلی فتنوں طوفانوں ہنگاموں کا بھی ایک معرکہ رہا ہے، ایک طرف خارجی حاسدین تھے جو ہر وقت مدرسہ کی بیخ کنی، بدنامی، ایذا رسانی کے لئے کمر بستہ رہتے تھے کبھی وہ ان مفسد مدرسین کا سہارا لیتے تھے جو یہاں قیام پذیر تھے، مدرسہ میں پڑھاتے بھی تھے لیکن طبیعت میں اپنے استاذ گرامی اور مشفق ومہربان منتظم کے ساتھ منافقانہ طرز عمل اپنائے ہوئے تھے خارجی دشمنوں کیلئے آلۂ کار بنتے رہتے اور یہاں کے راز ان کو پہنچاتے رہتے تھے اور کبھی یہ مفسد مدرسین کا ٹولہ جو یکے بعد دیگرے یہاں نفاق اور حسد وبغاوت اور شرارت کی میراث سینہ بسینہ اپنے بعد والوں میں منتقل کرتا رہا طلبہ کے ذریعہ تخریبی کام کراتے، ان سے بغیر نام کے گالیوں پر مشتمل خطوط لکھواتے مواد ان کا ہوتا جذبات ان کے ہوتے اور قلم طلبہ کا ہوتا تھا اور نام کسی کا نہیں رہتا تھا، یہ دونوں قسم کے فتنے ایک دوسرے کے شانہ بشانہ اور یہ دونوں قسم کے فتنہ کرنے والے کبھی مل جل کر کام کرتے تھے اور کبھی الگ الگ طور پر مگر کنکشن اور رابطے باہم قائم رہتے تھے اور اس

طرح سے یہ ایک سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ ان کے بعد بھی یہ دور رہا ہے، اس فتنہ کے تعلق سے حضرت والد صاحبؒ نے حضرت شیخ زکریاؒ کو ایک خط بھی لکھا تھا جس کا جواب ماقبل صفحہ ۱۳۱ ر پر آچکا ہے۔

مدرسہ میں ایک فتنہ

یہ فتنہ مذکورہ جو ۱۹۷۹ء مطابق ۱۳۹۹ھ کا واقعہ اشرف العلوم کی تاریخ کا ایک بڑا فتنہ تھا جس کے نتیجہ میں دو مدرس اور ان کے ساتھ کثیر طلبہ کی تعداد علاقائی تعصب کی وجہ سے نکل گئی تھی اور جا کر پھول پور الہ آباد میں قیام پذیر ہوئی، الہ آباد کے جن اصحاب مال نے ان کا تعاون اور حمایت کی تھی جب وقت گزرنے پر ان کے صحیح حالات ان کے سامنے آئے تو ان سے ہٹتے چلے گئے اور دوبارہ سے جامعہ اشرف العلوم اور اس کے بانی ومنتظم اور ان کی اولاد کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کی طرف متوجہ ہوئے اور آج بھی ان کی آمد ورفت کا سلسلہ یہاں برابر جاری وساری ہے، اس خاندان میں الحاج سعید الدین صاحب کے صاحبزادے بھائی اصغر صاحب زید مجدہ تو ہمیشہ باوجود ان کے گھر کے دیگر افراد کے دوسرا رویہ اپنانے کے شروع ہی سے مدرسہ کے ساتھ مخلصانہ طرز عمل کرتے رہے جو آج بھی قائم ہے اور ان کے دو صاحبزادے عزیزم مولوی زکریا سلمہ اور عزیزم مولوی یحیٰ سلمہ اپنے والد کی طرح نیک سیرت اور عمدہ اخلاق رکھتے ہیں، عرصۂ دراز حصول تعلیم کیلئے مدرسہ میں گزار کر یہیں سے عالم بنکر اپنے علاقہ میں دینی ودنیوی کاموں میں مصروف ہیں، ان کے تعلیمی ایام کے دوران ان کا طعام بڑے اہتمام کے ساتھ

حضرتؒ گھر پر ہی کراتے تھے اور ساتھ بٹھا کر کھلایا کرتے تھے جو ان کی اپنے خاص متعلقین کی اولاد کے ساتھ ایک شفقت کا معاملہ تھا جو بہت سوں کے ساتھ انہوں نے اپنایا ہے اور وہ بہت زیادہ شفقتیں کرتے تھے اور طلبہ کو بے حد مانوس رکھتے تھے اور ایک مشفق باپ کی طرح ان پر مہربان رہتے تھے، بعد میں ان کے دوسرے برادران بھی مدرسہ کے ساتھ محبت وانسیت کا مظاہرہ کرنے لگے اور اس طرح سے گویا انہوں نے ایک معاملہ کو خیر سے اور اچھے تعلقات سے تبدیل کر دیا، جزاہم اللہ تعالیٰ خیراً فی الدارین ، اس خاندان کی جامعہ اشرف العلوم کے ساتھ خدمات وتعاون کو بھلایا نہیں جا سکتا اگر چہ ان کے بڑے بعض مفسد مدرسین اور بعض دیگر مدارس کے تخریب کار علماء کے پھندے میں کچھ وقت کے لئے پھنسے تھے اور اپنا تعاون انہوں نے نہ صرف یہ کہ بند کیا بلکہ بعض شریوں کا شرارتوں میں تعاون بھی کیا جیسا کہ اوپر معلوم ہوا ہے، اللہ پاک ان کو معاف فرمائے اور درجات عالیہ نصیب فرمائے آمین۔

چھٹا باب

مدارس کے سلسلہ میں قربانیاں

مدرسہ کے سلسلہ میں قربانیاں

(۱) حضرت والد صاحبؒ کا اصل کارنامہ

حضرت والد صاحبؒ کی زندگی بھر کا جو سب سے بڑا کارنامہ ہے وہ جامعہ اشرف العلوم ہے، جس کے ساتھ آپ کی وابستگی طالب علمی کے زمانہ سے ہو چکی تھی، جبکہ آپ مظاہر علوم سہارنپور میں ابتدائی درجات کے ایک طالب علم تھے اس وقت آپ نے اپنے بعض اکابر سے گنگوہ میں کسی مدرسہ کے قیام کا مشورہ لیا جس کی تفصیل خود ان کی تحریروں میں اس طرح ہے:

جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ضلع سہارنپور کا مختصر تعارف

ازقلم: حضرت والد صاحبؒ

فروری ۱۹۴۴ء مطابق ۱۳۶۴ھ جبکہ میں مدرسہ مظاہر علوم میں کافیہ کی جماعت میں داخل ہوا حضرت الحاج استاد الکل مولانا سید عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی خدمت میں عرض کیا کہ گنگوہ میں مکتب ہے نہ مدرسہ، اگر کوئی چھوٹا موٹا مکتب ہو جائے تو بہتر ہوگا، حضرت والا نے فرمایا کہ تم نے میرے دل کی بات کہدی، یہ شعبان کا زمانہ تھا اور یہ فرمایا کہ اب تم جب چھٹی کے بعد گنگوہ جاؤ اس کی تحریک کرنا، چنانچہ شعبان میں بعد امتحان گنگوہ آ کر میں نے اس منشاء کا اظہار کیا، سب سے پہلے حاجی محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم

اس کیلئے تیار ہو گئے پھر دوسرے حضرات بھی تیار ہو گئے، حسن اتفاق کہ رمضان کی چھٹی گزارنے کیلئے مولانا محمد ابراہیم صاحب مرحوم گنگوہی جو منڈی چشتیان بھاول نگر بھاول پور میں اپنے والدین کے ساتھ رہتے تھے اس سال دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کیلئے سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم میں زیر تعلیم تھے گنگوہ آئے، یہ بڑے اچھے مقرر تھے زبان میں اللہ تعالیٰ نے تاثیر دی تھی اس موضوع پر خوب تقریریں ہوئیں پورے قصبہ میں اس کی معلومات ہوگئی، بعد رمضان حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تشریف لاکر مدرسہ کا افتتاح فرمادیا اور جناب الحاج حافظ حسام الدین صاحب کو محلّہ اشرف علی کی باہر لی مسجد جو اب دار قدیم سے موسوم ہے باضابطہ مدرس بنا کر بٹھا دیا گیا، مدرسہ کیلئے بھاگ دوڑ شروع کر دی گئی، کچھ دوسرے احباب بھی شریکِ کار رہے، حاجی محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم کو مہتمم بنادیا گیا، میں برابر اس کی دیکھ بھال اور رمضان میں چندہ کا کام حاجی محمد اسمٰعیل صاحب کے ساتھ کرتا رہا، تین سال کا عرصہ مظاہر علوم میں پھر تین سال کا عرصہ دار العلوم دیوبند میں رہتے ہوئے برابر مدرسہ کے کام میں لگا رہا۔

۱۹۴۹ء میں دار العلوم دیوبند سے فراغت کے بعد مستقل طور پر مدرسہ میں آگیا، اس وقت تک کل چار مدرسین کام کرتے تھے، تعلیم کا نظم ونسق بہتر بنایا، مدرسہ کو آرگنائز ڈکرا کر پرائمری کے طرز پر دینیات کے ساتھ ہندی جاری کرائی، حفظ قرآن پاک تجوید وقرأت پر محنت کرائی گئی، الحمد للہ مدرسہ کی ابتدائی تعلیم پوری ہوگئی، پھر عربی درجات کا قیام ہوا، رفتہ رفتہ آج یہ مدرسہ ہندوستان کے چند

اداروں میں شمار ہونے لگا ہے، کیونکہ ملک کے تمام صوبوں کے مختلف مقامات سے طلباء آ کر تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یوں تو آپ اپنے تعلیمی دور سے ہی مدرسہ کی دیکھ بھال میں لگ گئے اور اپنے اساتذہ کو اپنے ساتھ لاتے تھے اور خود بھی دیکھ بھال کرنے میں برابر شریک رہتے تھے جس کے ثبوت میں معائنہ جات کے رجسٹر میں سے تین معائینے پیش خدمت ہیں، ایک تو وہ جو حضرت مفتی محمود حسن صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور دو وہ جو خود آپ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں۔

اکثر طلبہ نے بہت اچھا امتحان دیا

الحمد للہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوٰة والسلام علی رسوله سیدنا محمد وآله وصحبه اجمعین اما بعد!

احقر نے بمعیت مولوی قاری شریف احمد صاحب ومولوی حافظ محمد اسحاق صاحب مدرسہ اشرف العلوم کا سہ ماہی امتحان لیا، نتیجہ نقشہ جات امتحان سے ظاہر ہے، اکثر طلبہ نے بہت اچھا امتحان دیا، حق تعالیٰ شانہ اساتذہ وطلبہ وکارکنان مدرسہ کو استقامت ومزید اخلاص عنایت فرمائیں، بچوں میں کافی تہذیب ومتانت موجود ہے، مسائل نماز و طہارت سے بھی اکثر بچے واقف ہیں، فقط۔

احقر محمود حسن گنگوہی غفرلہ ۴؍صفر ۱۳۶۷ھ

احقر شریف احمد عفی عنہ

نیاز مند محمد اسحٰق گنگوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداو مصلیا امابعد۔

احقر بروز چہارشنبہ ۱۳۶۸ھ بسلسلہ امتحان مدرسہ اشرف العلوم حسب الحکم جناب حاجی حافظ محمد اسمعیل صاحب مہتمم مدرسہ مذکور حاضر خدمت ہوا باتفاق رائے استاد محترم حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب زید مجدہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور بھی تشریف لے آئے، احقر نے اور حضرت موصوف نے مدرسہ ہذا کا امتحان لیا بحمدللہ مدرسہ کی تعلیمی حالت مجموعی طور پر قابل اطمینان ہے، اللہ تعالیٰ جملہ اراکین مدرسہ اور مدرسین مدرسہ اور طلبہ مدرسہ سب کو بیش از بیش شوق وہمت وکام کرنے کی توفیق عطاء فرماویں آمین ثم آمین فقط والسلام۔ احقر شریف احمد گنگوہی

متعلم مدرسہ دارالعلوم دیوبند ۵/ر ج ۱۳۶۸ھ

حامداً ومصلیا امابعد !

بندہ ۲۹ /۳۰/ رجب المرجب ۱۳۶۹ھ کو بسلسلہ سالانہ جلسہ مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ حاضر ہوا علاوہ دوسرے حضرات کے جلسہ کے اندر جناب استاد محترم مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی واعظ ومدرس مظاہر علوم وحضرت اقدس جناب استاد صاحب مولانا محمود حسن صاحب گنگوہی مفتی مدرسہ مظاہر علوم نے بھی شرکت فرمائی، بعد فراغتِ جلسہ ان حضرات نے مدرسہ کا امتحان لیا حضرت مفتی صاحب موصوف نے درجۂ قرأۃ متعلقہ جناب حافظ مولوی عبدالحمید صاحب کے امتحان کا حکم بندہ کو کیا احقر نے اس درجہ کا امتحان لیا اصل اندازہ تو انہیں حضرات کو ہوگا، مگر بندہ بھی اپنے خیال خام کے مطابق عرض کرتا ہے، اس درجہ کے اندر بعض طلبہ ناظرہ خوانی میں اور

بعض حفظ اور بعض وہ ہیں کہ جو حافظ ہو چکے ہیں جو بچے کہ حافظ ہو چکے ہیں ان میں سے دو بچوں کا ختم ہوئے کافی عرصہ گزر چکا ہے ان میں سے ایک یعنی حافظ محمد شاہ کو قابلِ اطمینان یاد ہے بقیہ اسکے دوسرے ساتھی حافظ محمد حنیف[1] اور دوسرے کو بہت کچا ہے بوقتِ امتحان دو چار جگہ سے ان سے پڑھوایا گیا تو کسی ایک نے بھی ایک پورا رکوع یا نصف رکوع نہیں پڑھا جس سے اندازہ ہوسکتا ہے اور بقیہ قرآن شریف کا اسلئے ان بچوں پر خاص اہتمام وتوجہ کی ضرورت ہے چاہے ان کے دوسرے مشاغل مثلاً فارسی وغیرہ میں نقصان واقع ہو، بقیہ اور بچے ناظرہ خوانی وحفظ کے فی الجملہ اچھے ہیں، جو کچھ تحریر کیا گیا یہی جناب حاجی محمد اسمعیل صاحب مہتمم مدرسہ کی خدمت میں زبانی عرض کر دیا گیا تھا، فقط۔

احقر شریف احمد گنگوہی غفرلہ

۲۳ رشعبان المعظم ۱۳۶۹ھ

یہ حضرت والد صاحب ؒ کا تعلیم پانے کا زمانہ ہے اور ساتھ ساتھ اپنے وطن کے ابتدائی مکتب کی ترقی کیلئے فکرمندی کی بھی دلیل ہے، آئندہ چل کر جس کا آپ کو

---

[1] یہی حافظ محمد حنیف بعد میں چل کر حضرت مولانا محمد حنیف صاحب گنگوہی بنے جن سے اللہ پاک نے بے شمار کتابوں کی تصنیف اور تالیف کا کام لیا جوان کا بہت بڑا کارنامہ اور یہ سب مدرسہ کا فیض اور حضرت والد صاحب ؒ کی تربیت کا اثر ہے جس کا تقاضا یہ تھا کہ خود مؤلف اپنی تالیفات میں کہیں نہ کہیں اس کا اظہار کرتے، بہر حال مولانا موصوف حضرت والد صاحب سے ملاقات ومحبت رکھتے تھے ان کا تعارف تلامذہ میں آرہا ہے اور ان کے جس دوسرے ساتھی کا اوپر تذکرہ آیا ہے ان سے زندگی بھر سوائے دعاوی اور اعتراضات کے اور کچھ نہ بن پڑا جبکہ وہ ان سے زیادہ اپنے آپ کو قابل اور فائق تر سمجھتے تھے لیکن دینی خدمات ان کے حصہ میں بہت کم آئیں ہاں یہاں وہاں عوام الناس کو اور بعض دفعہ خواص کو اپنے علم سے مرعوب کرنے کی بہت کوششیں کرتے پھرتے ہیں اور بزرگوں کے اس قول کو بھول گئے ہیں من ترك حرمة المشائخ ابتلى بالدعاوى الكاذبه او ر ان اخوف ما اخاف على امتى عليم اللسان جاهل القلب (الحدیث)۔

مستقل ایک عظیم معمار بننا تھا اور آپ ہی کے ہاتھوں سے اس کو پروان چڑھنا تھا اور اس کی تکمیل کی سعادت آپ کے حصہ میں آنی تھی اس طرح لاکھوں انسانوں کے فیضیاب ہونے کا ذریعہ اوران کے مربی ہونے کی شرافت اور کرامت آپ کے حصہ میں آنی تھی:

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مسند اہتمام پر

اس طرح سے آپ کی فکر ولگن کا آغاز ہوا پھر جب آپ فارغ ہوکر آ گئے تو ابتداء میں آپ صرف ایک مدرس کی حیثیت سے خدمت انجام دیتے رہے پھر قلیل ہی عرصہ کے بعد جب انتظام وانصرام آپ کے سپرد ہوا تو آپ نے اس کیلئے تمام زندگی شباب وشیخوخت، سفر وحضر، لیل ونہار کے تمام افکار اور اس کو بام عروج تک پہنچانے کیلئے جو کچھ ممکن ہوسکا کیا اور کرتے کرتے اور ڈرتے ڈرتے اللہ کو پیارے ہوگئے، اللہ پاک حضرتؒ کے درجات بلند سے بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں مقام رفیع سے مالا مال فرمائے آمین۔

یوں تو آپ اپنی ابتدائی زندگی سے ہی مدرسہ کیلئے وقف ہوچکے تھے گویا منجانب اللہ مدرسہ کے وجود کیلئے ہی آپ کا وجود باجود اور تخلیق باتوفیق ہوئی تھی، جس نے یہ عظیم کارنامے ظاہر کرائے، کمال تو اس احکم الحاکمین اور رب العالمین کا ہے جن کی توفیق ازلی اور نظر انتخاب نے آپ کو اس کام کیلئے منتخب فرمایا، چنانچہ ہمیشہ آپ پر یہ کیفیت طاری رہتی تھی کہ یہ سب حق تعالیٰ کی توفیق خاص سے وجود میں آرہا ہے اس میں ہمارے کسی کمال کو کوئی دخل نہیں ہے، آپ نے ایک زمانہ تک

وقت کی قربانی دی اور جان کی قربانی دی پھر جب مدرسہ کو اللہ پاک نے وسعت دینے کا فیصلہ فرمایا اور باہرلی مسجد اندرون قصبہ سے باہر ایک وسیع اراضی میں مدرسہ کی توسیع کا منصوبہ اور پلان آپ کے ذہن میں آیا اس کیلئے آپ نے کیا کیا وہ خود آپ کے قلم سے لکھا جاتا ہے پہلے کافی عرصہ تک باہرلی مسجد میں مدرسہ چلتا رہا۔

مدرسہ کیلئے قربانی کی ابتداء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک قطعہ اراضی نوبسہ پختہ میں نے اپنی ضروریات کیلئے مکان و دوکانات تعمیر کرنے کی غرض سے مولوی محمد ایوب انصاری سے ۱۵ر جنوری ۱۹۶۲ء کو بیع کیا تھا جو برابر میرے قبضہ وتصرف میں چلا آرہا تھا، جسکے اندر مدرسہ کا نہ کوئی دخل تھا اور نہ مدرسہ کے پیسے سے اس کا کوئی تعلق تھا، یہ میں نے خالصاً اپنے لئے اور اپنے بچوں کی معاشیات مہیا کرنے کی غرض سے خریدا تھا، مگر جب میرا اس کے متصل کلی رام سے زمین خرید کر مسجد و مدرسہ تعمیر کرنے کا ارادہ ہوا تو میرا جذبہ اور خیال ہوا کہ سب سے اول میں ہی قربانی دیکر ابتدا کروں، چنانچہ میں نے یہ پورا نمبر نوبسہ پختہ یعنی جو تیرہ سوگز کے قریب ہوتا ہے اس شرط اور نیت کے ساتھ مدرسہ کے نام بیع کر دیا کہ اس پورے حصہ میں سے کچھ حصہ مسجد و مدرسہ کی تعمیر میں چلا جائے اور کچھ حصہ یعنی نصف یا اس سے کچھ کم وبیش کر کے اس کے بدلہ میں مدرسہ کی طرف سے کسی دوسری جگہ زمین لے لونگا، یہ تیرہ سوگز زمین ہے اس کے اندر تقریباً تیس دوکانیں بن سکتی ہیں، لیکن ساتھ ہی یہ بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ اگر میں اپنی زندگی میں اس کے

تبادلہ میں کوئی زمین مدرسہ کی طرح نہ لے سکا یا موت وزندگی کی وجہ سے یا کسی بھی وجہ سے دوسری جگہ زمین نہ لیجا سکی تو ایسی صورت میں مدرسہ کے نام بیع کردہ زمین سے سڑک کی طرف کا حصہ واپس لے لونگا، تاکہ میں ان کے اندر دو کانات بنا سکوں، میں اگر اپنی زندگی میں اس کی تکمیل نہ کرسکا تو آنیوالا منتظم مدرسہ میری اولاد میں سے کوئی بھی فرد اس مطالبہ کو پورا کرانے کا مجاز ہوگا اور منتظم مدرسہ پابند ہوگا کہ وہ اس مطالبہ کو زمین کی شکل میں پورا کرے اور لب سڑک زمین مہیا کرے، یا اسی حصہ میں سے لب سڑک والا حصہ واپس کرے، اللہ تعالی ہر قسم کے شرور وفتن سے حفاظت فرما کر میری مدد کرے اور اس کو قبول فرمائے۔

یہ چند کلمات اور تحریر میں نے اپنے قلم سے لکھی کہ محفوظ رہے، اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کیلئے زمین مہیا کردے اور غیب سے اس کے لئے راستہ کھولدے، یہاں نہ کوئی مددگار رہے نہ معین نہ ایسا ہمت دار کہ زمین دیکر مدرسہ کی تعمیر میں تعاون کرے، بس حق تعالیٰ ہی کرنے والا ہے **وما ذالك على الله بعزيز** اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کو اکابر گنگوہ کی صحیح یادگار بنائے، علوم قرآنیہ اور علوم حدیث کا سرچشمہ بنائے آمین اور پوری دنیا میں اس کے فیض کو عام کردے آمین ثم آمین، فقط۔

احقر شریف احمد

منتظم مدرسہ اشرف العلو رشیدی گنگوہ

۱۹۶۸/۳/۳۰ھ

اس تحریر سے آپ کے بے پناہ جذبات اور آپ کی صحیح صورت حال کا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سارا بوجھ اکیلا ایک مرد مجاہد ہی اپنے سر پر رکھ کر اٹھانے کا ارادہ

کیئے ہوئے تھا اور ان کے ساتھ اس کام کو آگے بڑھانے کیلیئے عالم اسباب میں جس قوت کی ضرورت تھی وہ مفقود تھی، کیونکہ وہ دور آج کے دور سے بالکل مختلف اسباب کی قلت اور رفقاء کی عدم مرافقت کا دور تھا جو اکثر و بیشتر ہوتا ہے، بہت کم ایسے منتظمین ہیں جن کی پشت پر ابتداء ہی سے کوئی طاقت خاندانی قبائلی یا وطنی یا بڑے بڑے رؤساء معتقدین کے سہارے اور ہدایا کے انبار اور حوصلہ افزائی کرنے والے ملتے ہیں جن سے ان کے کاموں میں ترقی ہوتی ہے، مگر یہاں یہ سب باتیں یک دم مفقود تھیں، ایک طرف جس حد تک مدرسہ چل رہا تھا اس کو سنبھالنا بھی مشکل کام تھا کیونکہ وہ بھی بے تحاشا مخالفتوں کا ایک تاج تھا اور دوسری طرف اس کی وسعت کے پلان کے تقاضے اور اس کے اسباب کی فراہمی امر عظیم تھی، یہ صرف حضرتؒ کے بے پناہ جذبہ، حق تعالیٰ کی ذات پر توکل ویقین کی طاقت اور خدمت دین کی سعادت عظمیٰ کے حصول کی کوشش اور اپنے لئے کچھ ذخیرۂ آخرت چھوڑ جانے کا شوق ہی ہوسکتا ہے جو اللہ پاک نے دیا تھا۔

وقف کے انکار سے بچنا اور اپنی زمین و جائداد کی قربانی دینا

یہ تحریر اور زمین دینے کا قصہ ۱۹۶۸ء کا ہے پھر کافی عرصہ کے بعد جب والد صاحبؒ نے اس دی ہوئی زمین کے تبادلہ میں کچھ زمین لی اور وہاں اپنی ذات کیلیئے کچھ دوکانیں بنانے کا کام شروع کیا تو اس پر ایک طبقہ نے بہت بڑا ہنگامہ کھڑا کیا اور ایک طوفان پھیلایا کہ قاری صاحب نے مدرسہ کی زمین پر ذاتی دکانیں بنالی ہیں اور مدرسہ کو کھا رہے ہیں، حاسدین اور مفسدین کا ایک ٹولہ جو ہمیشہ ان کے

پیچھے لگا رہتا تھا اوران کے تعاقب کو اپنا بہت بڑا مشن بنائے ہوئے تھا اوران کو ان کے کام سے روکنا اور ذلیل کرنا ان کی سب سے بڑی تمنائیں تھیں اسی کیلئے ان کے مشورے ہوتے تھے اوراس کیلئے قصبہ کے بعض لوگ مالی طور پران کا تعاون کرتے تھے جن کو مدرسہ کی ترقیات سے بجائے فرحت کے ایک تکلیف شدید ہوتی تھی اور وہ اس ایمانی، روحانی، علمی، عرفانی گلشن کو دیکھنا پسند نہ کرتے تھے، ایک طرف ان حاسدین کی رکاوٹیں تھیں جو موقعہ بموقعہ مسلسل جاری رہتی تھیں اور دوسری طرف ان کا ساتھ دینے والی اللہ رب العزت کی توفیقات تھیں اور بزرگوں کی دعائیں اور توجہات اور خود ان کا اپنے مولائے جلیل کے سامنے گریہ وزاری شب بیداری کی مناجات اوراس کی لذت ایسے احوال میں جبکہ ان کے بعض رفقاء کار بھی بزدلی اور منافقت کے رویّے رکھتے ہوں ایسے شخص کے ساتھ سوائے اس کے کہ نصرت الٰہیہ تھی اور کیا کہا جاسکتا ہے اور یہ کہ اللہ پاک کو اس سرزمین پران سے کام لینا تھا وہ لیا گیا، جب یہ ہنگامہ اور طوفان زوروشور پر اٹھا تو آپ نے پھران بنی بنائی دکانوں کو مع زمین مدرسہ ہی میں واپس کردیا باوجوداس کے یہ قانونی کاروائی کی جاسکتی تھی لیکن اس کو مناسب نہیں جانا گیا کہ اس میں الجھنا شدید ذہنی پریشانی کا باعث اور غیر مناسب تھا اور بعض مفتیان کرام کا مشورہ اور رائے اور فیصلہ بھی اسی طرح کا تھا کہ اس کو تبادلہ میں لینا درست نہیں اور نیز اس میں وقف کا بھی انکار کرنا پڑسکتا تھا جو خود ان کی طبیعت کے خلاف تھا، ان مذکورہ وجوہات سے اس کو بھی واپس للہ فی اللہ کردینا ہی زیادہ مناسب اور موزوں سمجھا گیا، یہ بھی حضرت والد صاحبؒ کی ایک بہت بڑی قربانی اور دین کیلئے جانثاری کا مظہر ہے، جبکہ اس دور میں بہت سے لوگ

ذاتی مفادات کیلئے بڑے بڑے مدارس کے وقف ہونے کا عدالتوں میں انکار کر گئے ان حالات میں یقیناً اس واقعہ کی اپنی جگہ ایک اہمیت ہے جوان کے اخلاص اور ایثار کا ایک بین ثبوت ہے جزاہ اللہ خیراً فی الدارین۔

اس پر جو ہنگامہ اور فساد برپا کیا گیا تھا اس ہنگامہ اور شر وفساد کے دفعیہ کیلئے ایک عمومی میٹنگ طلب کی گئی اور جس میں قرارداد معززین اہل قصبہ نے پاس کی جو مندرجہ ذیل ہے۔

باسمہ تعالیٰ

آج بتاریخ ۲۸/اگست ۱۹۸۷ء بروز جمعہ بعد نماز جمعہ ۲/بجے دن اہلِ قصبہ ودیہات کے تقریباً دوہزار معزز حضرات (جنکے اندر سمجھدار اور اہلِ علم حضرات تھے) کا اجتماع ہوا جس کی صدارت جناب خواجہ شبیہ الحسن صاحب ساکن محلّہ الٰہی بخش قصبہ گنگوہ نے فرمائی، یہ اجتماع تقریبا ڈھائی گھنٹے چلتا رہا، جس میں مندرجہ ذیل باتیں متفقہ طور پر پاس کی گئیں (۱) ہم تمام حاضرین جلسہ مدرسہ اشرف العلوم رشیدی قصبہ گنگوہ کے مہتمم جناب مولانا قاری شریف احمد صاحب کی چالیس سالہ خدمات کو سراہتے ہوئے خراج تحسین پیش کرتے ہیں، مدرسہ کی ترقی تعلیمی شہرت ملک سے نکل کر بیرون ملک تک ہوچکی ہے، یہ سب جناب مولانا قاری شریف احمد صاحب کی محنت دن رات کی جد وجہد کا نتیجہ ہے کہ یہ چھوٹا سا مکتب ہندوستان کے بڑے اداروں میں شمار ہونے لگا ہے کہ جس کے اندر پورے ہندوستان کے سینکڑوں اضلاع کے بچے علم دین اور تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے آرہے ہیں، سب باشندگان قصبہ کی نیک نامی اور قصبہ کی شہرت ہورہی ہے،

پورے حاضرین جلسہ جو کئی ہزار کی تعداد میں ہیں سب ہی اپنے اپنے پورے پورے تعاون واعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔

(۲) زمین کی خرید وفروخت کے سلسلہ میں جو طریقۂ کار قاری صاحب مذکور نے مدرسہ کے مفاد میں اختیار کیا وہ لائق تحسین ہے، اولاً اپنی اراضی مدرسہ کیلئے تبادلہ میں کلی رام کو دیکر مدرسہ کی زمین حاصل کی، یہ تنہا ایک ہی کارنامہ قابل حیرت ہے اس زمانہ میں ایسا کرنا ایک دشوارتر امر ہے مگر انہوں نے کر دکھلایا۔

(۳) مسجد کی پشت پر مسجد کے متصل مہتمم صاحب موصوف نے اپنی اراضی مدرسہ کے مفاد میں مدرسہ کو دیدی، ایسی حالت میں کہ اس زمین پر تقریباً ۲۰/۲۵/ دکانات تعمیر ہوکر مدرسہ کو آمدنی ہورہی ہے، اگر اس کے بدلہ میں دس دکانات کی زمین یا مدرسہ کو دیگئی ۱۳۰۰ رگز زمین کے تبادلہ میں ۵/۷/ سوگز زمین لے لی، ہم شرکاء جلسہ انکے اس کام کو بنظر تحسین دیکھتے ہیں کہ زیادہ قیمتی زمین مدرسہ کے مفاد میں مدرسہ کو دیکر کم قیمت والی زمین لے لی، یہ نہ کوئی جرم ہے نہ بددیانتی ہے اور نہ ہی خیانت ہے، اس سلسلہ میں جن لوگوں نے ان پر اور ان کے لڑکوں پر جو مقدمہ عدالت میں دائر کیا ہے وہ قابل مذمت اور قابل صد افسوس ہے، ہم سب ہی شرکاء جلسہ ان کے اس شنیع فعل کی پرزور مذمت کرتے ہیں۔

(۴) قاری صاحب مذکور جس انداز سے عرصۂ دراز سے مدرسہ کو چلا رہے ہیں کہ ہر طرح سے ترقی ہی ترقی ہے ہم سب ہی قاری صاحب موصوف پر ہر طرح کا اعتماد کرتے ہوئے ہر وقت ہر تعاون کے لئے تیار ہیں، آخر میں ہم

سب شرکاء اجتماع عدالت عالیہ سے درخواست کرتے ہیں کہ اس مقدمہ کو جو شر اور فساد پر مبنی ہے خارج فرما کر شکریہ کا موقعہ عنایت فرمادیں۔

(۵) قاری صاحب موصوفؒ اور ان کے لڑکوں (مفتی خالد سیف اللہ صاحب، حافظ محمد طیب صاحب، قاری عبید الرحمٰن صاحب) کے خلاف یہ دعویٰ بشیر احمد نداف، بشیر احمد آہنگر، محمد یونس، افتخار حسین، اخلاق احمد، رفیق احمد اور لطیف احمد نے کیا ہے جو شر اور فساد پر مبنی ہے اور مدرسہ کو خراب کرنے کیلئے ہے، اسلئے یہ عام اجتماع عدالت عالیہ سے مکرر پر زور درخواست کرتا ہے کہ اس مقدمہ کو خارج فرما کر مدرسہ کو شر وفساد سے بچایا جائے اور ہم سب کو شکریہ کا موقعہ عنایت فرمایا جائے فقط۔

یہ مقدمہ بازوں کی ایک جماعت تھی جو کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر سہارنپور کی عدالت میں جا کر فوراً مقدمہ شروع کر دیا کرتی تھی، یہ حاسدین اور معاندین کا مستقل ایک گروہ تھا، ایک زمانہ تک انہوں نے برا بھلا کہا جب دیکھا کہ اس سے بھی کام نہیں چل رہا ہے اور گالیاں بھی بیکار جارہی ہیں اور یہ مرد مجاہد اپنے کام سے نہ ہٹتا ہے نہ تھکتا ہے تو انہوں نے مقدمہ بازی کا ایک طویل سلسلہ شروع کیا اور اس طرح انہوں نے پریشان کرنے کیلئے ایک راستہ تلاش کر لیا لیکن وہ اس میں بھی ذلیل ہوتے گئے، ہاں اتنا ضرور کر گئے کہ مدرسہ کے قیمتی اوقات اور ان کی قوت فکریہ جو مدرسہ کے لئے ہر وقت خرچ ہوتی تھی اس کا کچھ حصہ مدرسہ کے دفاع میں خرچ ہونے لگا، چنانچہ ایک موقعہ پر انہوں نے اور فتنہ کیا جس کے سلسلہ میں حضرت والد

صاحبؒ نے دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء سے رجوع کیا جو حسب ذیل ہے جس سے مسئلہ اور فتنہ دونوں واضح ہوتے ہیں:

محض کسی کے نام پر کسی چیز کا بیع نامہ ہونے سے مالک نہیں بنتا

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ کے بارے میں!

مدرسہ کے مفاد کے پیش نظر بھٹہ والے کو خرید اینٹ کیلئے پیشگی رقم بھاؤ طے کر کے دیجاتی رہی بھٹہ والا برابر حسب وعدہ اینٹ سپلائی کرتا رہا مدرسہ کو اس سے بہت بڑی رقم کا فائدہ ہوا، ۱۹۷۷ء میں بھٹہ جب نقصان کی وجہ سے اینٹ نہ دے سکا رقم بھی ادا نہ کر سکا مدرسہ کے ۹ر ہزار روپئے بھٹہ والے کی طرف باقی رہ گئے، اسی طرح دوسرے چند اشخاص کی رقم بھی بوجہ نقصان بھٹہ والے کے ذمہ رہ گئی، مدرسہ کی اور ان سب کی ملا کر پچیس ہزار روپئے ہوگئے، اس کے پاس نہ اینٹ نہ رقم، سب نے مل کر اس سے ایک مکان رقم کے بدلہ خرید لیا جو اس کے نام پر تھا، بوقت بیع نامہ دس ہزار کی رقم مزید مکان میں دینی تھی باہمی مشورہ ہوا کہ مکان کی رجسٹری مدرسہ کے نام ہو جائے پھر مدرسہ مکان کو فروخت کر کے سب کی رقم ادا کر دے اور جب طے شدہ مکان مدرسہ کے نام رجسٹری ہو گیا اور بعد دس ماہ کے مکان فروخت کر کے سب کی رقم ادا کر دی گئی مدرسہ کی رقم یہاں وصول ہوگئی، مکان چونکہ غیر مسلموں کے محلّہ میں تھا اور مشترکہ تھا اس لئے فروخت کرنا ضروری تھا، اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ (۱) مکان مدرسہ کے نام پر رجسٹری ہو جانے کی بناء پر مدرسہ کی ملکیت ہوا اور یہ بیع جبکہ رقم مشترک تھی اور پہلے ہی طے

کرلیا گیا تھا کہ مکان فروخت کرنا ہے ایسا کرنے کی صورت میں مدرسہ کی رقم وصول ہوگئی دوسروں کی بھی وصول ہوگئی اس مکان پر مدرسہ کی ملکیت اور پھر وقف کا حکم آتا ہے یا نہیں اور اس کی فروختگی درست ہوئی یا نہیں (۲) یہ مکان ایک غیر مسلم کے ہاتھ فروخت کیا گیا ہے کسی قیمت میں واپس کرنے کو تیار نہیں ایسی حالت میں کیا کیا جائے؟ بعض افراد اس مسئلہ کو بہانہ بنا کر فساد کرنا اور مقدمہ بازی کرنا چاہتے ہیں جس سے ہر حال میں مدرسہ کا نقصان ہوتا ہے، والسلام۔

شریف احمد گنگوہی

۲/۵/۱۹۱۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مذکورہ میں چند قرض خواہوں نے اپنے قرض کی رقم کے عوض بھٹہ والے سے اس کا مکان خریدا اس مکان میں ان سب اشخاص کی ملکیت مشترک رہی، مدرسہ کے نام محض اطمینان وسہولت اور اعتماد کی وجہ سے بیع نامہ کرایا گیا لہذا وہ مکان شرعاً تنہا مدرسہ کی ملکیت میں نہیں آیا، رہی مدرسہ کے نام بیع نامہ کرانے سے وہ مکان مدرسہ پر وقف ہوا کیونکہ یہاں پر نہ کوئی واقف ہے نہ الفاظ وقف ہیں وہ سب ہی شرکاء کی ملکیت میں رہا اور سب شرکاء کا فروخت کرنا اور اپنے اپنے پیسے وصول کرنا شرعاً صحیح اور درست رہا (۲) مکان واپس لینے کی کوئی ضرورت نہیں مدرسہ کی رقم مکان کے ذریعہ وصول ہوگئی بس یہی کافی ہے، جو لوگ محض سرکاری کاغذ میں مدرسہ کا نام دیکھ کر اسے مدرسہ کی ملکیت یا مدرسہ پر

وقف سمجھتے ہیں اور فروخت کرکے مدرسہ کی رقم وصول ہونے پر فساد برپا کرتے ہیں اور مقدمہ بازی[1] کرنا چاہتے ہیں یہ ان کی زیادتی ہے انہیں چاہئے کہ شرعی حدود میں رہ کر کام کریں اور مدرسہ والوں کو ایذا رسانی کرکے اپنی اور اپنی نسل کی عاقبت خراب نہ کریں، فقط واللہ اعلم۔

حبیب الرحمٰن خیر آبادی عفا اللہ عنہ
مفتی دار العلوم دیوبند ۲۴؍جمادی الاولی ۱۴۱۰ھ
الجواب صحیح کفیل الرحمٰن نائب مفتی دار العلوم دیوبند
الجواب صحیح محمد ظفیر الدین غفرلہ مفتی دار العلوم دیوبند
الجواب صحیح نظام الدین مفتی دار العلوم دیوبند

(۴) اراضی دار جدید کی تفاصیل حضرتؒ کی زبانی

چنانچہ فرماتے ہیں ۱۹۶۲ھ میں جامعہ اشرف العلوم جدید دار الطلبہ کی دس بیگھہ اراضی جو تھانہ کی دیوار سے متصل ہے ایک ہزار روپے میں یعنی ایک سو روپے بیگھہ کے حساب سے مولانا ایوب صاحب، صوفی حمید، صوفی رشید احمد صاحبان سے زمین خریدی، زمین خریدنے کے وقت مولانا ایوب صاحب کے قبضہ میں زمین تھی اس لئے جب ان سے معاملہ کیا تو مولانا ایوب صاحب نے کہا کہ آپ مجھکو تین سو روپے دیدیں بطور بیع نامہ کے تا کہ میں لگان وغیرہ داخل کردوں، میں نے اپنے

---

[1] ایک جماعت تھی ان کے پیچھے ایک اور جماعت تھی جنہوں نے ایک زمانۂ دراز تک مختلف مقدمہ بازیوں میں الجھائے رکھا اور ذہنی، دماغی، قلبی، جسمانی طور پر سخت اذیتیں پہنچائیں، ان میں سے بعض کا انجام خراب وسخت ہوا دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوئے اور آخرت کا حال اللہ پاک کے علم میں ہے، ان کے پیش نظر مفاد مدرسہ نہ تھا صرف حیران وپریشان کرنا تھا۔

مشیروں سے مشورہ کیا وہ تین سو روپے مولوی ایوب صاحب کو دینے کے حق میں نہیں تھے میں نے ان سے کہا کہ میں تین سو روپے اپنے پاس سے دیتا ہوں اگر زمین مل گئی تو مدرسہ کی اور اگر نہ ملی تو یہ تین سو روپئے میرے جائیں گے یہ سوچ کر میں نے ان کو پیسے دیدیئے۔

مولانا ایوب صاحب کے مزاج میں طبعی طور پر لاپرواہی اور بے فکری تھی بہت دنوں تک میں ان سے کہتا رہا کہ بیع نامہ کرادو مگر وہ ٹال مٹول کرتے رہے اور آج کل پر بات رکھتے رہے، ایک روز میں ان کو پکڑ کر لے گیا اور اس کے علاوہ دوسرے دو ساتھی صوفی حمید اور صوفی رشید صاحبان کو بھی لے گیا اور ان سے اس زمین کا بیع نامہ کرایا جہاں اس وقت جدید دارالطلبہ کی عمارت موجود ہے جس کے شمال میں تھانہ (پولیس اسٹیشن) واقع ہے اور مغرب کی جانب سرکاری سڑک جاری ہے اور مشرق اسی اراضی کے متصل مولوی ایوب صاحب کا باغ تھا جو خاتمہ زمینداری ہونے کی وجہ سے کچھ غیر مسلموں کے قبضہ میں چلا گیا تھا، یہ اراضی ۱۹۷۱ء میں ان غیر مسلموں سے خرید کر دارالطلبہ میں شامل کی اور اسی حصہ میں مسجد واقع ہے، مسجد کے جنوب میں کوچۂ عام ہے اور اس کے بعد بھی تقریبا دو بگھے زمین اسی غیر مسلم سے جس سے مسجد کے حصہ والی زمین خریدی تھی وہ اسی معاملہ میں شامل تھی جو کل ملا کر تقریباً چھ بیگھہ ہوئی جس کا بیع نامہ کلی رام سینی (مالک اراضی) سے ایک ساتھ کرایا تھا اور فوری طور پر یہ زمین خرید کر بس اسٹینڈ والوں کو صرف پچاس روپے ماہانہ کے کرایہ پر دیدی گئی تھی اور یہاں ایک زمانہ تک بسیں کھڑی ہوا کرتی تھیں جو گنگوہ سے سہارنپور جایا کرتی تھیں جہاں آج مدرسہ کا پیچ کا میدان ہے اور تقریباً تیس بتیس

سال یہاں بس اڈا رہا جو بفضل اللہ تعالیٰ تھوڑی کچھ مشقت اٹھا کر اور قدرے مخالفت و پنجہ آزمائی برداشت کر کے اسے خالی کرا لیا گیا تھا، جب وہاں کام شروع ہوا سب سے پہلے اس جگہ پر جامعہ ہذا کا صدر گیٹ تعمیر ہوا جو جامعہ کی ایک شان ہے اور آن بان ہے اور دیکھنے والوں کی نظر میں ایک وقیع نظارہ پیش کرتا ہے۔

ان غیر مسلموں سے خریداری کی تفصیلات اس طرح ہے

اس طرح جامعہ اشرف العلوم گنگوہ کی یہ اراضی خود خریدی ہوئی ہے ایک انچ بھی کسی کی دی ہوئی اور وقف کی ہوئی نہیں تھی اور مدرسہ باہر لی مسجد میں چل رہا تھا مگر طلبہ اور مدرسین کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے شدید دشواری ہوگئی اور میں مذکورہ زمین کے متصل زمین (جو کلی رام سینی کے قبضہ میں تھی) کی خریداری کی فکر اور کوشش میں لگا رہا اور اللہ کی مدد اور اس کے کرم سے ۱۹۷۱ء میں کلی رام سینی سے چھ بیگھہ اراضی کا معاملہ ۶ / روپے گز اس طرح ہوا کہ میں نے جو زمین اپنے چچا زاد بھائی محمد حنیف و محمد نعیم صاحبان کی شرکت میں خرید لی تھی اور تین سال سے ہم اس میں کاشت کر رہے تھے تو کلی رام سینی نے اپنی زمین کے بدلہ میں پیسے لینے کے بجائے اس زمین کا مطالبہ کر دیا، اس نے کہا میں زمین کا کاشتکار ہوں زمین بیچ کر پیسے لیکر کیا کرونگا؟ آپ کے پاس جو زمین ہے وہ مجھکو دیدو تو محمد نعیم نے اپنے حصہ کی زمین دینے سے انکار کر دیا میں نے اپنے بھائی محمد حنیف کو زمین دینے پر رضامند کر لیا اور دونوں کے حصہ میں ۱۲ / بیگھہ زمین تھی وہ تیرہ سو روپے بیگھہ دی اور ہم نے مدرسہ کیلئے چھ بگھے زمین چھ ہزار روپے بیگھہ

لی، کیونکہ اس وقت میں ہر حال میں مدرسہ کی زمین خریدنے کیلئے تیار تھا، ہمارے والی زمین بھی اگرچہ پانچ یا چھ ہزار روپے بیگھہ سے کم نہیں تھی مگر وہ ہماری زمین کی قیمت ۱۳ ارتیرہ سو سے زیادہ دینے کو تیار نہ تھا اور اپنی زمین چھ ہزار روپے بیگھہ سے کم میں دینے کو تیار نہ تھا، مدرسہ کی ضرورت کے پیش نظر اللہ کی دی ہوئی توفیق کی بنا پر اسی طرح سودا کرلیا اور یہ زمین پہلے بھی ۱۳۵۶ھ میں خریدی ہوئی زمین سے متصل تھی ۲/جنوری ۱۹۷۲ء اتوار کے روز مسجد زکریا کی تعمیر شروع کی، اس پوری زمین کے درمیان میں ایک گلی واقع ہے تقریباً ڈیڑھ بیگھہ زمین گلی کے جنوب میں ہے اور بقیہ سب زمین جو تقریباً ساڑھے چودہ بیگھہ ہے اس پوری اراضی کے شمال میں پولیس اسٹیشن ہے اور جنوب میں کوچہ عام ہے، مسجد کی تعمیر کی تجویز جنوب کی طرف سے نقشہ وغیرہ بنوا کر شروع کی گئی، بحمد اللہ یہ زمین پوری چورس ہوگئی اور ۲۰۰۳ء میں آکر دار الطلبہ، درسگاہیں، دار الحدیث دار القرآن، کتب خانہ، مطبخ وغیرہ سب ایک ہی احاطہ میں بن گئی، مدرسہ کی مشرق کی جانب لب سڑک مدرسہ کا بڑا گیٹ جو باب رشید کے نام سے موسوم ہے اور مسجد زکریا کے نام سے موسوم ہے، کتب خانہ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے نام سے موسوم ہے، دار القرآن کی جو ڈبل اور شاندار عمارت ہے یہ استاذ محترم شیخ القراء حضرت مولانا عبد الخالق صاحب علی گڈھیؒ کی یادگار میں ان کے نام سے موسوم کی گئی۔

یہ بھی اس اللہ کے ولی کا غایت درجہ اخلاص ہے کہ ساری محنت مشقت دن رات کے اسفار اور مدرسہ کی عمارات کیلئے مالیات کی فراہمی اور بے تحاشا جدوجہد اور

بے پناہ تکالیف شاقہ برداشت کر کے ان تمام عمارات کو اپنے بزرگوں کے نام سے منسوب کیا ہے جو اپنے اسلاف کبار کی محبت کا ایک سچا مظہر ہے اور بین ثبوت بھی۔

جامعہ اشرف العلوم کا ارتقائی دور اور دار جدید کا سنگ بنیاد

جب ایک بڑے منصوبہ کو منصۂ شہود پر لانے کیلئے زمین کی فراہمی مختلف مشکلات اور نامساعد حالات سے گذر کر چونکہ اس وقت زمین خریدنے کیلئے پیسے اکھٹا کرنا بہت مشکل کام تھا اور جیسا کہ ایک تحریر میں ذکر کیا گیا کہ ایک انچ زمین بھی کسی نے نہ مفت دی اور نہ وقف کی، ایک طرف مدرسہ چلانا اور دوسری طرف مدرسہ کیلئے زمین کی فراہمی کرنا ایک بڑا امرحلہ تھا جو اللہ پاک نے محض اپنے فضل وکرم سے اپنے مخلص خادم دین کیلئے آسان فرمایا اور وہاں ۱۹۷۲ء میں مسجد کا کام شروع کیا گیا، جس کی تاسیس کیلئے اس دور کے کبار اولیاء اللہ کو دعوت دی گئی جن میں سرفہرست حضرت شیخ زکریاؒ، حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ، حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ اور بہت سے علماء صلحاء اولیاء اللہ تشریف لائے اور اس وسیع اراضی پر مسجد کی بنیاد رکھی گئی، ان حضرات نے بہت ہی خلوص وللّٰہیت کے ساتھ حق تعالیٰ سے دعا فرمائی جو عنداللہ قبول ہوئی اور یہاں وسیع مسجد اور مدرسہ کا سلسلہ قائم ہوا، جیسا کہ دستور ہے جب اس قسم کا کوئی بڑا پروگرام منعقد ہوتا ہے اور بزرگوں کی آمد ہوتی ہے تو اس کے لئے جلسہ کا اہتمام کیا جاتا ہے اور اس میں کچھ بزرگوں کے ملفوظات وعظ و بیان اور مدرسہ کے علماء طلباء اور مہمانوں کا کچھ کلام بھی ہوتا ہے، یہی صورت حال اس وقت بھی رہی ہے اور اس موقعہ پر جلسہ میں ایک نظم اکابر اعلام کے آنے پر پڑھی گئی جو مرحوم شاعر اسلام

واصف نظامی مرحوم نے پیش کی ہے، جو موقعہ کی مناسبت سے یہاں نقل کی جاتی ہے جو انہوں نے غالباً اپنی کتاب آئینۂ مدارس میں نقل کی ہے۔

دارجدید کی مسجد زکریا کا سنگ بنیاد

آپ کی ایک تحریر میں اس طرح لکھا ملا ہے: ۱۴ر ذیقعدہ ۱۳۹۱ھ مطابق ۲ر جنوری ۱۹۷۲ء بروز یکشنبہ کو تعمیر مسجد کے سنگِ بنیاد کی تقریب میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب تشریف لائے اور جمعہ سے قبل ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی، بعد نماز جمعہ حضرت موصوف نے ایک بڑے مجمع کی موجودگی میں بنیاد میں اپنے دست مبارک سے اینٹیں رکھیں، حضرت سیدنا المحترم مولانا فخر الحسن صاحب، مفتی نظام الدین صاحب بھی تھے دار العلوم دیوبند کے اکابر اساتذہ میں سے تھے۔

یہ نظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کی بنیادِ نو کے موقعہ پر جلسہ میں پڑھی گئی

بحمد اللہ خالق نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے
ہر اک جانب خدائے پاک کی رحمت کا سایہ ہے
در و دیوار پر اک عالمِ پر کیف طاری ہے
کھنچا ہر سمت دیکھو نقشۂ فصل بہاری ہے
بہاریں ہر طرف چھائی ہوئی ہیں صحنِ گلشن میں
ہوئے ہیں دور رنج و غم پائی ہے خوشی من میں
خوشا قسمت کہ علم دین کی تنویر کا دن ہے
خوشا قسمت کہ مرکز کی نئی تعمیر کا دن ہے
وہ چشمہ ایک مدت سے جو ہے گنگوہ میں جاری
ہوئی تعمیر نو کے واسطے شدت سے تیاری
ہلالِ نو مثالِ مہر تاباں ہونے والا ہے
زمانے میں یہ مرکز اب نمایاں ہونے والا ہے
بزرگانِ مکرم خیر کے اس کام کی خاطر
خوشی کے ساتھ قدوسی زمیں پر ہوگئے حاضر
جنابِ عبدِ مالک حضرت عابد حسن آئے
علی احمد نظام الدین اور حامد حسن آئے
مُبلغ دین کے مولانا انعام الحسن آئے
عمر پالنپوری علامہ فخر الحسن آئے

جناب شیخ مولانا محمد زکریا صاحب	خطیب عصر فخر قوم حضرت قاری طیب
مبارک ہو کہ یہ علماء دیں تشریف لائے ہیں	یہاں پرلے خوشا زعمائے دیں تشریف لائے ہیں
کہ ان کے پاک ہاتھوں نے ہی خشت اولیں رکھی	امانت تیری اے گنگوہ گویا تجھکو واپس دی
یہ وہ دولت ہے جو پائی تھی دربارِ رشیدی سے	رہی جو دور مدت تک ''زمینِ بوسعیدی'' سے
ستارہ اے زمیں اب تیری قسمت کا چمک اٹھا	ضیائے علم سے یہ ہراک ذرہ دمک اٹھا
بنا رکھدی گئی ہے تجھ پہ علم دیں کے مرکز کی	ہراک جانب بہارے علم پھیلے گی
بجھائیں گے پیاس اب تشنگانِ علم دین آکر	شعورِ زندگی سیکھیں گے ہر سو سے یہیں آکر
خدا کی ذات سے امید ہے وہ دن بھی آئیگا	کہ جو ''دورِ رشیدی'' کا نمونہ ساتھ لائے گا
رہے گی اب یہاں رشد وہدایت کی فراوانی	کہ پھیلے گا یہاں سے تاقیامت نور ایمانی
پھلے پھولے بڑھے یہ مدرسہ دنیا میں ہو روشن	خزاں کے گرم جھونکوں سے رہے محفوظ یہ گلشن
دعا تجھ سے ہے یارب یہ کہ فرزندان ملت کو	عطا علم وعمل، عزم ویقیں کی اس سے دولت ہو
کرو گنگوہ والو! قدر تم بھی اس ادارے کی	لگو تکمیل میں سر جوڑ کر اس نیک ارادے کی
ہے یہ قاری شریف احمد کی ثمرہ جانفشانی کا	کہ حق نے آج واصف دن دکھایا شادمانی کا

حضرت والد صاحبؒ کی ذاتی ڈائری میں ہے! آج بتاریخ ۱۴ر ذیقعدہ ۱۳۹۱ھ مطابق ۲ر جنوری ۱۹۷۲ء بروز اتوار ٹھیک تین بجے دن میں مسجد مدرسہ کی تعمیر کیلئے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی نے اپنے دست مبارک سے خشت اول رکھی بعدہ ایک حضرت مولانا محمد انعام صاحب اور ایک خشت محترم مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری اور بقیہ دیگر ساتھیوں یعنی مولانا محمد ہارون صاحبؒ مولانا محمد زبیر صاحب نے اینٹیں رکھیں، اس طرح مسجد کی تعمیر کا آغاز ہوا، چنانچہ اس دور کے ایک طالب علم جو بعد میں ایک بہت بڑے عالم، فاضل، محدث، مفتی اور عظیم ادارہ کے بانی وذمہ

دار ہیں یعنی مولانا حبیب الرحمٰن صاحب چمپارنی مدظلہ اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

"جب اللہ نے وسعت دی اور ادارہ کو وسیع اراضی حاصل ہوگئی، اور تھانہ کے پاس والی زمین پر مسجد زکریا کی تعمیر اکابر ومشائخ وقت کے ہاتھوں رکھ دی گئی اور تعمیری کام شروع ہوا تو معلوم ہوا کہ اندرونی حصہ میں مٹی بھرائی پر ایک خطیر رقم کا صرفہ ہے، طلبا نے ازخود پیش کش کی اور تعطیل کے اوقات میں بلا کہے ازخود مٹی سروں پر اٹھا کر ادارہ کی خطیر رقم بچادی، اس طرح کے جذبات کا مظاہرہ خوب ہوا اور خوب تر رہا" (نقوش دوام رص ۶۳) ا ور اس پر ایک طویل وقت گذرا، مستری عبدالحمید مرحوم اور مستری شریف مرحوم اور دیگر مستریوں اور معماروں نے اس میں حضرت والد صاحبؒ کی نہایت نگرانی اور شمولیت اور قدم قدم پر مشورے نقشہ سازی ڈزائننگ کے ذریعہ تمام معاملات طے کئے۔

مسجد زکریا جامعہ اشرف العلوم کی تعمیر میں حاجی سعید الدینؒ کا تعاون

مالی طور پر حضرت الحاج سیٹھ سعید الدین صاحب مرحوم مؤ ائمہ الہ آبادی نے اس میں بڑا تعاون فرمایا، اسی دور میں جلال آباد کے مدرسہ کی مسجد بھی تعمیر ہو رہی تھی اور وہاں بھی ان کا زبردست تعاون ہو رہا تھا، ان کے ساتھ ساتھ دیگر مخلص معاونین نے اس میں حصہ لیا اور محنت شاقہ مجاہدۂ عظیمہ کے نتیجہ میں مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی، کیونکہ اس زمانہ میں مغلوں کے انداز پر ڈاٹ لگانے کا زیادہ دستور تھا اور وہ پائیدار کام بھی ہوتا ہے اس لئے حضرتؒ نے زیادہ مدرسہ کی عمارات اسی انداز سے بنوائیں اور اندر باہر کی دیواروں پر ٹائل اور پتھر لگوایا گیا، راقم الحروف کو اتنا یاد ہے کہ ٹائلوں کی پیٹیاں دہلی وغیرہ سے لائی جاتی تھیں اور حضرت والد صاحبؒ اور گھر میں والدہ ماجدہ اور دیگر افراد بھی اس کو کاٹتے تھے اور گھستے تھے اور معمار لوگ بھی

کاٹتے اور گھستے تھے، اس طرح سے حضرت والد صاحبؒ اجر وثواب حاصل کرنے کیلئے خود کو اور اپنے گھر والوں کو بھی شامل کرتے تھے، ایک زمانہ تک مسجد کے اندر کا فرش کچا رہا اور اس کے اوپر ٹاٹ وغیرہ بچھے رہے یہاں تک کہ وہ وقت بھی آیا جب اس کے لئے پتھر کا انتظام ہوا جس کی تفصیل خود حضرتؒ کی زبانی اس طرح ہے:

مسجد زکریا کی تعمیر کے بعد فرش دیر تک تیار نہ ہوسکا کیونکہ اس وقت تک پیسے کا کوئی انتظام نہ ہوسکا تھا اور کسی صاحب خیر سے بھی ایسی ملاقات نہ ہوسکی تھی کہ جو مسجد کے فرش کیلئے پتھر کہیں سے مہیا کردے، کئی سال تک یوں ہی مسجد کی کچی زمین پر ہی نماز پڑھتے رہے کئی دفعہ سانپ بچھو بھی نکلے، پھر ۱۹۸۱ء یا ۱۹۸۲ء میں جناب قاری محمد اسلام صاحب[1] مدرس شعبۂ قرأت جامعہ ہذا کولیکر بلکہ وہ مجھے لیکر (جوایک مستعد اور مدرسہ کے ہمدرد آدمی تھے) مکرانہ راجستھان گئے، وہاں دکانوں اور کارخانوں پر مسجد کے پتھر کے لئے بھیک مانگی اور قاری صاحب موصوف نے پتھر مہیا کرلیا، دوٹرک پتھر کے ہوگئے، اللہ پاک ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی

---

[1] قاری محمد اسلام صاحب موصوف ایک نیک صالح انسان تھے، چھیا بانس ضلع سہارنپور کے باشندے تھے، شاعرانہ ذوق بھی رکھتے تھے اور نعت خوانی کا بہترین مزاج بھی رکھتے تھے، کافی عرصہ تک مدرسہ میں مدرس رہے اور بہت ہی خلوص اور وفاداری کے ساتھ مدرسہ کی خدمات انجام دیتے رہے، یہاں تک کہ جب بعض وجوہات سے خود ہی گھر پر قیام پذیر ہوگئے جوان کے عوارض اور بیماریوں کا دور بھی تھا مدرسہ میں برابر آتے جاتے رہے اور حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ وفاداری کو نبھایا اور بعد میں بھی ان کی اولاد کے ساتھ محبت اور خلوص کا معاملہ رکھا، یہاں تک کہ اپنی نماز جنازہ کی وصیت بھی اس احقر راقم السطور کے لئے فرما گئے، مدرسہ کاشف العلوم چھٹمل پور میں ان کی نماز جنازہ حسب وصیت وچاہت اس احقر نے ہی پڑھائی اور دیر تک ان کے اہل خانہ کو تسلیاں دیں، اللہ پاک مغفرت فرمائے درجات بلند فرمائے، انہیں کے ساتھ مدرسہ میں ایک دوسرے اور قاری صاحب بھی تھے جنہوں نے بالکل اس کے برعکس معاملہ فرمایا اور مدرسہ میں تخریب کاری اور شر وفتنہ میں بالکل وہ کردار ادا کیا جو رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی ابن سلول نے ادا کیا تھا مگر اللہ پاک نے ان کے شر سے حفاظت فرمائی۔

اس محبت کو توشۂ آخرت بنائے اور دنیا و آخرت میں انکو اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے، پھر انہیں کے ذریعہ راجستھان کے شہر مکرانہ سے پتھر لگانے والے کاریگر بلوائے، پتھر چونکہ چھوٹا بڑا رنگ برنگ اور ٹوٹا پھوٹا تھا میں رات بھر اس کا نقشہ بناتا اور صبح کو ان کاریگروں سے اپنے سامنے کھڑے ہو کر لگواتا، میرے سامنے جو نقشہ حرم مدینہ کی مسجد کے فرش کے اور حرم مکہ کی مسجد کے فرش کے اور ممبئی اور کلکتہ کی مسجد کے تھے ان سب کو روبکار لانے کی کوشش کی گئی اور ہر صف ایک تجربہ بن گئی۔

مسجد زکریا کے اندرونی حصہ میں تین صف چار فٹی اور تیسرے حصہ میں بھی تین صف اور دوسرے حصہ میں بھی تین صف تو یہ پوری ۱۲ ر صفیں بن کر تیار ہو گئیں اور بحمد للہ ایک خوشنما فرش بن کر تیار ہو گیا، کالا، پیلا، سفید اور دوسرے رنگ کا پتھر چھوٹا بڑا ٹوٹا پھوٹا سب کو کارآمد کرلیا خود وہ مکرانہ کے کاریگر بھی یہ کہنے لگے کہ ہم نے اس قسم کے ڈیزائن اب تک کہیں نہیں بنائے، خداوند تعالیٰ اس وسیع کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور ہر قسم کے ریاء و عجب سے پاک وصاف رکھے، آمین یارب العالمین۔

جیسا کہ آپ باب اول میں پڑھ چکے ہیں، جامعہ اشرف العلوم جس کا آغاز سیدالسادات جناب حضرت اقدس مولانا سید عبداللطیف صاحبؒ کی زیر سرپرستی تیزی کے ساتھ پروان چڑھتا رہا اور دارالطلبہ قدیم جس کی بنیاد شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور علماء کی ایک جماعت کے ہاتھوں رکھی گئی اور بے حد قلبی گہرائیوں کے ساتھ دعاؤں کا سرمایہ ادارہ کی ترقی اور مقبولیت میں معاون و مددگار ہوا، اور روز ازل ہی سے تعلیمی تربیتی اصلاحی کاموں پر بے حد توجہ دی گئی، تا آنکہ جامعہ اشرف العلوم اپنی معیاری تعلیم وتربیت کی بنیاد پر جلد ہی مرجع عوام وخواص بن گیا،

یہاں تک کہ مدارس کے اساتذہ و منتظمین اپنے بچوں کو بہترین تعلیم وتربیت کے مدنظر اشرف العلوم کا انتخاب کرنے لگے اور اس کے لئے دیوبند سہارنپور کے علماء و مدرسین کے سفارشی خطوط کا ایک بہت بڑا سلسلہ جاری رہا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ ادارہ ان کی نظر میں دیوبند و سہارنپور کے بعد اپنی ایک انفرادی حیثیت اور امتیازی مقبولیت رکھتا تھا، جس کا اظہار ان کے معائنہ جات اور خطوط سے ہوتا ہے جس کے چند نمونے یہاں پیش خدمت ہیں:

مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ ضلع سہارنپور کو اپنے قیام اور بناء کے وقت ہی سے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور سے ایک خصوصی وابستگی اور رابطہ رہا ہے اور اس کے اس دیرینہ ربط کی بناء پر آج بھی مظاہر علوم کے حضرات مدرسین اس مدرسہ کا امتحان لینے اور بعض مرتبہ جلسہ کے موقعہ پر تشریف لیجاتے ہیں، اس مدرسہ کی جدید تعمیر میں افتتاح کے وقت مسجد کا سنگ بنیاد خصوصی طور پر مرجع خلائق مرکز رشد وہدایت حضرت الحاج حافظ مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے رکھا، وثوق سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت موصوف گنگوہ تشریف لیجانے کے وقت اکثر اسکی مسجد میں نماز ادا فرماتے اور دعا فرماتے رہے ہیں، جیسا کہ اشرف العلوم جانے والے ممتحنین کے بیانات سے اندازہ ہوا کہ اس مدرسہ کا تعلیمی معیار نہایت اطمینان بخش اور قابل اعتماد ہے، درحقیقت تعلیمی سلسلہ میں بھی اس مدرسہ نے غیر معمولی ترقی کی ہے، طلبہ کو تیار کرنے کیلئے عربی درجات پر مدرسین وناظم مدرسہ کافی محنت اور نگرانی کرتے ہیں، امسال جلالین شریف کے افتتاح کے موقعہ پر میں بھی حاضر ہوا اور ۱۸ ر طلبہ پر مشتمل جماعت کو جلالین شریف

شروع کرائی، پہلے کی نسبت سے اس ترقی پذیر صورت حال کو دیکھ کر قلبی مسرت ہوئی اور دل سے دعا نکلی حق تعالی اس مدرسہ کو ہر طرح کی آفات وشرور سے محفوظ فرما کر مزید تعلیمی وتعمیری ترقیات سے نوازے اور اسکے کارکنان ومدرسین کو اخلاص واحسان کی دولت سے بہرہ ور رکھے آمین۔

دستخط حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب
نائب ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

اور چونکہ اس وقت دیوبند وسہارنپور کی تقسیمات بھی عمل میں نہیں آئی تھیں اور نہ تنازعات واختلافات کا سیلاب جاری ہوا تھا، ہر جگہ پر ایک ایک بڑا مدرسہ تھا جہاں تمام طلبہ کو جگہ دینا آسان کام نہ تھا اور آج بھی اتنی تقسیمات اور مدارس کی بے پناہ کثرت کے باوجود دیوبند سہارنپور کے علاوہ بھی طلبہ رجوعات کرتے ہیں اور اطراف وجوانب میں پھیل جاتے ہیں، اس لئے اس دور میں جبکہ اتفاق واتحاد اور بے انتہا ادب واحترام کے معاملات تھے اکابر دیوبند وسہارنپور اپنے متعلقین کو سفارشی خطوط کے ساتھ یہاں بھیجا کرتے تھے، حضرت والد صاحبؒ کی رات دن کی تگ ودو، بے حد جفاکشی، محنت اور لگن، اساتذہ کی تعلیم وتربیت پر دلچسپی اور بہترین کوششوں سے جامعہ اشرف العلوم تعلیم وتربیت کے حوالہ سے ایک مرکز کی حیثیت اختیار کر گیا تھا، دوسری طرف کبار علماء مشائخ جیسے شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ، قطب الاقطاب حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ، حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ، مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمان صاحب سیوہارویؒ، حضرت شیخ محمد زکریا صاحبؒ جیسی عظیم ہستیوں کی آمد ورفت کا سلسلہ بھی جاری رہا، دوسری جانب طلبہ

کیلئے جملہ مصارف کی سہولیات مہیا کرنے کیلئے حضرت والدصاحبؒ کی جان توڑ کوشش جدوجہد جاری رہی، سردی، گرمی، برسات، دھوپ، پیدل، سوار، بھوکے، پیاسے ہر حال میں اپنی جان کو مدرسہ اوراس کی تعلیم وتربیت کیلئے وقف کردیا تھا، بہت سے لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت والدصاحبؒ غلہ اپنے سر پر لادکر لایا کرتے تھے، کسی نے دس بیس اینٹیں مدرسہ کو دے دیں تو ان کو بھی مدرسہ میں خود اٹھا کر لایا کرتے، قرآن کریم اوراس کی تعلیم کو عام کرنے کیلئے آپ نے بہترین اساتذہ کا انتخاب کیا اورنہایت مضبوط ومستحکم نظم کے ساتھ تعلیم وتربیت پر توجہ فرمائی، علی الصباح مدرسہ تشریف لے آتے تمام طلبہ کو بیدار کرتے اور دیر رات تک مدرسہ میں تشریف رکھتے، بعد میں تقریباً ۲۰ رسال تک مستقل مدرسہ میں قیام فرمایا رات کو گھر نہیں گئے، نہایت شفقت ومحبت اورلگن کے ساتھ پڑھاتے، آپ کی آواز میں جادو تھا چلتا ہوا راہی آپ کی آواز سنکر ٹھہر جاتا، آپ فن قرأت کے ماہر استاذ تھے، سید القراء جناب مولانا قاری عبدالخالق صاحبؒ جنہوں نے مکہ میں آٹھ سال قرأت پڑھی تھی، ان سے فن تجوید میں بھرپور استفادہ کیا اور جناب حضرت مولانا حفظ الرحمان صاحبؒ استاذ فن تجوید وقرأت دارالعلوم دیوبند سے قرأت سبعہ حاصل کی تھی، جس کی تفصیلات گذر چکی ہیں اور آپ نے وہ امانت الٰہیہ اور علوم نبویہ جو اپنے اسلاف سے حاصل کئے تھے اس کی اشاعت کے جذبہ سے سرشار تھے اورقرآن پاک کی خدمت جو آپ کی زندگی کا سب سے بڑا مشن تھا اوراس کو تجوید وقرأت سے پڑھنا آپ کا ایک خاص ذوق تھا، جھوم جھوم کر عشق الٰہی کے سمندر میں ڈوب کر معانی کو سمجھ کر جب تلاوت کرتے تھے اور تجوید وقرأت کی اس محنت

اور مخلص اساتذہ کی عربی کتابوں کی تدریس پر بے پناہ محنت نے اس دور کے شائقین کو ادارہ کی طرف فوج در فوج گروہ در گروہ پہنچایا اور ملک کے شرق و غرب سے طلبہ کا رجوع عام ہوا اور شاید و باید ہی ہندوستان کا کوئی خطہ ایسا بچا ہوگا جہاں کے طلبہ اپنی علمی پیاس بجھانے کیلئے یہاں نہ پہنچے ہوں، جب ہندوستان کے طول وعرض سے بلکہ خارج ہند بنگلہ دیش وغیرہ سے بھی آنے لگے، یہ ایک زمانہ دراز تک مدرسہ محلّہ اشرف علی قصبہ گنگوہ کی قدیم مسجد میں چلتا رہا جو اس زمانہ سے آج تک دار قدیم کے نام سے مشہور ہے، طلبہ کی کثرت اور علمی ماحول کی وسعتوں کے پیش نظر جب ضرورت محسوس کی گئی کہ قصبہ سے باہر ایک وسیع اراضی حاصل کی جائے جہاں وسیع پیمانہ پر مدرسہ کی تمام ضروریات مہیا ہوں اور آنے والے طلباء اور شائقین علوم نبوت دلجمعی اور یکسوئی کے ساتھ اپنے مقاصد حسنہ کو پورا کرسکیں، اور دار قدیم کا علاقہ قصبہ کے بچوں کے لئے مختص ہو جائے اور باہر کا علاقہ باہر کے طلبہ کیلئے جن کا قیام وطعام اور تعلیم کی تمام تر ضروریات یہاں مہیا ہوسکیں تو اس کے لئے حضرت والد صاحبؒ نے اپنے مخصوص دوست واحباب کے مشورہ سے غور وفکر کے بعد جد وجہد شروع کردی، یہ مدرسہ کا وہ دور تھا کہ مالی وسعت ندارد، اسباب محدود، حالات مخدوش، حاسدین ومخالفین کی یلغاریں الگ تھیں، ان سب کے بیچ میں ایک مرد مجاہد تن تنہا بہت بڑا پروگرام لیکر اٹھ رہا تھا اس کے اپنے جذبات تھے اپنی تمنائیں تھیں اور صرف توکل علی اللہ اور اپنے مخلص بزرگوں کی دعاؤں کا بہترین زاد راہ ساتھ تھا، اس کی تفصیل حضرت والد صاحبؒ کی ایک تحریر سے اس طرح ہے۔

بعض عمارات کی تفصیل

چنانچہ ایک موقعہ پر فرمایا: دار المطالعہ کے جنوبی مشرقی گوشہ میں جو ٹنکی کے متصل ایک اچھی خاصی جگہ بہت دنوں سے بے کار پڑی ہوئی تھی اس کی تعمیر اور اس کو کام میں لانے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی، اس بیماری کی حالت میں ہی پڑے پڑے اللہ نے ایک نقشہ ذہن میں قائم فرما دیا اور اسی کے مطابق تعمیر شروع کرادی، ہر دیکھنے والا دیکھ کر اس کے سلسلہ میں چہ می گوئی کر رہا تھا کہ یہاں کیا بن رہا ہے اور کیا بنا رہے ہیں، تعمیر ہوتی گئی اور صورت تعمیر سامنے آتی گئی، دیکھتے ہی دیکھتے کچھ دنوں بعد پہلے پانچ کمرے نیچے اور گیٹ پھر اوپر چار کمرے اور ایک دو چھتی کمرہ اور ایک گیٹ کے اوپر شاندار کمرہ تیار ہو گیا، اس طرح کل تیرہ کمرے اس میں الحمد للہ تیار ہو گئے جو ہر آنے والے کی جاذب نگاہ اور دار الطلبہ چورس تیار ہو گیا اور گیٹ کے اوپر والے حصہ پر باب قاسم اور نیچے والے حصہ پر طیب منزل لکھا گیا۔

تعمیر سے چونکہ شروع ہی سے لگاؤ رہا تو اللہ تعالیٰ نے تعمیری سلسلہ میں بہت مدد فرمائی، اولاً سب سے بڑی تعمیر مسجد زکریا کی ہوئی پھر دار الحدیث پھر دار الطلبہ کا شاندار گیٹ جو اپنی تعمیر اور جائے وقوع کے لحاظ سے ایک نمایاں فن پیش کرتا ہے اور نمایاں شکل وصورت میں موجود ہے، اس کے دونوں طرف ایک ایک جنگلا اور اس میں پھلواری ایک اچھا منظر پیش کرتے ہیں، پھر اسکے بعد حوض پر ایک بہت بڑا وسیع وعریض شاندار کتب خانہ اور پھر اس کے بعد اس وقت تک کی سب سے آخری

عمارت یعنی ۲۰۰۳ء کے ختم تک کی دار القرآن ہے جو پینتیس فٹ چوڑی اور اسّی فٹ لمبی ہے اپنی تعمیر کے لحاظ سے بہت ہی پر کشش ہے، اس میں دس گیارہ آدمی تحفیظ القرآن کیلئے کام کرتے ہیں، جائے وقوع کے لحاظ سے دونوں طرف کھلی ہوا کے گزرنے سے پرلطف منظر رہتا ہے، یہ دومنزلہ ڈبل عمارت اس کی اونچائی ایک اچھا منظر پیش کرتی ہے، یہ سب تعمیرات بندہ کی کاوش اور دل دوزی اور دل سوزی سے بمشورۂ معماران ومختلف احباب فن کار سے وجود میں آئیں، کسی انجینئر کو مستقل طور پر نگراں رکھنے کی ضرورت پیش نہیں آئی''۔

مسجد کی تعمیر کے ساتھ ساتھ اس کے دائیں حصہ میں کچھ کمروں کی تعمیر کا کام شروع کیا گیا اس میں سب سے بڑا تعاون حاجی سعید احمد صاحب گنگوہیؒ ساکن محلّہ اشرف علی اوران کے بھائی محمد یوسف صاحبؒ نے فرمایا جو کہ مدرسہ کے بہت بڑے ہمدرد تھے اور حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ بہت مخلصانہ تعلقات رکھتے تھے مدرسہ کی شوریٰ کے ممبر بھی تھے، انکی خدمات اور تعاون کو بھلایا نہیں جاسکتا، اس پورے ہی خاندان کو مدرسہ کے ساتھ ہمدردی کا تعلق رہا ہے، اللہ پاک ان کوان کی خدمات کا بہترین صلہ عطا فرمائے جس کا تذکرہ ایک قدیم روداد میں حضرت والد صاحبؒ کے قلم سے اس طرح کیا گیا ہے:

تذکرۂ حسنہ

مدرسہ ہذا کو تنگیٔ مکان کی وجہ سے جو تکلیف اور مدرسین وطلباء کو جو پریشانی ہمیشہ لاحق رہتی ہے اس کا متعدد مرتبہ سالانہ جلسوں اور دیگر نشستوں میں تذکرہ

ہو چکا ہے، گذشتہ صفحات روداد ہذا میں بالتفصیل مطبخ درسگاہیں، گودام وغیرہ کی ضرورت ظاہر کی گئی ہے جن حضرات نے مدرسہ کی عمارت کو بچشم خود دیکھا ہے وہ اس کا اچھی طرح احساس فرماتے ہیں، چنانچہ جگہ کی تنگی کے باعث مدرسہ ہذا نے قصبہ سے باہر آٹھ بیگھہ آراضی خرید کی ہے اوراس میں درسگاہیں، مسجد، مطبخ، گودام وغیرہ بنانے کی تجویز ہو چکی ہے اور فی الحال دو کمرے مع برآمدوں کی تعمیر زیرِ غور ہے جس کے لئے جناب مستری عبدالحمیدؒ صاحب گنگوہی نے ساٹھ ہزار اینٹ عنایت فرمائی ہیں اور حاجی سعید احمد صاحب گنگوہیؒ (جوکہ مدرسہ کے قدیم محسن اور معین ہیںؒ) نے ان کمروں کے لئے ایک بڑی رقم عنایت فرمائی، نیز ان کے بھائی محمد یوسفؒ صاحب نے بھی اس میں کچھ رقم دینے کا وعدہ فرمایا ہے مگر یہ سب رقم مل کر بھی کمروں کی تکمیل نہیں ہوتی اس لئے ضرورت ہے کہ مخیّر اور وہ حضرات کہ جنکو اللہ نے وسعت دی ہے اوران کے قلب میں دین کی ترقی کا خیال ہے اس خاص مد کی طرف توجہ فرما کر اپنے لئے صدقۂ جاریہ بنائیں، چونکہ یہ رقم ۱۳۷۷ھ میں آئی ہے اس لئے اس کا جمع خرچ ان شاء اللہ تعالیٰ اگلی روداد میں درج ہوگا، کارکنانِ مدرسہ ان حضرات کے لئے دل سے شکرگزار ہیں کہ انہوں نے نہایت ضرورت اور حاجت کے وقت اس مدرسہ کی دستگیری فرمائی اور دعا کرتے ہیں کہ خداوند کریم موصوفین کو اس کا اجر جزیل عطا فرمائے اوران کی جان ومال اور اولاد میں ترقی دے، نیز ان حضرات کے دلوں میں مزید شوق وولولہ پیدا فرما کر مدرسہ کی دیگر ضروریات کو بھی پورا کرائے آمین ثم آمین۔

نظم

مبارک تم کو اے لوگو مدرسہ کی عمارت ہو
ملے گا اجر اس کا جب خدا کی ہی عدالت ہو

زمیں تو مول لے لی ہے و لے اتنا رہے روشن
بلا پیسے بلا کوشش بھلا کیسے عمارت ہو

خدا کے رُوبرُو جا کر بھلا کیوں نہ ندامت ہو
بلا مسکن بلا معبد مُسلماں کی جماعت ہو

پڑے سردی دسمبر کی مئی وجون کی گرمی
جگہ کے تنگ ہونے سے بھلا کیسے قرأت ہو

بہانہ کردیا بخشش کا اللہ لایزالی نے
خدا کا نام روشن ہو قرآن کی اشاعت ہو

مُسلماں فخر فرمایا کریگا کل جہاں تجھ پر
نزاکت کے زمانے میں اگر اتنی صداقت ہو

فنا کے بعد بھی زندہ رہے گا نامِ نامی گر
شہادت جبکہ مذہب اور قرآن کی حمایت ہو

یہ مانا کردیا سب کو پریشاں نرخِ غلہ نے
صنعت ہووے حرفت یا زراعت یا تجارت ہو

سنو عثمانؓ نے فرمایا کہ فرمائیں رسول اللہؐ
ملاحظہ تم کو مسلم اور بخاری کی روایت ہو

یہاں کے ایک دینے سے یہاں دس اور وہاں سولو
بھلا اس جیسی کوئی تو بتاؤ گر تجارت ہو

تمنا ہے شریفؔ احمد کریں ملکر اعانت تا!
بجے اسلام کا ڈنکا مخالف کو خجالت ہو

احقر شریف احمد

ناظم مدرسہ اشرف العلوم قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور یوپی

جامعہ ہذا سے متعلق بشارات

ایک بنگالی لڑکے کا خواب

(۱) جس وقت دارالحدیث بن رہا تھا تعمیر جاری تھی تو ایک بنگالی طالب علم نے خواب دیکھا کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت صدیق اکبرؓ

اور انبیاء کرامؑ میں سے ایک دو اور تھے، ڈاک بنگلہ میں تھانہ کے پاس دو شخص آئے اور مجھ کو پکڑ کر لے چلے، میں نے معلوم کیا کہاں لے جا رہے ہو؟ تو ان دونوں نے بتلایا کہ بنگلہ میں اعلیٰ افسر بلا رہے ہیں، میں گیا جا کر دیکھا تو آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہیں سلام کیا فرمایا آیئے تم یہاں اشرف العلوم میں پڑھتے ہو؟ میں نے جواب دیا جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ میں اشرف العلوم میں مشکوٰۃ شریف پڑھتا ہوں میں نے حضرت سے معلوم کیا کہ حضرت تشریف لائے تو آپنے فرمایا ہم دار الحدیث دیکھنے آئے ہیں اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

(۲) حضرت مولانا سراج الحق صاحب قاسمی چمپارنی سابق مدرس مدرسہ ہذا نے ۱۳۹۶ھ میں خواب دیکھا کہ میں حضرت گنگوہی کے مزار پر ہوں اچانک حضرت کی قبر شق ہوگئی اس میں سے حضرت مولانا رشید احمد صاحب نکل کر چل دئے میں نے پوچھا کدھر تشریف لے جا رہے ہیں؟ حضرت نے فرمایا مدرسہ اشرف العلوم جا رہا ہوں، حضرت شیخ زکریاؒ نے اس خواب کی تعبیر فرمائی کہ حضرت گنگوہیؒ کی روحانیت مدرسہ کی جانب متوجہ ہے اور مدرسہ کی اعانت جسمانی و مالی حضرت حق تعالیٰ کی بارگاہ تک اقرب ترین راستہ ہے، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے آمین۔

اس خواب سے قبل ہر سال ہم کو دار العلوم مظاہر علوم میں اعلان داخلہ لگانا پڑتا لیکن پھر بھی طلبہ آتے نہیں تھے، ادھر اس خواب کے بعد طلبہ کی آمد کثیر تعداد میں ہونے لگی اور اعلان کی ضرورت دوبارہ نہیں پڑی۔

(۳) حضرت والد صاحبؒ نے بیان کیا کہ جس وقت یہ دار جدید کی مسجد بن رہی تھی ابھی بنیاد ہی کھدی تھی کہ جس جگہ ایک نمبر کمرہ ہے مسجد کے برابر یہاں پر

ایک لمبا درخت کھڑا ہے اس پر ایک شہد کا چھتہ لگا ہے اس پر بہت ساری موٹی موٹی مکھیاں ہیں لوگ اس کو توڑنے کی کوشش کر رہے ہیں مگر مکھیاں موٹی موٹی ہونے کی وجہ سے ہر شخص پیچھے ہٹ رہا ہے میں گھر سے آیا تو دیکھا چھتہ شہد کی مکھیوں کا درخت پر لگا ہوا ہے کسی کو کہے بغیر چھلانگ لگائی پہلی ہی چھلانگ میں چھتہ کے قریب پہنچ گیا، میں نے اس میں ہاتھ ڈالدیا اور شہد نکالنا شروع کیا اور اس چھتہ کو نیچے گرادیا، میں نے یہ خواب حضرت مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیثؒ سے بتلایا تو حضرت نے تعبیر دی کہ یہاں سے علم کا چشمہ جاری ہوگا، یہ خواب اور تعبیر بقلم حضرت شیخ زکریاؒ نیچے ذکر کی جاتی ہے:

گذشتہ ہفتہ جن دنوں ایک عریضہ حضرت کی خدمت والا میں تحریر کیا، ایک خواب دیکھا، میں ایک پختہ سیدھی سڑک پر جارہا ہوں، سامنے ایک بڑا درخت ہے جس میں ایک محال ہے ''شہد کی مکھیوں کا چھتہ'' بہت سے لوگ نیچے کھڑے چھتہ توڑنے اور شہد حاصل کرنے کی فکر میں ہیں، مجھے ان سب کو دیکھ کر کسی قدر وحشت ہوئی اور ساتھ ہی چھتہ توڑنے کی تمنا بھی ہوئی، بس فوراً ہی پورا چھتہ مع شہد کے جس میں ایک ڈنڈی بھی لگی ہوئی ہے میرے دور کھڑے کے ہاتھ میں آ گیا اور سب لوگ یوں ہی رہ گئے مکھیاں اپنی جگہ پر بدستور بیٹھی رہیں، فقط والسلام۔

ہر حال میں حضرت والا کے الطافِ بیکراں کا محتاج ہوں، والسلام۔

احقر شریف احمد

خواب بہت مبارک ہے، کسی تعبیر کا محتاج نہیں یہ انشاء اللہ تمہارے دینی اعمال کی قبولیت کی بشارت ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے مدرسہ کی تکمیل وفروغ کا مژدہ

ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے شہد کی تعبیر قرآن ہی سے لی ہے، فقط والسلام۔

حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب مدفیوضہم

بقلم نجیب اللہ ۲۳ رصفر ۱۳۹۳ھ

(۴) حکیم استغفر اللہ صاحب شیخ زکریا صاحبؒ کے لوگوں میں سے تھے یہ پاکستان چلے گئے تھے انکو کشف قبور حاصل تھا، ایک مرتبہ یہ ہندوستان آئے ہوئے تھے ان سے سہارنپور میں ملاقات ہوئی انہوں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ گنگوہ آنے کو طبیعت چاہ رہی ہے، میں نے کہا کہ میں ابھی گنگوہ جارہا ہوں اگر آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیں تو بہتر ہوگا، چنانچہ وہ تیار ہو گئے میں انکو گنگوہ لیکر آ گیا دار جدید کے دفتر میں ٹھہرے، رات میں حکیم صاحب نے خواب میں دیکھا کہ مسجد کا صحن بہت سارے پودوں سے بھرا ہوا ہے پھول پھلواری کے پودے اُگے ہیں اور ایک دم بڑے ہو کر کلیاں آجاتی ہیں اور پھول کھل جاتے ہیں، پودا لگا فوراً بڑا ہوا فوراً کلیاں آجاتی ہیں ہر کلی یہ چاہتی ہے کہ میں پہلے کھلوں، کھلنے میں ہر ایک دوسری سے سبقت کر رہی ہے، کیا بات ہے بتلایا کہ یہاں حضرت شیخ الحدیث تشریف لاتے رہتے ہیں تو حکیم صاحب نے کہا یہ انہیں کی برکت ہے۔

اسی طرح سے بہت سے طلبہ نے بڑے عمدہ خواب دیکھے حضور پاک علیہ السلام اور صحابہؓ کی خواب میں زیارتیں کیں اور متعدد بشارتیں اللہ پاک نے انکو دکھائیں جو جامعہ ہذا کے عنداللہ مقبول ہونے کی علامات ہیں اللہ پاک قبول فرمائے۔

جامعہ اشرف العلوم کی مقبولیت کا راز

رفیق محترم حضرت مولانا زاہد حسن صاحب مدظلہ العالی مدرس جامعہ رحمۃ للعالمین تڑفوہ ضلع سہارنپور جو یہاں ایک زمانہ تک مدرس رہے ایک طویل مضمون میں اس طرح رقم طراز ہیں:

جامعہ میں اپنے قیام کے زمانہ میں اس کی محبوبیت، شہرت اور مقبولیت کی کئی وجوہ محسوس ہوئیں (۱) سب سے پہلے تو بزرگوں کی سرزمین اور ان کے زمانہ میں ذکر اللہ قال اللہ وقال الرسول کی جو مقدس صدائیں فضاء میں گونجی ہوں گی ان کی برکات کے اثرات جن جگہوں میں ذکر خداوندی کی مہک ہوتی ہے، یقیناً وہ جگہیں مقدس تو ہوتی ہیں مگر سکینہ اور رحمت کا کیف بھی ان میں آجاتا ہے اور **الا بذکر اللہ تطمئن القلوب** کے مژدۂ جانفزا اور وعدۂ برحق کا اثر ان میں ہوتا ہے، اسی لئے ایسی بستیوں میں خود بخود جی لگتا ہے، ایک حسن پایا جاتا ہے، وحشت کافور ہوتی ہے، طبیعتیں سکون پاتی ہیں، سرزمین گنگوہ بھی ان میں سے ایک ہے۔

(۲) بانی جامعہ کا خلوص اور ہر وقت اس کی ترقی کے فکر کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنانا نیز اس کی اقامت، ادارت اور خدمت کو ہر وقت اپنے لئے سعادت خیال کرنا اور شکر بر شکر بجالاتے رہنا، بجائے فخر وناز کے ہر وقت ہیچمدانگی کی کیفیت سے سرشار رہنا پھر اس پر **لئن شکرتم لازیدنکم** کا تمغہ پانا۔

(۳) بلا امتیاز ہر شخص، ہر برادری، ہر علاقہ والے کے لئے بابِ فیض جامعہ

کو مفتوح رکھنا اور گویا جو بھی طالب علم بن کر آ گیا خواہ وہ کوئی ہو سب کے لئے جامعہ **مفتحة لهم الابواب** رہتا ہے۔

(۴) حضرت بانی جامعہ کے مدنظر اور نصب العین ہمیشہ تعلیم کی بہترائی اور اس کے معیار کی بلندی پھر اس کے لئے باصلاحیت، جید الاستعداد، محنتی اساتذہ کی فراہمی، تعلیم، طلبہ اور اساتذہ ہی آپ کی نظر میں مُخُّ المدرسہ اور اس کی جان سمجھے جاتے تھے، تعمیر پر زیادہ زور نہیں رکھا، جب میں جامعہ میں آیا تو کل تعمیر احاطۂ دار جدید کی بمشکل ۲۲ر کمرے تھے اور مقیمین طلبہ کی تعداد ۶۰۰ر تک ہو جاتی تھی کوئی مسجد میں، کوئی محلّہ میں، کہیں بھی رہ کر اپنا قیام کر لیا کرتا تھا، مگر درسگاہیں بھری ہوتی تھیں اور پچاس پچاس ر ساٹھ ساٹھ کے درمیان ایک ایک جماعت میں طلبہ رہتے تھے، اب جامعہ میں جو کافی اور وافی تعمیر نظر آتی ہے یہ بہت بعد کی ہے، جب کہ حضرت والا کا بیرونی سفر وقوع میں آیا، طلبہ میں زیادہ تر ذہین طلبہ اور مختلف مدارس کے ذمہ داران اور مولوی حضرات کے صاحبزادگان ہوتے تھے۔

(۵) طلبہ اساتذہ اور تعلیم کی مکمل نگرانی اور باوجود جسماً مدرسہ سے غیر حاضری کے ذہناً مدرسہ میں موجود رہنا، پھر تمام کتابوں کو آخر تک مکمل کرانے کی کڑی نگرانی، بالخصوص جدید مدرسین کے اسباق کا جائزہ لینا اور پتہ رکھنا کہ طلبہ ان کی تدریس سے مطمئن ہیں یا نہیں اور کس کتاب میں کس کا کیا حال ہے، خود جب میرا تقرر ہوا تو حضرت ناظم جامعہ نے پہلے ہی مجھ سے بھی کئی کئی دفعہ یہ معلوم کیا کہ کیا آپ نے فنون کی کتابیں بھی پڑھی ہیں اور ہمارے یہاں یہ بھی داخل نصاب ہیں، ان کی تدریس

سے واسطہ رہے (فنون کی کتابوں سے مراد چند اہم کتابیں بیضاوی شریف، شرح عقائد، ہدایہ ثالث ورابع، میبذی، دیوانِ متنبّی، ملاحسن سراجی جیسی کتابیں ہیں، جامعہ مظاہر علوم میں ان کتابوں کے لئے ایک مستقل سال لگتا ہے جو اختیاری ہے، خواہ دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کے بعد کوئی لگالے یا پہلے ہی، احقر نے ان کتابوں کی اہمیت سن رکھی تھی اس لئے دورۂ حدیث سے قبل ہی ان کو پڑھ لیا تھا یہ سوچ کر کہ نہ معلوم بعد میں کیا موقعہ رہے فالحمد لله علی ذٰلك ۔

مدرسہ میں آپ کا طرز عمل اور طریقۂ کار

اس سلسلہ میں مدرسہ کے ایک مخلص ترین استاذ گرامی جو اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں اور نہایت ہی رفیع اوصاف وکمالات کے جامع ہیں، جن کا جامعہ اور حضرتؒ کے ساتھ اور ان کے بعد بھی مدرسہ اور اس کے ایک چھوٹے سے خادم راقم الحروف کے ساتھ بے انتہا خلوص اور محبت کا رشتہ ہے (یعنی حضرت مولانا محمد سلمان صاحب استاذ حدیث جامعہ ہذا) جزاہ اللہ خیرا فی الدارین، اپنی ایک طویل تحریر میں اس طرح لکھتے ہیں:

ایک صاحب نے بتلایا کہ میں نے حضرت قاری شریف احمد صاحبؒ سے ایک مرتبہ معلوم کیا کہ آپ ماشاء اللہ اتنا بڑا مدرسہ چلارہے ہیں، اور سب کو جوڑ کر چل رہے ہیں اس میں آپ کا طرز عمل اور طریقۂ کار کیا ہے؟ حضرت اقدس ناظم صاحب علیہ الرحمہ نے جواب دیا کہ ایک تو میں نے کبھی اساتذہ کی تنخواہوں کو نہیں روکا، ہر مہینہ کی

پہلی تاریخ کو اساتذہ کی تنخواہ کا انتظام کیا چاہے قرض لینا پڑا، دوسرے مدرسہ کی تعمیر کو نہیں روکا، اور اس کی حضرت ناظم صاحبؒ نے وجہ بھی بتلائی کہ مدرسین کو ہر ماہ تنخواہ ملے گی تو وہ طلبہ پر محنت کریں گے اور کوئی فروگذاشت ہوگی تو اس پر گفت وشنید بھی کر سکتے ہیں، ورنہ تو سارا تعلیمی نظام درہم برہم ہوکر رہ جائے گا، راقم الحروف عرض رساں ہے کہ احقر کو معلوم ہے کہ حضرت ناظم صاحبؒ بعض حضرات سے قرض لیا کرتے تھے، اور دوسری وجہ کے بارے میں فرمایا کہ اس کی وجہ سے اللہ پاک اہل خیر حضرات کے دلوں میں ڈالتا ہے کہ فلاں مدرسہ میں کام ہورہا ہے اس کا تعاون کیا جائے، ان وجوہات کے علاوہ حضرت ناظم صاحبؒ مدرسہ میں پابندی خود بھی کرتے تھے اور دوسروں سے بھی پابندی چاہتے تھے، سبق کا نقصان حضرت کو بہت گراں گذرتا تھا، اسی لئے خود اپنے اسباق تجوید، بوستاں، نفحۃ الیمن وغیرہ پابندی سے پڑھاتے تھے، حضرتؒ کا ایک خاص وصف یہ بھی رہا کہ انہوں نے اساتذہ کے تقرر میں برادری کا لحاظ نہیں کیا بلکہ یہ دیکھا کہ کون مدرسہ میں طلبہ پر زیادہ محنت کرسکتا ہے، اسی کا تقرر فرمالیا، اگر تحقیق کی جائے تو جامعہ ہذا میں آج گنگوہ کی مختلف برادریوں کے حضرات اساتذۂ کرام بڑی محنت وجانفشانی سے اور مخلصانہ انداز میں برسہا برس سے کام کررہے ہیں بلکہ حضرت نے علاقہ کا بھی کوئی خیال نہیں کیا بہار، بنگال، مہاراشٹر، یوپی، مدھیہ پردیش جہاں کے حضرات کو دیکھا کہ یہ طلبہ پر انشاء اللہ محنت کریں گے ان کو تدریس کے لئے جگہ دی اور کسی کو از خود مدرسہ سے جانے کے لئے نہیں فرمایا ہاں خود ہی کوئی مدرس از خود کسی ضرورت سے جانے کے لئے اصرار کرتے تو منع بھی نہ فرماتے تھے۔

ایں سعادت بزور باز ونیست　　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

چنانچہ ایک مرتبہ درمیان سال میں جبکہ داخلے بند ہو چکے تھے، راقم الحروف کے متعارف دار بندہ کے پاس آئے کہ میرا ایک عزیز فلاں جگہ کا رہنے والا ہے اور جامعہ اشرف العلوم میں پڑھنا چاہتا ہے احقر نے اس سے کہا کہ اب داخلے بند ہو چکے ہیں اگر تم چاہو تو مدرسہ میں داخلہ کرادو لیکن کھانا پینا اس کا تمہارے گھر پر ہی رہے گا، اس نے اس کو منظور کرلیا احقر نے یہ تفصیل جب حضرت ناظم صاحبؒ کو بتلائی تو حضرت نے اس طالب علم کو بلوایا احقر نے جب اس طالب علم کی ملاقات کرائی تو حضرت ناظم صاحبؒ نے فرمایا کہ مولوی سلمان یہ طالب علم پڑھنے والا نہیں ہے تم اس کا داخلہ مدرسہ ہی میں کراؤ اور قیام وطعام بھی مدرسہ ہی میں رکھو، چنانچہ اسی طرح اس کا داخلہ کرادیا گیا اور وہ طالب علم چند دن مدرسہ میں رہکر چلا گیا، میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ حضرت ناظم صاحبؒ عالم الغیب تھے آدمی سے غلطی بھی ہوسکتی ہے بلکہ اس واقعہ سے میرا مقصد یہ ہے کہ حضرت کو اللہ پاک نے فراست ایمانی سے نوازا تھا، خود آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله (ترمذی وطبرانی)۔ ”ماخوذ از نقوش دوام“

حضرتؒ کی عجیب مجاہدانہ ومشفقانہ اور والہانہ خدمات تھیں انہیں خدمات کو دیکھ کر حضرت اقدس مفتی مظفر حسین صاحبؒ ناظم ومتولی جامعہ مظاہر علوم وقف سہارنپور نے ایک مرتبہ جامعہ اشرف العلوم کی شاخ نمبر ۴ رکی تعمیر کے موقع پر تشریف آوری کے وقت فرمایا کہ ماشاء اللہ میں جب بھی جامعہ ہذا میں حاضر ہوا تو تعلیمی وتعمیری کاموں میں اضافہ ہی پایا یہ حضرت قاری صاحب کی مخلصانہ محنت

ودعاؤں کا نتیجہ ہے، نیز یہ بھی فرمایا کہ حضرت قاری صاحبؒ میں دو صفتیں خاص طور پر بڑی زبردست ہیں ایک ان کا اخلاص اور دوسرے ان کا استقلال اور تقریباً ایک گھنٹہ اسی پر گفتگو کرتے رہے اور اس درمیان حضرت والد صاحبؒ پر آہ وبکا کی اور گریہ کی متواضعانہ کیفیت اور متشکرانہ جذبات کا عالم رہا، یہ تقریر حضرت مفتی صاحب نے جامعہ ہذا کی ایک شاخ کے اجراء کے موقعہ پر فرمائی تھی۔

(۱) مدرسہ سے متعلق کسی موقعہ پر کہی گئی ایک نظم

ایک عملہ مستعد ہے روز و شب تنظیم میں — جو ہے مصروفِ عمل ہر کام کی تنظیم میں
ایک عالم میں ہے پھیلی تیری شہرت ہر طرف — اے زمیں گنگوہ کی تجھ کو مبارک یہ شرف
پڑھتے ہیں مسجد میں طلباء درسگاہیں ہیں قلیل — درسگاہوں کیلئے ہو جلد تر کوئی سبیل
ہیں بڑی تنگی میں سارے مہمانانِ جلیل — ان میں ہیں ایسے بہت ہے مدرسہ جنکا کفیل
ایک عالم میں ہے پھیلی تیری شہرت ہر طرف — اے زمیں گنگوہ کی تجھ کو مبارک یہ شرف
درسگاہوں اور رہائشگاہوں کی تعمیر ہو — ہے تقاضہ جلد تعمیرات کی تدبیر ہو
آیئے فرمایئے اس مد میں کیا تحریر ہو — تاکہ دربارِ خدا میں آپ کی توقیر ہو
ایک عالم میں ہے پھیلی تیری شہرت ہر طرف — اے زمیں گنگوہ کی تجھ کو مبارک یہ شرف
ناظم اعلیٰ ہیں یاں کے حضرت قاری شریف — آپ کا شیوہ ہے واصف خدمت دینِ حنیف
کرنہیں سکتے ہیں کچھ بھی لاکھ درپے ہوں حریف — آپ کے اخلاص کی برکت ہے یہ لطف لطیف
ایک عالم میں ہے پھیلی تیری شہرت ہر طرف — اے زمیں گنگوہ کی تجھ کو مبارک یہ شرف

جامعہ میں دورۂ حدیث پاک کا آغاز

آپ کا عظیم کارنامہ سرزمین گنگوہ پر دورۂ حدیث شریف کا افتتاح ہے جو تعلیم حدیث کی اس تاریخی سرزمین میں نشاۃ ثانیہ ہے، تقریباً ۹۲ سال بعد اس سرزمین سے قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں پھر سے گونجنے لگیں، امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے اس سرزمین پر دارالعلوم کے قیام سے قبل ۱۲۶۵ھ میں دورۂ حدیث شریف کی تعلیم کا آغاز فرمایا تھا پھر یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ آپ نے امراض کی کثرت اور بہت سے عوارض خاص طور پر آنکھ میں نزول ماء کی وجہ ۱۳۰۸ھ میں دورۂ حدیث شریف ملتوی فرمادیا تھا، حضرت مولانا یحییٰ کاندھلویؒ کے لئے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبہٹویؒ نے حضرت گنگوہیؒ سے سفارش کی کہ حضرت نے امراض کی وجہ سے اسباق بند کردئے مگر ایک سال دورۂ حدیث میری درخواست پر اور پڑھادیں کہ مولانا اسمعیل کاندھلویؒ کے لڑکے مولانا یحییٰ کا میں نے امتحان لیا ہے ایسا شاگرد حضرت کو نہ ملا ہوگا، چنانچہ حضرت نے وعدہ فرمالیا اور یکم ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ سے دورۂ حدیث شریف پھر سے شروع فرمادیا اور ۲۳ر شعبان ۱۳۱۲ھ کو یہ دورہ ختم ہوا، یہ حضرت کی زندگی کا آخری دورہ تھا۔

(سیرۃ مولانا یحییٰ کاندھلوی ر ص ۹۷)

۵ر ذیقعدہ ۱۴۰۵ھ مطابق ۳ر اگست ۱۹۸۴ء بروز جمعہ بعد نماز جمعہ مدرسہ میں دورۂ حدیث پاک کا آغاز ہوا جو حضرت والد صاحبؒ کی بہت بڑی تمنا تھی اور صرف انہیں کی نہیں بلکہ بہت سے علماء صلحاء اور مشائخ کی تمنا تھی جیسا کہ حضرت مفتی

محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کے مکاتیب میں موجود ہے، افتتاح بخاری شریف کیلئے اجلاس منعقد کیا گیا اور اس کیلئے بڑا اہتمام کیا گیا اور کبار علماء کو دعوت دی گئی، جن میں حضرت مولانا حکیم محمود عبدالرشید نبیرہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شیخ عبدالحق صاحب اعظمی محدث دارالعلوم دیوبند وغیرہما تشریف لائے تھے اور ایک عجیب وغریب منظر تھا انوار وبرکات چھائے ہوئے تھے، دارالحدیث میں یہ پروگرام منعقد ہورہا تھا پہلے حضرت حکیم صاحبؒ کی تقریر دلپذیر اپنے ایک نرالے اور مخصوص انداز میں ہوئی تھی، جس میں یہ بھی فرمایا تھا۔

حضرت حکیم نھومیاں صاحبؒ کی تقریر دلپذیر

تسمعون ویسمع منکم ویسمع من الذین یسمعون منکم کا تو اثر سامنے آیا قیامت تک انشاءاللہ تعالیٰ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا، شاہ ولی اللہ جس نعمت کو شیخ طاہر کُردی دارُالھجرت مدینہ منورہ سے لے کر آئے تھے وہ دارالسلطنت دہلی پہنچا، کون کون سے خانوادے اس سے مستفید ہوئے، طور کی تجلیاں اور وادیٔ ایمن کے شرارے مدینہ سے دہلی، دہلی سے سرزمین گنگوہ اور دیوبند تک پہنچے الحمدللہ علی ذلک، شاہ ولی اللہ زندہ ہوتے تو تحدیث بالنعمۃ کے طور پر اپنے اس شعر کی تصدیق پر زعفران زارِ تشکر بن جاتے

؎

وانّی وان کنت الاخیر زمانہ لاتٍ بما لم تستطیعہ الاوائل

اور اس امرِ نبوی ﷺ کی حکمت پر مجسمِ امتنان بن جاتے کہ فوراً ہندوستان جاؤ ورنہ اُس سرزمین کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے، تمام راستہ سوگوار رہے اور یہ شعر

گن گناتے آئے

نَسِیتُ کُلَّ طَرِیقٍ کُنْتُ اَعْرِفُهٗ اِلَّا طَرِیقًا یُوْدِیْنِی اِلٰی رِبْعِکُمْ

ان دیار پر کتنا حق تعالیٰ کا فضل تھا کہ دہلی میں وہ ساقی بن کر بیٹھے، صافی بن کر اٹھے، پھر

ساقی دہلی کے مستوں نے بارض دیوبند
رکھی جب بنیاد میخانہ بطور یادگار

دور دورہٗ ساغر صہباء طیبا کا ہوا
جرعہ نوشانِ ازل آئے قطار اندر قطار

اپنی وسعت کے مطابق پی گیا ہر بادہ خوار
خم کے خم اور یم کے یم

کون اس نعمت کا قدردان ہو کیسے ہو علم محدود، ظرف محدود، بصیرت مفقود۔ معرفت نابود، وہ شکر گذاری کا طریقہ بھی تو نہیں جانتا، عجب نہیں شکر کر رہا ہو، ہو رہا ہو وہ کُفران، چاہتا ہے وفا کرنا ہو رہی ہے وہ جفا

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی
تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

بس اے اللہ حمد و شکر و کما یلیق بشانك وفقنی لما تحب وترضی

شیوع حدیث فی الهند کی مختصر تاریخ بھی اگر مستحضر رہے تو ارباب علم کے لئے موجب انبساط ہو گی۔

وفات نبوی ﷺ کے بعد جب حضرات صحابہؓ طول ارض میں پھیلے تو اس فنِ

شریف کو ساتھ لیکر آئے عبد المالک ایک محدّث تلمیذ سخاویؒ صحیح بخاری لے کر آئے ان کے متعلق کہا جاتا ہے کان حافظاللقرآن والصحیح البخاری۔

علاء الدین علی گجرات آئے گجرات ہی باب العرب تھا حدیث کا چرچہ شروع ہوا شیخ طاہر پٹنی مصنف مجمع البحار امیر العلماء تھے، شیخ عبدالحق دہلوی نے دہلی کو مرکزی حیثیت بخشی۔

شیخ احمد سرہندی اپنے مجددانہ کارناموں کے ساتھ اشاعتِ حدیث کے شائق وساعی رہے فصوص کے مقابلہ میں نصوص کی افضلیت اور اقدمیت پیش نظر رہی، طالبین وسالکین کو برابر حدیث کی طرف توجہ دلاتے رہے **فان القول ماقال الرسول** ان کا مذاق تھا اور **والعلم ماکان قال فیه حدثنا وما سواه فوسواس الشیاطین** کا ولولہ ووجد اُن کا حال تھا، اخیر میں مکتب ولی اللہ سے حضرت شاہ عبدالعزیز اور ان کے برادران عالی مقام نے نہ صرف ہندوستان بلکہ حجاز مقدس تک اس فیض کو پہنچایا، ان کے خوان یغما سے گنگوہ، دیوبند، مظفر نگر، سہارنپور، کاندھلہ جیسے پسماندہ قریٰ بھی چمک اٹھے۔

اصح الکتب بعد کتاب اللہ کے الصحیح المسند ہونے میں تو کلام ہی کیا کہ کتابت وجمع حدیث سے پہلے وضوء طہارت ونوافل کے بعد دربار نبوی ﷺ میں مراقبہ بھی کرتے، تراجم ابواب جیسی دقیق چیز کبھی روضۃ من ریاض الجنۃ اور کبھی حطیم میں بیٹھ کر لکھتے سبحان اللہ، ان خدام حدیث کی شان میں اس سے زیادہ اور کیا کہا جائے کہ سبّاقِ غایات بھی ہیں اور مظاہر آیات بھی، حدود فنّی میں بھی ماہر، حقائق واقدار میں بھی کامل، اربع مع اربع کاربع مع اربع مثل اربع فی اربع یعنی امام بخاری

کی چوکڑی پر کار بند ابحاث رجال عظمت وادب بھی رد اور قدح بھی ایک لاکھ رجال کی تاریخ مرتب بھی، اللہ تعالیٰ ہمیں قدر دانی ارزانی فرمائیں آمین انتہیٰ کلامہ۔

ان کے بعد حضرت مولانا شیخ عبدالحق صاحب اعظمی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے ۳۳ طلبہ کو بخاری شریف شروع کرائی اور افتتاحی تقریر فرمائی، بہت ہی عمدہ خطاب تھا اور فدائے ملت حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب نے پُر مغز تقریر سے سامعین کو محظوظ فرمایا اور اخیر میں حضرت حکیم صاحبؒ کی دعاء پر ہی جلسہ ختم ہوا تھا، اسی سال یہ ناکارہ مؤلف بھی دورۂ حدیث کا طالب علم تھا اور آج بھی طالب علم ہی ہے، حضرت والد صاحبؒ کا والہانہ انداز اور استقبال ضیوف وغیرہ سب مناظر یاد آتے ہیں، مدرسہ میں دورۂ حدیث کے آغاز پر بہت سے مشائخ نے مبارک بادی کے خطوط لکھے تھے جن میں سے چند یہاں پیش کئے جاتے ہیں، اسی دور کی کہی گئی ایک نظم پیش خدمت ہے جو آگے آرہی ہے۔

الغرض پہلے بڑی محنت ومشقت سے دارالحدیث بنوایا گیا جس میں بہت زیادہ محنت کی گئی تھی، حکومت سعودیہ کی طرف سے اس میں اچھا خاصا تعاون ہوا اور جن حضرات نے اس میں حصہ لیا حق تعالیٰ شانہ ان کو اپنی شایان شان بہترین بدلہ عطا فرمائے اور پھر یہ عظیم کام اس میں شروع ہوا بحمد اللہ جو اب تک جاری وساری ہے اور ایک بہت بڑی تعداد اس وقت سے اب تک عالم فاضل بن کر نکل چکی ہے اور دنیا بھر میں دین کی خدمت میں مصروف کار ہے یہ سب حضرتؒ کے عظیم کارناموں کی ایک جھلک ہے۔

دورۂ حدیث کے آغاز کے سلسلہ میں حضرتؒ نے اپنی مخصوص ڈائری میں خود اس طرح لکھا ہے: مدرسہ اشرف العلوم کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ،

ارضِ قدوس ورشید پر ۹۲ رسال بعد درس حدیث بخاری شریف ۳ راگست ۱۹۸۴ء مطابق ۵ رذیقعدہ ۱۴۰۴ھ بعد نماز جمعہ دارالحدیث میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب شیخ دارالعلوم دیوبند نے شروع کرائی، حضرت الحاج مولانا حکیم عبدالرشید محمود صاحب مدظلہ کی تقریر پر جلسہ ختم ہوا۔ ۲۷ ررجب ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۸ راپریل ۱۹۸۵ء پہلی بار بخاری شریف مدرسہ میں ختم ہوئی ۳۲ رطلبہ نے فراغت کی، عزیز خالد سیف اللہ نے بھی پہلی بار اسی مدرسہ سے فراغت پائی۔

(۲) نذرانۂ تہنیت

بموقعہ مسرت آغازِ درسِ بخاری شریف، درمدرسہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

ہراک سمت چھایاہے ابرِ بہاراں　　ہوئی ہم پہ پھر رحمت ربِّ رحماں
مبارک ہو گنگوہ تجھ کو یہ عظمت　　کہ ''اشرف علوم'' آج ہے خلد ساماں
بزرگانِ دیں عالمانِ شریعت　　یہاں لائے تشریف کچھ فخرِ دوراں
کریں گے یہ آغاز درسِ بخاری　　چمک جائے گا مرکز علم وعرفاں
وہ فخر زمن جس نے آدھی صدی تک　　کیا عام علم حدیث اور قرآں
رشیدِ یگانہ ، وحیدِ زمانہ　　امام الامم مقتدائے بزرگاں
مہ ونجم ، ذروں کو جس نے بنایا　　علومِ نبوت کا وہ مہرتاباں
وہ تالاب پراللہ کی صدائیں　　فضا پھر اسی رنگ میں ہوگی غلطاں
یقیں ہے وہی دورآئے گا پھر سے　　کہ ''جنسِ رشیدی'' یہاں ہوگی ارزاں
اسی جذبۂ خدمتِ دیں کے حامل　　وہی ورثۂ علم وشوق فراواں
وہ قاری شریف احمد باصفا ہیں　　ادارہ یہ ہے ذات پر جنکی نازاں
ملی عظمتِ رفتہ گنگوہ تجھکو　　خدا کا کرم اور ان کا ہے احساں

اب اشرف علوم اور ابھرے گا یونہی — کہ روشن ہوئے ہیں ترقی کے امکاں
رہے پر بہار اور سرسبز یارب — یہ قدوسی و بوسعیدی گلستاں
بنے ازہرالہند یہ بھی جہاں میں — ہراک سمت پھیلے یونہی اس کا فیضاں
مبارک ہو واصفؔ یہ تکمیل علمی — دعا ہے کہ شہرت ہو اس کی فراواں

(۳) ترانۂ جامعہ اشرف العلوم رشیدی

قطب عالم حضرت قدوس کی اے سرزمین — بُوسعیدِ باصفاہیں گودمیں تیری مکیں
علمِ ربّانی کے وارث رہبر دُنیا و دیں — قبلہ مولانا رشید احمدکی بھی تو ہے امیں
ایک عالم میں ہے پھیلی تیری شہرت ہرطرف — اے زمیں گنگوہ کی تجھکو مبارک یہ شرف
نورِ عرفانی کیامحمود کوتونے عطا — حضرتِ شیخ حسین احمدکو بھی سب کچھ دیا
تجھ سے ہی اشرف علی کوبھی ہوئی حاصل ضیاء — علمِ ربانی خلیل احمدکو بھی تجھ سے ملا
ایک عالم میں ہے پھیلی تیری شہرت ہرطرف — اے زمیں گنگوہ کی تجھ کو مبارک یہ شرف
گودسے اُبھرے ہیں تیری آفتاب وماہتاب — پاس تھی جن کے متاعِ علم وعرفاں بےحساب
ایک عالَم ہورہاہے جن کے دم سے فیضیاب — اُن نفوسِ قُدسِیہ کا غیرممکن ہے جواب
ایک عالم میں ہے پھیلی تیری شہرت ہرطرف — اے زمیں گنگوہ کی تجھکو مبارک یہ شرف
اُن بزرگوں کاہے تجھ پرفیض جاری آج بھی — تیرانِطّہ اور خطّوں پر ہے بھاری آج بھی
ہے فضاانوار سے معمور تیری آج بھی — ہےاُسی صورت سے جھ پرفضلِ باری آج بھی
ایک عالم میں ہے پھیلی تیری شہرت ہرطرف — اے زمیں گنگوہ کی تجھکو مبارک یہ شرف
چشمۂ علم وہدایت ہے تیرا اشرف علوم — رات دن ڈھلتے ہیں جس میں علم کے ماہ نجوم
طالبانِ علم کا ہروقت رہتاہے ہجوم — ہے دعا آئے نہ اِس گلزار میں بادِ سموم

اے زمیں گنگوہ کی تجھکو مبارک یہ شرف ایک عالم میں ہے پھیلی تیری شہرت ہر طرف

اس موقعہ پر بہت سے اکابر اہل علم وعرفاں اور اصحاب دل نے جو مبارکبادی کے خطوط لکھے ہیں نمونے کے طور پر چند پیش خدمت ہیں:

اظہارِ مسرّت

از دارالعلوم دیوبند ۲۴؍شوال ۱۴۰۴ھ

مکرمی ومحترمی زاد لطفکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج بعافیت ہوں گے دورۂ حدیث کے افتتاحی پروگرام میں شرکت کیلئے دعوت نامہ نظر نواز ہوا یادآوری کیلئے شکر گزار ہوں، ان تاریخوں میں دیوبند سے باہر ہونگا جسکی بناپر شرکت سے معذور ہوں، دعاہے کہ اللہ تعالی مدرسہ کو فلاح وخیر سے نوازے آمین، امسال دورہ حدیث شریف کی تعلیم کے شروع ہونے سے مسرت ہوئی دعوت صالحہ میں یاد فرمانے کی گزارش ہے والسلام۔

مرغوب الرحمٰن عفی عنہ مہتمم دارالعلوم دیوبند

نشأۃ ثانیہ

دفتر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور (یوپی) مورخہ ۳؍ذی قعدہ ۱۴۰۴ھ

مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ ضلع سہارنپور کا شمار پہلے سے بھی ان اہم مدارس میں ہے جو اپنی عمدگی تعلیم کے لئے وقیع درجہ رکھتے ہیں، معلوم ہوکر مسرت ہوئی کہ اوائل ذی قعدہ ۱۴۰۴ھ سے اس مدرسہ میں دورہ حدیث شریف کا افتتاح ہورہا ہے یہ گویا تعلیم حدیث کی اس تاریخی سرزمین میں نشأۃ ثانیہ ہے اس سے قبل حضرت اقدس مولانا

گنگوہی نور اللہ مرقدہ ایک مدت تک اپنی خانقاہ میں علم حدیث کی متبرک تدریس سے طبقہ اہل علم کو فیضیاب فرما چکے ہیں، میں بصمیم قلب دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی اس تازہ فیضان کو تام اور عام فرمائے۔

(حضرت مولانا مفتی) مظفر حسین المظاہری
ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ازمرکز نظام الدین دہلی

مکرم ومحترم قاری شریف احمد صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ موصول ہوا دورۂ حدیث شریف کے افتتاح کی خبر لیکر، اللہ جل شانہ عافیت کے ساتھ پورا فرمائے اور حدیث پاک کی برکات سے مالا مال فرمائے، مدرسہ کی ضروریات خصوصا کتابوں کی کمی کو اللہ جل شانہ اپنے فضل سے پورا فرمائے، بندہ دعا گو ہے اللہ جل شانہ ہر قسم کے مکارہ اور موانع سے حفاظت فرماوے، والسلام۔

(ازحضرت مولانا) عبید اللہ صاحب بلیاوی دامت برکاتہم
بقلم محمد غزالی

۹/ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ/۷/۹/۱۹۸۴ء

مکرم بندہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

روانہ کردہ خط ملا بڑی ہی مسرت ہوئی کہ باری تعالی نے محض اپنے فضل وکرم سے آپ کے یہاں مدرسہ میں دورۂ حدیث پاک کا نظم فرما دیا جہاں سے پورے ہندوستان میں علم حدیث عام ہوا، اللہ تعالیٰ ہر طرح کا خیر پیدا فرمائیں برکت عطا کریں ترقیات ودوام عنایت فرمائیں، آپ کو معلوم ہے کہ میں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب دامت برکاتہم کے حکم ومشورہ کا پابند ہوں حضرت میری معذوریوں کی وجہ سے

شفقت فرما کر اکثر سفر کی اجازت نہیں دیتے، میں معذور بھی ہوں پھر بھی حضرت نے اگر اجازت دی تو حاضر ہونے کو اپنی سعادت سمجھ کر کوشش کرونگا، لیکن اس کے لئے آپ خود حاضر ہو کر حضرت سے اجازت دلوادیں یا کم از کم حضرت کو خط لکھ کر اسکے لئے عرض کریں تمام مدرسین وطلباء اور احباب کو سلام عرض کر دیں، فقط والسلام۔

بندہ عبید اللہ

۱۷ر شوال ۱۴۰۴ھ

احقر عبداللہ شکیل راقم بھی سلام عرض کرتا ہے آپ کو اور تمام مدرسین وطلباء کو اور دعا کی درخواست کرتا ہے خاص کر اپنے مدرسہ کے لئے کہ جلد مشکوۃ شریف پھر دورۂ حدیث تک کی تعلیم کا نظم استحکام کے ساتھ ہو جائے اور دعوت والا کام چلتا رہے، فقط۔

دل باغ باغ ہو گیا

حضرت الحاج غلام رسولؒ کلکتہ

مکرم محترم الحاج قاری شریف احمد صاحب سلام مسنون الحمدللہ خیریت سے ہوں، طالب خیر ہوں، ۲۴ر شوال کا گرامی نامہ بعنوان مسرت نامہ ۲۸ر شوال کو ملا، دورۂ حدیث کے افتتاح کی اطلاع سے دل باغ باغ ہو گیا، حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی دیرینہ خواہشات آپ حضرات کے فکر اور مساعی کو اللہ نے قبول فرمالیا، ہم سب لوگ آپ کو آپ کے رفقاء کو اور تمام مدرسین حضرات کو اور تمام طلبا حضرات کو اور مدرسہ سے تعلقات رکھنے والوں کو اور دورۂ حدیث کے شرکاء کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں، باری تعالی قیامت تک اس ادارہ کو اپنے حفظ وامان

میں رکھیں، اس میں شک نہیں کہ آپ حضرات نے بہت بڑا بوجھ اپنے کندھے پر لیا ہے اس بوجھ کو باری تعالی اپنی خاص رحمت سے ہلکا فرمادیں گے، فقط والسلام۔

محتاج دعا غلام رسول

۵/۱۱/۱۴۰۴ھ

نگہ بلند، سخن دلنواز، جان پرسوز

حضرت مولانا محمد ناظم ندوی مدظلہ العالی بانی ومدیر المعہد الاسلامی مانک مئو

عزت مآب عالی مرتبت گرامی قدر

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب زید مجدکم السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب عالی! رمضان سے قبل ہی معلوم ہوا تھا کہ اشرف العلوم میں دورۂ حدیث کا اجراء عمل میں آرہا ہے یہ سنکر فرحت ومسرت کے کنول کھل اٹھے تھے، دل میں یہ ارادہ کرلیا تھا کہ اس مبارک موقعہ پر ضرور حاضر ہوکر سعادت حاصل کرونگا، مزید برآں آپ کی پر خلوص وشفقت دعوت نے اس داعیہ کو چند در چند کردیا، مدرسہ کے حالات اور اس مبارک تقریب کے تاثرات نے جو دیرپا نقوش چھوڑے ہیں وہ تا زندگی ختم نہیں ہوسکتے، جس قدر مسرت ہوئی زبان وقلم اس کے بیان سے قاصر ہے اس کا تعلق ان جذبات واحساسات سے ہے جن کی گہرائیوں کو نہ ناپا جاسکتا ہے نہ تولا جاسکتا ہے، اشرف العلوم کی ایک ایک اینٹ پر آپ کے خلوص کے اثرات ثبت ہیں، آپ کی جان سوزی بلند پروری اور فکری بلندی نے مدرسہ کے

وقار میں جو اضافہ کیا ہے وہ کبھی بھلایا نہیں جا سکتا، اقبال مرحوم نے میر کارواں کے جو تین وصف بیان کئے ہیں کہ ؂

نگہ بلند، سخن دلنواز، جان پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

آپ کی شخصیت ان کی جامع ہے، مجھے آپ کی بلند شخصیت اور اپنی کہتری کا احساس ہے لکھتے ہوئے بھی شرم محسوس ہو رہی ہے، لیکن دلی جذبات اور قلبی احساسات امنڈ امنڈ کر آتے ہیں یہ چند نقوش انہیں کا عکس ہیں، واقعۃً آنجناب نے وقت کی نزاکت کا احساس فرما کر قوم وملت کی کفالت کا انتظام کیا اور سب کو محنت کش احسان بنا دیا اور پھر ایسے موقعہ پر جبکہ حاسدین کے حسد نے آپ کی نیند اچاٹ کر رکھی ہے (جیسا کہ میرے ناقص علم میں ہے) اس جگہ اقبال کے اس شعر کی تعبیر بالکل سچ ثابت ہو رہی ہے ؂

تندئی باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

آپ کی خدمت بابرکت میں اس عظیم تقریب کی نسبت سے یہ الفاظ کا حقیر تحفہ ہے گرچہ آپ کی بلند حوصلگی جرأت وہمت اس سے بلند تر ہے تاہم عالی ظرفی سے توقع ہے کہ قبول فرمائیں گے، دلی دعا ہے اللہ تعالی مزید سے مزید تر ترقی سے ہمکنار فرماوے آمین، جملہ اساتذہ کرام کی خدمت میں سلام مسنون، خدا کرے آپ بخیر ہوں والسلام۔

محمد ناظم الندوی
خادم جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم چھٹمل پور
۹/۱۱/۱۴۰۴ھ ۸/اگست ۱۹۸۴ء

آپ نیابتِ نبویؐ کے درجۂ عالیہ پر ہیں

حضرت مولانا عتیق احمد صاحب گنگوہیؒ

مخدومی زید لطفہ سلام مسنون نیاز مقرون

دورۂ حدیث کے افتتاح کے سعید و بابرکت موقعہ پر شرکت کیلئے آپ کا دعوت نامہ شرف صدور لایا، میری دلی مسرت اور قلبی کیف کا اندازہ تو آپ کا حساس دل ہی کر سکتا ہے ورنہ زبانِ قلم کو یارائے بیاں کہاں؟ ۔

''دل من داند و من دانم و داند دل من''

مدرسہ اشرف العلوم قطب عالم امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ العزیز کی سچی اور پائیدار یادگار رہے، حضرت علیہ الرحمہ علم دین کی خدمت کو بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے، چوں کہ یہ ادارہ بطحائی پیغمبر علیہ الصلوۃ والتسلیم کی تعلیمات کو پھیلانے اور آپ کے لگائے ہوئے باغ دین کا ایک لہلہاتا ہوا چمن زار ہے، اسلئے یقیناً جناب والا کو خدا تعالی نے نیابت نبویؐ کے درجۂ عالیہ پر سرفراز فرما کر دارین کی سعادتوں سے بہرہ ور فرمایا ہے اس کیلئے آپ مستحق مبارک باد ہیں **ذلك فضل الله يوتيه من يشاء** ۔

مجھے یہ بات کہنے میں ذرہ برابر بھی باک نہیں کہ مدرسہ اشرف العلوم کو مکتب سے مدرسہ اور مدرسہ سے جامعہ بنا دینے میں صرف ایک ہی ہستی کے اخلاص کا ہاتھ ہے اور وہ درنایاب ہستی جناب الحاج مولانا قاری شریف احمد صاحب متعنا اللہ بطول حیاتہ کی ہے، میں نے اس مدرسہ کی ابتداء بھی دیکھی ہے اور اس مدرسہ سے قاری

صاحب کا عشق بھی دیکھا ہے، انہوں نے اپنی جوانی بہترین شب و روز اس مدرسہ کی تعمیر و ترقی میں اس طرح صرف کئے کہ بلا مبالغہ ان کے انہماک کو دیکھنے والا اس کو جنون ہی سے تعبیر کرنے پر مجبور ہوتا تھا، ایک چھوٹا سا مکتب جو باہر والی مسجد میں چند کمروں پر مشتمل تھا اس نے آہستہ آہستہ ترقی کر کے عربی مدرسہ کی صورت اختیار کی، دار الطلباء، دار الاقامہ، مطبخ، کتب خانہ وغیرہ کا نظم ہوا، پھر یکجا قطعۂ آراضی کے حصول کے لئے قاری صاحب نے کیسی کیسی دل دوز مشکلات سے پنجہ آزمائی کی یہ ان کا دل جانتا ہے یا پھر اس کا تھوڑا بہت اندازہ دیکھنے والوں کو بھی ہوسکتا ہے، قصبہ سے باہر صاف ستھری جگہ، کھلی آب وہوا میں اس مرد قلندر نے خدا کا نام لیکر مدرسہ کی تعمیر کی بناء ڈالدی اور ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کر کے اس کے چاروں طرف دار الاقامہ درسگاہیں اور پھر ایک عظیم الشان دار الحدیث تعمیر کر ڈالا،، بلاشبہ قاری صاحب مدظلہ العالی کا خلوص اور ان کی صحیح قلب سے کی ہوئی نیم شب کی دردمندانہ وعاجزانہ دعائیں بارگاہ الٰہی میں ایسی مقبول ہوئیں کہ ایک چھوٹا سا مکتب ایک عظیم المرتبت جامعہ کی صورت اختیار کر گیا جہاں شائقین علم دین وحدیث اپنے ذوق ایمانی کی تسکین کا روحانی سامان یکجا مہیا پا رہے ہیں۔ خدائے تعالیٰ ہم سب کو اپنے اپنے فرائض بتمام وکمال ادا کرنے کی ہمت عطا فرمائے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد، فقط والسلام۔

خیر اندیش عتیق احمد خلیل مظاہری گنگوہی غفرلہ
صدر شعبۂ فارسی گورنمنٹ حمیدیہ کالج
سرور ہاؤس فتح گڑھ بھوپال

زعیمِ محترم جناب الحاج رشید مسعود احمد صاحب گنگوہی

رکن ایوانِ بالا انڈیا

محترم قاری صاحب السلام علیکم

آپ تشریف لائے ملاقات نہ ہوسکی اس کا افسوس ہو رہا ہے، میں ایک ضروری کام کے سلسلہ میں باہر گیا ہوا تھا رات ہی واپسی ہوئی ہے، یہ معلوم ہو کر بہت خوشی ہوئی کہ مدرسہ اشرف العلوم کی درس وتدریس کی سرگرمیوں میں ایک نئے باب کا اضافہ ہو رہا ہے اور دورۂ حدیث پاک کے درس کا افتتاح آپ مورخہ ۳ر اگست ۱۹۸۴ء کو کررہے ہیں، میری دلی خواہش تھی کہ میں اس موقعہ پر خود حاضر ہو کر ثواب حاصل کرتا مگر یہاں پر بہت ہی زیادہ ضروری امور میں الجھے ہوئے اور کچھ خاص مسائل پر میٹنگ میں شرکت ضروری ہو جانے کے سبب حاضر نہ ہوسکوں گا، میری نیک خواہشات ہمیشہ دینی اور ملی مسائل میں آپ کے ساتھ ہیں اور خداوند کریم سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کی دینی کاوشوں کو خوب خوب ترقی بخشے اور یہ مدرسہ حضرت شیخؒ کی روایات کا سرچشمہ جاری رکھے اور اہل علاقہ کو اس سے زیادہ سے زیادہ فیض یاب فرمائے، اس وقت حاضر نہ ہوسکنے کے لئے امید ہے آپ خیال نہ فرمائینگے اور دعائے خیر میں یاد رکھیں گے۔ فقط والسلام۔ طالب دعاء آپ کا اپنا

رشید مسعود یکم اگست ۱۹۸۴ء

اساتذۂ جامعہ کو ہدایت کا طریقۂ کار

وقتاً فوقتاً آپ طلباء کی تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں اساتذہ کو تقریراً وتحریراً

تنبیہات فرماتے رہتے تھے اور ان کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس بار بار دلایا کرتے تھے، چونکہ مدرسہ میں تین چار بڑے نظام ہیں جن میں اساتذہ کی ایک بڑی تعداد مصروف کار ہے، ایک طبقہ عربی درجات سے منسلک ہے اور ایک طبقہ طلبہ کو قرآن کریم حفظ کرانے میں مصروف ہے، ایک طبقہ تجوید وقرأت کی خدمت میں مصروف کار ہے، ایک طبقہ عربی فارسی تا دورۂ حدیث وافتاء کی کتابوں میں مصروف ہے، اس لئے حضرتؒ کی ہدایات بھی کبھی کبھی مشترک طور پر سبھی کو ہوتی تھیں، اس کے لئے وقتاً فوقتاً ماہ بماہ حسب ضرورت دفتر جامعہ میں زوردار زوداثر تنبیہات فرماتے تھے اور گاہ گاہ ان کو لکھ کر بھی ان کے فرائض منصبی کو یاد دلاتے اور اس میں حسن وکمال اور عمدگی پیدا کرنے پر تحریض کرتے اور جہاں کمزوریاں اور خامیاں محسوس کرتے اس پر تقریراً وتحریراً متنبہ فرماتے، یہاں اس کے کچھ نمونے پیش کئے جاتے ہیں تاکہ اس میں پڑھنے والوں کیلئے اور اس لائن سے منسلک حضرات کیلئے کچھ مفید اور کارآمد باتوں کے حاصل کرنے کا موقعہ ہو۔

ہدایات برائے مدرسین عربی درجات

تمام مدرسین کرام درجۂ عربیہ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ماہ صفر ختم ہوکر ربیع الاول شروع ہو چکا ہے بلکہ اس کا بھی ایک ہفتہ گذر چکا ہے، اسباق کی رفتار تیز ہونی چاہئے تاکہ سہولت سے پندرہ رجب تک اسباق ختم ہوسکیں، کیونکہ سالانہ امتحان آخر ہفتہ رجب میں ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ، اور امتحان سہ ماہی دوم ربیع الثانی کے آخر ہفتہ میں ہوگا، اس درمیان میں فصل کا موقعہ آگیا ہے غلہ کیلئے بھی دیہات میں

گشت کرنا ہوتا ہے جسکی وجہ سے تعلیم اور اسباق کا حرج ہوتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ اس ماہ میں اس کا خیال رکھ کر تعلیم کو چلایا جائے اور اسباق کی رفتار ومقدار زیادہ کی جائے، اسباق کی تقاریر ومضامین بیان کرنے میں تطویل سے بچ کر طلبہ کے اذہان کی رعایت کرتے ہوئے اختصار سے کام لیا جائے، روزانہ کی اسباق کی خواندگی میں جماعت کے ہر طالب علم سے سبق کی عبارت پڑھوائی جایا کرے کسی ایک طالب علم پر نہ چھوڑا جائے کہ ہر روز وہی پڑھتا رہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ سبق کی پوری مقدار تھوڑا تھوڑا کر کے سب ہی شرکاء جماعت سے عبارت پڑھوائی جائے، خصوصاً جماعت میزان، کافیہ، شرح جامی میں ایسا کرنا ضروری ہے، امید کہ خیال رکھا جائے گا فقط۔

احقر شریف احمد ناظم مدرسہ ہذا

۷/۳/۱۳۹۶ھ

دوسری تحریر

باسمہ تعالیٰ

تمام مدرسین کرام خصوصاً عربی درجات کے مدرسین کو مندرجہ ذیل امور پر سختی سے توجہ کرنے کی ضرورت ہے (۱) ہر گھنٹہ میں حاضری کا اہتمام کریں (۲) سبق کا گھنٹہ ہونے کے بعد تاخیر سے آنے والے طلبہ کو اولاً ہدایت بعد کو تنبیہ کی جائے اور فوری طور پر ایک پرچہ لکھ کر اسی طالب علم کو میرے پاس بھیجا جائے (۳) چھوٹی کتابوں کے اسباق میں تمام ہی طلبہ سے عبارت پڑھوائی جائے (۴) سبق تیاری کر کے پڑھنے کی ہدایت کی جائے (۵) ہر استاذ طلبہ کے لباس اور اخلاق وعادات پر

کڑی نگاہ رکھے (۶) گاہے گاہے سبق کے درمیان اخلاق وعادات کی درستگی پر تقریر کی جائے (۷) سبق کی رفتار ابتدا ہی سے تیز رکھی جائے (۸) قرب وجوار کے طلبہ بار کی صبح کو پہلے گھنٹہ کی غیر حاضری نہ کریں (۹) کسی بھی طالب علم کی کوئی نازیبا حرکت سامنے آئے اولاً اسکو محبت والفت اور نرمی سے افہام وتفہیم کریں نہ ماننے پر تنبیہ اور سختی اختیار کریں (۱۰) سابقہ اعلان میں جن امور کی ہدایت کی گئی ہے اس کی پوچھ اور استفسار کریں۔

شریف احمد ناظم مدرسہ ہذا

تیسری تحریر

باسمہ تعالیٰ

بحمداللہ تعالیٰ سال کا آغاز تعلیم کی شروعات اپنے اپنے درجات اور جماعتوں کی ہو چکی ہے، نماز میں حاضری کا نظام بعد مشورہ مقرر کیا جائے گا، فی الحال جملہ حضرات مدرسین کرام عصر کی نماز میں حاضر رہ کر بعد نماز جایا کریں، چھٹی کی گھنٹی بہت پہلے نہیں ہوتی دس منٹ بعد ہی نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور جملہ حضرات کتابوں والوں پر نظر رکھیں تاکہ یہ بھی جماعت میں حاضری کا اہتمام کریں، درجۂ حفظ کے اساتذہ اپنے بچوں کی نگرانی کر سکتے ہیں کتابوں والوں کی نہیں، اس لئے آپ سب حضرات خیال فرما کر بچوں کو نماز میں پابند کرنے کا اہتمام کریں والسلام۔

احقر شریف احمد مہتمم مدرسہ ہذا

۱۴۲۲/۱۱/۸ھ

چوتھی تحریر

باسمہ تعالیٰ

جن حضرات مدرسین کرام کے پاس میزان کی جماعت کافیہ وفارسی کی جماعت کے اسباق ہیں اسی طرح قرآن پاک اجراء کی جماعت وجملہ درجات حفظ یکم ذی الحجہ کوتمام حضرات اب تک کی کتب وقرآن پاک کی خواندگی کا خود ہی اپنے درجہ وکتب کا امتحان لیں، والسلام۔ احقر شریف احمد

۲۵/ذی قعدہ ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۸/جنوری ۲۰۰۳ء

پانچویں تحریر ماہانہ امتحانات کیلئے

جملہ مدرسین حضرات ودیگر ملازمین مدرسہ ہذا کو مطلع کیا جاتا ہے کہ یومیہ دونوں وقت حاضری کا رجسٹر دارجدید دفتر کے قریب تخت پر رکھا رہے گا پورا گھنٹہ پہلا اور دوسرے گھنٹہ پندرہ منٹ بعد اُٹھایا جایا کرے گا، ضروری ہے کہ ہر مدرس حاضری کے دستخط یا دوسرے گھنٹہ کے پندرہ منٹ تک کسی قسم کی اطلاع نہ ہونے پر غیر حاضری بھی لکھی جاسکتی ہے اس لئے اس کا اہتمام اور پابندی ضروری ہے، والسلام۔

احقر شریف احمد ۹/۴/۱۴۱۴ھ

ہدایات برائے مدرسین حضرات درجات حفظ قرآن کریم

(۱) مدرسین حضرات اپنی اپنی درسگاہ کی اور آس پاس برآمدہ کی صفائی کا دھیان رکھیں بچوں سے خوب اچھی طرح صفائی کروائیں۔

(۲) ہر مدرس اپنے متعلق بچہ کے سبق کا مطالعہ کہلوائے۔

(۳) سبق سنتے وقت پکا سبق سنیں اور ادائیگی حروف مختصر قواعد مثلاً اخفاء، اظہار، ادغام، مدو غیرہ کو جاری کرائیں۔

(۴) سبقاً پارہ آدھا پارہ سے کم نہ سنیں، ہر بچہ کا پارہ ختم ہونے پر دفتر میں اطلاع کریں جب تک میں اس بچہ کا پارہ سن کر مطمئن نہ ہو جاؤں اس وقت تک آگے سبق شروع نہ کریں۔

(۵) ہر مدرس اپنے متعلق بچوں کی وضع قطع پر دھیان رکھے، داڑھی، لباس، سر کے بال شریعت کے مطابق ہوں اور اسی طرح ترغیب پر بھی خاص دھیان رکھیں، مثلاً نمازوں کے اہتمام کی ترغیب، کھانے پینے کے آداب اور دعائیں، سونے اور سو کر اٹھنے کے آداب ودعائیں، مدرسہ میں آکر اساتذہ کو اور گھر جا کر والدین وغیرہ کو، راستہ میں ہر مسلمان بھائی کو سلام کرنے کا اہتمام کریں۔

(۶) بچوں پر تنبیہ کریں مار پٹائی زیادہ نہ کریں اور نازک جگہ پر نہ ماریں، بچوں پر رعب زیادہ رکھیں۔

(۷) کوئی بھی طالب علم مدرسہ میں سائیکل نہ لائے دور دراز محلوں سے آنے والے طلبہ مجھ سے یا قاری عبید الرحمٰن صاحب سے مل لیں، فقط۔

احقر شریف احمد

چھٹی تحریر

باسمہ تعالیٰ

درجات مدرسین حضرات توجہ فرماویں!

اس سے قبل بہت دفعہ عرض کیا گیا اب یاد دھانی کرائی جارہی ہے کہ

(۱) جملہ سبق پڑھنے والے طلبہ کو اس ہفتہ ایک تو نون پر میم پر تشدید ہو غنّہ ہوگا دوسرے را کے پُر ہونے کا قاعدہ یاد ہونا لازم اور صرف سبق پڑھاتے وقت ان تین چار قاعدوں کی مشق ہونی لازم ، اگلے ہفتہ ان شاء اللہ جمعرات کو تنوین کا قاعدہ بھی سبق سنا جائے گا ، بہت سے بچے (ح، ق، ش) ادا کرنے پر قادر نہیں اس کا بھی پورا دھیان دیا جائے ، والسلام۔ شریف احمد

ساتویں تحریر

تمام عملہ کو پابندی لازم ہے

باسمہ تعالیٰ

مدرسین حضرات مدرسہ ہذا کی خدمت میں چند باتیں اہم اور قابل گزارش ہیں :(۱) مدرسہ کا پورا عملہ مدرسہ کا ملازم کام کا پابند اور مدرسہ کے جملہ امور کی خوبصورت تصویر بنانے کا پابند اور جذبہ دار ہونا ضروری ہے ، صرف وقت مقررہ پر اسباق اور گھنٹوں میں حاضری اور کام پورا کرنا کافی نہیں ، اس فرضِ منصبی کے بعد بھی کچھ فرائض ہیں (۲) ابھی تک بھی بہت سے طلباء کے سر پر فیشن دار بال ہیں اسباق کے درمیان ان کی روک کر دیں (۳) جماعت کی پابندی کی ترغیب اسباق کی پابندی کی ترغیب (۴) باہر سڑکوں پر سائیکلوں پر پھرتے ہوئے ٹوکیں ، اسباق میں فلم کی قباحت پر تقریر کریں (۵) ہر جمعرات و جمعہ کی شب میں مدرسہ میں بالکل کوئی استاذ نہیں رہتے آپ جملہ مدرسین مقامی بیرونی ملکر نظام بنائیں کہ ایک ہفتہ سب کے سب نہ جائیں دو استاذ مقامی دو بیرونی شب میں قیام کریں ، ترتیب بنالیں کہ سب

نہ جائیں کچھ اس ہفتہ کچھ دوسرے ہفتہ، جمعہ کی صبح کو ٹھہرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ،صرف شب کا مسئلہ ہے ،امید ہے کہ آپ سب ملکر مدرسہ میں قیام کی ترتیب قائم کرلیں گے، آج شام کو یا کل کسی وقت بھی یہ کام کرلیں ،فقط۔

احقر شریف احمد خادم جامعہ ہذا

ہدایات برائے مدرسین کرام درجات پرائمری

باسمہ تعالیٰ

مدرسین حضرات درجات پرائمری سلام مسنون

تین مقامات پر ان درجات کی تعلیم ہورہی ہے مگر شروع سے مختلف طور وطریقہ اور کئی بار کہا گیا کہ اوقات کی پابندی، وقت پر حاضری، تمام گھنٹوں میں اپنے اپنے درجہ میں بیٹھ کر کام کرنا ، باہمی اچھے تعلقات کا ماحول بنانا، باہمی طنز واعتراض سے بچتے ہوئے تعلیم میں مشغول رہیں، مگر ابھی تک حسب منشا کامیابی نہیں ہوئی، اب پھر آپ کے گوش گذار چند گذارشات ہیں ان پر عمل ضروری ہے (۱) کسی استاد کی کوئی کسی قسم کی کوتاہی سامنے آئے بہت خاموشی کے ساتھ خود ان کی خیر خواہی اور مدرسہ کے مفاد میں کسی وقت بھی مطلع کریں تاکہ نام بغیر ظاہر کئے ان کو افہام وتفہیم کی جاتی رہے (۲) ہر استاد مدرسہ کے اوقات میں کسی دوسرے استاد کے پاس جاکر اپنی جگہ چھوڑ کر نہ بیٹھے، مدرسہ کا وقت مدرسہ کے بچوں کے کام کا ہے (۳) کوئی استاد بھی تعلیم کے علاوہ کسی دوسرے کام جھاڑ پھونک وغیرہ اور تعویذ گنڈے نہ کریں (۴) مدرسہ کا کوئی استاد بچوں کی ضرورت کی کوئی چیز فروختگی کیلئے گھر یا مدرسہ میں نہ

رکھے نہ مدرسہ میں لائے، بچے اپنے طور پر دوکانات اور بازار سے لائیں
(۵) درجات کی تعلیمی نگرانی کیلئے مدرسہ کے اندر یا باہر سے کوئی بھی مقرر کیا جاسکتا ہے اور یہ کسی بھی استاد کی کسی بھی وقت مدرسہ جاکر دیکھ بھال کرسکتا ہے، والسلام۔

شریف احمد

طلبہ کو ہدایات کا طریقۂ کار

تمام طلباء مدرسہ ہذا متوجہ ہوں! کہ جن جماعتوں کے اسباق شروع ہوگئے وہ پوری پابندی کے ساتھ بروقت اسباق میں حاضر رہیں، پورا سبق یاد کرنے، پارہ سنانے میں، بعد مغرب تعلیمی کام میں مصروف رہیں، کھانے سے فارغ ہوکر بعد نماز مغرب فوراً پڑھنے میں لگ جائیں، قریب قریب کے دیہاتی طلبہ سائیکل مدرسہ میں نہ لائیں، مقامی بچے بھی قریب والے سائیکل نہ لائیں۔

(۲) مدرسہ میں قیام کرنے والے طلبہ سڑک پر سائیکل چلاتے ہوئے دیکھے جائیں گے تو ان کی سائیکل ضبط ہوجائیگی اخراج بھی ہوسکتا ہے۔

(۳) بڑے طلبہ کے ساتھ جو چھوٹے طلبہ ہیں ان سے کام نہ لیں۔

(۴) کمروں میں سگریٹ بیڑی پینا دوسروں کو تکلیف دینا ہے اور یہ عادت بھی طلبہ کیلئے اچھی نہیں ہے اس کا ترک کرنا لازم ہے اگر باز نہ آئے تو قابل سزا ہونگے۔

(۵) باہمی سلام کا رواج دینا خاص طور پر چلتے پھرتے استادوں کے سامنے آنے پر سلام کرنا لازم ہے۔

(۶) نماز باجماعت کی پابندی کریں، کمروں میں ایک دوسرے کا سامان

چوری نہ کریں بلکہ کسی کا سامان اس کی اجازت کے بغیر استعمال نہ کریں۔

(۷) ایک دسرے کے ساتھ مار پیٹ کرنا سنگین جرم ہوگا، امید ہے کہ ان باتوں پر دھیان کریں گے والسلام۔ احقر شریف احمد مہتمم مدرسہ ہذا

۲۷/شوال ۱۴۲۲ھ

دوسری تحریر

باسمہ تعالی

مدرسہ ہذا کے تمام طلبہ توجہ اور غور سے پڑھ کر عمل کریں!

(۱) اب باقاعدہ تعلیم شروع ہوگئی ہے کوئی بھی طالب علم کسی بھی گھنٹۂ تعلیم میں غیر حاضر نہ ہو۔

(۲) جمعرات کو چھٹی جانے والے طلبہ جمعہ کو مغرب سے قبل مدرسہ حاضر ہو جائیں۔

(۳) ضرورت کے وقت باہر جا کر ضرورت پوری کر کے فوراً واپس آجایا کریں۔

(۴) گیٹ کے پاس جمع ہونا اور گیٹ کے سامنے بازار میں پھرنا اور گھومنا بند کریں بس کام سے جائیں کام کر کے فوراً مدرسہ کے اندر آجائیں۔

(۵) نماز باجماعت کی پابندی کریں بعد عصر باہر جانے والے طلبہ اذان مغرب سے پہلے مسجد میں آجائیں، اسی طرح عشاء کے وقت کا معاملہ ہے، اسی طرح اذان عصر کے بعد کھانے پینے کی فکر کے بجائے نماز عصر میں حاضر ہونا چاہیئے فقط، اور شعبۂ قرأت کے طلبہ کی نگرانی متعلقہ استاد صاحبان کریں، فقط۔

شریف احمد ۲/۱/۲۰۰۱

تیسری تحریر

باسمہ تعالیٰ

طلباء عزیز مدرسہ ہذا اسلام مسنون!

براہ کرم مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھیں۔

(۱) جس کمرہ میں قیام متعین ہو اس کو قبول کریں (۲) چھوٹے کمروں میں رہائش کی کوشش نہ کریں (۳) کمروں میں ۱۰۰ ر واٹ کا بلب استعمال نہ کریں (۴) بلب کے سوا کوئی چیز بجلی کی انگیٹھی، پریس وغیرہ استعمال نہ کریں (۵) بلا داخلہ چھوٹے بچوں کو کمروں میں نہ رکھیں (۶) داخل شدہ چھوٹے بچے یہاں آ کر ملاقات کریں، والسلام۔ احقر شریف احمد

۲۴؍۱۰؍۱۴۲۱ھ

چوتھی تحریر

باسمہ تعالیٰ

تمام طلباء مدرسہ ہذا مندرجہ ذیل معروضات پر دھیان دیں!

(۱) امتحان سالانہ سر پر ہے اسباق میں پابندی دوپہر، رات کو بعد مغرب وعشاء پورا وقت کتب بینی مطالعہ میں مشغول رہیں، سڑکوں پر دوکانوں پر بلاضرورت کھڑے ہوتے نہ پائے جائیں (۲) دودن کے اندر اندر پنکھے سب اتار دیں، دودن بعد جس کمرہ میں پنکھا لگا ہوا ملے گا فیس وصول کی جائے گی (۳) کوئی بھی طالب علم ۲۵ ر اکتوبر جمعرات سے پہلے کا ٹکٹ نہ بنوائے جمعرات کو بھی امتحان کا دن ہے (۴) ہر طالب علم درخواست پر اپنا نام جماعت، جدید،

قدیم، سکونت وغیرہ لکھ کرلایا کرے (۵) طلباء عزیز کے قیام کا مدرسہ میں بہت کم وقت رہ گیا ہے نہایت سکون، اخلاق حسنہ اور کام میں مشغولیت، نماز باجماعت کی پابندی کا ثبوت دیکر وقت گذاریں حالات کی خرابی کے پیش نظر رجوع الی اللہ کی بہت ضرورت ہے، والسلام۔

احقر شریف احمد

۱۵/۷/۱۴۲۲ھ مطابق ۳/اکتوبر ۲۰۰۱ء

پانچوی تحریر

ماہانہ امتحانات کیلئے

باسمہ تعالیٰ

تمام درجات حفظ، اجراء ابتدائی تین جماعت کے طلبہ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ پرسوں بدھ کو ماہانہ جانچ ہوگی صرف دو دن بدھ جمعرات، متعلقہ تمام اساتذہ حضرات اطلاع کردیں، فقط۔

شریف احمد

۲۵/۱/۱۴۲۱ھ

باب ششم

اسفار

اسفار

آپ کے اسفار زیادہ تر مدرسہ ہی کے مفاد کیلئے ہوتے تھے جن میں دیوبند سہارنپور کے ساتھ زیادہ تر اپنے مشائخ اور اساتذہ کی ملاقات کیلئے اور ان سے استفادہ اور صلاح ومشورہ کے لئے ہوتے تھے اور ان اسفار کی بھی بہت کثرت تھی، اسی کے ساتھ ساتھ سہارنپور دہلی وغیرہ مدرسہ کی ضروریات کیلئے ہر قسم کے سفر کا سلسلہ رہتا تھا جس کا کوئی حساب وشمار نہیں ہے، ابتداء میں یہ اسفار بذریعہ بس ہوتے تھے، جب زیادہ مشقت ہوگئی مدرسہ کی ضروریات کے لئے بہت عرصہ پہلے ایک (امپیسڈر) کار خریدی گئی جو مدرسہ کے کام بھی آتی تھی اور عوام الناس کی ضروریات میں بھی جاتی تھی جس سے مدرسہ کی ایک طرح کی انکم اور آمدنی بھی ہوتی تھی، عموماً جب کہیں سفر کرتے تھے تو کوشش یہ کرتے تھے کہ اپنے ساتھ دو چار سواریوں کو بھی بٹھالیا جائے تاکہ مدرسہ کے مصارف میں تعاون مل جائے، اس لئے ڈرائیور کو ہدایت تھی کہ وہ سواریوں کو تلاش کرتا رہے، چنانچہ وہ ایسا کرتے تھے اور وہاں جاکر پھر رکشہ وغیرہ استعمال کرتے تھے اور رکشہ والوں میں بھی ان کو تلاش کرتے تھے جو کم سے کم کرایہ لے، بعض دفعہ اسی کفایت شعاری کے چکر میں کافی کافی دیر بھی لگ جاتی تھی اور ان کو تکلیف بھی ہوتی تھی، اسی کفایت شعاری کے چکر میں ان کو وہ تکلیف ہوئی جو آخر کار ان کی وفات پر جا پہونچی، ادھر مدرسہ کے سلسلہ میں دہلی اور سہارنپور کے ہزاروں چکر انہوں نے لگائے ہونگے اور حد درجہ مدرسہ کی کفایت پر انکی نظر رہتی تھی، اللہ پاک بیحد درجات بلند فرمائے، آمین۔

اس مضمون کو لکھتے وقت ان کے ساتھ گذرے ہوئے اوقات اور گلیوں میں گھومنا پھرنا اور ایک ایک چیز کیلئے مر مار ہونا یاد آرہا ہے، اسی طرح رمضان المبارک میں مدرسہ کے لئے ان کا کلکتہ کا سفر مستقل ہوتا تھا جو تقریباً تیس پینتیس سال تک جاری رہا، بندہ اس سفر میں بھی ان کے ساتھ بہت دفعہ رہا اور بسا اوقات جناب قاری عبید الرحمٰن صاحب وغیرہ ساتھ رہے، سخت چل چلاتی دھوپ میں مدرسہ کیلئے کئی کئی سو سفراء کے درمیان لائن میں لگنا اور کبھی فش مارکیٹ میں گندے پانی میں گھسنا اور کبھی سبزی مارکیٹ میں جانا اور نہایت تھک تھکا کر شام کو کولوٹولہ کی مسجد میں آنا، جہاں پر لیٹا کرتے اور افطار کرتے تھے، بعض مرتبہ عصر کے بعد ایسا لگتا تھا کہ افطار اللہ کے یہاں ہی ہوگا، پھر اسی محلّہ میں ایک جگہ عشا پڑھنا اور بھائی عبدالستار کے یہاں کھانا کھانا اور وہاں سے پھر بھائی عبدالستار چمڑے والے کے یہاں پھر وہاں سے آرام کرنے کیلئے الحاج غلام رسول صاحب کے مکان پر جانا جہاں مستقل طور پر قیام رہتا تھا وہاں پہنچتے تھے اور آرام کرتے تھے، اللہ پاک ان سب معاونین کو اپنی شایان شان بہترین بدلے عطا فرمائے۔

الغرض کلکتہ کے اسفار اور وہاں جانے آنے کے درمیان رمضان کی حالت میں سخت تکالیف سے گذرنا ایک بہت بڑا مجاہدہ تھا اور آج بھی ہے، دوسرے اسی طرح کے ممبئی، کانپور اور دیگر مقامات کے اسفار ہیں پھر وہاں پہنچے اور مدرسہ کے طلباء اور علماء کیلئے مالیات کی فراہمی کرتے تھے، پھر ایک زمانہ کے مجاہدہ کے بعد حق تعالیٰ شانہ نے آسانی کا دور پیدا فرمایا۔

برطانیہ کے اسفار

برطانیہ کے اسفار ہوئے اور پھر مدرسہ میں تعمیرات کی ترقی کا دور آیا جو ان کی تمنائیں تھیں وہ سب اللہ پاک نے ان کے سامنے پوری فرمادیں، برطانیہ کے مخلص احباب نے اپنی بیحد وحساب اخلاقی صفات مہمانوں کی خدمت اور تعاون فرمایا اور فرمارہے ہیں، اس طرح سے ادارہ میں تعمیری تعلیمی ترقیات کا سلسلہ جاری ہے، اللہ پاک انکو بہت زیادہ جزائے خیر عطا فرمائے، اگر اس سلسلہ کی داستان لکھی جائے تو ایک طویل کام ہوجائے گا اور تذکرہ نہ کیا جائے تو یہ ایک طرح کی ناشکری ہوگی اس سے بچتے ہوئے تھوڑا سا ذکر خیر کیا جاتا ہے۔

برطانیہ کے احباب میں جناب حاجی محمد اسماعیل صاحبؒ عزیزم مولوی عرفان سلمہ کے دادا بھائی سلیم کے والد مرحوم جو جلدی سے کسی عالم سے مرعوب نہ ہوتے تھے اور طبیعت میں ایک طرح کا تنفر و بُعد رکھتے تھے، مگر حضرت والد صاحبؒ کے اخلاق کریمانہ اور ان کی اصلاحی گفتگو سے اس قدر متاثر ہوئے اور علماء پر طعن وتشنیع کرنا چھوڑ دیا اور سب سے ملاقات کرنے لگے، حضرت مولانا مسیح اللہ صاحبؒ سے بھی ان کا خاص تعلق تھا والد صاحبؒ سے بھی بہت گہرا تعلق تھا، جب ہندوستان آتے تو گنگوہ میں گھر پر اور دہلی میں بہن رشدیٰ سلمہا اور بھائی حاجی مقصود صاحب کے یہاں قیام کرتے تھے اور گھر والوں کے حسن سلوک سے بہت ہی زیادہ متاثر ہوتے تھے، جب حضرت والد صاحبؒ برطانیہ کے سفر میں ان کے شہر میں ہوتے تو انہیں کے گھر پر قیام رہتا، مرحوم اور ان کے تمام اہل خانہ بہت زیادہ محبت وعقیدت

کے ساتھ خدمت کرتے اور کررہے ہیں، حق تعالیٰ شانہ اس گھرانہ کو بہت ہی زیادہ جزائے خیر اور ہر طرح کی خیر و برکت سے نسلا بعد نسلٍ مالا مال فرمائے، اس خاندان کی مدرسہ کے ساتھ بہت بڑی ہمدردیاں وابستہ رہی ہیں۔

اسی طرح جناب الحاج عبدالحق پانڈور ہیں جو وہاں کے ایک مشہور شہر براڈفورڈ میں مقیم ہیں ان کے گھر پر قیام رہتا تھا اور حضرت مولانا موسیٰ پانڈور رحمۃ اللہ علیہ صدر علمائے برطانیہ بہت زیادہ محبت اور تعاون فرماتے تھے، حضرت مولانا اپنے انتقال سے کئی سال پہلے تشریف لائے تھے باوجود اس کے کہ بھاری بھرکم انسان تھے چلنا پھرنا بہت مشکل تھا مگر ہمت کر کے یہاں پہنچے اور حضرت والد صاحبؒ سے ملاقات فرمائی، دونوں کی ملاقات کا منظر بھی عجیب وغریب تھا، پہلے تو دونوں روئے اللہ جانے کس احساس وغم میں اور پھر ہنس ہنس کر کئی دن تک گفتگو کرتے رہے اور کئی روز یہاں مقیم رہے، بیان بھی فرمایا طلبہ کے درمیان خطاب بھی ہوا، حضرت مولانا کا خطاب بھی عجیب پرسوز خطاب تھا اس بیان کا طلبہ اور علماء پر بڑا عجیب اثر ہوا تھا، پھر حضرت مرحوم اپنے گھر واپس ہوگئے اور غالبًا کچھ ہی عرصہ کے بعد حضرت والد صاحبؒ اللہ کو پیارے ہوگئے پھر حضرت مولانا بھی دوبارہ نہ آسکے اور برطانیہ چلے گئے اور وہیں قیام کے دوران وہ بھی اللہ کو پیارے ہوگئے، حضرت موصوف حضرت علامہ شبیر عثمانی کے قیام ڈابھیل کے دوران کے شاگردوں میں سے ہیں اور بہت ہی نیک صالح مدارس کے بہترین معاون اور نہایت ہی سلجھے ہوئے انسان تھے، اللہ پاک ان کو اور ان کے اہل خاندان کو بہت زیادہ جزائے خیر عطا فرمائے اور ظاہری

باطنی برکات سے مالا مال فرمائے۔اس طرح سے اور بہت سے حضرات ہیں جن کا ذکر خیر احباب کے ضمن میں آ رہا ہے۔

مدرسہ کی خاطر زمانۂ دراز تک آپ نے گھر پر عید نہیں کی

چنانچہ اپنے خط میں اس طرح لکھتے ہیں: آج ہفتہ ۲۸؍رمضان ہے، میں آج لندن میں ہوں مگر عید کیلئے براڈفورڈ جانا ہے پھر ہفتہ عشرہ کے بعد یہاں آنا ہوگا، خدا کرے تم سب کی عید بہت بہت خیریت اور خوشیوں کے ساتھ ہو، میں تو اپنی دیوانگی میں بہت مرتبہ تمہارے ساتھ شامل نہ رہا اور غریب الوطنی میں عید منائی مگر الحمد للہ تعالیٰ غریب الوطنی میں بھی اجنبی اور مایوسانہ انداز میں نہیں بلکہ بہت ہی اپنائیت کے ساتھ رہا، یہ سب اللہ کے دین کی خدمت اور اس تڑپ کا نتیجہ ہے جو حق تعالیٰ نے میرے سینہ میں بھر دی تھی۔

راقم السطور چونکہ ان کے تعاون کے لئے ان کے ساتھ ہوتا تھا اس لئے ان کے احوال اور کیفیات جو مدرسہ کیلئے ان کی لگن اور تڑپ اور بے حد وحساب مشقت اٹھانے کے نظارے برابر سامنے رہتے تھے ایک طرف بار بار یہ خیال بھی آتا تھا کہ اپنے آپ کو اس قدر مشقت میں ڈالنے سے کیا حاصل ہے اور دوسری طرف ان کے حال پر ایک قسم کا رحم اور ترس دل میں پیدا ہوتا تھا، چونکہ یہ ان کے ضعف کا زمانہ تھا اور علالت کا سلسلہ الگ ان کے ساتھ قائم تھا، چونکہ برطانیہ میں سخت سردی کا موسم ہوتا ہے اور برف باری ہوتی ہے، جن ایام میں بندہ نے ان کے ساتھ سفر میں جانا شروع کیا وہ سخت سردی

کے ایام تھے، ایسی سردی زندگی میں کبھی نہ دیکھی تھی، گھروں اور مسجدوں میں تو انتظامات اعلیٰ پیمانہ کے ہوتے تھے اس کے باوجود سردی برداشت کرنا مشکل ہوتا تھا اور باہر نکلنے کے بعد سڑکوں، تمام درختوں، تمام کاروں، ہر چیز پر برف ہی برف پھیلا ہوا نظر آتا تھا، پھر وہاں سڑکوں کا نشیب وفراز اترنا چڑھنا اور سخت قسم کی ٹھنڈی ہوائیں جو نا قابل برداشت تھیں ایسے عالم میں جب باہر نکلنا پڑتا اگرچہ فاصلہ قلیل ہی ہوتا اور کبھی گاڑی سے اتر کر دور بھی جانا پڑتا ایک مصیبت کا سامنا ہوتا تھا، پھر چندہ کیلئے مسجد کے دروازہ کے بالکل سامنے جہاں اکثر وبیشتر آنے جانے کی وجہ سے لوگوں کو دروازہ کھولنا پڑتا ہے رومال بچھا کر بیٹھنا ایک عجیب وغریب مجاہدہ اور وہاں پھر سرد ہوائیں کھانا اس پر ایک اور مجاہدہ اور گھنٹوں تک وہاں بیٹھے رہنا اس میں قلبی مجاہدہ بھی تھا بہت کسر نفسی پیدا ہونے کا ذریعہ بھی، لوگ آرہے ہیں جارہے ہیں اور بیٹھنے والے وہاں بیٹھے ہیں اور پھر بدن کا مجاہدہ الگ، اس طرح کے سینکڑوں مناظر گزرتے، پھر گھروں میں ایک ایک پاؤنڈ کیلئے گشت کرنا کیونکہ اکثر لوگ اسی طرح دیا کرتے ہیں اور عموماً بے چاری مستورات دروازے سے ہی دیدیا کرتی ہیں اس ٹھنڈک کے زمانہ میں اس طرح کرکے رقومات جمع کرنا اور پھر حضرتؒ کا مزاج کہ وہاں بارش بھی ہورہی، ہوا چل رہی، برف پڑ رہی، پھر ایک ایک آدمی کے پاس بار بار چکر لگانا، ظاہر ہے اس شخص کو جس کو اتنا مجاہدہ کرنے کا نہ شوق اور نہ عادت ومزاج کس قدر عجیب بلکہ ناگوار خاطر گزرتا ہوگا، مگر واہ رے ان کی کمال ہمت اور جذبہ اور اپنی آخرت کیلئے

ذخیرہ بنانے کا خیال اور طلبہ و مدرسین کیلئے یہ سب محنت ان کا مستقل عمل رہا اور پھر زندگی کی آخری عمر میں جب کہ وہ قلب کے مریض ہو گئے اور سفر نہ کر سکتے تھے ایسی حالت میں اپنے دو جگر گوشوں کو محض مدرسہ کے کام کیلئے اتنے طویل سفر پر نکال دینا جس میں کوئی یقین نہ ہو کہ کب اس کو موت آ جائے گی اور اسکے بیٹے اس سے الگ ہونگے، پھر مزید دنیا میں رونما ہونے والے وہ خطرناک ترین دور جو مسلمانوں پر امریکہ میں گیارہ ستمبر کے حملوں سے جس میں وہاں کی ایک بہت بڑی عمارت جو شیطانی حرکات کا اڈہ تھی شیطان کے دو سینگ تھے، جہاں بیٹھ کر یہودی اور خبیث عیسائی اسلام کے خلاف پروگرام بناتے تھے ختم ہوگئی جو خود انہیں کا اپنا منصوبہ تھا، جیسا کہ بعد میں دنیا نے اس کا اعتراف کیا اور ااس کا الزام افغانستان پر رکھا گیا وہاں کی ایمانی طاقت کو ظالمانہ طریقہ سے تباہ کیا گیا، اس کے بعد سے ہر مسلمان پر خاص طور پر اہل مدارس اسلامی لباس میں ملبوس علماء اور عوام سخت نشانہ پر آئے، جگہ جگہ ان کے خلاف معرکے اور ان کو شک کی نظر سے دیکھا جانے لگا اور ذلت بھری نظریں ہر جگہ ان پر پڑتی تھیں، ایسے حالات میں دیار غیر میں ایئر پوٹوں سے گذرنا اور سخت نگرانی کے زیر سایہ جیسا کہ ایک جیل خانہ سے دوسرے جیل خانہ میں لیجایا جارہا ہو کا منظر اور اطمینان وسکون کا نام ونشان نہ ہو اور معلوم نہ ہو کہ کب کہاں کس مسافر کو جیل خانہ میں اور دہشت گردی کے کس الزام میں گرفتار کر کے کس انداز کی سزا بھگتنے کے لئے ڈالدیا جائے گا، مسافر تو مسافر برطانیہ میں مقیم لوگوں کو بھی اطمینان نہیں تھا،

ایسے ہی دوسرے ملکوں کا حال بھی تھا امریکی شیاطین کا فتنہ برّ و بحر، عرب و عجم، ہندوستان اور یوروپ سے چل کر تمام دنیا پر محیط ہو چکا تھا اور پوری دنیا مسلمانوں کیلئے حتیٰ کہ مسلمانوں کے خود اپنے ممالک اس فتنہ کی شدید لپیٹ میں تھے اور وہاں بھی ان پر کارروائیاں کی جارہی تھیں اور ایسے عالم میں کسی مدرسہ کے منتظم کا اپنے دو بیٹوں کو گھر سے باہر نکالنا محض مدرسہ کے کام کے لئے یہ کتنا بڑا مجاہدہ اور عمل ہوسکتا ہے، اور خود ان کا نکلنا بھی ایسے حالات میں جبکہ اپنی جان کے لالے پڑ رہے ہوں اور ان کے باپ کے اوپر بیماری کے ایسے حملے ہورہے ہوں یہ کس کے لئے ہوسکتا ہے، اور پھر جن کے لئے یہ سب مجاہدات کئے جارہے ہوں ان کے دلوں میں نہ کوئی قدر رہا اور نہ الفت ومحبت بلکہ بعض ان میں سے بغاوت کے پلان بنا رہے ہوں یہ کس قدر افسوس ناک چیز ہوگی، راقم السطور کے ان کے ساتھ سفر میں رہنے کی وجہ سے ان کو بہت بڑا فائدہ ہوا اور وقت بھی کم لگا اور تعارف بھی زیادہ ہوا، پھر ان کے ساتھ برادر محترم جناب قاری عبیدالرحمٰن صاحب بھی جانے لگے پھر ان کو اور مزید سہولیات ہوگئی تھیں، اس طرح الحمدللہ اپنے والد ماجد کے ساتھ ان کے سفر وحضر میں ان کے کام میں ان کے مقصد میں ہر وقت ہر دم رفیق اور معاون بننے کی سعادت حاصل ہوئی اور کلکتہ کی سخت گرمیوں سے لے کر برطانیہ کی سخت سردیوں کے مجاہدات تک سب کچھ دیکھنے اور جھیلنے کا موقعہ حاصل ہوا، اس کا اجر وثواب اللہ ہی کے یہاں ہے، اللہ پاک قبول فرمائے اور ذخیرۂ آخرت بنائے آمین۔

دوسرے آپ کے سفر برائے حج وعمرہ ہیں اللہ پاک کی توفیق سے آپ نے تین حج اور کئی عمرے کئے ہیں آپ نے ایک حج اس وقت کیا جب بہت ہی غربت کا عالم تھا اور لوگ پانی کے جہازوں سے جایا کرتے تھے، یہ ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۱ء کی بات ہے اس کی داستان آپ نے خود اس طرح بیان کی ہے۔

حج بیت اللہ اور رفقائے حج

۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۱ء بندہ نے حج کا ارادہ کیا میں گھر سے سامان لیکر چلدیا مجھ کو پانی کے جہاز سے جانا تھا میں ممبئی پہونچا وہاں حکیم مسعود اجمیری مقیم تھے، انہوں نے کہہ رکھا تھا کہ جب آپ ممبئی آئیں اور قیام کا ارادہ ہو تو میرے مکان پر قیام کریں، حضرت مولانا انعام کریم صاحب دیوبندی بھی ٹھہرے ہوئے تھے، مولانا انعام صاحب دراصل دیوبند کے رہنے والے تھے مگر یہ ہجرت کر گئے تھے اور ان کو مدینہ میں مدرسہ علوم شرعیہ میں تدریس کیلئے جگہ مل گئی تھی یہ مدینہ منورہ ہی میں رہتے تھے، یہاں کے یعنی ہندوستان کے کافی حجاج مدینہ میں ان کے یہاں ٹھہرتے تھے، مولانا ہندوستان آئے ہوئے تھے مختلف مقامات پر مولانا تشریف لے گئے تھے، لوگوں نے حضرت کو ہدایا دئے تو یہ کافی سامان ہو گیا تھا، مولانا کو ہوائی جہاز سے جانا تھا اور مجھ کو پانی کے جہاز سے، چونکہ ہوائی جہاز سے اتنا سامان لے جانے میں بہت خرچ ہوتا اور ہوائی جہاز سے وہ لے جا سکتے تھے، تو مولانا انعام صاحب حکیم صاحب کے یہاں ٹھہرے ہوئے تھے جب کھانا کھانے بیٹھے تو مولانا پریشانی کا اظہار فرمانے لگے کہ اتنا سامان ہے کیسے جائے گا؟ جب زیادہ مجبور

ہو گئے اور کوئی ان کی پریشانی میں ہاتھ بٹانے والا نہیں تھا اور بدھ کے دن کی تاریخ سفر قریب آتی جارہی تھی ویسے تو مولانا دل سے یہ چاہتے تھے کہ یہ اپنے ذمہ لے لیں مگر اپنا بوجھ دوسرے پر اور دوسرے کا اپنے اوپر لادنا نہیں چاہتے تھے، اب جب وہ پریشانی کا اظہار کر رہے تھے تو میں نے کہا مولانا صاحب! پریشان نہ ہوں، میرے پاس تین صندوق ہیں اپنا سامان دو صندوق میں کر لیتا ہوں اب ایک خالی کر کے اس میں آپ کا سامان رکھ لیتا ہوں اور میں فلاں معلم کے یہاں مکہ میں ٹھہرونگا آپ وہاں سے اپنا سامان لے لیں، چنانچہ ایک مولانا فرمانے لگے قاری صاحب! اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہوگا، چنانچہ میں نے ان کے سامان پر ان کا نام لکھ دیا، جتنے بھی ان کے عدد تھے ان پر مولانا کریم لکھا ہوا تھا میرے عدد پر میرا نام لکھا ہوا تھا جو لوگ میرے جاننے والے میرے پاس اتنا سامان دیکھتے تو وہ کہتے کہ آپ وہاں مستقل رہائش کیلئے نہیں جارہے ہیں تو پھر اتنا سامان کیوں لاد رکھا ہے؟ میں نے ان کو بتلایا کہ یہ سامان مولانا انعام کریم صاحب کا ہے اور یہ میرا ہے، بہرحال وہ معلم کے یہاں پہنچ گئے، میں نے کہا مولانا آپ سامان لے لیں تاکہ میں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاؤں، میرے سر سے بوجھ ڈھل جائے، چنانچہ جب مولانا اپنا سامان لیکر چلنے لگے تو فرمایا قاری صاحب جب آپ مدینہ تشریف لائیں تو کمرہ لینے کی ضرورت نہیں میرے پاس جگہ بہت ہے اس لئے آپ میرے یہاں ٹھہرینگے، چنانچہ میں مکہ میں آٹھ یوم گزار کر بطور ورقۃ التنازل کے یعنی اپنے طور پر جدہ آیا وہاں سے ٹیکسی کر کے اکیلا مدینۃ الرسول ﷺ پہونچا جو

پتہ مولانا انعام کریم صاحب نے بتایا تھا میں اس پتہ پر پہونچا تو مولانا نے بہت اچھے طریقہ سے مجھ کولٹایا آرام وغیرہ کرایا ایک کمرہ میں جگہ دی یہ مدرسہ علوم شرعیہ کی عمارت تھی، بہت بڑا احاطہ تھا اس میں بہت سارے کمرے تھے، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ بھی اس مکان میں کئی روز رہے، ناشتہ وغیرہ ہمارے پاس کیا مدینہ پہنچے تو میں نے ان کو بھی اپنے کمرہ میں جگہ دے دی، مولانا انعام کریم صاحب میرے لئے چائے وغیرہ بناتے تو مجھ کو شرم آتی کہ مولانا معمر شخص ہیں اس لئے میں نے مولانا سے عرض کیا حضرت میں چائے بنانی اچھی جانتا ہوں پہلے تو مولانا نے انکار کیا مگر پھر میرے اصرار کو قبول فرمالیا، میں چائے کمرے میں بنالیتا اور باہر ایک عربی روٹی بیچتا تھا اس سے روٹی لیکر کمرے پر لاتا اور میں نے گھر سے اصلی گھی لے جار کھا تھا میں نے موقعہ غنیمت سمجھا کہ اس سے اچھا موقعہ کیا ہوسکتا ہے علماء کی خدمت کروں، چنانچہ میں روٹیوں کو گھی لگا تا تو ان کی لذت میں مزید دوبالگی پیدا ہو جاتی۔

عرب لوگ توحید میں بڑے کامل ہوتے ہیں

۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۱ء میں جب میں مکہ کیلئے حج کے ارادہ سے جہاز میں سوار ہوا تو مظفری جہاز تھا جو یمن پہونچا وہاں سے تیل وغیرہ لینے کیلئے ٹھہرا، کچھ دیر کے بعد یمن کے لوگ کشتی لیکر سامان ان میں رکھ کر بیچنے آگئے، جہاز والے لوگ ان سے سامان خرید رہے تھے ایک چھینکا بنا رکھا تھا جس میں رسی باندھ رکھی تھی وہ پہلے ہی اوپر پھینک رکھی تھی جس کو جس سامان کی ضرورت ہوتی وہ کہدیتا کشتی والا چھینکے میں سامان رکھدیتا جہاز والا اس کو کھینچ کر سامان لیکر پیسے اس میں ڈال دیتا، ایک کشتی والا

میرے سامنے تھا اس سے کسی نے کوئی سامان نہیں خریدا تھا وہ خالی ہاتھ یونہی کھڑا تھا، سب سامان بیچ کر واپس ہوئے یہ بیچارہ اپنا سامان لیکر واپس ہوا، رات بھر ہمارا جہاز ٹھہرا رہا صبح کو پھر وہ کشتی والے اپنی کشتیوں میں سامان رکھ کر بیچنے آ گئے وہ شخص پھر میرے سامنے ہی رات والی جگہ کھڑا ہو گیا چونکہ اس جگہ کھڑے ہو کر اس کی رات بکری نہیں ہوئی تھی میں نے اس کو کہا کہ رات تمہاری بکری نہ ہوئی کم از کم اب دوسری جگہ کھڑے ہو جائیں اس نے فوراً **لاحول ولا قوۃ الا باللہ** پڑھا اور کہا کہ **اللہ ھنا وھنا کل سواء** یعنی اللہ سب جگہ ہے یہاں بھی اللہ ہے وہاں بھی اللہ ہے اس کے لئے سب جگہیں برابر ہیں، پھر اس کی بکری شروع ہوئی میں لوگوں کو سامان خریدنے کیلئے کہتا جس کو جس چیز کی ضرورت ہوتی تو اس کو کہتا فلاں چیز دیدو اور اس سے لیکر لوگوں کو دیتا جب سارا سامان ختم ہو گیا اور اس نے کہا خلاص یعنی سب سامان بک گیا تو اس نے مجھ کو کہا کہ دیکھا تم نے! اللہ نے سب سامان اسی جگہ بکوا دیا، اس کے بعد اس نے مجھ کو کہا کہ آپ کو کیا دوں؟ چونکہ میں نے اس کے سامان کی بکری کرائی تھی اس لئے وہ خوشی میں کہہ رہا تھا کہ آپ کو کیا دوں اس نے کہا کہ صرف ایک سگریٹ بچی ہے میں نے سوچا چلو کسی کے کام آ جائیگی اس نے دی تو میں نے لے لی۔

اس سفر میں ایک دل چسپ لطیفہ یہ ہوا کہ جب ہم ۱۳۸۰ھ میں مکہ سے مدینہ جانے لگے تو ہم چند لوگوں نے ہاف بس یعنی چھوٹی بس جدہ سے مدینہ تک کرایہ پر لی اور سترہ ریال فی نفر حصہ میں آیا، مدینہ کے راستے میں ایک جگہ آئی رابغ یا

مستورہ وہاں ہوٹل تھا لوگ چائے وغیرہ کیلئے وہاں اترتے تھے ہماری گاڑی والے بھی وہاں اترے، ہوٹل میں ایک چارپائی پڑی تھی جس میں پائے اور تین چار موٹی موٹی رسیاں پڑی تھیں اور کچھ بان مستقل بنی ہوئی نہ تھی، میں اس پر ایسے ہی بیٹھ گیا مجھکو اونگھ سی آئی ہوٹل والا مجھکو دیکھ رہا تھا جب مجھ کو اونگھ سی آئی تو وہ فوراً بھاگا ہوا آیا اور مجھ کو کہنے لگا یا حاج هلك السرير (یعنی حق السریر) چارپائی کا کرایہ دو، خیر میں نے اس کو کچھ دیدیا تو وہاں سے چلتا بنا۔

قیام مدینہ پاک کے دوران رسول پاک ﷺ کی زیارت

جب کچھ روز گزر گئے تو مولانا انعام کریم صاحب نے فرمایا کہ قاری صاحب آپ کو شاید پہلے جہاز سے واپس ہونا پڑے، اس لئے آپ مکہ جانے کی تیاری کریں، چنانچہ میں نے تیاری کرلی۔ تو میں نے خواب میں دیکھا جس طرح دار قدیم کی مسجد ہے اس کے سامنے برآمدہ کی شکل کا ایک بڑا مکان ہے جس میں کچھ کمرے بغیر چھت کے ہیں میں صحن میں بیٹھا وضو کر رہا ہوں سامنے بالا خانہ سا ہے اس میں ایک سفید پوش بزرگ گزرے میں نے فوراً کہا سرور عالم ﷺ آپ فرما رہے تھے کہ بس اتنی جلدی چلدئے؟ میں نے یہ خواب مولانا انعام کریم صاحب سے بیان کیا تو مولانا نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی طرف سے یہ اشارہ ہے کہ وہاں ابھی اور ٹھہریں، چنانچہ میں پڑ گیا تقریباً اٹھائیس روز قیام رہا اور انتیس یا تیس ذی القعدہ کو مدینہ سے مکہ آیا اور حکیم یامین صاحب حرم شریف کے کمرے میں جو مدرسہ صولتیہ کا دفتر تھا رہتے تھے، میں بھی باہر سے روٹی لاکر ساتھ بیٹھ کر کھالیا کرتا تھا، اس کمرہ میں

حضرت مولانا عبداللہ صاحب کا قیام بھی تھا کبھی کبھی مدرسہ صولتیہ میں جانا ہوتا تھا اس وقت مدرسہ صولتیہ کے ناظم مولانا سلیم صاحب تھے جو حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے لڑکے تھے میری ان سے واقفیت نہ تھی، اس کے بعد مولانا سلیم صاحب حضرت شیخ الحدیث صاحب کے ساتھ مدرسہ اشرف العلوم بھی تشریف لائے، میری واپسی مظفری جہاز سے ہوئی جو سات یوم میں جدّہ سے ممبئی پہنچ جایا کرتا تھا، مکہ سے جدہ آیا مولانا خالد سیف اللہ (حضرت گنگوہیؒ کے پرنواسے گنگوہ کے ایک بڑے عالم جو جدّہ میں مقیم تھے فاضل دیوبند تھے) کے گھر جانا ہوا وہاں مولانا سے بیٹھا باتیں کررہا تھا کہ ایک تھانہ کا افسر آیا اور اس نے دستک دی تو مولانا نے اندر بلالیا اور کہا اتنے روز بعد تو اپنے وطن کے شخص سے ملاقات ہوئی تھی اب تو ٹپک گیا، وہ بہت ہنسا چونکہ یہ جملہ مولانا نے اردو میں کہا تھا اور وہ اردو سمجھتا نہیں تھا، پھر معلوم کیا کہ آپ نے مجھ سے کیا کہا تو مولانا نے عربی زبان میں اس کو بتلایا تو وہ دوبارہ مزید ہنسا اور کہا واقعی اپنے وطنی سے محبت ہوتی ہی ہے اور واقعی میں نے گفتگو میں خلل ڈال دیا۔

حضرتؒ کی ڈائری میں اس سفر کی تفصیلات کا خلاصہ یہ ہے! ۲۶؍رمضان المبارک کو گھر سے روانہ ہوئے دہلی آئے ۲۷؍کی شام کو جنتا ایکسپریس سے بمبئی کے لئے روانہ ہو گئے ۲۸؍رمضان المبارک ۱۰؍بجے شب بمبئی پہنچے صابوصدیق مسافر خانہ میں قیام رہا ۲۹؍رمضان المبارک خوخہ بازار کی مسجد میں جمعہ پڑھایا پھر وہاں سے ۶؍شوال کو سوا بارہ بجے پانی کے جہاز پر سوار ہوئے بندرگاہ پر حافظ بشیر اور بھائی یوسف ساتھ آئے، ۱۳؍شوال ۷؍بجے جدہ پہنچے ضروری کاروائی سے فارغ ہو کر جدہ سے مکہ مکرمہ شام کو پہنچے عمرہ کیا اور آرام کیا پورا شوال کا مہینہ مکہ مکرمہ میں گذرا ایکم

ذیقعدہ کو پھر جدہ آئے جدہ سے بس میں سوار ہو کر شب کے ایک بجے مدینہ منورہ زادہا اللہ شرافاً وکرامۃ پہنچے، وقتاً فوقتاً یہاں کے مقامات مقدسہ پر حاضری دیتے رہے، پورا مہینہ ذیقعدہ کا یہیں گذرا ۳۰ر ذیقعدہ کو پرنم آنکھوں اور پرغم قلب کے ساتھ دیار محبوب سے روانہ ہوئے راستہ میں بدر وغیرہ کی زیارت کی، عصر کی نماز جدہ پڑھی، جدہ سے چل کر مکہ مکرمہ پہنچے اور پھر حج کیا ۱۷ر ذی الحجہ بادل ناخواستہ چشم پرنم اور دل پردرد اور پرغم کے ساتھ مکہ معظّمہ سے جدہ روانہ ہوئے، مغرب جدہ کے راستہ میں اور عشاء جدہ میں پڑھی، ۱۹ر کو جدہ سے روانہ ہوئے بذریعہ سعودی جہاز ۲۸ر ذی الحجہ ۷ر بجے بمبئی پہنچے، سفر میں طبیعت خراب رہی، راستہ میں جہاز عدن ٹھہرا تھا اور پوری شب وہاں ٹھہرا رہا تھا، ۲۸، ۲۹ر ذی الحجہ بمبئی میں قیام رہا بر مکان حکیم مسعود صاحب اجمیریؒ، یکم محرم ۱۰ر بجے دن میں بمبئی سے روانہ ہوئے ۳ر محرم پونے آٹھ بجے دہلی آئے دہلی ٹھہرے ۴ر محرم کو گھر پہنچے، واپسی پر کچھ مدرسین نے آپ کی آمد کی خوشی میں عمدہ اشعار کہے تھے جو میں نے بچپن میں مختلف نقشوں میں لٹکے ہوئے دیکھے تھے اور ان کو پڑھا کرتے تھے۔

دوسرا سفر حج

حضرت والد صاحبؒ نے اپنی ڈائری میں اسطرح لکھا ہے:

۱۶ر ذیقعدہ ۱۳۸۹ھ مطابق ۲۵ر جنوری ۱۹۷۰ء یکشنبہ کو گھر سے روانہ ہوا ۲۷ر جنوری سہ شنبہ کو ممبئی آیا یکم فروری یکشنبہ کو چار بجے دن جہاز ممبئی سے روانہ ہوا، ۹ر فروری دوشنبہ کو جدہ پہونچا ۱۰ر فروری سہ شنبہ کو جہاز سے اترنے کی اجازت ملی ۳ر بجے جدہ، پھر شب میں بعد عشاء بذریعہ بس مکہ مکرمہ پہونچا ۱۵ر فروری یکشنبہ کو

یوم عرفہ ہوا، ۲۳؍مارچ دوشنبہ کو مکہ سے مدینہ منورہ کیلئے روانہ ہوئے ۲۴؍مارچ سہ شنبہ علی الصباح مدینہ پاک میں حاضری ہوگئی، ۲؍اپریل جمعرات کو قبل الجمعہ مدینہ منورہ سے روانگی ہوگئی ۳؍اپریل علی الصباح جمعہ کو جدہ پھر فوری طور پر تیاری کر کے عمرہ کیلئے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے قبل از جمعہ حرم پاک میں حاضری ہوگئی، فوراً طواف سعی سے فراغت پا کر جمعہ پڑھا بعد جمعہ جدہ آ گیا، ۵؍اپریل یکشنبہ کو جدہ روانہ ہو کر ۱۳؍اپریل دوشنبہ کو ممبئ پھر ۱۶؍اپریل جمعرات کو دہرہ دون ٹرین سے روانہ ہو کر ۱۸؍اپریل شنبہ کو تین بجے کے قریب گنگوہ آ گیا۔

تیسرا سفر حج

یہ سفر برطانیہ سے ہوا تھا احباب برطانیہ ساتھ تھے۔

حضرت والد صاحبؒ نے ایک خط میں اس طرح تحریر کیا ہے:

عزیزان سلمکم اللہ تعالیٰ: الحمدللہ تعالیٰ خیریت سے ہوں خدا کرے تم سب بہت بہت خیریت سے ہوں، آج شام کو ۸ بجکر ۴۵ منٹ پر لندن سے روانگی ہے انشا اللہ تعالیٰ، عرصۂ دراز کے بعد دیار مقدس کی حاضری نصیب ہورہی ہے اللہ تعالیٰ وہاں کے آداب کی توفیق اور قبول فرمائے آمین، تم سب کیلئے ان شاء اللہ العزیز دعاء کرونگا، حج کے بعد واپسی کی تاریخ میرے ٹکٹ پر ۲۵؍جولائی ہے غالباً منگل کا دن پڑ گیا، دل تو چاہتا ہے کہ کچھ زیادہ وہاں قیام کا موقعہ مل جائے مگر بر وقت کیا ارادہ بنے ابھی طے نہیں کر سکتا، اگر تبدیلی کرائی تو مطلع کرونگا اب زیادہ خط کا انتظار نہ کرنا، قربانیوں کے سلسلہ میں تفصیلی خطوط روانہ کر چکا ہوں جانور بہت اچھے خریدنا کافی احتیاط سے کام لینا، منشی جی کو بتلا دینا کہ جانور بہت اچھے خریدیں اور

اپنی موجودگی میں قربانی کرائیں، حافظ محمد سلیمان ماکدا ابن اسماعیل بھائی ماکدا جلال آباد آئے ہیں ان سے ملاقات کرنا انکو گنگوہ لانے کی کوشش کرنا، مگر ایام عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر نہیں ان ایام کے آگے پیچھے، اگر ان کو رقم کی ضرورت پڑے دیدینا کم زیادہ کا خیال نہ کرنا، مزید ایک بات یہ ہے کہ تین ہزار روپئے مفتی نصیر احمد صاحب جلال آبادی کو دیدیں یہ مدرسہ ہرسولی کے ہیں جو ان کی نگرانی میں چلتا ہے، مولانا الیاس صاحب قاسمی لیٹن اسٹون کے نام سے رسید وہ خود روانہ کردیں گے مکمل پتہ انکو دیدینا اور تم خود ان سے ایک کچی رسید لکھوالینا تم خود بھی محمد الیاس صاحب کو مطلع کردینا کہ رقم ان کو دیدی گئی چاہے ان سے پکی رسید لیکر خود ہی روانہ کردینا، سب بچوں بڑوں کو دعا وسلام، والسلام۔

احقر شریف احمد گنگوہی

مقیم حال لندن چہارشنبہ ۲۸/۶/۱۹۸۹ء

آپ کے قلم سے لکھی ہوئی سفر عمرہ کی ایک دلچسپ داستان

جو آپ کا مع والدہ ماجدہ مدظلہا العالیہ آخری سفر حرمین شریفین تھا

آغاز سفر عمرہ بتوفیق اللہ وکرمہ

۱۱/اکتوبر ۱۹۹۸ء مطابق ۱۴۱۸ھ بعد ظہر مع والدہ خالد سیف اللہ ۴/بجے روانہ ہوکر براہ کیرانہ ۸/بجے شب میں دہلی آزاد نگر پہونچے، لندن کے ویزا کیلئے کاغذ از سلیم بھائی بذریعہ فیکس آچکا تھا، مگر بعد عشاء کاغذات کی دیکھ بھال کرتے ہوئے آمدہ کاغذ ویزا از لندن بدست عزیز قاری عبیدالرحمٰن خراب ہوگیا، فوری طور پر

سلیم بھائی جبار کو لیسٹر فون کیا اتوار کی چھٹی ہونے کے باوجود حنیف بھائی کی دکان کھلوا کر دوسرا کاغذ بذریعہ فیکس روانہ کیا جو دس بجے رات تک ۱۱/اکتوبر کو مل گیا ۱۲/اکتوبر دوشنبہ کو عزیزم عبید الرحمٰن اس کو لیکر برطانیہ ایمبیسی گئے اور اپنے کاغذات مع پاسپورٹ جمع کر دیئے، معمولی سے انٹرویو کے بعد منظور کرلیا اور کہدیا کہ ۴/بجے شام ویزا لیجانا، اس درمیان میں نظام الدین عزیزم مولوی عبدالرشید سے ملکر واپس آئے، قیام عزیزہ صالحہ کے مکان پر تھا اسلئے بعد ظہر ۴/بجے پاسپورٹ واپس لائے فون پر برطانیہ کا ویزا لگ چکا تھا اس کام کا بہت فکر تھا مگر اللہ تعالیٰ نے آسان فرمادیا، شب میں قیام آزادنگر صالحہ کے مکان پر تھا ۱۳/اکتوبر منگل کو رشدیٰ، طیبہ، بشریٰ اور سب نے دوپہر کا طعام صالحہ کے یہاں کھایا، ۱۳/اکتوبر ۱۹۹۸ء بروز منگل کو بعد ظہر تقریباً پونے چار بجے آزادنگر سے ایئر پورٹ کیلئے روانہ ہوئے، جانے میں چونکہ دیر ہوگئی تھی سب کو رخصت کر کے فوراً اندر چلے گئے، سامان چیک اور وزن کرا کر روانہ کر دیا اور ضروری کاغذات کی خانہ پوری کرا کر جہاز پر پہونچ گئے، سوا چھ بجے کے قریب جہاز میں بیٹھ گئے، پونے سات بجے سعودیہ عربیہ کا جہاز روانہ ہوا ٹھیک چار گھنٹے کے بعد ''دہران'' اتر کر تقریباً ۳۵/منٹ ٹھہر کر دوبارہ روانہ ہوا اور بارہ کے بعد ایئر پورٹ اتر گیا، دو دفعہ طعام و ناشتہ آیا جو اچھا تھا، باہر آنے میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ لگ گیا باہر آتے ہی عزیز جمال نظر پڑے پیچھے انیسہ عزیزہ بھی تھیں جو دیر سے ایئر پورٹ پر منتظر تھے، گاڑی ایر پورٹ سے باہر کھڑی تھی باہر نکلتے ہی ہوا کافی گرم محسوس ہوئی، گاڑی میں (اے، سی) لگا ہوا تھا جس نے ٹھنڈا کر دیا اور پون گھنٹہ کا راستہ طے کر کے ایمبیسی پر پہونچ گئے، ٹھنڈا پانی اور چائے پر اکتفاء کیا چونکہ طعام کی

بالکل خواہش نہ تھی، دیر تک باتیں کرتے رہے ۱۴ر یوم قیام کیا بدھ کو بعد ظہر مدینہ پاک کی حاضری تھی مگر عزیز جمال وانیس نے اصرار کیا کہ کل ہم بھی آپ کی معیت میں مدینہ حاضر ہونگے لہذا بدھ کے بجائے جمعرات کو بعد ظہر پونے چار بجے جمال، انیس، زاہد، ربیعہ، زہرہ وحبیبہ احقر شریف اور والدۂ خالد جدہ سے پونے چار بجے روانہ ہوئے، عصر گھر سے پڑھکر نکلے مغرب راستہ میں ''وادیٔ ستارہ'' جو ایک مختصر سی آبادی ہے وہاں پڑھی، مگر مسجد کی بیت الخلاء میں نمبر ایک کا انتظام ہے، مؤذن وامام بنگالی ہیں۔

۱۴۱۸ھ/۱۵/اکتوبر ۱۹۹۸ء ۴/بجے شام مدینہ منورہ کیلئے روانگی

جمعرات کو ۵رگھنٹہ کا سفر طے کرکے مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً روانہ ہوئے مسجد قبا میں پہونچے، مسجد بند ہوچکی تھی، والدۂ خالد اور احقر شریف حافظ زاہد سلمہ ابن انیس نے جماعت کرکے باہر چونترے پر نماز پڑھی، یہاں سے روانہ ہوکر کچھ راستوں کی بھول سے سڑک پر گھومتے رہے، ایک جگہ مدینہ کی دوطرفہ سڑک کے بیچ میں طعام کیا سب بچے ساتھ تھے، طعام سے فارغ ہوکر جمال کمروں کی تلاش میں گئے اور تھوڑی دیر بعد آگئے کہ چلو کمروں کا انتظام ہوگیا، گاڑی دور کھڑی کرکے سامان اٹھا کر چلے، تھوڑی دیر بعد مسجد کے قریب آگئے مسجد کے مختلف دروازے ہیں، باب الملک بن عبدالعزیز کے مزید دوتین گیٹ ہیں، ان کے سامنے جالیوں کا ایک لمبا چوڑا چکور جال لگا ہوا ہے یہیں سے مستورات داخل ہوتی ہیں، ٹھیک اسی کے سامنے ''خندق النخیل'' ہے، گلی کی جانب ایک دوکان ہے اس کے مدمقابل گلی

میں ایک اور مٹھائی وغیرہ کا ''ہوٹل'' اسی سے ملا ہوا دوسرا مکان جسکا نام دار ابو سلطان ہے، پہلی منزل پر ایک بڑا کمرہ ۸۰ر ریال یومیہ کرایہ پر لیا، اس رات سب نے اسی کمرہ میں آرام کیا۔

جمعہ ۱۶ر اکتوبر صبح ۴ر بجے تہجد کی اذان پر اٹھکر حرم شریف چلے گئے، جماعت سے نماز پڑھ کر کچھ دیر بعد واپس کمرہ پر گئے، مسجد حرم کی توسیع کا کچھ پتہ نہ چل سکا، اصل مسجد سے تینوں طرف اس قدر توسیع کی گئی کہ دیکھ کر عقل حیران ہو جاتی ہے، بعد ناشتہ پھر حرم میں حاضری ہوئی اور دیکھ بھال کر ہی پہچان ہوئی کہ سابق مقامات کہاں کہاں ہیں، آج ۱۶ر اکتوبر جمعہ مسجد نبوی مدینہ میں پڑھا، بعد جمعہ صلوۃ وسلام پیش کیا، ۱۶ر اکتوبر بعد نماز جمعہ طعام سے فارغ ہوکر عصر کے لئے مسجد نبویؐ میں حاضری ہوئی، عزیزان جمال، انیس و بچہ گان واپس جدہ روانہ ہوگئے کیونکہ کل ہفتہ کو ان کی ملازمت تھی، جاتے وقت ہمکو اسی مکان میں برابر کے چھوٹے کمروں میں منتقل کر گئے جسکے اندر دو پلنگ ہیں کرایہ غالباً ۴۰ر روپئے طے کیا، اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اجر عظیم اور بہترین بدلہ دین و دنیا میں عطا فرمائے، ہمارے لئے بے حد راحت و آرام کا سامان مہیا کیا کچھ کھانے کا سامان اور ضروری برتن بھی دے گئے۔

۱۷ر اکتوبر بروز ہفتہ دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں دیر تک مواجہہ اقدس کے سامنے کھڑے ہوئے اور جملہ عزیزان، جملہ مدرسین، جملہ احباب اور تمام طلبائے مدرسہ کی طرف سے صلوۃ وسلام پیش کیا جن کا نام یاد آتا گیا انکا نام لیکر بقیہ سب کی طرف سے نام لئے بغیر صلاۃ وسلام پیش کیا، اللہ تعالیٰ قبول

فرمائے آمین، اور یہاں کی یہ آخری حاضری نہ ہو۔

۱۸؍اکتوبر شنبہ کو بعد فجر جنت البقیع میں حاضری ہوئی مگر قریب کی نہیں تھی دور سے سب ہی حضرات کیلئے ایصال ثواب کیا گیا، اس موقعہ پر حضرت مرشدی مولائی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد زیادہ آتی رہی مگر قبر تک نہ پہنچنے کا افسوس رہا۔

۱۹؍اکتوبر دوشنبہ کو ۸؍بجے کے قریب مع اہلیہ کے دوبارہ جنت البقیع میں حاضری ہوئی، گیٹ بند ہو چکا تھا، باہر سے کھڑے ہوکر ایصال ثواب کیا گیا ۵؍ریال کا دانہ کبوتروں کو خرید کر ڈالا گیا، یہاں بہت کبوتر رہتے ہیں، آج دوپہر بعد ظہر بذریعہ گاڑی مولوی محمد عثمان قاسمی رسول پوری (جو حکیم صاحب کے نام سے مشہور ہیں اور گھر میں بیٹھ کر مطب کرتے ہیں) کے یہاں کھانا کھایا پر تکلف کھانا تھا، آج کچھ چلنے پھرنے کی وجہ سے ٹانگوں میں بہت کمزوری تھی درمیان میں عشاء پڑھ کر بغیر طعام کے سو گئے، صبح تہجد کے وقت اذان کی آواز پر حرم گئے۔

۲۰؍اکتوبر نماز صبح حرم میں پڑھ کر واپس کمرہ پر آکر لیٹ گئے اور دو گھنٹہ بعد طبیعت ٹھیک ہوئی، ناشتہ سے فارغ ہوکر حرم شریف حاضر ہوگئے اور روزانہ کے معمول کے مطابق دو رکعت مقام ریاض الجنۃ میں ادا کی پھر سرور عالم ﷺ کے مواجہہ میں حاضر ہوکر سلام پیش کیا، حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے مواجہہ شریف میں سلام پیش کرکے کافی دوستوں کی طرف سے سلام پیش کیا صلوۃ وسلام کا مقبول وظیفہ جسکے اندر ۴۰؍احادیث اور درود حضرت شیخؒ کے جمع کردہ ہیں بقیہ درود مختلف احادیث کی کتب سے جو کہ اسلام الحق استاذ حدیث ہولکمپ بری بولٹن برطانیہ کی جمع

کردہ یہ کل یکصد درود پر جمع ہے جو تقریباً ایک گھنٹہ میں پورے ہوئے جو مواجہہ شریف کے سامنے کھڑے ہوکر پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی، کم از کم ایک بار کبھی دو بار پورے درود پیش کرنے کی سعادت ہوئی۔

۲۱/اکتوبر بروز بدھ مواجہہ شریف کے نگراں سپاہیوں نے دیر تک کھڑے رہنے کی وجہ سے کتاب ہاتھ سے لیکر دیکھی، کچھ پڑھی پھر دونوں نے مشورہ کے بعد اجازت دیدی اور پھر کسی نے نہ روکا نہ ٹوکا، بلکہ بعض اوقات کوئی دوسرا سامنے آکر کھڑا ہوگیا تو اس کو ہٹا دیا، ظہر کی اذان سے ایک گھنٹہ قبل حاضری کا بہترین وقت ہے بہت چھیڑ ملتی ہے اور نماز ظہر پہلی صف میں پڑھی گئی، آج رات بعد صلوۃ العشاء مولانا حبیب اللہ چمپارنی کے مکان پر پرتکلف دعوت ہوئی، بعد نماز عشاء حرم شریف سے انکے بیٹے محمد جو حافظ ہوکر اپنے والد سے درسیات کی تکمیل کررہے ہیں اور عزیزم حکیم محمد عثمان رسول پوری کی معیت میں مع اہلیہ کے بذریعہ گاڑی گئے، بعد طعام وملاقات احباب تقریباً دواڑھائی گھنٹے بعد واپس مکان پر آئے، بحمد اللہ یہ ایام بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں گذرے، اپنی ہمت واستطاعت کے مطابق صلوۃ وسلام پیش کرتا رہا، ۲۱/اکتوبر بروز بدھ بعد عشاء حرم شریف کے گیٹ نمبر ۳۴/ باب الملک ابن عبدالعزیز کے قریب حرم میں مولانا عاشق الٰہی بلندشہریؒ سے ملاقات کرکے طعام کیلئے گھر گئے، بعد از طعام دیر تک گفتگو ہوتی رہی، تقریباً گیارہ بجے کمرہ پر لوٹ کر آئے، سامان وغیرہ ٹھیک کرکے لیٹ گئے، بحمد للہ آج پورے کام حسب معمول پورے ہوئے۔

۲۲؍اکتوبر ۱۹۹۸ء بروز جمعرات قبل از صبح صادق ۴؍بجے اذان پر اٹھ کر حرم چلے گئے ۵؍بجے نماز فجر پڑھکر واپس کمرہ میں آکر آرام کیا، ڈیڑھ بجے حسب معمول حرم شریف میں حاضری ہوئی دو رکعت ریاض الجنۃ میں ادا کرکے امام کے قریب صف اول میں باجماعت نماز ادا کی، حسب معمول آج دس گیارہ بجے مواجہہ شریف میں حاضر ہوکر صلوۃ وسلام اور دعاء میں ایک گھنٹہ مشغولیت رہی، بعد ظہر کمرہ پر واپس آکر بازار گئے کچھ سامان اور طعام خرید کر لاکر کھایا، ساڑھے تین بجے حسب معمول عصر کی نماز کیلئے حرم میں حاضری ہوئی، بعدہٗ کچھ احوال تحریر کئے، اب صرف کل ۲۳؍اکتوبر جمعہ کے دن قیام ہے پرسوں انشاء اللہ بروز ہفتہ دیار محبوب سے بادل ناخواستہ واپسی اور حرم مکہ میں زادھا اللہ شرفاً وکرامۃً حاضری کا ارادہ ہے انشاء اللہ۔

۲۴؍اکتوبر بروز ہفتہ کو دس بجے دن بذریعہ ٹیکسی روانگی کی تیاری کرلی، سامان کا فکر تھا کہ کس طرح کون اٹھائے مگر عین وقت عزیز حافظ محمد شمشاد ابن حافظ عبد الغفور آگئے بڑی مدد ملی، سامان کمرہ سے اتار کر نیچے رکھا یہ چونکہ ابھی ان کی پہلی ملاقات تھی، انکو معلوم ہوتے ہی کسی طرح تلاش کرکے قیام گاہ پر آگئے جو دار النخیل دار ابو سلطان میں تھی، ان کا اصرار ہوا کہ آپ کی کوئی خدمت نہ کرسکا لہذا فوری طور پر کوئی مختصر سی چیز لیکر آتا ہوں، چنانچہ دس پندرہ منٹ بعد آگئے اور ایک مختصر سا فون لائے ساتھ ہی اپنی گاڑی جس پر یہ ڈرائیوری کرتے ہیں، کمرہ تک لے آئے جبکہ یہاں تک گاڑی لانا ممنوع تھا، گاڑی میں بٹھا کر موقف پر ٹیکسی کے بجائے بس کے ذریعہ سفر کا مشورہ ہے، مولانا نذیر الدین جو مدینہ منورہ میں بیس سال سے مقیم تھے اپنی گاڑی لے

کرآئے انہیں کے ساتھ جانا طے تھا، مگر عزیز حافظ محمد شمشاد کے اپنی گاڑی مکان تک لانے کی وجہ سے ان کے ساتھ گاڑی میں گئے اور مولانا نذیرالدین بھی بس تک سوار کراکر واپس ہوئے، بس کا کرایہ فی نفر ۴۵ر ریال تھا، یعنی دونوں کا کرایہ اپنا اور اہلیہ نعمت الٰہی کا ۹۰ر ریال ہوا، گاڑی دس بج کر دس منٹ پر مدینہ روانہ ہوئی، بیر علی رضی اللہ عنہ پر پہونچ کر بس رُک گئی، سب احباب نے مسجد کے اندر جاکر وضو سے فارغ ہوکر دو رکعت نماز پڑھی اور عمرہ کی نیت کرلی، احرام مدینہ سے باندھ کر روانہ ہوئے تھے، ۲۴ر اکتوبر بروز ہفتہ راستہ میں ایک مقام ''انعارغہ'' پر بس رکی نماز پڑھی، یہاں سے روانہ ہوکر ۴ر بجے شام مکہ مکرمہ زادھا اللہ شرفاً وکرامۃً باب الفہد پر گاڑی سے اتر گئے، دیر تک قاری یوسف، تاج الدین، محمد شباہت، مولوی سفیان انتظار کرتے رہے اتفاق یہ ہوا کہ میں اس کو تلاش کرتا وہ مجھ کو، مگر ملاقات نہ ہوسکی۔

سفر پاکستان

۲۷ر ستمبر ۱۹۶۰ء ۲۳ر ربیع الاول ۱۳۷۹ھ یکشنبہ کو لاہور کیلئے گنگوہ سے روانہ ہوا بشریٰ طیبہ میرے ہمراہ تھی، لاہور کے قیام میں عزیزم انوار احمد سلمہ کی شمیم اختر بنت ہمشیرہ زندی صاحبہ کی شادی میں شرکت کی، منیر احمد کی شادی بھی اسی قیام میں ہوئی، ۱۳ر اکتوبر کو لاہور سے گنگوہ واپس آگیا۔

اس سفر کے تعلق سے جو کچھ حالات حضرت والد صاحبؒ کبھی کبھی سنایا کرتے تھے اس میں ایک بات یہ بھی سنائی تھی کہ جن دنوں تمہاری پھوپی زندی صاحبہ کے یہاں مقیم تھا وہ ایک دن کہنے لگی کہ بھائی جب باہر نکلو تو

پاکستانی طرز کا لباس پہنو جس سے یہ محسوس نہ ہو کہ ہمارے یہاں ہندوستان سے لوگ آئے ہیں کہ پھر یہ ہمیں مہاجر سمجھ کر تکلیفیں دیتے ہیں اور جب یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو یہیں کے ہیں پھر تکلیفیں نہیں دیتے، وہاں ایک بڑے طبقہ کا اپنے طور پر یہ خیال رہتا ہے کہ ہم مقامی ہیں اور یہ لوگ ہندوستان سے ہجرت کر کے آئے ہیں ان سے وہ ایک قسم کا بغض اور بعد رکھتے ہیں، اور یہ نہیں سمجھتے کہ ان لوگوں کی پاکستان کے لئے کتنی بڑی قربانیاں اور ہمدردیاں رہی ہیں، خود جس ملک کے لئے اپنے محبوب وطن کو چھوڑا ہو کیا یہی کچھ کم قربانی ہے، اگر وہ مہاجر بنے ہیں تو تمہیں انصار بنکے بھی تو دکھانا چاہئے، نہ یہ کہ ان کو وہاں سے نکالنے اور مارنے کی فکر کرنی چاہئے، اللہ پاک سب کو صحیح سمجھ نصیب فرمائے آمین۔

سفر افریقہ

۱۹/ستمبر ۱۹۹۷ء بعد جمعہ گنگوہ سے روانہ ہوکر دہلی ۲۰/ستمبر ۱۹۹۷ء بار کو دہلی سے ساڑھے چھ بجے بذریعہ طیارہ، بمبئی دو گھنٹہ بعد پہونچ گیا ایک بجے دن میں ۲۰/ستمبر کو بمبئی سے افریقہ کیلئے روانہ ہوکر ۱۰/گھنٹہ بعد ڈربن پہونچے بذریعہ کار مولانا ظریف صدر اور مولانا عبدالغفار منصوری کے ساتھ ہارڈنگ پہونچے ہارڈنگ، اسٹینگر، سیل کروس، پیٹر میرج برگ یہ بڑا شہر ہے یہ صوبہ نٹال افریقہ کا بڑا شہر ہے ۲۴/اکتوبر ۱۹۹۷ء جمعہ کو جوہانسبرگ مولانا ابراہیم صاحب پانڈور کے مکان سے ایئرپورٹ کیلئے روانہ ہوکر گیارہ بجے بمبئی پہونچے، دو گھنٹہ بعد دوسرے

جہاز سے روانہ ہوکر شام تک دہلی واپس آ گئے، عزیز مفتی خالد سیف اللہ ساتھ رہے یہ سفر بہت خیر وخوبی اور کامیابی کے ساتھ پورا ہوافللہ الحمد، کل ۱۹ر ستمبر ۱۹۹۷ء جمعہ سے ۲۴ر اکتوبر ۱۹۹۷ء تک رہا، ہارڈنگ ضلع دربن نٹال دربن ایئر پورٹ سے ہارڈنگ تک سڑک ساحلِ سمندر سے گذرتی ہے، مولانا یوسف صدر، مولانا عبدالغفار منصوری، الحاج عبدالحق بھائی دیسائی ہارڈنگ کی یہ تینوں شخصیتیں قابل ذکر ہیں۔

اس سفر میں رفیق محترم مولانا یوسف صدر اور ان کے اعزاء واقرباء نے قیام وطعام اور مدرسہ کے معاملات میں تعاون کیا اور کرایا اور مختلف مقامات میں مدرسہ کے کام کے لئے بھی لگے رہے اور بعض دفعہ تفریح کے لئے دریا کے کنارے بھی لے گئے اور ایک بار مچھلی گھر میں مچھلی کا تماشا بھی دکھایا جو بہت بڑی مچھلی ہوتی ہے انسان کے برابر بلکہ اس سے بھی بڑی، بہت ہی سمجھ دار جس کو وہیل کہتے ہیں، اس سفر کے نتیجہ میں مدرسہ میں طلبہ کے لئے پانی کی ٹنکی کا خرچہ ایک نیک صالح بزرگ نے اور کئی دوست احباب نے مل کر دیا تھا اللہ پاک ان سب کو اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے اور ہمیشہ کیلئے صدقۂ جاریہ بنائے، اسی سفر میں حضرت مولانا ابراہیم صاحب پانڈ ور خلیفہ حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ کے یہاں بھی کچھ دن قیام رہا تھا اور ان کے برادران گرامی جو اکثر کسی نہ کسی بزرگ کے مجاز صحبت اور خلیفہ ہیں تعارف بھی ہوا اور ملاقات ومصاحبت کا شرف بھی حاصل ہوا اور ان کے تمام ہی اہل خانہ اچھے اخلاق سے پیش آئے، اسی درمیان ایک اور وہاں کے مشہور دارالعلوم زکریا میں حضرت الاستاذ مفتی محمد علی صاحب مدرس دارالعلوم زکریا

سابق مدرس جامعہ اشرف العلوم رشیدی کے یہاں بھی دعوت ہوئی، حضرت موصوف نے کمال محبت واخلاق کا مظاہرہ فرمایا اور ایک روز دوسرے مدرس کے یہاں بھی دعوت ہوئی اور مدرسہ میں مختصر بیانات بھی ہوئے ،اسی طرح وہاں کے دوسرے مدارس کا دورہ بھی ہوا اور وہاں کے اکابر اہل علم حضرات نے کافی الفت ومحبت کا مظاہرہ فرمایا، جب جس کو معلوم ہوتا گیا انہوں نے بلایا اور دعوت کی ،اسی دوران ایک شیخ مصری سے ملاقات ہوئی جو بہت خوبصورت اور خوب سیرت تھے اور سیاہ فام لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے اور قریب کرنے میں سرگرم عمل تھے اور بہت سے ان کی برکت سے مشرف باسلام ہوئے۔

اٹھارواں باب

امراض واسقام

امراض واسقام

یوں تو حضرت والد صاحبؒ کو انتقال سے کافی عرصہ قبل بہت سے امراض لاحق ہو چکے تھے، جن میں ایک سے بڑھکر ایک شدید مرض تھا، کھانسی کا مرض تو مدت العمر ہی رہا، اسی طرح گھٹنوں کی تکلیف بھی ایک زمانۂ دراز سے شروع ہوگئی تھی اخیر تک رہی بلکہ ساتھ ہی گئی، مگر یہ مرد مجاہد اپنے اس جسم سے اپنی ہمت اور طاقت سے زیادہ دین کے کاموں میں امت کو فیض پہنچانے میں طلبہ وعلماء کی خدمت کرنے میں ان بیماریوں کی پرواہ کب کرتا تھا، وہ تڑپ اور لگن جو اللہ نے ان کے خمیر میں ودیعت رکھی تھی چین سے بیٹھنے نہ دیتی تھی، نہ انہیں اپنے آرام وراحت کی کوئی فکر دامن گیر ہوتی تھی، اسی طرح زندگی کے اخیر حصہ میں امراض بڑھتے چلے گئے خون میں حدّت ہوگئی تھی دوائیوں کی کثرت اس پر مستزاد، کمر میں ریڈھ کی ہڈی پر ایک خطرناک زخم ہوا اور پک پک کر بہت ہی تکلیف کا باعث بنا، گھر کے قریب کا ڈاکٹر علاج کرتا رہا، ایک روز بندہ نے وہ زخم دیکھ لیا اور گھبرا گیا یا اللہ کیسے صبر کرتے ہیں!!، وہ ایسی جگہ تھا جو خود ان کو نظر نہ آسکتا تھا، راقم السطور نے دیکھا تو اس روز مجھ سے کھانا نہیں کھایا گیا، مشورہ کر کے ایک دوسرے ڈاکٹر کو دکھایا ظہر کے بعد اس نے مدرسہ میں آکر دیکھا اور اس کے چاروں طرف انجکشن لگا کر پہلے اس کو سن کیا اور پھر چمچے سے اس پورے مواد کو باہر نکالا ایک اچھا خاصہ گڈھا بن گیا تھا، اس وقت اس صابر بندہ نے چیخ ماری، یہ ناچیز تو تاب نہ

لاکر وہاں سے ہٹ گیا اور اس سوچ میں پڑ گیا کہ ہم نے اس ڈاکٹر کو کیوں بلایا تھا، لیکن ایک بار کی تکلیف کے بعد ہر دن کی تکلیف سے قدرے نجات ملی اور اس ڈاکٹر نے ایک مہنہ تک مسلسل علاج کیا، ایک ڈیڑھ مہینے کے بعد وہ کچھ مندمل ہوا اور کچھ راحت نصیب ہوئی، اللہ اکبر کبیرا! کیسا ان کا صبر تھا کیسا انکا ضبط تھا جو انہیں کا حصہ تھا، اللہ پاک نے یقیناً ان تکالیف پر ان کو بڑی زبردست روحانی کیفیات سے مالا مال کر رکھا ہوگا جو عارفین کو کفارۂ سیئات، رفعِ درجات اور ترقی مراتب کیلئے عطا ہوتی ہیں، **رفعه الله درجته فی اعلیٰ علیین۔**

اسی طرح ایک تکلیف جو قلب کی بڑی زبردست تکلیف ہوئی، جس کی تفصیلات خود انہوں نے اس طرح بیان کی: چنانچہ ایک جگہ خود اس طرح بیان فرمایا: ”کئی سال سے شروع ہوئی بیماری ہارٹ چل رہی ہے یہ بیماری ۲۸ ر فروری ۲۰۰۱ء میں شروع ہوئی، مختلف علاج ومعالجہ و مراحل سے گزرتے ہوئے اکتوبر ۲۰۰۳ء کا آخر شعبان ہو گیا تھا اسلئے معالج، ڈاکٹر کرولی والے کے پاس گیا، دیکھ کر انہوں نے کہا کہ میں آخری دوا دے چکا ہوں اب تو دل کی بائی پاس سرجری کراؤ، چنانچہ ان کے کہنے پر ۲۲ ر اکتوبر کو ان کے پاس گیا انہوں بائی پاس سرجری کرنے والے ڈاکٹر کو فوراً فون کر دیا وہ آگئے انہوں نے اگلے دن کی تاریخ اپنے ہاسپٹل میں دیدی مگر کسی وجہ سے وہاں نہیں پہنچ سکے، پھر اس نے اگلے دن کی تاریخ ڈاکٹر خلیل اللہ کے ہسپتال (نرسنگ ہوم) میں دی اور یہ کہا کہ یہ میرے آنے کا دن ہے اس لئے وہاں آجاؤ، چنانچہ ۲۴ ر اکتوبر کو وہاں پہنچے اور انہوں نے پیس لیکر لگایا اور

اس پیس کو لیکر اس نے پہلے دائیں طرف بغل کے قریب یا کھال اور گوشت کے درمیان میں لگایا وہ ماچس سے ذرا ہی چھوٹی سی ڈبی ہوتی ہے جس میں دو چھوٹے سیل ہوتے ہیں جن میں سے دو تار نکالے جاتے ہیں اور ان کو دل سے جوڑ دیا جاتا ہے، تار جڑتے ہی فوراً محسوس ہوا کہ سانس کی کھچاوٹ میں تخفیف ہوگئی، دو دن ہسپتال میں رکھا پھر چھٹی دے دی، اسی دن رمضان بھی شروع ہوگیا تھا چنانچہ ہسپتال سے آکر عزیزہ صالحہ سلمہا کے مکان پر (آزادنگر میں) مقیم رہا اور آٹھ دن کے بعد دوبارہ دکھلایا اس نے پٹی وغیرہ کھولی پھر مزید تین چار روز قیام کیا، پوری بیماری میں اسکے مکان کے نیچے ہونے کے سبب اسی کو زحمت دیتا رہا، اس نے اور اس کے خاوند عزیز محمد عثمان نے بہت ہی خدمت کی کاروباری حالات دِگرگوں ہونے کے سبب یہ خود پریشان تھے مگر، مجھکو محسوس نہ ہونے دیا، خداوند کریم بہت بہت اجر عظیم عطا فرمائے، یوں تو دوسری بیٹی عزیزہ بشریٰ سلمہا اور ان کے شوہر رشید سلمہ برابر خبر گیری کرتے رہے اور تیسری بیٹی رشدیٰ سلمہا اور عزیز مقصود سلمہ برابر آتے جاتے رہے اور بھاگ دوڑ میں مصروف رہے اور تیرہ روز تک اسی کے گھر پر قیام رہا، پھر تیرہ رمضان سے ڈاکٹر کی سخت تاکید کے بعد جو ہر وقت پہاڑ کی طرح مستحکم ہوتے رہے اور ہر وقت یہی احساس رہتا تھا کہ زندگی میں کبھی روزے قضا نہیں ہوئے سوائے ایک روزہ کے ایسی منزل پر پہنچ گیا کہ روزے نہیں رکھ سکتا تیرھویں روزہ کو گنگوہ گھر آکر مزید پانچ روزے اور نہیں رکھے جاسکے، میری اس تکلیف کا پیمانہ لبریز ہوگیا، اس کے بعد اسی حالت میں

روزے رکھنے شروع کردئے اور آخر رمضان تک رکھے۔

غالباً بیس یا اکیس رمضان کو دن میں گیارہ بجے اچانک مہربان قدیم حضرت مفتی مظفر حسین صاحب تشریف لائے، میں ان کی اس ہمت اور پیرانہ سالی، ضعف و بیماری کو دیکھ کر حیرت میں پڑ گیا اور اس قدیم تعلق اور حق حبیبی سے غفلت ہوئی، تقریباً ایک گھنٹہ میرے پاس بیٹھ کر واپس تشریف لے گئے، اور کیا خبر تھی کہ بروز پیر ۲۷ / رمضان کو ان کے مرحوم ہونے کی اطلاع ملجاوے گی اور زندگی کی یہ آخری ملاقات ہوگی، پیر کو ساڑھے بارہ بجے دہلی ہسپتال میں وصال ہوکر شام کو عشاء بعد سہارنپور نعش آگئی اس کے بعد غسل وکفن ہوکر ساڑھے بارہ بجے قبرستان حاجی کمال شاہ میں مدفون ہوگئے، شریک ہونے والوں کی زبان سے ان کے اس جنازہ اور تدفین کے حالات سنکر حیرت زدہ رہ گئے، رمضان کی آخری رات میں اتنا جم غفیر ہو جانا شریک ہونے والوں میں دہلی، مراد آباد تک کے لوگ تھے اور اس قدر ہجوم ہو جانا بڑا تعجب خیز ہے جو مرحوم کی عند اللہ مقبولیت کا مظاہرہ کر رہا تھا، اللہ تعالیٰ ہزاروں رحمتیں ان پر نازل فرمائے اور اعلیٰ علیین وجنت الفردوس میں ان کو مقام عطا فرمائے اور اپنے مقربین بندوں میں شامل فرمائے آمین۔

یہ بات تو جملہ معترضہ کے طور پر تھی، چنانچہ اخیر رمضان میں اٹھارہ روز کے بعد گنگوہ میں لوٹکر اخیر رمضان کے روزے رکھے اور قضاء شدہ اٹھارہ روزوں کا فدیہ دیکر کچھ سکون حاصل ہوا مگر بعد رمضان پھر بے چینی ہوئی برابر فرماتے رہے کہ اب کچھ ہمت ہوتی جارہی ہے ان کو بھی رکھ لوں، سب اہل خانہ اور احباب کے منع کرنے کے باوجود بھی آپ نے روزے رکھنے شروع کردئے اور شوال ہی میں

اور پہلے ہفتۂ ذیقعدہ میں جب تک کہ روزے پورے نہ ہوئے چین نہیں آئی، یہ کیفیت بہت کم دیکھنے میں آئی ہے، یہی حال نمازوں کا رہا جب بھی بیماری کی شدت کے سبب ہسپتال میں داخلہ کے ایام میں جو نمازیں قضاء ہوتی تھیں گھر آنے کے بعد سب سے پہلے ان نمازوں کی ادائیگی کی فکر ہوتی تھی، نمازیں ادا کر کے سکون واطمینان حاصل ہوتا تھا، چنانچہ ۲۰/جون ۲۰۰۲ء کا واقعہ ہے کہ یہاں مدرسہ میں سہ ماہی امتحان ختم ہوا، ڈاکٹر محسن کو دکھلانے کے لئے دہلی تشریف لے گئے اور برادرم جناب قاری عبیدالرحمٰن صاحب اور ہمراہ تھا، چنانچہ پانچ بجے ان کو دکھلا کر دوالیکر واپسی میں مدرسہ کے لئے پتھر خریدنے کے لئے پتھر بازار چلے گئے، چونکہ پتھر بازار بہت دور تھا وہاں دوکان پر اوپر چڑھنے اترنے میں تقریباً دو گھنٹے بعد لکشمی نگر بمکان عزیزہ رشدٰی واپس آئے، نماز پڑھی اور سب کے ساتھ حاجی مقصود احمد صاحب کے یہاں کھانا کھایا، وہیں برادرم قاری عبیدالرحمٰن صاحب زید مجدہ اور راقم الحروف موجود تھے، کھانے سے فارغ ہونے کے بعد نماز پڑھی اور لیٹ گئے، ایک ڈیڑھ گھنٹہ بعد اچانک قلب میں شدت کا درد شروع ہوگیا اور چیخ نکلی اور بیہوشی طاری ہوگئی، اسی حالت میں فوری طور پر دوبارہ ڈاکٹر محسن صاحب کے مکان پر لے گئے بہت مشکل سے دروازہ کھلوایا گیا انہوں نے دیکھتے ہی فوراً کہا کہ اب یہ علاج میرے بس کا نہیں، فوری طور پر انہوں نے ایس کورٹ ہسپتال میں بھیجا وہاں ڈاکٹروں نے دواوعلاج شروع کردیا اور پوری ٹیم ڈاکٹروں کی آگئی اور اپنی پوری ذہنی، فنی طاقت، مشورہ وتدابیر سے مشینوں کے ذریعہ دوائیں شروع کردی، حالت

کو دیکھ کر سبھی زندگی سے مایوس و ناامید ہوگئے تھے، ڈاکٹروں کے ذہن میں بھی یہی نقشہ تھا کہ اب دو تین گھنٹے کے مہمان ہیں، مگر اسی بے ہوشی کی حالت میں ۱۶ر گھنٹے گزرنے کے بعد ہوش آیا، سب ڈاکٹر اکھٹے ہوگئے اس ٹیم کے سب سے بڑے ڈاکٹر گپتا تھے وہ بھی آگئے اور دیکھتے ہی مزاح کے انداز میں کہنے لگے کہ شاید کوئی اچھا کام چھوڑ کر آئے ہیں جس سے ایشور نے دوبارہ زندگی دیدی ورنہ ہمارے خیال سے تو آپ دو تین گھنٹے کے مہمان تھے، ایک ہفتہ قیام کے بعد پھر آزادنگر عزیزہ صالحہ کے مکان پر قیام کیا اور دس دن بعد دوبارہ ہسپتال میں دکھلا کر اٹھارہ انیس یوم کے بعد گنگوہ واپسی ہوئی، اس وقت بھی عزیزہ صالحہ نے حق خدمت ادا کیا یہ سب سے چھوٹی لڑکی ہے، چونکہ شادی سے پہلے گھر پر یہ اکیلی رہی اس وقت بھی اس کا مزاج میری خدمت کا رہا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اور اس کی اولاد کو دنیا اور آخرت میں اجر عظیم عطاء فرمائے آمین۔

یوں تو آپ کو وفات سے تقریباً پانچ سال قبل مختلف مہلک امراض شروع ہو چکے تھے جن کی وجہ سے اسفار برائے مدرسہ بھی موقوف ہو چکے تھے اور دن بدن صحت کا معاملہ انحطاط و زوال کی طرف جاری تھا، اگر چہ آپ کی روحانی اور ابتہال و تضرع، توجہ الی اللہ تعالیٰ، توجہ الی الآخرۃ اور خوف خدا کی کیفیت میں بے حد ترقیات تھیں، جو ان حالات میں اولیاء اللہ کو قرب مع اللہ کی کیفیات عالیہ حاصل ہوتی ہیں، روز بروز ان میں اضافے در اضافے ترقی اور عروج حاصل ہو رہا تھا، مگر بدنی و جسمانی طور پر جو اضطراب و پریشانی لاحق تھی وہ بہت زیادہ تھی، لیکن اللہ پاک

نے آپ کو قلب شاکر اور بلاؤں، پریشانیوں، مصیبتوں، بیماریوں پر صبر کرنے والا قلب اور قالب عطا فرمایا تھا، جس کی وجہ سے بہت دفعہ دیکھنے والے کو گفتگو اور ملاقات اور مہمانوں کے اکرام واحترام میں محسوس نہ ہوتا تھا کہ آپ کچھ بیمار ہیں یا کسی سخت پریشانی میں مبتلا ہیں، آپ کو مختلف النوع بیماریاں لاحق تھیں، ایک ایک تکلیف ہی ایسی تھی کہ ناقابل برداشت تھی، مگر آپ نے جس صبر جمیل کا مشاہدہ فرمایا وہ ایک بڑی زبردست روحانی قوت وطاقت اور تعلق مع اللہ کی غمازی کرتا ہے، اوپر سے مدرسہ کا فکر کہ ''میرے بعد کیا ہوگا'' کا جملہ جو ہزاروں دفعہ آپ کی زبان پر آتا تھا، یہی آپ کا سب سے بڑا مرض تھا، سب سے بڑی پریشانی تھی جس نے آپ کو اندر سے ایک سخت اضطراب میں مبتلا کر رکھا تھا، چونکہ جس شخص نے اپنی تمام عمر کسی گلشن کی آبیاری میں کسی دینی، ایمانی، علمی وعرفانی قلعہ کی تعمیر میں صرف کردی ہو اور وہی اس کا تمام زندگی کا لب لباب اور خلاصہ ہو اور اس کی نظر باطنی اور اشراق قلبی یہ بتا رہی ہو کہ خود اسکے گلشن میں ایسے حاسدوں اور منافقوں کی ایک معتد بہ تعداد موجود ہے جو اس گلشن کو آگ لگانے کی تیاری میں بہت دیر سے ایک پلان، ایک منصوبہ، ایک خاکہ، ایک مشن چلائے ہوئے ہے تو اس پر اضطراب اور بے چینی کی کیا کیفیت ہوگی وہ ظاہر ہے، اور کیوں نہ ہو جبکہ طویل طویل غیر مناسب مغلظات پر مشتمل خطوط ان کو لکھوائے گئے، جن میں یہ بات صاف طور پر کہی گئی کہ آپ کان کھول کر سن لیں کہ آپ کے بعد مدرسہ میں ایسا انقلاب برپا کریں گے اور ہنگامے کریں گے جس سے آپ کے بیٹے کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور یہ

کام ان لوگوں نے کیا جن پر ان کے لاکھوں احسانات تھے، لیکن اپنی کم ظرفی اور کمینہ پن کا ایسا مظاہرہ کیا جس کی مثال جلدی ملنا مشکل ہے، احسان مندی اور احسان شناسی اور اپنے محسن کی قدر دانی کی تعلیم پر مشتمل آیات وروایات کو جن میں اخلاق اور خلوص وللّٰہیت کے اسباق ہیں سب بالائے طاق رکھ کر محض حسد کی آگ میں جل کر اور جلا کر ایک بہت بڑا فتنہ اور اپنی مادر علمی کو سخت سے سخت نقصان پہنچانے کی ہر قسم کی گندی اور غیر اخلاقی سازشیں کر ڈالیں جس کا تصور بھی نہیں ہو سکتا، مگر اللہ پاک کو اپنے اس مخلص بندہ کا وہ گریہ وزاری اور آہ وبکاء اور رات کی تنہائیوں میں بیماری کی حالت میں ایک بچہ کی طرح بلک بلک کر رونا پسند آچکا تھا جس کی برکت سے اللہ پاک نے حفاظت فرمائی۔

الغرض امراض، افکار، عوارضات، مختلف النوع ہوتے رہے، کبھی دل کی بیماری جو مسلسل پانچ سال رہی، گھٹنوں کا مرض جو ایک زمانۂ دراز رہا، پھر سخت قسم کا دنبل جو ریڑھ کی ہڈی پر نکلا بہت ہی خطرناک اور تکلیف دہ تھا، اور آنکھ کی تکلیف وغیرہ وغیرہ تکالیف نے آپ کو اس درجہ پہنچا دیا کہ آپ پر اپنی موت کا ہر وقت فکر رہنے لگا، اور جب اپنے کسی عزیز وقریب دوست اور حبیب کے انتقال کے متعلق سنتے تو اور بھی زیادہ متفکرانہ انداز میں کہنے لگتے کہ بھائی وہ بھی چلے گئے ہیں ہم ہی باقی ہیں ہمارا بھی نمبر عنقریب لگ رہا ہے، یہی صورتِ حال چلتی رہی یہاں تک کہ انتقال سے چند ماہ پہلے آپ پر کچھ ایسا معاملہ کھلا جس کی حقیقت تو اللہ ہی جانتا ہے جس کے بعد سے اپنے سفر آخرت اور ہر دم اس کی فکر اور ذکر سے آپ کی زبان اظہار کرتی تھی اور مدرسہ اور

گھریلو معاملات کے متعلق ہدایات اور اشارات کررہے تھے، یہاں تک کہ ایک روز اپنے انتقال سے متعلق اپنے چند خواب بیان کئے جن میں سے ایک خواب یہ بھی تھا کہ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ دیوبند کے مقبرۂ قاسمی میں ہوں جہاں میرے اساتذہ اور اکابر دیوبند مدفون ہیں اور میں اس کی تمنا کررہا ہوں کہ مجھے ان حضرات میں سے کس کے قریب جگہ ملتی ہے، نیز اسی اثنا میں یہ بھی بیان کیا کہ میں ایک خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے قریبی دوست حافظ انعام اللہ مرحوم حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے خاص خدام میں سے تھے اور آخر عمر میں مدرسہ ہذا میں مطبخ میں ایک منتظم کی حیثیت سے مقیم تھے میرے خواب میں آئے اور مختلف باتیں کررہے ہیں اور ایک بات یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ ہم نے تمہارے لئے حضرت شیخ کے گھر کے قریب جگہ رکھدی ہے اور میری سمجھ میں نہیں آرہاہے کہ یہ کس طرف اشارہ ہے اللہ زیادہ بہتر جانتے ہیں، اسی اثناء میں حضرت والد صاحبؒ کے بعض متعلقین نے کچھ خواب دیکھے تھے جن سے بھی کچھ اسی قسم کے اشارات معلوم ہوتے تھے کہ یہ اللہ کا ولی اب زیادہ دن کا مہمان نہیں ہے، چنانچہ وقت قریب آتا گیا[1] اپنے انتقال سے تین دن پہلے آپ کو قلب کی بیماری کا شک ہوا اور اس کے علاج کے لئے سہارنپور ''تاراوتی'' میں داخل ہونے کیلئے گنگوہ سے روانہ ہوگئے، لیکن اس وقت اس قدر زیادہ سخت کیفیت نہیں تھی جو اس سے پہلے

---

[1] حضرت شیخ زکریاؒ گھوڑے پر سوار اور صورت بڑی ہیبت ناک ہے جیسا کہ ملک الموت اور ادھر دیکھنے والے کو یہ بھی احساس ہورہا تھا کہ حضرت شیخ ہیں اور ان کے گھوڑے کے آس پاس جم غفیر ہے اور وہ فرمارہے ہیں، اے تیرے ابا کہاں ہیں میں ان کو لینے آیا ہوں یہ دیکھ کر ایک کرب ناک حالت طاری ہورہی تھی کہ یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے۔

دل کے عارضہ کے وقت پیش آتی رہتی تھی، آپ تین دن ہسپتال میں زیر علاج رہے، اس درمیان میں آپ پر بہت زیادہ ذکر کا غلبہ تھا اور آپ کا شوق سفر آخرت قریب تھا کہ منزل تک پہنچا دے، اس درمیان میں نماز اور ذکر اللہ، درود شریف اور استغفار کی بھی بہت زیادہ کثرت تھی اور چہرہ پر بے حد وحساب رونق اور ایمانی کیفیات کا ظہور تھا، چنانچہ ملنے والے حضرات اس بات کا احساس کرتے تھے، اسی درمیان کہ آپ وہاں مقیم تھے بہت سے خدام وہاں خدمت میں لگے ہوئے تھے، مگر افسوس راقم الحروف مدرسہ کی زبردست مصروفیات میں ایسا الجھا کہ اس درمیان اپنے محبوب والد کی زیارت وملاقات سے بھی محروم رہ گیا جس کی وجہ یہ بھی تھی کہ جب بھی ایک صاحب سے آپ کی خیریت معلوم کی انہوں نے اطمینان اور تسلی کی بات ہی کہی اور یہ بتایا کہ وہ عنقریب آنے ہی والے ہیں، اس درمیان میں راقم السطور نے کچھ اس قسم کی بات دیکھی تھی جو واقع ہوئی کہ ملاقات مقدر میں نہیں تھی۔

انتقال پُر ملال

آخر کار جس روز آپ اللہ کو پیارے ہونے والے تھے اور رات میں آپ نے اپنا خواب ذکر کیا کہ رسول پاک علیہ السلام کی زیارت ہوئی اور آپ فرما رہے ہیں کہ شریف احمد جلدی ہمارے پاس چلے آؤ، چنانچہ ۲۴ / ربیع الاول ۱۴۲۶ھ مطابق ۴ / مئی ۲۰۰۵ء بروز چہار شنبہ بعد اذان فجر آپ کی حالت شدید بڑھ گئی اس حالت میں بھی آپ ذکر اللہ فرما رہے تھے، ذکر اللہ فرماتے فرماتے سوا آٹھ بجے آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس روز جب یہ راقم السطور گنگوہ سے ملاقات وزیارت کیلئے چلنے لگا مدرسہ کے صحن میں کھڑا تھا محلّہ قریشیان کا ایک دوست اپنے والد کے انتقال کی خبر سنانے لگا لفظ انتقال کان میں پڑتے ہی دل پر ایک چوٹ لگی لیکن انتقال کے بارے میں ابھی تک کوئی اطلاع نہیں تھی اور یہ راقم السطور ایک سواری کے ذریعہ عزیزم قاری محمد اسلم سلمہ مدرس مدرسہ ہذا (جو ایک گھر کے فرد کی طرح ہوتے ہیں) کے ساتھ گاڑی میں بیٹھا انبہٹہ میں ایک مقام پر پہنچ کر گاڑی نے جواب دیدیا کچھ آگے چل کر کسی صاحب نے اپنی سواری دی اس پر سوار ہو کر چلدیئے، لیکن ہوش وحواس، دل ودماغ معطل ہو چکے تھے اور راستہ میں پڑنے والے باغات اور کھیت وکیار کا منظر ایک مہیب منظر بن چکا تھا، اور دل یہ پکار رہا تھا کہ تو کہاں جا رہا ہے آگے چلتے گئے یہاں تک کہ مانک مئو مدرسہ کے کچھ قریب میں پہنچ کر دیکھا کہ مدرسہ کی ایک گاڑی میں بہنوئی مولانا مظفر الحسن آگے بیٹھے ہوئے ہیں اور پیچھے ایک وین میں اللہ کا یہ ولی اللہ کی زیارت اور ملاقات کیلئے اپنی روح کو اللہ کے حضور پیش کر چکا ہے اور وہیں قریب میں والدہ ماجدہ بیٹھی ہوئی ہیں اور غالباً عزیزم حذیفہ سلمہ اللہ جس کی عمر اس وقت کافی کم تھی اپنے محبوب دادا کے پاس غم وافسوس کے سمندر میں ڈوبے بیٹھے ہوئے ہیں، یہ سب کیفیت دیکھ کر جو گذری وہ الفاظ کے جامہ میں بیان نہیں ہو سکتی، غم واندوہ، حزن وملال، رنج وغم کے پہاڑ ٹوٹ چکے تھے، بلکہ دنیا ہی بدل چکی تھی اور ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ یہ زمین وآسمان وہ نہیں جو پہلے تھے، اسی طرح حیرانی، پریشانی کی کیفیت میں اپنے محبوب والد کا چہرہ دیکھتا رہا جو انوار الٰہی

اور اپنے محبوب رب کی ملاقات سے سرشار تھا بے حد منور اور ترو تازہ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ گویا ایک پچیس تیس سال کے کھاتے پیتے نوجوان کا چہرہ ہے، بالکل گول نہ بڑھاپے کی شلوٹیں تھی اور نہ پیرانہ سالی کے آثار اور نہ چہرہ پر کسی قسم کے موت کے آثار بلکہ ایسا لگتا تھا کہ ایک سویا ہوا ترو تازہ انسان ہے جو گویا ابھی اٹھ کر کلام کرنے والا ہے، جس نے بھی یہ کیفیت دیکھی وہ محو حیرت ہو گیا اور اس کو یہ تصور کرنا مشکل ہو گیا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔

جب گنگوہ پہنچے اور مدرسہ کے بڑے گیٹ کے سامنے سے گذر کر مدرسہ میں آپ کو لایا گیا اور لوگوں کا ایک اژدحام ہو گیا تو وہی منظر تھا جو خواب میں دکھایا گیا تھا اس وقت کا پورا ماحول بعینہ اس خواب کی تصویر پیش کر رہا تھا، آپ کا جنازہ رکھ دیا گیا اور لوگ زیارت کرنے اور احوال پوچھنے کے لئے ٹوٹ پڑے، کچھ دیر کے بعد غسل وغیرہ کی تیاری ہونے لگی مدرسہ کے مطبخ میں کئی احباب آپ کو غسل دے رہے تھے جن میں بیشتر مدرسہ کے مدرسین تھے اور یہ راقم السطور بھی وہیں حاضر تھا، آپ کے جسم سے انوار کا ایک احساس ہو رہا تھا نہ جسم پر مردنی کے آثار تھے اور رنگ بھی وہ نہ تھا جو زندگی میں تھا بلکہ بہت ہی خوبصورت اور خوب رُو محسوس ہو رہے تھے، جس وقت ایک دوست نہلانے میں صابن کا استعمال کرنا چاہتے تھے میری زبان سے ایک دم یہ نکلا کہ صابن کی ضرورت کیا ہے دیکھتے نہیں اللہ نے کتنا چمکا رکھا ہے، غسل سے فارغ کرنے کے بعد جب آپ کا جنازہ گھر جو گھیر سے مشہور ہے لیجایا گیا جو مدرسہ سے تھوڑے ہی فاصلہ پر ہے تاکہ اہلِ خانہ اور

متعلقین و مستورات جو دیکھنے آرہی تھیں، جمع تھیں وہ بھی دیکھ لیں، اس وقت ایک بادل سایہ فگن تھا اور ہلکی ہلکی بارش برسا رہا تھا حالانکہ وہ موقعہ گرمی کا تھا، پھر وہاں گھر میں عجیب کیفیت تھی، میری چھوٹی بچی رافعہ یہ کہہ رہی تھی کہ میرے ابا جی کو مجھکو تو دیکھنے دو میں نے اس کو گود میں اٹھا کر دکھایا اور پھر دوسری طرف لے گیا، وہاں سے آپ کو مدرسہ لایا گیا اور ہال کمرہ میں آپ کو رکھا گیا وہاں جوق در جوق لوگ زیارت کر رہے تھے اور اس منظر کو دیکھ کر حیرت زدہ تھے کہ حضرت کا چہرہ اس قدر محبوب اور پرکشش تھا کہ دیکھنے والوں پر عجیب کیفیت طاری ہو رہی تھی جیسا کہ بالکل خوبصورت ترین نوجوان ہو اور لیٹا ہوا مسکرا رہا ہو، پھر وہاں سے اٹھا کر دارالقرآن میں رکھ دیا گیا چونکہ لوگ زیادہ ہو رہے تھے اور نماز میں بھی کچھ دیر تھی، وہاں بھی لوگ تمام طلباء، مدرسین اور ارباب مدارس، منتظمین، مدرسین، آپ کے احباب و متعلقین، علماء، صلحاء، خواص و عوام کا ایک جم غفیر اکھٹا ہو رہا تھا اور بعض حضرات مجھ سے کچھ احوال پوچھ رہے تھے اور مجھ میں بتانے کی تاب نہ تھی، چونکہ وہ ایک بے پناہ غم والم کا وقت تھا اس وقت بعض حضرات اہل علم جو دوسری جگہوں سے آئے ہوئے تھے آپس میں کچھ باتیں کرنے لگے اور ان کی باتوں میں کچھ مذاق کی کیفیت بھی پیدا ہوئی اور وہ ہنس بھی رہے تھے یا مجھے یہ احساس ہوا کہ یہ ہنس رہے ہیں، ان کا ہنسنا اپنی دوران گفتگو کسی بات پر ہوگا، مگر مجھ کو اس وقت کا یہ عمل شدید ترین ناگوار گذرا اور یہ احساس ہوا کہ آج کوئی میری تسلی کرنے والا بھی نہیں ہے، عین اسی وقت برطانیہ سے میرے مرشدِ اعظم اور مربی عظیم حضرت اقدس شیخ آصف

حسین صاحب فاروقی مدظلہم کا فون آیا جو ایک صاحب نے مجھے دیا کہ برطانیہ سے آپ کا فون ہے، بندہ نے جو فون لیا تو وہ حضرت فاروقی دامت برکاتہم کا فون تھا جو تسلی دلا رہے تھے ان کی آواز سے جو توجہات پر مشتمل تھی ذکر اللہ کی ایک کیفیت پیدا ہوگئی اور بندہ نے قریب بیٹھے ہوئے کچھ احباب کو اشارہ کیا کہ آؤ ذکر اللہ کر لیتے ہیں اور بندہ ذکر اللہ کرنے لگا، کچھ حضرات تلاوت کرتے رہے اور میں ایک اضطراری اور اضطرابی کیفیت میں اور اس تصور میں کہ مجھ کو کوئی تسلی دینے والا بھی میسر نہیں ہے اور جو آئے ہیں تو آپس میں ہی باتیں کر رہے ہیں اور ہنس رہے ہیں، ڈوب کر اللہ کے ذکر میں مصروف ہوا کہ **الا بذکر اللہ تطمئن القلوب** کا قلب پر ورود ہو رہا تھا اس کو دیکھ کر بعض احباب نے یہ فرمایا کہ اس وقت اس کی عقل اور دل و دماغ کام نہیں کر رہا ہے، پھر کچھ دیر کے بعد نمازِ جنازہ کا وقت ہو گیا، حضرت کی چارپائی مدرسہ کے صحن میں رکھی گئی کہ اژدحام کثیر تھا اور بعد مغرب احاطۂ اشرف العلوم میں اس راقم السطور ہی نے نماز جنازہ پڑھائی، جو بعض احباب کا اصرار تھا کہ بہت سے حضرات ہونگے کس کس کو کہو گے اور مدرسہ ہی میں تدفین کا عمل جو پہلے سے مشورے سے طے ہوا تھا عمل میں آیا **وکان امر اللہ قدرا مقدورا**۔

راقم السطور کو اپنے خدا پر یقین کرتے ہوئے یہ احساس ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ محبوب جل وعلیٰ نے اپنے دیوانہ کو شراب طہور کا کوئی شربت روحانی اور باطنی طور پر پلا دیا ہو جس سے ایک قسم کی شہادت کا مقام ویسے بھی اکثر اولیاء اللہ کو ملتا ہے بالخصوص جو قسم قسم کے امراض میں مبتلا ہوتا ہے، چونکہ اس امت میں شہداء

کی تعداد مختلف اسباب شہادت کی بناء پر کثیر ہوگی ، اس سے کوئی بعید نہیں ہے کہ اللہ پاک نے اس قسم کا کوئی خاص مقام ان کو عطا فرمایا ہو اور اَلَااِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْن (سورۂ یونس آیت ۶۲) کا کوئی مژدۂ جانفزاں اور یٰآَیَّتُھَاالنَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلیٰ رَبِّكِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (سورۂ فجر آیت) کی کوئی راحت بخش بشارت اور پیغام سے سرشار کردیا ہو بعید نہیں ہے، اور انتقال کے بعد بہت سے حضرات نے حضرتؒ کے تعلق سے بہت سے مبشرات اور منامات سنائے ہیں ، جن میں سے چند یہاں اس لئے درج کئے جاتے ہیں تا کہ آپ کے مقام ومرتبہ کا کچھ اندازہ ہوسکے اور دوسرے اس بات کا بھی اندازہ ہوسکے کہ اللہ تعالیٰ صالحین ، عارفین ، اولیاء اللہ کو کن کن مقامات سے نوازتے ہیں ، کچھ مبشرات کا تعلق تو عین وفات کے قریب کے اوقات سے ہے اور کچھ وہ ہیں جو بعد میں لوگوں کو دکھائی پڑے۔

مدرسہ کے ایک قدیم مدرس مرحوم قاری محمد اسلام صاحبؒ نے یہ خواب دیکھا کہ حضرت شیخ اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائپوریؒ کہیں جارہے ہیں میں نے پوچھا کہ کہاں جارہے ہیں؟ تو بتایا کہ قاری شریف کو ملنے جارہے ہیں، اس سے بھی بڑی بشارت پر مشتمل ایک خواب عزیزم مولانا مفتی سلیم قاضی دہرادون نے لکھ کر بھیجا تھا کہ میں دیوبند آیا جہاں ان کی سسرال ہے وہاں رات میں خواب دیکھ رہا ہوں کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ اللہ کے ایک رسول کا انتقال ہوگیا ہے نماز جنازہ تیار ہے وضو کرلو، اتنے میں میری آنکھ کھل گئی اور میں حیرت میں تھا کہ یہ کیا قصہ

ہے، ایک صاحب سے تعبیر لی تو انہوں نے بتایا کہ کسی بڑے عالم کا انتقال ہوگیا ہے، کچھ ہی دیر کے بعد یہ علم ہوا کہ گنگوہ میں حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔

نیز بعض خواب آپ کے انتقال سے کافی قبل کے ایسے بھی تھے جن سے آپ کی مدرسہ میں تدفین کی طرف اشارات تھے، ایک صاحب نے آپ کی وفات سے کافی زمانہ پہلے راقم السطور سے یہ ذکر کیا کہ مدرسہ کی مسجد کے صحن میں ایک قبر کھودی جارہی ہے اور یہ کہا جارہا ہے کہ یہاں حضرت ابوایوب انصاریؓ کی تدفین ہوگی تو یہ دونوں باتیں بڑی عجیب سی تھیں، مسجد کے صحن میں اور پھر ایسے صحابیؓ کبیر کا نام جو زمانۂ دراز پہلے اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں کبار صحابہ میں ان کا شمار ہے، یہ تو عجیب وغریب معاملہ ہے میں دیکھنے کیلئے آیا تو وہ حضرت قاری صاحب تھے واللہ تعالیٰ اعلم۔

قبل از انتقال کچھ مبشرات

اسی طرح حضرتؒ کے انتقال سے چند ماہ قبل ایک طالب علم نے ایک خواب ذکر کیا کہ جس جگہ حضرت مدفون ہیں عین اسی جگہ سے ایک نور اٹھا اور اس نے علاقہ کو چمکایا اور اسی جگہ پر آکر چھپ گیا، یہ اس قسم کے اشارات غیبیہ تو چل ہی رہے تھے اور پھر آپ کی علالت اور ضعف اور سفر آخرت قریب آرہا تھا، مدرسہ کے اراکین شوریٰ کے بعض متفکر حضرات نے اس طرف توجہ دلائی کہ ان تمام ظاہری اسباب میں اسی اللہ والے کی محنت ہے ان کی تدفین یہیں کسی جگہ مناسب ہے، اس بات کی تائید اور حضرات نے بھی کی، چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد جب

انتقال ہوگیا تو ایسا ہی عمل میں آیا جس پر بعد میں ایک مولوی صاحب نے شور مچایا، یہ تو خلاف شرع ہوا ہے اور ایسا نہ ہونا تھا جس پر وہ بعض جگہ سے اپنی تائید میں فتاویٰ بھی لائے اور اس کو انہوں نے مدرسہ کے خلاف ایک پروپیگنڈہ کے طور پر استعمال کیا مگر جب ان کو بالمشافہہ گفتگو کے لئے بلایا گیا تو وہ سامنے نہیں آئے اور انتقال کے بعد تعزیت کے لئے بھی نہیں آئے جب کہ انہوں نے سارا فیض حضرتؒ ہی سے حاصل کیا اور ان کے قدیم ترین شاگرد بھی تھے اور ان کے احسانات کے نیچے دبے ہوئے تھے حتیٰ کہ حضرتؒ کے انتقال کے بعد بھی وہ مقروض تھے انہوں نے سب سے پہلا یہی قدم اٹھایا، ان کے سامنے یہ بات رکھنی تھی کہ یہ عمل یہیں ہوا ہے یا اور کہیں بھی ہوا ہے اور یہ اعتراض آپنے وہاں بھی کیا ہے یا یہیں کر رہے ہو؟ دوسروں کے ذریعہ جب اس طرح کی نظیریں ان کے سامنے رکھی گئیں تو وہ جواب دینے سے عاجز رہ گئے، جب ان کو بتایا گیا کہ اس طرح کی مثال وہاں بھی ہے، وہاں بھی ہے جن کی ایک طویل فہرست ہے وہاں آپ لوگوں نے اس قسم کا کوئی اعتراض نہیں اٹھایا اس سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ کا یہ اعتراض اخلاص پر مبنی نہیں ہے بلکہ کسی حسد اور بغض وفتنہ وفساد کیلئے ہے تو ان کے پاس کوئی قابل اطمینان توجیہ نہیں تھی، رہا فقہی طور پر یہ مسئلہ تو اس بارے میں جب غور کیا گیا تو دونوں طرح کے نظریات اور فتاویٰ نظر آئے، چنانچہ ایک فتویٰ نقل کیا جاتا ہے۔

حضرات مفتیان کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مندرجہ ذیل مسائل میں جواب بالصواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

وہ مدارس جو بے شمار لوگوں سے چندہ کر کے بنائے گئے ہوں نیز زکوۃ

وصدقات کی رقومات تملیک کر کے زمینیں خریدی گئیں اور عمارتیں بنائی گئیں ہوں ان مدارس کی کیا حیثیت ہوگی؟ موقوفہ یا غیر موقوفہ؟ نیز واقف کون ہوگا؟ چندہ دہندگان غرباء، جن کے ذریعہ تملیک کرائی گئی یا مہتمم حضرات؟ پھر وہ مدرسہ جس کا ایک ایک انچ مہتمم نے چندہ کر کے خریدا ہو اور اس میں اپنی ذاتی زمین بھی شامل کی ہو اور اپنے لئے تصرف کی نیت بھی کی ہو اور خود چندہ دہندگان کی مرضی، بلکہ اصرار ہو تو اب مراعۃ حقوق الواقفین کے تحت اس کا بعد الموت مدرسہ میں دفن ہونا جبکہ مقاصد مدرسہ میں کوئی خلل نہ ہوتا ہو شرعاً درست ہوگا یا نہیں؟ اور جن فقہاء کرام نے مکروہ لکھا ہے اس کراہت کی وجہ کیا ہے؟ یہ مسئلہ انہوں نے کس دلیل سے مستنبط فرمایا ہے؟ وجہ کراہت کوئی آیت ہے یا روایت ہے؟ یا ان کا ذوق فقہی ہے؟ کبار محدثین میں بھی علامہ قسطلانیؒ اور علامہ عینی اپنے مدرسۂ عینی (دیکھئے بستان المحدثین/ص ۳۲۰) اور کبار اولیاء اللہ جو اپنی اپنی خانقاہ اور بعض کبار فقہاء اپنے اپنے مدرسوں میں اور مسجدوں کے احاطہ میں مدفون ہیں، مثلاً سید منت اللہ رحمانیؒ (اقوال سلف/ص ۱۰۷/ج ۶) اور ان کے والد بزرگوار بھی اور حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ، علامہ رفیق صاحبؒ در مدرسہ بھیسانی (دیکھئے حیات رفیق الامت) مولانا شریف صاحبؒ در مدرسہ کاشف العلوم چھٹملپور، اکابر دہلی اپنی خانقاہوں میں، کیرانہ میں بہت سے بزرگ، پانی پت میں، نظام الدین مرکز کے اکابر در احاطہ مرکز نظام الدین، سرہند شریف میں اولیاء کبار ان کی خانقاہوں میں، رائپور میں، تھانہ بھون میں بعض اکابر در خانقاہ، پاکستان میں اکابر اولیاء اللہ میں سے بہت سے اپنی خانقاہوں میں مدفون ہیں ان سب پر کیا فتویٰ ہوگا؟۔

کیا واقعی مدارس اسلامیہ وقف ہیں تو عدالتوں میں وقف کا انکار کرنا کیسا ہے؟ اوقاف پر قبضہ کرنا جبکہ پہلے سے کوئی نیک صالح اس پر موجود ہو کیسا ہے؟ کسی مصلحت یا نوکری کی وجہ سے حق جانتے ہوئے اس کو چھپانا کیسا ہے؟ نظام شرعی اور نظام تکوینی یکساں ہیں یا کچھ فرق ہے؟ اگر کچھ امور نظام تکوینی میں منظور خدا ہوں اور بظاہر ہماری عقل وہاں نہ پہنچے تو ہمیں کیا کرنا چاہئے سکوت یا انکار؟ قصۂ موسیٰ وخضر علیہما السلام سے کیا سبق ملتا ہے؟ والسلام۔ محمد عثمان قصبہ بہٹ

محلّہ منیہاران ضلع سہارنپور یوپی

اگر کوئی خواب بہت سارے افراد دیکھیں تو شرعاً اس کا اعتبار ہے یا نہیں؟ اگر کوئی چیز بہت سارے افراد کے خواب میں دکھائی جا رہی ہو تو شرعاً اس کا اعتبار کرنا چاہئے یا نہیں؟ بخاری شریف رص ۱۰۳۵ رج ۲ ر باب التواطؤ علی الرؤیاء سے امام بخاریؒ نے کیا فرمایا ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق:۔(۱) اگر واقعۃً دینی مدرسہ بنانا مقصود ہو اور کوئی خاص شکل اس کیلئے متعین کی گئی ہو تو چندہ وغیرہ درست ہے اور اگر مدرسہ کے نام سے اپنی جیب بھرنی مقصود ہو مدرسہ کا بہانہ ہو تو چندہ ناجائز ہے اور اس خیانت پر لوگوں کو مطلع بھی کر دینا چاہئے جو بھی اقدام ہو تحقیق کے بعد ہو۔

(۲) یہ سب طریقے اور دعوے غلط ہیں اسلام کے منافی ہیں اگر واقعۃً کوئی شخص ان کاموں اور دعوؤں کا مرتکب ہے تو وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب اور فاسق ہے۔

(۳) قوم سے مدرسہ کے نام پر چندہ کیا گیا اور مدرسہ بنایا گیا تو وہ مدرسہ وقف ہے اس میں وقف کے احکام جاری ہوتے ہیں اور چونکہ واقفین کا منشاء

مدرسہ کی تمام ضروریات کو پورا کرنا ہوتا ہے اس لئے مدرسہ کی زمین میں قبرستان کی تخصیص میں بھی حرج نہیں اور اگر باقاعدہ قبرستان نہ ہو اور کوئی بزرگ اس درجہ کے ہوں کہ عام لوگ ان کی تدفین باہمی مشورہ سے مدرسہ ہی کی جگہ میں کرنے کو بہتر سمجھتے ہوں تو اس کی بھی گنجائش ہے، ایسی کوئی صورت نہ ہو کہ جس سے مدرسہ کا اصل مقصد متأثر ہو اور مدرسہ قبرستان ہوکر رہ جائے (**کذا یَبْدُوْا مِنْ عبارات الفقهاء فی کتبهم فليطالع**) واللہ اعلم۔

الجواب صحیح خورشید عالم

دارالافتاء الجامعۃ الاسلامیہ وقف دارالعلوم دیوبند

محمد احسان نائب مفتی وقف دارالعلوم دیوبند

جن صاحب کا اوپر ذکر آیا کہ انہوں نے حضرتؒ کے بعد اگلے ہی دن فتنہ کرنا شروع کر دیا تھا پھر اس کو انہوں نے مدرسہ کے اندر اور باہر خوب زور وشور سے پھیلایا گویا کہ مدرسہ کی مخالفت کا ایک ہتھیار ان کو اور ان کے ہمنواؤں کو فراہم ہو گیا چنانچہ بعض مدرسین جو اس وقت تک یہیں تھے اس کو نشر کرتے رہے اور انہوں نے اس کے ساتھ دوسرے اور اعتراضات بھی جمع کر لئے اور ایک بڑے فتنہ اور طوفان کیلئے تیاریوں میں مست ہو گئے اور اس پر ایک اچھا وقت گذر گیا یہاں تک کہ جو ان کو کرنا تھا وہ سب کچھ کیا اور اس کے منطقی انجام کو پہنچے اور مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کے ایک بہت بڑے محدث، مفسر، مفتی، مدرس کے پاس پہنچے اور اس سلسلہ میں ان سے تفصیلی گفتگو کی اور ایک اعتراض کے ساتھ جو کچھ مخالفانہ غلط بیانیاں کر سکتے تھے بیان کیا کیونکہ یہ ایک جماعت تھی جو زور وشور سے مدرسہ کے خلاف سرگرمِ عمل تھی اور

تخریب کاری میں مبتلا تھی یہاں تک کہ کچھ ہی عرصہ کے بعد جب رابطۂ مدارس کا اجلاس عمل میں آیا تو ان محدث بزرگ نے اسٹیج پر جم کر ان تمام مدارس کی خبر لی جہاں جہاں کوئی بزرگ یا اس مدرسہ کا ذمہ دار مدفون ہوا ہے اور اخیر میں سب کا خلاصہ گنگوہ کے اس مدرسہ پر لاکر چھوڑ دیا کہ وہاں بھی ایسا ہوا ہے گویا کہ انہوں نے اپنے زعم میں یہ بہت بڑا رد بدعت فرمایا ہے، حالانکہ خود ان کی شروحات میں بہت سی مؤیدات بدعت اور غیر مناسب چیزیں پائی جاتی ہیں اور مدارس کے ذمہ داروں کو بدعتی یا بدعت کی طرف مائل ہونے کا ایک تأثر اپنے سامعین کو عنایت فرمایا یہ ان کا ایک اصلاحی انداز تھا جس میں وہ یہ بھی فرما گئے کہ مسجد کے صحن میں ایسا ہوا ہے حالانکہ یہ خلاف واقعہ بات تھی جس کا مشاہدہ ہر دم آنے جانے والے لوگ کرتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے، جب اس کو لیکر مفسدین مدرسین نے ایک طوفان برپا کیا تو حضرت والا کی خدمت میں ایک خط لکھا گیا جس میں چند گذارشات کی گئیں، ان میں ایک بات یہ بھی تھی کہ کیا دارالعلوم اور ان جیسے بڑے مدارس وقف ہیں اگر واقعی ایسا ہے تو پھر عدالتوں میں انکار کی نوبت کیوں آئی؟ اور آپ بھی ان کے مؤیدین میں شامل رہے ہیں، جبکہ آپ کے شیخ کا نظریہ خود اس کے خلاف تھا، اور ہندوستان میں امیر الہند ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں جب کہ اکابر اعلام امت کا ایک طبقہ دلائل کے پیش نظر اس کے مخالف تھا لیکن محض سیاسی رعب اور سیاسی وجوہات کی وجہ سے ایک بزرگ کے کہنے پر اس کی تائید فرمائی، اور اس طرح کی کئی باتیں بطور یاد دہانی کے عرض کی گئیں تو کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا گیا بلکہ غصہ کا اظہار ہوا اور ایک اور جزء کا اضافہ کردیا جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے بزرگوں میں ایک طبقہ وہ بھی ہے جو ہر سنی سنائی بات کا یقین کر کے اس کو نقل کر دیتا ہے اور لکھ بھی دیتا ہے، جبکہ یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا اِنْ جَآئَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَیَّنُوا فَتُصْبِحُوا عَلٰی مَافَعَلْتُمْ نَادِمِیْنَ اور کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًااَنْ یُّحْدِثَ بِکُلِّ مَاسَمِعَ (الحدیث) جیسی نصوص بھی موجود ہیں جو انہیں جیسے موقعوں پر انسان کو تنبیہ کرنے کے لئے وارد ہوئی ہیں۔

اعترافِ عبدیت واظہارِ تشکر

حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنا بچپن، جوانی، بڑھاپا اور زندگی کے نہایت قیمتی لمحات اور تمام تر صلاحیتیں وجذبات لگا کر جو ادارہ قائم کیا اور علوم نبوی ﷺ کا ایک مہکتا اور لہلہاتا گلشن تیار کیا اور جب گلستان رشیدی اپنی تمام تر رعنائیوں اور خوبیوں کے ساتھ مرحلۂ تکمیل میں پہونچا اور حضرتؒ نے اس کے فیض عام وخاص کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا اور اس کی ترقی وآبادی کیلئے جو سحر گاہی دعائیں کی تھیں ان کی قبولیت کا مشاہدہ کیا تو اللہ پاک کا بیحد شکر بجالاتے تھے اور بار ہا یہ کہتے تھے: میں کہاں اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے یہ سب اللہ کی دی ہوئی توفیق سے ہوا ہے، اور بار ہا یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ یہ سب اللہ کی دی ہوئی توفیق سے ہوا، اور اگر کوئی ایسی بات کہتا کہ آپ نے بہت بڑا کام کیا تو ڈر جاتے اور کہتے کہ معلوم نہیں قبول بھی ہے یا نہیں، آپ پر یہ کیفیت طاری رہتی تھی اور ہمیشہ اپنے سے نفی کرتے تھے اور اللہ ہی کی طرف منسوب کرتے تھے۔

خود ان کی زبانی سنیئے!۔

''خداوند قدوس کا قانون ہے کہ کسی بھی کام کو کسی قوم کے لئے خاص نہیں کیا،

بلکہ جو بھی محنت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کمالات وخوبیوں سے نواز دیتے ہیں، ہم پر خدائے وحدہ لاشریک لہ کے احسانات بہت ہیں۔ ہم سراپا اس کے احسان میں ڈوبے ہوئے ہیں، ان بڑے احسانات میں سے ایک یہ ہے کہ ہماری نسلوں میں کوئی عالم نہیں تھا خداوند قدوس نے ہمیں چن لیا اور علم دین پڑھنے کے بعد اس نے ہمکو خدمت علم دین کے لئے منتخب کرلیا اور یہ اتنا بڑا چمن بنوادیا یہ اسی کا کرم واحسان عظیم ہے، بندہ کس منہ سے اس کا شکریہ ادا کرے، ایسی زبان کہاں سے لائے جس سے اس پالنہار کا شکر ادا کرسکے، ہمارے اس کہنے میں بھی اخلاص نہیں، خدا ہمارے ان ٹوٹے پھوٹے الفاظ کو اپنے لئے کہنے کی توفیق دے اور ہماری اس کاوش ومحنت کو بارآور فرمائے اور اس محنت کو ذخیرۂ آخرت بنادے آمین، ورنہ تو ہم اس لائق کہاں تھے کہ خدا ہم سے ایسا وسیع وبلیغ عظیم الشان کام لیتا یہ کام کسی اور سے بھی کراسکتا تھا، خدا کسی کا کسی کام میں محتاج نہیں وہ جس سے چاہے کام لے سکتا ہے، اپنا کوئی کمال نہیں سب کچھ خدا کا کمال ہے جس نے ہم سے یہ کام لیا ہے، اگر وہ ذہن میں نہ ڈالتا اور کام نہ لیتا تو ہم کہاں سے اور کیسے کرسکتے تھے، کوئی انسان جب بھی کسی کمال کو حاصل کرے تو اس کی نظر کمال دینے والے پر ہونی چاہئے یہی بات خدا کو بھی پسند آتی ہے اور مزید ترقی کا باعث بھی بنتی ہے، اس کی طرف اللہ نے اپنے کلام میں اشارہ فرمایا: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۔

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب کسی انسان سے اللہ کوئی اچھا کام کرادے تو اس کو چاہئے کہ وہ انابت الی اللہ، رجوع الی اللہ اختیار کرے تا کہ

ازدیاد نعمت وترقی کا سبب بنے، ہر کام وہنر کی ترقی کا راز بس یہی ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں، اللہ فرماتے ہیں کہ اگر تم نے ناشکری کی تو میری پکڑ یقیناً بڑی سخت ہے اور ناشکری کرنے سے کام بگڑ بھی جاتا ہے، اچھی خاصی تجارت چلتی چلتی تنزلی پر آجاتی ہے، ایک دم کام ٹھپ ہوجاتا ہے، پھر اللہ کا بندہ اپنے اعتقاد کو متزلزل کر کے سوچنے لگتا ہے کہ ہائے میری تجارت فیل ہوگئی! تجارت میں گھاٹا ہوگیا! شاید کسی نے جادوٹونا کرادیا ہے، اس طرح کے خیالات دل میں ابھر جاتے ہیں جس سے اس کی ایمانی قوت کمزور پڑتی جاتی ہے اور یہ صرف ناشکری کا وبال ہوتا ہے جس سے اس کا ایمان واعتقاد کمزور ہوجاتا ہے۔

انتقال کے بعد بشارات

آپ کے انتقال کے بعد بھی بہت سی بشارتیں منجانب اللہ تعالیٰ دکھائی گئیں ان خوابات اور بشارتوں کو دیکھنے والوں میں بہت سے آپ کے متعلقین اور قریب وبعید کے رہنے والے حضرات ہیں انہوں نے اپنی اپنی جگہوں پر بشارتیں دیکھیں اور خطوط کے ذریعہ سے اور ملاقات پر اس کا ذکر کیا، ان میں سے بطور نمونے کے چند یہاں ذکر کی جاتی ہیں:

(۱) چنانچہ نقوش دوام میں ص ۳۴۸ پر اس عنوان کے تحت ''میرے محسن ومربی تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ'' عزیزم مولانا محمد شاہد سلمہ کشمیری فاضل جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ نے لکھا ہے:

''آپ کی موت بھی قابل رشک طریقہ سے ہوئی آپؒ ایک دن صبح اٹھے تو اپنے خادم خاص مولوی زبیر احمد کشمیری کو بتایا کہ دو پہر سے پہلے پہلے روانہ ہونا ہے تو خادم نہ سمجھ سکا اور خادم نے کہا حضرت ابھی تو آپ کی صحت اچھی نہیں ہوئی ہے جب ڈاکٹر اجازت دیں گے تب ہی تو جانا ہوگا، حضرت نے فرمایا کہ نہیں ابھی حضورﷺ خواب میں تشریف لائے اور بتایا کہ دو پہر سے پہلے پہلے میرے پاس چلے آؤ، پھر اسی دن دو پہر سے پہلے ہی جان مالک حقیقی کے حوالہ کردی۔ ع

مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

(۲) جناب مولانا مفتی سلیم احمد قاسمی زید مجدہ، دار القضاء دہرادون نے نقوش دوام میں اپنے مضمون ''بڑی مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ'' کے تحت

اس طرح لکھا ہے:

بلاشبہ حضرت قاری صاحبؒ نے سرزمین گنگوہ کی علم حدیث کی نشأۃ ثانیہ اور آبیاری کا کارنامہ انجام دیا یقیناً یہ آپ کا تجدیدی کارنامہ ہے، اس کا انکار حقیقت سے آنکھیں چرانا ہے اور یہی کارنامہ عشقِ رسول ﷺ آپ کے سچے وارث بننے کا باعث ہوا، جیسا کہ آپ کے ایک ادنیٰ شاگرد نے خواب دیکھا کہ حضور ﷺ کا وصال ہو گیا اور آپ کی نماز جنازہ کی تیاری ہو رہی ہے تو دل پریشان ہو گیا کہ یہ عجیب وغریب خواب ہے اس کا مطلب کیا ہے؟ تعبیر معلوم کرنے کی غرض سے باہر نکلا اللہ اکبر! غیب سے اس کی تعبیر بتلائی گئی جیسے ہی باہر نکلا تو دارالعلوم دیوبند کی قدیم مسجد سے اعلان ہوا کہ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کے ناظم حضرت قاری شریف احمد صاحبؒ کا انتقال ہو گیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون، یہ خواب اسی وقت کا ہے جب حضرت کا انتقال ہوا، چنانچہ اس وقت بات سمجھ میں آ گئی کہ نبی ﷺ کے انتقال کا مطلب آپ کے وارث کا دنیا سے اٹھ جانا ہے اور وہ حضرت ہی تھے، جب دنیا کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنے ولیوں کا یہ مقام دکھایا ہے تو وہ آخرت میں کس مقام پر ہوں گے واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب

حضرات معاصرین اور ان کے ساتھ روابط

چند حضرات معاصرین اور ان کے ساتھ روابط

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا وہ حضرت والد صاحبؒ اور ان کے اکابر و متعلقین کے مابین حالات و واقعات تھے، اب مختصر طور پر ان معاصر اور رفقاء زمانہ اور تقریباً عمر میں معمولی تفاوت اور فرق رکھنے والے حضرات علماء کا تذکرہ کیا جارہا ہے جن کے ساتھ حضرت والد صاحب قدس سرہ کا ایک رفیقانہ و معاصرانہ معاملہ تھا اور ان سے بسا اوقات مختلف موضوعات اور حالات و معاملات میں ایک رفیقانہ انداز کی گفتگو بھی ہوجایا کرتی تھی، جس میں ان کے بہت سے معاملات میں اتفاق بھی ہوتا تھا اور اپنی رائے کا دلائل کے ساتھ اظہار بھی اور اختلاف بھی، اگر ہم اس کی تفصیل میں جائیں تو بہت لمبی گفتگو ہوجائے گی اس لئے اس کو چھوڑنا بہتر ہے۔

ان میں کچھ تو وہ حضرات ہیں جو آپ کے درسی رفیق بھی رہے اور کچھ وہ حضرات ہیں جو آپ کی طرح مختلف مدارس کے نظماء اور مدرسین تھے، جیسا کہ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ، اسی طرح حضرت مولانا اسعد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور جمعیۃ علماء کے اراکین اور دیوبند و سہارنپور و مرکز نظام الدین دہلی اور دیگر مقامات کے حضرات ہیں۔ یہاں پر چند بزرگوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱) حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مظاہریؒ

آپ کی ولادت باسعادت ۱۱ربیع الاول ۱۳۴۸ھ مطابق ۷؍اگست ۱۹۲۹ء بروز پنجشنبہ سہارنپور میں ہوئی، تاریخی نام مظفر حسین رکھا گیا، مظاہر علوم کے مکتبۂ خصوصی میں ابتدائی تعلیم حاصل کرکے یکم محرم ۱۳۶۱ھ میں مظاہر علوم میں داخلہ

لیا اور فارسی وعربی کی تعلیم شروع کی ۱۳۶۹ھ میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت ہوئی بعدہ تکمیل علوم کی تعلیم حاصل کی ۱۳۷۰ھ میں مظاہر علوم ہی میں تقرر ہو گیا۔

حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ کی نسبت سے نیز اس نسبت سے جو حضرت والد صاحبؒ کو مظاہر علوم کے ارباب انتظام واہتمام کے ساتھ چلی آ رہی تھی، حضرت اقدس فقیہ الاسلام جامع کمالات ظاہریہ وباطنیہ، منبع الفیوض والبرکات، محدثِ دوراں، فقیہ زماں حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ ناظم مظاہر علوم کے ساتھ بھی گہرا معاصرانہ، رفیقانہ تعلق رہا اور دونوں بزرگ نظماء ایک دوسرے کے نہایت قدر دان اور کمالات کے معترف رہے، متعدد بار حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ میں تشریف لاتے، وعظ فرماتے، کتابیں ختم کراتے، دعاء کراتے اور اپنی قیمتی نصیحتوں سے مدرسین وطلباء کو فیضیاب فرماتے، جامعہ کے مدرسین میں بہت سے حضرت کے شاگرد بھی ہوتے ہیں اور مرید بھی، اسی لئے حضرت کے آنے سے جامعہ میں بہت خوشی محسوس کی جاتی تھی۔

حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ حضرت والد صاحبؒ کے کمالات کا خود اعتراف کرتے تھے، ایک بار حضرت موصوف نے جب کہ جامعہ کی ایک شاخ کا افتتاح ہو رہا تھا مسلسل کئی گھنٹے جامعہ کی فضیلت اور بانی جامعہ کے اخلاص اور استقلال پر مفصل خطاب فرمایا اور جامعہ کے لئے دلی دعا فرمائی، حضرت موصوفؒ اور حضرت والد صاحبؒ کا مظاہر علوم کا دور بھی قریب قریب گزرا اور تقریباً ہم عمر بھی تھے اور بہت سے معاملات میں یکسانیت تھی، ان دونوں حضرات میں متعدد

معاملات میں جن کا تعلق زیادہ تر مدرسہ کے معاملات سے ہوتا تھا، مکاتبت بھی رہتی تھی اور حضرت موصوف مدرسہ کو اور منتظم مدرسہ کو بہت دقیع نظر سے دیکھا کرتے تھے، جس پر ان کی بہت ساری تصدیقات اور خطوط شہادت دیتے ہیں۔

حضرت موصوف اپنی وفات سے صرف چار روز قبل ماہ رمضان المبارک میں گنگوہ حضرت والد صاحبؒ سے ملاقات کیلئے تشریف لائے اور دونوں حضرات کے درمیان بہت طویل ملاقات اور گفتگو کا سلسلہ رہا اور دونوں روتے بھی رہے اور بہت سے موضوعات پر نہ جانے کیا کیا گفتگو ہوئی، جس کے بعد حضرت موصوف ۲۸ رمضان ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۸ نومبر ۲۰۰۳ء بروز سہ شنبہ اللہ کو پیارے ہوگئے، اور مقبرۂ حاجی کمال شاہ میں مدفون ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ راقم الحروف اس وقت ایک باہر کے سفر پر تھا وہاں اطلاع ملی اور رنج وغم کا ایک پہاڑ ٹوٹ گیا گویا سفر بھی ایک مصیبت بن گیا اور اس قدر احساس ہوا جو بیان سے باہر ہے، اللہ پاک درجات بلند فرمائے آمین یارب العالمین۔

(۲) حضرت حافظ عبدالستار صاحبؒ

آپ کی ولادت باسعادت ۱۴ شعبان ۱۳۲۷ھ مطابق ۲ ستمبر ۱۹۰۹ء میں موضع ہرچند پور (ماجرا) تحصیل روڑکی میں ہوئی، آپ کے والد صاحب کا نام فہیم الدین ہے، فارسی کی کتب مولانا خدا بخش سے رائپور میں پڑھیں اور قرآن کریم قصبہ بہٹ میں حفظ کیا، تعلیم کے دوران حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ سے بیعت ہوگئے تھے، اگست ۱۹۳۱ء میں موضع نانکہ ضلع سہارنپور میں تشریف لاکر مسجد

میں درس شروع کر دیا پھر اپنے مدرسہ کا نام حضرت شاہ عبدالرحیم رائپوریؒ کی طرف نسبت کرتے ہوئے ''فیض الرحیم'' رکھا۔

حضرت حافظ عبدالستار صاحب نانکویؒ کے ساتھ بھی حضرت والد صاحبؒ کا بہت گہرا تعلق تھا وہ آپ کے حج کے ساتھی بھی تھے اور یہ وہ دور تھا جب کہ حج کا سفر بھی پانی کے جہاز سے ہوتا تھا اور تین چار مہینے رہنے کا موقعہ ملتا تھا ہفتوں تو جہاز میں ہی گزر جاتے تھے، حضرت والد صاحبؒ کے ساتھی آپ سے قرآن پاک، اللہ کے عشق اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کے اشعار سنتے تھے اور لطف لیا کرتے تھے اور حضرت والد صاحبؒ کی عشق کی کیفیت جو اشعار میں ڈھلی ہوتی تھی اس سے مجلس کا رنگ بھی ایک عجیب انداز کا ہو جاتا تھا، حضرت حافظ صاحبؒ بھی مدرسہ میں بے تکلف بارہا تشریف لاتے تھے اور قیام وطعام یہیں ہوتا تھا اور اپنے مخصوص انداز کی دعاء کیا کرتے تھے، حضرت والد صاحبؒ بھی ان کے پاس نانکہ جایا کرتے تھے تو حضرت مرحوم بہت زیادہ اکرام اور احترام فرمایا کرتے تھے اور جو کچھ اپنے پاس ہوتا تھا نکال کر کھلایا کرتے تھے، ایک بار مدرسہ میں قصبہ کے چند شریروں کی طرف سے حاسدانہ شر وفساد کا طوفان اٹھا ہوا تھا اس دوران حضرت والد صاحبؒ اور ان کے ساتھ چند افراد جن میں یہ راقم الحروف بھی تھا جس کو اکثر والد صاحب قدس سرہ اپنے ساتھ علماء، صلحاء اور مدرسہ کے دیگر معاملات کے لئے آمد ورفت میں ساتھ ساتھ رکھا کرتے تھے، حضرت مرحوم کے یہاں پہونچے اور اس موضوع پر بھی گفتگو ہوئی حضرت حافظ صاحبؒ نے ایک عجیب جوش میں فرمایا کہ اشرف العلوم اللہ کا

جلایا ہوا ایک چراغ ہے جو اس کی مخالفت اور دشمنی کرے گا اللہ پاک اس کی مونچھوں کو جلادیں گے اور غالباً اسی سفر میں حضرت نے ایک شعر بھی پڑھا جس میں ہندوستان سے مستقل طور پر رحلت کر جانے کا اشارہ بھی تھا، غالباً وہ شعر یہ تھا:

سیر کی پھول چنے گلشن تیرا آباد رہے

اس کے کچھ دنوں کے بعد آپ سفر حج پر گئے اور واپس نہ آئے اور ۱۶/ ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ میں وہیں اللہ کو پیارے ہو گئے، جنت المعلی مکہ معظّمہ کے قبرستان میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ علیہ۔

(۳) حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ولادت باسعادت ۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۰/ دسمبر ۱۹۲۰ء شہر ہردوئی، یوپی میں ہوئی، آپ کا سلسلۂ نسب حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ سے جا ملتا ہے۔ اسی لئے آپ کے نام کے ساتھ ''حقّی'' کا لاحقہ لگا ہوا ہے، آپ نے آٹھ سال کی عمر میں حفظ قرآن پاک کی تکمیل کی اس کے بعد اردو، فارسی اور عربی کی تعلیم ہردوئی کی انجمن اسلامیہ کے مدرسہ میں مولانا انوار احمد انبہٹوی مظاہری سے حاصل کی، دورۂ حدیث شریف اور تکمیل فنون کی فراغت ۱۳۵۷ھ مظاہر علوم سے کی، آپ کے رفیق درس حضرت مولانا یوسف کاندھلویؒ اور مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ ہیں ۱۹۴۲ء میں ہردوئی میں اشرف المدارس کا سنگ بنیاد رکھا، دوران تعلیم ہی حضرت تھانویؒ سے بیعت ہو گئے تھے، ۱۳۶۱ھ میں جبکہ آپ کی عمر صرف ۲۲ سال تھی حضرت تھانویؒ نے خرقۂ خلافت سے سرفراز فرما دیا تھا۔

حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحبؒ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے، اپنے شیخ کے ساتھ بے انتہاء خلوص ومحبت رکھنے والے، صاحب فیض، صاحب کمالات وبرکات، خادم کتاب وسنت، امت کے معلم اور مصلح، ولی کامل، عارف باللہ، ایک منارۂ نور، دیکھنے میں انسان حقیقت میں ایک فرشتہ صفت آدمی تھے، حضرت قدس سرہ سے عالم اسلام، عرب وعجم کو فیض پہنچا اور بہت بڑے طبقہ کی آپ نے اصلاح فرمائی، اللہ پاک درجات بلند فرمائے، اعلیٰ علیین میں مقام رفیع نصیب فرمائے، حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ آپ کو ایک خاص تعلق تھا، حضرت والد صاحبؒ کو بھی آپ کے ساتھ ایک خصوصی ربط تھا، ایک زمانہ وہ تھا کہ حضرت مولانا قدس سرہ جب دیوبند، تھانہ بھون، سہارنپور وغیرہ کا سفر فرماتے تھے تو بلا تکلف جامعہ اشرف العلوم میں بھی تشریف لاتے تھے اور علماء وطلباء کو اپنے خطاب سے مستفیض فرماتے تھے، اور اپنے ذوق کے اعتبار سے انتظامی امور میں اصلاح اور مشورہ بھی دیا کرتے تھے، اخیر عمر میں جب آپ تھانہ بھون تشریف لاتے تھے اور وہاں ایک ہجوم آپ کی زیارت کے لئے اکٹھا ہوجاتا تھا، تو مدرسہ کے مدرسین وطلبہ بھی آپ کی زیارت کیلئے جایا کرتے تھے اور آپ کے مدرسہ ہردوئی میں بھی یہاں کے مدرسین کا متعدد بار جانا آنا رہا، بہت زیادہ شفقت فرمایا کرتے تھے، آپ کے مدرسہ میں بھی مدرسہ اشرف العلوم کے فیض یافتگان بڑی خدمت پر مامور ہیں، ایک بار وفات سے کچھ روز پہلے جب آپ باغپت کے مدرسہ میں محترم مولانا بلال صاحب تھانوی مدظلہ کی دعوت پر تشریف لائے

تو موصوف محترم نے اپنی کرم فرمائی سے راقم السطور کو بھی مطلع کیا، حضرت والد صاحبؒ نے اس موقعہ پر مجھ سے کچھ پوچھنے کیلئے بھی فرمایا تھا غالباً وہ اس قسم کی بات تھی کہ آپ نے حضرت قاری عبدالخالق صاحب سہارنپوریؒ سے بھی کچھ پڑھا ہے؟ راقم السطور نے حضرتؒ سے ملاقات پر یہ سوال کیا تو حضرت نے بڑی شفقتوں سے اس کی تفصیل بتائی، حضرت سے ملاقات کرکے راحت وبرکت اور شفقت کا احساس ہوتا تھا، آپ کی وفات ۸/ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۷/مئی ۲۰۰۶ء میں ہوئی، نماز جنازہ قاری امیر حسن صاحبؒ نے پڑھائی جس میں کئی لاکھ علماء، صلحا، طلبا اور عوام نے شرکت کی، اللہ پاک درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کی اتباع کی توفیق نصیب فرمائے آمین۔

(۴) حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ

آپ کی ولادت باسعادت ۸/جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ مطابق ۲۰/فروری ۱۹۱۸ء چہار شنبہ صبح ۹/بجے کاندھلہ میں ہوئی، ابتدائی تعلیم وطن کی جامع مسجد میں حاصل کی، اردو وفارسی کی تعلیم مولانا عبدالحمید کے پاس ہوئی، عربی تعلیم کے لئے ربیع الاول ۱۳۴۹ھ میں مرکز نظام الدین آگئے، پھر ۳/سال کے بعد شوال ۱۳۵۴ھ میں مظاہر علوم میں تشریف لے آئے اور یہیں سے فراغت حاصل کی۔

مرکز نظام الدین دہلی کے ان امیر قافلہ اور سالار کاروانِ دعوت وتبلیغ، اپنے وقت کے بہت بڑے بزرگ، عالم وفاضل حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ اور ان کے متعلقین سے بھی آپ کو کافی ربط رہا، ان کی خدمت میں جانا آنا ملاقات

کرنے کا سلسلہ برابر جاری رہا، اور حضرت مولانا مدرسہ میں ہونے والی دعوت وتبلیغ کی محنت پر بہت خوش رہتے تھے جس کا اندازہ آپ کے خطوط سے لگایا جاسکتا ہے، آپ کی وفات ۱۰؍محرم الحرام ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۰؍جون ۱۹۹۵ء میں ہوئی، آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد زبیر صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور بنگلہ والی مسجد مرکز حضرت نظام الدین میں مولانا الیاس ومولانا محمد یوسف صاحبان کے پہلو میں مدفون ہوئے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

بطور نمونہ آپ کے چند مکتوبات ذکر کئے جاتے ہیں:!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرمی ومحترمی جناب قاری شریف احمد صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مکتوب ملا آپ کے مدرسہ میں تعلیم کے ساتھ فارغ اوقات میں طلبۂ عزیز کا دعوت کے کام میں شوق وذوق سے حصہ لینے اور تعطیل کلاں میں کافی طلبہ کے جماعتوں میں نکلنے کی امید وتوقع کی خبر باعث مسرت ہے، اللہ جل شانہ مبارک فرمائے اور ترقیات سے نوازے، یہاں سے طلبہ کی تشکیل وترغیب کیلئے کسی کے بھیجنے کی طلب وخواہش کا علم ہوا، اس کے لئے انشاء اللہ مولانا سعید احمد خان صاحب کا ۱۳؍دسمبر کو صبح ۱۰؍بجے تیتروں سے آپ کے مدرسہ میں پہنچنا طے ہوا ہے۔

مولانا سعید احمد خان صاحب ۱۲؍دسمبر کو یہاں سے تیتروں جائیں گے رات وہاں قیام کرکے دوسرے دن ۱۳؍دسمبر ۱۰؍بجے انشاء اللہ آپ کے یہاں مدرسہ پہنچیں گے، مدرسہ میں ۱۰؍بجے سے ۱۲؍بجے ظہر تک ٹھہر کر پھر انہیں ظہر کی

نماز کھیڑہ افغان میں پڑھنی ہے اور وہیں ان کا دوپہر کا کھانا بھی ہوگا، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی مولانا کے اس سفر کو آسان فرمائے اور مدرسہ میں ان کی حاضری کو سب کے لئے مبارک فرمائے ،فقط والسلام۔

از حضرت جی دامت برکاتہم بنگلہ والی مسجد
۳؍جمادی الآخر ۱۴۱۳ھ/۲۹؍نومبر ۱۹۹۲ء
بقلم محمد عزیز الحسن

باسمہ سبحانہ وتعالی

مکرم ومحترم جناب قاری شریف احمد صاحب وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط مورخہ ۵/۴/ ۱۴۱۱ھ کو موصول ہوا بیحد باعث مسرت ہے کہ جناب والا کے مدرسہ کے اکثر وبیشتر طلبہ پورے سال دعوت کی محنت میں پابندی کے ساتھ لگے رہتے ہیں اللہ تعالی قبول فرمائے مزید اخلاص اور استقامت کی دولت نصیب فرمائے مدرسہ اور تمام متعلقین مدرسہ کو مزید ترقیات سے نوازے۔

چونکہ بہت پہلے سے دوسال سے زائد وقت کیلئے احباب کے مختلف تقاضوں پر ترتیب بن چکی ہے اس لئے مولانا عمر صاحب سے متعلق آپ کے تقاضے کو پورا کرنے کی کوئی گنجائش بظاہر بہت مشکل ہے اس لئے مولانا عمر صاحب کے بارے میں تو معذوری ہے البتہ اللہ تبارک وتعالی کے فضل سے مولانا سعید احمد خان صاحب تشریف لے آتے ہیں کوشش کی جائے گی کہ جیسے گزشتہ سال وہ آپ کے مدرسہ میں پہونچ گئے تھے اس سال بھی پہونچ جائیں۔آپ بھی دعا فرمائیں اللہ

تعالیٰ آسان فرمائیں، فقط والسلام۔
بندہ محمد انعام الحسن
بنگلے والی مسجد ۲۴ر نومبر ۱۹۹۰ء
بقلم محمد محسن

حضرت کے نام حضرت والد صاحبؒ کا خط

مکرم و محترم حضرت اقدس دامت برکاتہم		السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج سامی ہر طرح بعافیت ہوں۔

چند گزارشات پیش خدمت ہیں، امید ہے کہ توجہ فرما کر غور وخوض فرمائیں گے، یقیناً آپ کا وقت بیحد قیمتی اور مشغولیت کا ہے، مگر دوسری جگہ کے مقابلہ میں آپ سے ہی عرض کرنا زیادہ بہتر معلوم ہوا۔

دار العلوم کے حالات تو آپ سے مخفی نہیں، آپس میں جسقدر سب وشتم کیا جارہا ہے شاید اس نصف صدی میں عوام کی طرف سے اس قدر نہ کیا گیا ہو، اب بھی خاموشی نہیں اور یہ سلسلہ کب تک جاری رہے یہ بھی معلوم نہیں۔

حضرت مہتمم صاحب مدظلہ العالی دیوبند نے مخصوص اور سیاسی حالات کے پیش نظر تمام ملازمین مدرسہ کی تنخواہوں میں یکدم اضافہ کر کے دوگنا کر دیا ہے، اسکی اتباع میں یا ضرورت کے تحت مظاہر علوم میں بھی غیر معمولی اضافہ کیا گیا، ان مرکزی اداروں کے عمل سے کئی چیزیں سامنے آگئیں۔

(۱) چھوٹے مدارس جو پورے علاقہ میں پھیلے ہوئے ہیں ان کے ذمہ دار کیا کریں، کہ یہاں کے مدرسین نے بھی دار العلوم کو اور خصوصاً مظاہر علوم کو دلیل بنا کر اضافہ کا نہیں بلکہ دوگنا کا مطالبہ شروع کر دیا ہے، زیادہ پیسے کی کس کو ضرورت

نہیں اور کس کو اچھے نہیں لگتے ،مگر یہاں ان مدرسوں کا یہ حال ہے کہ رجب سے ہی قرض پہ قرض شروع ہو جاتا ہے، اللہ اللہ کر کے رمضان آتا ہے اور اسکی آمدنی سے سابقہ قرض پورا کیا جاتا ہے،اب اگر ان دونوں اداروں کی طرح غیر معمولی اضافہ کیا جائے تو نا قابل برداشت مشکلات میں پڑ جائیں گے۔

جبکہ حال یہ ہے کہ چھوٹے مدارس کے مدرسین پر زیادہ بار تعلیم اور دیگر امور کا ہے، مثلاً یہ کہ عام طور پر مدرسہ کے چھ چھ گھنٹے سبق کے ہوتے ہیں،جبکہ بڑے مدرسوں میں تین تین چار چار سے زیادہ کسی استاذ کے پاس نہیں۔

مزید یہ کہ فصل کے موقعہ پر یہاں لازمی طور پر دیہات میں جانا اور غلہ جمع کرنا ہوتا ہے، بڑے مدارس میں مدرسین نہیں جاتے ،اور جاتے ہیں تو اپنے اختیار سے لازمی نہیں۔

اسی طرح رمضان کے موقعہ پر چھوٹے مدارس میں ہر مدرس کو چندہ کرنا لازمی ہے، بڑوں میں لازمی نہیں، مدرسہ کی طرف سے کسی کو بھی مجبور نہیں کیا جا سکتا، چھوٹے مدارس میں یہ جزو ملازمت بن گیا ہے، بڑے مدارس میں اب کئی سال سے وہاں کی گنجائش کے مقابلہ میں طلبہ کا داخلہ کم کیا جا رہا ہے ،کمروں کی یا درسگاہوں کی تنگی کا عذر سامنے رہتا ہے، جبکہ سالانہ حسابات آمد ورفت سے کافی بچت ہوتی ہے، دیگر ملازمین کی تعداد میں بلا تکلف اضافہ کیا جا رہا ہے، اور تقریباً مزاج یہ بنتا جا رہا ہے کہ تعداد طلبہ زیادہ نہ ہو۔

چھوٹے مدارس والے چونکہ ہر اعتبار سے چھوٹے ہیں ان پر دباؤ پڑتا ہے، خود بڑے اداروں کے ذمہ داروں کا دباؤ اور سفارشیں اپنے متعلقین کے داخلہ کی اس

قدر ہوتی ہیں کہ انکو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، کہ آئندہ ان چھوٹے مدرسوں کے طلبہ کو تکمیل کیلئے ان بڑے مدرسوں میں جانا اور داخلہ لینا ہوتا ہے، اگر چھوٹے مدرسہ والے اپنی کم مائیگی اور تنگی کیوجہ سے داخلہ نہ کریں تو کل یہاں سے جانے والے طلبہ کے داخلہ میں مشکلات درپیش ہوتی ہیں۔

(۲) مزید یہ کہ اکابر کا معمول اور طرز زندگی یہ ہے کہ مدرسہ سے بقدر کفایت وظیفہ لیا جائے، اور طرز زندگی میں ان حضرات کا معیار عوام کے معیار سے کمزور رہا ہے، گو اس زمانہ میں قلوب وقویٰ کے ضعف کے سبب وہ معیار تو نہیں رکھ سکتے مگر تموّل کی کیفیت تو پیدا نہیں ہونی چاہیئے، جبکہ کم سے کم درجہ ملازمین کو بھی بہت اچھی مقدار میں تنخواہ ملے گی تو اس جماعت کا معیار اسقدر بلند ہوگا کہ عوام سے ٹکراؤ پیدا ہونے کی صورت اور خطرہ پیدا ہوگا، کیونکہ عام حالات میں مزدور کو ڈھائی سو اور درمیانی آدمی کو چار سو یا پانچسو روپے ملتے یا پڑتے ہیں۔

(۳) پھر دینی خدمت کا جذبہ محنت ومشقت کرنیکی عادت ختم ہو جائیگی، عوام کی زبانوں پر اب تک یہ رہا ہے کہ علماء کم سے کم تنخواہ لیکر دینی خدمت کرتے ہیں، مگر اسکے برعکس یہ ہوگا کہ علماء کسی پر کوئی احسان نہیں کررہے ہیں جبکہ بڑی بڑی تنخواہ اور مشاہرہ لے رہے ہیں۔

(۴) معاونین حضرات عام طور پر زکوٰۃ کی رقومات زیادہ، عطیہ کم دیتے ہیں، پھر عوام کی زبان پر یہ بات آنے لگے گی کہ مولوی ہماری زکوٰۃ کے پیسہ سے مالدار بن رہے ہیں، خود ان کے ماحول، عزیز واقارب، احباب، اہل محلّہ سب کی

نظروں میں تحاسد، تباغض کا ذریعہ ہوگا، یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ پیسے کی کثرت سے آدمی کے مزاج میں تغیر ہوتا ہے جو دوسروں پر اثر انداز ہوتا ہے، بہرحال یہ چند اشکالات ہیں، حضرت والا سے دست بستہ عرض ہے کہ جوابات سے سرفراز فرما کر ممنون فرمائیں گے، فقط والسلام مع الاکرام۔

بخدمت گرامی جناب الحاج مولانا عبیداللہ صاحب مدظلہ، حضرت جناب مولانا محمد اظہارالحسن صاحب مدظلہ، حضرت مولانا محمد عمر صاحب مدظلہ، مولانا محمد یعقوب صاحب، قاری ظہیر صاحب کی خدمت میں سلام مسنون۔

احقر شریف احمد

خادم مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ ۲۹/۱/۱۹۸۱ء

جواب

مکرم ومحترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا گرامی نامہ حضرت جی دام مجدہم (مولانا انعام الحسن صاحبؒ) کے نام موصول ہوا، حضرت نے اسکا جواب بھی ارشاد فرمایا، جسکا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ صحیح ہے، خود حضرت والا کی رائے یہی ہے جو آپ نے صفحہ نمبر ۱/ پر تحریر کی ہے، مگر بقیہ سرپرستوں نے کسی فتنہ سے بچنے کے لئے یہ صورت اختیار کی جو آپ نے تحریر کی ہے، اللہ تعالی تمام ہی فتنوں سے سب کی حفاظت فرمائے، اور بقیہ مدارس کو اپنے نہج قدیم پر ثابت قدم فرمائے، حضرت جی دام مجدہم اس وقت جنوبی ہند کے دورہ پر تشریف لے گئے ہیں، آپ حضرات دعاء

فرمائیں کہ بھر پور قبولیت کے ساتھ یہ سفر پورا ہو، بندہ ناکارہ بھی بہت دعاء کا محتاج ہے، امید ہیکہ اپنی نیک دعاؤں میں ضرور شامل فرماتے ہوں گے، تمام اساتذہ وطلبہ اور احباب دعوت وتبلیغ کی خدمت میں سلام مسنون اور حکیم صاحب کی خدمت میں بھی سلام مسنون، فقط والسلام۔ بندہ عبید اللہ بلیاوی

حضرت نظام الدین دہلی

(۵)حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب کھیڑوی مہاجر حرمین

حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب کھیڑہ افغان (جو ضلع سہارنپور کا ایک مشہور قریہ ہے) میں ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوئے، والد صاحب کا اسم گرامی محمد علی تھا جس وقت آپ کی عمر لگ بھگ ۲۵ر سال تھی قلب میں دینی علوم حاصل کرنے کا جذبہ بڑی قوت کے ساتھ ابھرا اور ۱۳۵۳ھ میں مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور ابتداء سے تعلیم حاصل کرنا شروع کی یہاں تک کہ ۱۳۶۰ھ میں دورۂ حدیث شریف میں شریک ہوگئے جب کہ اس سے پہلے مولانا موصوف نے اسلامیہ ہائی اسکول میں میٹرک تک انگریزی تعلیم حاصل کی تھی اس لئے ادھر لگنے میں دیر ہوئی، فراغت کے بعد ایک سال تک مظاہر علوم کی متفرق خدمات انجام دیں پھر ۱۳۶۶ھ میں مکۃ المکرّمہ چلے گئے اور سعودی عرب کے امیر جماعت بنادئے گئے اور وہیں مستقل قیام کیا اور دعوت وتبلیغ کے کام میں منہمک ہوگئے اور تاحیات مولانا موصوف دعوت وتبلیغ سے وابستہ رہے، عربوں میں دعوت وتبلیغ کا کام خوب انجام دیا، ان میں بہت مقبول تھے، مدینہ طیبہ میں قیام کی سعادت عظمیٰ سے مشرف تھے، عربی وانگریزی زبان میں بھی ماہر تھے،

صاحبِ کشف وکرامات بزرگ تھے، اور آپ نے بڑی مخلصانہ خدمات دنیا بھر کے ممالک میں انجام دیں، دنیا کے اکثر و بیشتر حصوں میں دعوت وتبلیغ کو روشناس کرایا اور اس سے لوگوں کو قریب کیا اور خلق خدا کو خوب فیضیاب کیا۔

بعض علماء فرمایا کرتے تھے کہ تبلیغ کی حقانیت کا اندازہ مولانا سعید خان صاحب کو دیکھ کر ہوتا ہے، مولانا موصوف پر صحابہ کرامؓ کی محبت کا غلبہ تھا، بیشتر صحابہ کرامؓ کے واقعات بیان کیا کرتے تھے اور اس سے ان کے وعظ میں ایک خاص اثر پیدا ہوتا تھا اور بالخصوص عرب لوگ بڑے ہی متاثر ہوتے تھے، حضرت مولانا علم وعمل، تقویٰ وطہارت، اخلاص واخلاق، تواضع اور للّٰہیت کے مظہر جمیل تھے، سادگی اور سخاوت ان کی شناخت تھی، ہزاروں مسائل حج وعمرہ کی باریکیاں اور ان سے متعلق فقہی تحقیقات، جزئیات ہر وقت نوک زبان رہتی تھیں، مختلف اوقات میں متعدد کتابیں پڑھانے کا آپکو اتفاق ہوا جو انفرادی طور پر مسجد نور مدینہ طیبہ میں پڑھائی گئیں، حضرت شیخ زکریا قدس سرہ کی جانب سے آپکو اجازت بیعت وخلافت حاصل تھی، مدرسہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کے ساتھ خاص تعلق رکھتے تھے، تقریباً ہر سال اپنے دورہ میں مدرسہ کو شامل رکھتے تھے، یہاں آتے، ٹھہرتے، بیان کرتے اور تشکیل وتحریض کرتے، طلباء وعلماء میں دعوت وتبلیغ کی اہمیت واضح کرتے، پھر تشریف لیجاتے، حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ اور ان کی وجہ سے راقم الحروف کے ساتھ بھی بڑی شفقت ومحبت کا معاملہ فرمایا کرتے تھے، پچاس سال مدینہ طیبہ میں قیام رہا ۲۶ ؍رجب ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۵ ؍نومبر ۱۹۹۸ء بعمر ۹۴ ؍سال مدینہ طیبہ میں

انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں تدفین عمل میں آئی، اللہ پاک مرحوم کے درجات بلند فرمائے، ایک بار حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ جب مرکز نظام الدین ان کے کمرہ پر حاضر ہوئے تو وہ حقوق والدین اور حقوق زوجہ میں تطبیق پر کچھ کلام کر رہے تھے اور حضرت تھانویؒ کا حوالہ دے رہے تھے۔

(۶)حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲/ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۵/ ستمبر ۱۹۲۹ء بمبئی شہر میں ہوئی، آپ کا آبائی وطن گھٹامن پالنپور گجرات ہے، ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کر کے ۱۳۶۳ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے، معاشی حالات کمزور ہونے کی وجہ سے ایک سال بعد دارالعلوم سے چلے گئے اور بمبئی میں امامت کرنے لگے، مولانا یوسف صاحب کاندھلویؒ کے اصرار پر ۱۳۶۷ھ میں پھر دارالعلوم میں داخلہ لیا اور وہیں سے فراغت حاصل کی، فراغت کے بعد دعوت و تبلیغ کے ہو کر رہ گئے۔

اسی طرح حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ بھی بارہا آتے تھے بیان کرتے اور ان کی آمد پر عوام وخواص کا ایک بڑا اجتماع ہو جاتا تھا، دیر تک اپنے مخصوص انداز میں تقریر کرتے جس کا مجمع پر خاص اثر ہوتا تھا اور عوام وخواص میں دعوت و تبلیغ کے کام سے ایک خاص جوش وخروش پیدا ہو جاتا اور طلبہ اچھی بڑی تعداد میں نکلا کرتے تھے، حضرت مولانا کو بھی مدرسہ کے ساتھ اور حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ بہت محبت اور تعلق تھا، آپ کی وفات ۱۳/ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ

مطابق ۲۱ رمئی ۱۹۹۷ء میں ہوئی اور مقبرۂ پنج پیر حضرت نظام الدین دہلی میں تدفین عمل میں آئی، اللہ پاک مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔

(۷)حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ

حضرت مولانا عبید اللہ صاحبؒ مرکز کے بڑے حضرات میں سے تھے، بہت بڑے عالم، فاضل، داعی، مبلغ، واعظ، خطیب، مدرس، محدث، عابد وزاہد بزرگ تھے، آپکے خطاب اور دعاء میں بہت اثر تھا، حضرت شیخؒ کے یہاں آپکا اہم مقام تھا، حضرت کے خلیفہ بھی تھے، آپ کی ولادت باسعادت ۲۶ رمحرم الحرام ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۰ را کتوبر ۱۹۲۰ء میں ہوئی، ۱۳۶۰ھ میں مظاہر علوم سہارنپور سے فراغت حاصل کی اور آپکی وفات ۸ رر جب ۱۴۰۹ھ میں ہوئی اور مقبرۂ چونسٹھ کھمبہ نظام الدین دہلی میں تدفین ہوئی، آپ مدرسہ میں بارہا تشریف لاتے تھے خطاب اور دعائیں فرماتے تھے، اللہ پاک آپکے درجات بلند فرمائے۔

مدرسہ اور حضرت والد صاحبؒ سے بہت زیادہ محبت وتعلق اور لگاؤ رکھتے تھے جس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ آپ کے صاحبزادہ مولانا عبد الرشید صاحب اور دیگر صاحبزادگان یہاں زیر تعلیم رہے اور اول الذکر کا تو یہاں بہت بڑا عرصہ گزرا، حضرت والد صاحبؒ نے ان کو اپنی اولاد کی طرح رکھا، بیشتر کھانا وغیرہ بھی گھر سے کھلایا اور بہت زیادہ رعایت وشفقت فرمائی، جس کا حضرت مولانا پر بہت اثر تھا، حضرت مولانا نے مولانا عبد الرشید صاحب کے بارے میں حضرت شیخ زکریاؒ سے مشورہ کیا تو حضرت شیخؒ نے انکو یہاں مدرسہ میں داخل کرنے کا یہ کہہ کر مشورہ دیا

کہ ان کو قاری شریف کے حوالہ کر دو، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور حضرت والد صاحبؒ نے انتہائی شفقت و محبت فرمائی جس کا انہوں نے اعتراف کرتے ہوئے ایک خط میں اس طرح لکھا ہے:

باسمہ سبحانہ وتعالی

مکرمی و محترمی جناب قاری شریف احمد صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا بندہ عبدالرشید کی جانب سے بیحد متفکر تھا آپ کا بیحد متشکر ہے کہ اس نالائق کے بچہ کو اپنے بچوں میں شامل فرمالیا اور اسی طرح داشت فرمائی جیسے اپنی اولاد کی۔عزیز عبدالرشید سلمہ میں اللہ کرے کہ آپ کی اور مقام کی برکت سے توجہ تام، محنت عام پیدا ہو جائے، اس مرتبہ بدرجۂ مجبوری اسکو طلب کیا ہے انشاء اللہ وہ اپنی نانی کو لا کر چلا جائیگا اور آپ کی خدمت میں فوراً بھیج دیا جائیگا، رائے یہی ہوئی ہے کہ وہ کتابیں ساری ہی پڑھتا رہے، بھولے ہوئے پارے روزانہ پاؤ پارہ دوہراتا رہے، اگر جناب کی رائے بھی یہی ہو تو خیر فبہا، ورنہ جو رائے عالی ہو، عبدالرشید سلمہ کل مغرب بعد بخیریت پہونچ گیا ہے سلام مسنون عرض کرتا ہے، آج انشاء اللہ نانی کو لینے کے لئے وطن جا رہا ہے، تمام اساتذہ اور بزرگان گنگوہ کی خدمت میں بشرط ملاقات و یاد و مصلحت سلام مسنون۔

عبیداللہ عفی عنہ

۱۱رصفر المظفر ۱۳۹۵ھ/۲۳رفروری ۱۹۷۵ء

دوسرا خط

مکرمی سلام مسنون۔

آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا ایکسرا سہارنپور ہی کرالیں، مولوی یوسف صاحب افریقی نے مرقات مرحمت فرمادی بہت ہی احسان کیا، میں بھی مرقاۃ لیکر آیا ہوں مجھ کو اگر معلوم ہو جاتا تو میں نہ لاتا، انہوں نے واپسی پر بوقت ملاقات ذکر نہیں کیا اب میں اپنی لائی ہوئی کو کسی اور مدرسہ میں دے رہا ہوں، اگر آپ کو مزید ضرورت ہو تو تحریر فرمائیں اس وقت تک کسی اور مدرسہ میں نہیں دونگا۔ آپ کی توجہ اور شفقت سے امید ہے کہ عزیزی عبدالرشید سلمہ علم نافع، عملِ صالح، حفظ کتاب اللہ، اتباع سنت رسول ﷺ پر گامزن ہونگے۔ اللہ تعالی آپ کو آپ کی اولاد واحفاد کو عافیت دارین، علوم ظاہرہ، علوم باطنہ، اعمال طیبہ، اخلاق زکیہ، صدقات جاریہ، ہدایا سنیہ، حیات غنیّہ سے نوازے آمین۔ عبیداللہ

۱۷/ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ/ ۹/ دسمبر ۱۹۷۶ء

تیسرا خط

بگرامی خدمت جناب قاری شریف احمد صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عبدالرشید سلمہ بخیریت آپ کے پاس پہونچ گیا ہوگا اور تعلیم میں مشغول ہوگیا ہوگا، آپ کی شفقت وتوجہ سے امید ہے کہ انشاء اللہ بفضلہٖ سبحانہ قرآن شریف یاد کرلیگا اور تکمیل علوم کرلیگا اسکو جس چیز کی ضرورت ہو آپ خرید کر دیدیں اور بندہ کو مطلع فرمادیں، اپنے مدرسہ کی بابت مطبوعات ارسال فرمادیں تاکہ انکو بیچ کر

دعاؤں میں شمولیت کی سعادت حاصل کروں، بڑا رشک آیا جب آپ کے پاس حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم تشریف لے گئے اللہ تعالی ان بزرگان دین کی توجہ آپ کی طرف زیادہ سے زیادہ مبذول فرمائے، احباب مدرسہ سے سلام مسنون۔

عبیداللہ عفی عنہ

۱۹؍نومبر ۱۹۷۴ء

چوتھا خط

مکرمی سلام مسنون۔

عبدالرشید سلمہ مع گرامی نامہ بخیریت وعافیت آگئے اس سے قبل ایک گرامی نامہ مزید مل چکا تھا اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر مرحمت فرمائے آمین، انشاء اللہ کام ہوتے ہی عبدالرشید سلمہ واپس چلے جائیں گے، آپ کے صاحبزادگان کے لئے بھی دل سے دعاء ہے انکو صالح ہونے کی توفیق نصیب ہو، حضرت جی دام مجدہم سے گفتگو ہوگئی ہے انشاء اللہ جلد ہی حاضری کی توقع ہے۔ آج بھوپال جارہے ہیں واپسی کے بعد انشاء اللہ نظام سفر بن سکے گا، سب کی خدمت میں سلام مسنون۔ منشی عبدالحمید صاحب کی خدمت میں سلام مسنون، اللہ تعالی صحت عاجلہ، کاملہ نصیب فرمائے آمین۔

عبیداللہ عفی عنہ

۸؍جنوری ۱۹۷۷ء

(۸) فدائے ملت حضرت مولانا اسعد مدنی صاحبؒ

آپ کی پیدائش ۶؍ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۲۷؍اپریل ۱۹۲۸ء بروز جمعہ ہوئی، ابتدائی تعلیم اپنے والدین سے حاصل کی اور پھر دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور

۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۹ء میں فراغت حاصل کی، حضرت مولانا اسعد صاحبؒ کی شخصیت دنیا بھر میں مشہور و معروف ہے آپ کی سوانح اور حالات پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، مشہور ادیب و فاضل مولانا نور عالم خلیل امینی نے ان کا تذکرہ اس شعر کے ساتھ شروع کیا ہے:

امیری میں، فقیری میں، شاہی میں، غلامی میں
کچھ کام نہیں بنتا، بے جرأتِ رندانہ

حضرت مولاناؒ علم و عمل، ذکر و فکر، ہمت و جرأت اور اپنے گونا گوں کمالات وصفات کی وجہ سے ایک میدان قیادت وسیادت میں امامت کا درجہ رکھتے تھے اور آپ کی ذات سے امت کو بہت سے فائدے پہونچے، ایک طرف سیاست تو دوسری طرف طریقت کے شاہ تھے، جمعیۃ علماء ہند اور دار العلوم دیوبند کے سرپرست رہے، حضرت والد صاحبؒ اور حضرت مولانا کا کافی ربط ضبط رہا، اور معاصرانہ دوستی رہی، اور حضرت والد صاحبؒ دہلی اور دیوبند ان کے پاس جاتے آتے رہے اور جمعیت کے کاموں میں کافی حصہ لیتے رہے، اسی مناسبت سے حضرت والد صاحبؒ کی وفات کے بعد حضرت مولانا باوجود علالت کے تعزیت کیلئے تشریف لائے تھے۔

دونوں حضرات میں ایک گونہ بے تکلفی بھی تھی، درسی رفقاء بھی ہیں دار العلوم دیوبند سے ایک ساتھ فراغت ہوئی اور آپس میں معاصرانہ انداز کی رد وقدح بھی ہو جاتی تھی، آپ کی وفات ۷/محرم الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق ۶/فروری ۲۰۰۶ء بروز دوشنبہ ہوئی اور مقبرۂ قاسمی دیوبند میں سپرد خاک ہوئے اللہ پاک مرحومین کے درجات کو بلند فرمائے آمین یارب العالمین۔

(۹) حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۱۴ء شہر بجنور میں ہوئی والد صاحب کا نام مولانا مشیّت اللہ قاسمی ہے، ابتدائی تعلیم آبائی وطن بجنور کے مدرسہ رحیمیہ میں حاصل کی، اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۹۲۹ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۹۳۲ء میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی، دریں اثنا چند سال کے انقطاع کے بعد دارالعلوم ہی سے افتاء کی بھی تکمیل کی، فراغت کے بعد آبائی زمین کی دیکھ بھال میں زندگی بسر کی، لیکن دارالعلوم کے بزرگوں سے برابر تعلق رہا، تاآنکہ ۱۹۶۲ء میں دارلعلوم دیوبند کی رکن شوریٰ کے ممبر منتخب ہوئے، ۱۹۸۱ء میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے معاون بنا دئے گئے، جب حضرت قاری صاحبؒ کو اہتمام سے معزول کر دیا گیا تو مجلس شوریٰ نے ۱۹۸۲ء میں آپ کو مہتمم کے منصب پر فائز کر دیا، تقریباً ۳۰/سال تک دارالعلوم کے منصب اہتمام کی خدمت انجام دی۔

حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحبؒ بھی متعدد بار گنگوہ تشریف لائے اور حضرت حکیم نھومیاں صاحبؒ کے پاس جاکر واپسی میں حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ گھر پر اور مدرسہ میں تشریف لاتے تھے، ایک موقعہ پر حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحبؒ، مولانا سعید اکبرآبادیؒ اور دیگر دارالعلوم کے اہم حضرات کو والد صاحبؒ گھر پر ناشتہ کرا رہے تھے، دارالعلوم کے معاملات میں کافی گفت وشنید ہوئی یہ حضرات واپس لوٹ گئے، حضرت والد صاحبؒ کے وصال کے بعد حضرت مہتمم

صاحبؒ نے اپنے تعزیتی خط میں والد صاحبؒ کے اکابر دارالعلوم سے تعلق کا خود اظہار کیا ہے حضرت موصوف کا یہ والا نامہ تعزیتی خطوط میں آرہا ہے، حضرت مہتمم صاحبؒ اپنے کمالات میں اسلاف کا نمونہ تھے، دارالعلوم کو آپ کی ذات سے بہت فائدہ پہونچا، قمری حساب سے ۱۰۰/سال اور شمسی حساب سے ۹۶/برس کی عمر میں یکم محرم الحرام ۱۴۳۲ھ مطابق ۸/دسمبر ۲۰۱۰ء بروز چہارشنبہ اس دارفانی سے رحلت فرما گئے اور مقبرۂ قاسمی دیوبند میں پیوندِ خاک ہوئے، اللہ پاک موصوف مرحوم کو اعلیٰ علیین میں مقام رفیع عطاء فرمائے آمین، مدرسہ اور والد صاحبؒ کی وجہ سے اس ناچیز پر خاص شفقت فرمایا کرتے تھے، جزاہ اللہ خیرا فی الدارین ۔

(۱۰) حضرت مولانا قمرالزماں صاحب دامت برکاتہم

آپ کی ولادت باسعادت شعبان ۱۳۵۲ھ مطابق دسمبر ۱۹۳۳ء موضع کاری ضلع مئو یوپی میں ہوئی، والد محترم کا نام سلطان احمد خان تھا جو کہ حضرت شاہ وصی اللہ الٰہ آبادیؒ سے بیعت تھے، ابتدائی تعلیم گاؤں کے ایک مکتب میں درجۂ دوم تک حاصل کی پھر مڈل تک تعلیم اس زمانہ کے درجۂ سات تک قصبہ گھوسی میں حاصل کی بعد ازاں دارالعلوم مئو میں تین سال قیام کے دوران فارسی اور عربی کی ابتدائی کتب پڑھیں، تکمیل علوم کے لئے ۱۳۷۰ھ میں بارگاہ مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ الٰہ آبادیؒ میں حاضر ہوئے پھر یہیں کے ہو رہے، ہدایۃ النحو سے لے کر دورہ تک تعلیم حاصل کی، یوں تو مصلح الامت نے اثنائے تعلیم ہی میں قیام گورکھپور کے دوران باقاعدہ وظیفہ کے ساتھ تدریس کی خدمت سپرد فرمائی، ماشاء اللہ یہ سلسلہ

پڑھنے پڑھانے کا جاری رہا یہاں تک کہ اپنے مدرسہ وصیۃ العلوم الٰہ آباد کی صدر مدرسی سے نوازا اور حضرت شاہ صاحب سے آپ بیعت بھی ہوئے چنانچہ آپ کو اجازت وخلافت سے بھی نوازا گیا، شاہ صاحب کی وفات کے بعد حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتا پگڈھیؒ سے رجوع فرمایا اور انہوں نے بھی خلعت خلافت مرحمت فرمائی اور حضرت مصلح الامت نے اپنی صاحبزادی محترمہ کا آپ سے رجب ۱۳۷۰ھ مطابق جون ۱۹۵۰ء میں نکاح فرمایا، جن سے چار صاحبزادے ہوئے، بتقدیر الٰہی یہ نیک طینت خاتون ۳ر شوال ۱۳۷۹ھ میں اس دنیا سے رحلت فرما گئیں اور محلّہ اکبر پور الٰہ آباد میں مدفون ہیں، دوسرا نکاح حضرت مصلح الامت کے مشورہ سے ماسٹر نور الحسن کی صاحبزادی سے موضع کاری میں ۲۲ر جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ میں ہوا جن سے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں۔

حضرت مولانا دامت برکاتہم علم وعمل، تقویٰ وطہارت، خلوص وللہیت، تواضع وفروتنی اور اپنے دیگر کمالات اور گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے اس وقت ایک عالم کے مرشد وشیخ ہیں، ایک بہت بڑا حلقہ آپ کی ذات منبع الفیوض والبرکات سے وابستہ ہے اور آپ کا فیض بحر ذخار کی صورت میں رواں دواں ہے، تقریر وتحریر کے ذریعہ سے شریعت، طریقت اور تزکیہ واحسان کے ہیرے وجواہرات امت میں تقسیم کرنے میں اس وقت آپ کی مثال اور نظیر نہیں ہے، دنیا کے کونے کونے میں آپ ابر رحمت کی شکل میں برس رہے ہیں اور جلتے ہوئے عالم کی آگ کو بجھا رہے ہیں، بہت سے مدارس کے سرپرست ہیں، بہت سے خواص امت آپ کے دامن فیض سے اپنے اپنے دامن مراد کو بھر رہے ہیں اور تزکیہ واحسان کے مشن کو آگے بڑھانے میں ایک

کامیاب کردار ادا کر رہے ہیں، حضرت مولانا کی ذات اس وقت ایک نمونۂ اسلاف، ترجمانِ اکابر کی حیثیت سے امت کو فیض پہونچانے میں مصروف ہے، آپ خود بہت سے بزرگوں کی چشمہائے صافیہ سے فیض یافتہ ہیں، بالخصوص جامع الکمالات حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ خلیفۂ اکبر حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ اور منبع فیض رحمت الٰہی، سرچشمۂ عشق و معرفت، مصدر فیوضات ربانیہ، محبتِ الٰہی کا شعلۂ جوالہ، شیخ و مرشد و محبوبنا حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپگڈھیؒ سے خاص وابستگی اور تعلق نے آپ کو کمالات کے اعلیٰ مقام پر پہنچایا ہے، اس ناچیز کا تعلق حضرت پرتاپگڈھیؒ سے ان کی اخیر عمر میں قائم ہوا جو تقریباً چار سال کی مدت حضرت کی اخیر حیات تک محیط رہا ہے، جس میں بارہا حضرت اقدس کی خدمت میں حاضری اور خط و کتابت کا موقعہ ملا، اس دوران حضرت شیخ و مرشدؒ کے بعد جس قدر زیادہ شفیق و مہربان حضرت مولانا قمر الزماں صاحب زید مجدہم کو دیکھا گیا کسی اور کو نہیں دیکھا، اس لئے حضرت پرتاپگڈھیؒ کے بعد دل نے انہیں کی طرف رجوع کیا اور انہیں کے ساتھ تعلق و محبت اور رشتۂ بیعت و اصلاح قائم کیا اور حاضری و ملاقات اور خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا، جس کا مستقل ایک ذخیرہ ناچیز کے پاس محفوظ ہے جو کسی مناسبت سے بعد میں سامنے آئے گا، حضرت موصوف کی بندہ پر خاص شفقت ہے جس کی وجہ سے آپ کی مدرسہ میں تشریف آوری مسلسل جاری ہے، حضرت والد صاحبؒ کو حضرت مولانا کے ساتھ بہت زیادہ محبت و تعلق رہا ان کی حیات کے آخری لمحات میں جب ایک بار حضرت مولانا گنگوہ تشریف لائے اور سرہند وغیرہ کا سفر بھی ہوا، باوجودیکہ حضرت والد صاحبؒ سخت بیمار تھے بخار کی شدت تھی اس کے باوجود بندہ سے بار بار فرماتے

رہے کہ میں اس سفر میں زیادہ ان کے ساتھ رہوں اوران کو چھوڑنے کے لئے میرٹھ وغیرہ تک ساتھ جاؤں مگر خود ان کی حالت مجھکو اس کا موقعہ نہ دیتی، تاہم پھر بھی تھانہ بھون تک رفاقت رہی اور وہاں سے حضرت مولانا میرٹھ تشریف لے گئے، بہر حال روحانی رشتہ حضرت مولانا سے وابستہ ہے، یہاں تواس بات کی تکمیل کیلئے مختصر طور پر تذکرہ کیا گیا ہے، اللہ پاک حضرت مولانا موصوف دامت برکاتہم کو صحت وقوت کے ساتھ دیر تک ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے اور حضرت والد صاحبؒ کے درجات کو بلند فرمائے اوران کے لگائے ہوئے گلشن کی ہمیشہ حفاظت فرمائے، آمین۔

حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ

آپ کی ولادت باسعادت ۲/جمادی الاولی ۱۳۶۰ھ مطابق ۲۸/مئی ۱۹۴۱ء بروز شنبہ حضرت نظام الدین دہلی میں ہوئی، حفظ کی تعلیم آپ نے سہارنپور اور حضرت نظام الدین دہلی دونوں جگہ پائی، فارسی وعربی کی تعلیم اولاً کچھ سہارنپور کچھ حضرت نظام الدین میں پائی اور دورۂ حدیث سے فراغت ۱۳۸۳ھ میں مدرسہ کاشف العلوم مرکز نظام الدین سے ہوئی۔

پیر صاحب کہنے کی وجہ:۔ آپنے اپنا ایک لطیفہ بیان کیا کہ میں ایک بار بچپن میں اپنے کتب خانہ پر بیٹھا بچوں کو بیعت کر رہا تھا جیسا کہ بچے کھیل میں مختلف طرز کے کھیل کھیلا کرتے ہیں ایسے ہی میرے لئے یہ بھی ایک کھیل تھا، ایک بار حضرت مدنیؒ تشریف لائے تو مجھے دیکھ کر فرمایا پیر صاحب مجھے بھی بیعت کرلو میں نے بلا تکلف کہہ دیا آجایئے اور حضرت مدنی کو بیعت کرلیا اس کے بعد سے میرا لقب پیر

صاحب پڑ گیا اور حضرت مدنیؒ از راہ شفقت پیر صاحب ہی کہہ کر پکارتے تھے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کے بعد آپ کی عظیم الشان یادگار بقیۃ السلف جناب الحاج حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ العالی ہیں جو ایک عظیم باپ کی اولاد ہونے کے ساتھ ساتھ خود بھی صاحب اوصاف و کمالات وصاحب نسبت بزرگ عالم ہیں، اپنے والد حضرت شیخؒ سے آپ کو ۱۳۹۱ھ میں اجازت وخلافت حاصل ہوئی اور حضرت شیخؒ کے بعد مرجع عوام وخواص بنے، آپ بھی شیخؒ کی طرح امت کیلئے درد رکھتے ہیں آپ کی مختلف مجالس میں اس کا اظہار ہورہا ہے، شریعت کی پابندی پر بہت زور دیتے ہیں اور بعض مرتبہ سخت گیری بھی فرماتے ہیں، موصوف امر بالمعروف نہی عن المنکر کے سلسلہ میں بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں، آپ کے بھی ملک و بیرون ملک بہت سے محبین، متعلقین ومتوسلین ہیں، اہل مدارس وخانقاہ وارباب تبلیغ سبھی آپ سے ربط وتعلق رکھتے ہیں، آپ دیوبندی حلقہ میں ایک اچھے بزرگ سمجھے جاتے ہیں، حضرت والد صاحبؒ نے شیخؒ کے بعد آپ سے برابر تعلق رکھا اور مستقل طور پر نہایت ہی عقیدت واحترام کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضری دیتے رہے، راقم الحروف بھی ساتھ ہوتا اور حضرت شیخؒ کے گھر پر والد بزرگوار کی حاضری ہوتی، حضرت مولانا طلحہ صاحب مدظلہ العالی کسی کام کی مشغولیت کی وجہ سے دیر میں بھی تشریف لاتے تو بھی والد بزرگوار نہایت عقیدت کے جذبات کے ساتھ انتظار میں بیٹھے رہتے اور اس مشقت کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت فرماتے، اسی طرح راقم الحروف نے ایک مرتبہ قاری

گورے امام شاہی مسجد سہارنپور کے انتقال کے موقعہ پر حاجی کمال شاہ قبرستان میں دیکھا کہ حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ العالی حاجی کمال شاہ مزار میں اندر تشریف لے گئے ہیں اور حضرت والد صاحبؒ پیرانہ سالی وضعف کے باوجود باہر انتظار میں کھڑے رہے، یہ سب اپنے شیخؒ کی نسبت سے محبت کے جذبات کا اظہار تھا۔

حضرت والد صاحبؒ کو حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ العالی سے بھی اپنے شیخ کے صاحبزادہ ہونے کی وجہ سے نہایت ہی والہانہ تعلق تھا وہ حضرت والد صاحبؒ کی زندگی میں جامعہ اشرف العلوم گنگوہ میں تشریف لاتے رہے، نیز حضرت والد صاحبؒ کی وفات کے بعد بھی آپ کی اولاد کے ساتھ محبت اور جامعہ اشرف العلوم میں تشریف آوری کا سلسلہ جاری ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی حیات میں برکت نصیب فرمائے آمین۔

(۱۱) حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم

بانی ومدیر جامعہ فاروقیہ کراچی وصدر وفاق المدارس پاکستان

حضرت والد صاحبؒ کے خاص دوستوں میں حضرت مولانا سلیم اللہ خانصاحب دامت برکاتہم العالیہ بھی ہیں، آپ کی ولادت باسعادت ۲۵ / دسمبر ۱۹۲۶ء مطابق ۱۳۴۷ھ قصبہ حسن پور لوہاری ضلع مظفر نگر میں ہوئی، درسِ نظامی کی ابتدائی کتب مفتاح العلوم جلال آباد میں پڑھیں، درس نظامی کے آخری تین سال کی تعلیم دار العلوم دیوبند میں حاصل کی اور ۱۳۶۶ھ میں فراغت ہوئی، آپ کے درسی رفقاء میں مولانا خالد سیف اللہ ایوّبی گنگوہی پرنواسہ حضرت گنگوہیؒ، مولانا ارشاد فیض

آبادی اور مشکوۃ کے ساتھی مولانا مفتی عبدالقدوس رومیؒ ہیں، اور حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ سے آپ کو خلافت حاصل ہے، ان کے بعد آپ نے اپنا تعلق مولانا فقیر محمد پشاوریؒ (جو پاکستان میں حضرت تھانویؒ کے آخری خلیفہ تھے) سے قائم کرلیا انہوں نے بھی آپ کو خلافت سے نوازا، آپ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم، فاضل، محدث، کشف الباری شرح بخاری اور دیگر کتب کے مصنف ہیں، جن کے ساتھ آپ کے روابط دارالعلوم دیوبند کے قیام طالب علمی کے زمانہ سے شروع ہوئے اور اخیر حیات تک قائم رہے، جس زمانہ میں حضرت مولانا سلیم اللہ صاحب کا قیام مفتاح العلوم جلال آباد میں تھا اور حضرت مولانا کا پورا عمل دخل تھا اور تعلیم میں محنت شباب پر تھی، اس زمانہ میں حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کے پاس جانا اور ان کا یہاں آنا اور مفید مشوروں سے نوازنا برابر رہتا تھا، پھر جب آپ ۱۹۵۴ء میں پاکستان تشریف لے گئے اور وہاں کئی مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں پھر وہاں ۱۹۶۷ء میں ایک بہت بڑا علمی، دینی مرکز جامعہ فاروقیہ کے نام سے کراچی میں آپ نے قائم فرمایا اور وہاں وفاق المدارس العربیہ کے صدر اور بزرگ تسلیم کئے گئے اور پورے ملک پر چھا گئے، ہزاروں علماء کے استاذ وشیخ، گویا یہ کہئے کہ پاکستان کے بے تاج بادشاہ ہیں، اس دوران جب بھی ہندوستان کا سفر ہوا تو حسن پور لوہاری جو تھانہ بھون اور جلال آباد کے قریب مشہور بستی ہے جس میں ہمارے سلسلہ کے ایک بہت بڑے بزرگ حضرت میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانویؒ کا قیام رہا، حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کا وطن بھی یہی بستی ہے، وہاں آتے جاتے گنگوہ میں

حضرت والد صاحبؒ کے پاس آنا جانا اور ٹھہرنا برابر رہا اور حضرت والد صاحبؒ کو جب بھی آپ کے بارے میں اطلاع ملتی تو ان کے پاس تشریف لے جاتے تھے اور اکثر یہ راقم الحروف بھی ساتھ ہوتا تھا اور والد صاحبؒ کو پاکستان سے کتابوں کی ضرورت پڑتی تو حضرت مولانا سے برابر رابطہ اور استفادہ رہتا تھا، اللہ پاک آپ کے فیض کو عام وتام فرمائے اور حیات میں بیحد برکت عطا فرمائے آمین۔ چنانچہ ذیل میں آپکا ایک خط ذکر کیا جاتا ہے جس سے ان دونوں حضرات کے تعلق ومحبت اور قدردانی کا اندازہ ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجامعۃ الفاروقیۃ شاہ فیصل کالونی پاکستان

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ

مزاج گرامی، یادآوری کا شکریہ۔ آپ کو حدیث مبارک کی بلد رشید میں خدمت کا بیڑا اٹھانے پر بصمیم قلب شاباشی دینے کو جی چاہتا ہے گو آپ کا مقام میری نسبت بہت اونچا ہے کہ ''عنقار بلند است آشیانہ'' لیکن غیر اختیاری جذبہ کا اظہار پاس ادب کا پابند بھی کب ہوتا ہے، **اللھم بارك فيه وزده بركة ورحمة ونعمة وتقبله قبولا حسنا وادخلنا برحمتك في عبادك الصالحين واجعلنا من ورثة جنة النعيم** ۔ باقی جو آپ کا مدعی گرامی نامہ میں مکتوب ہے اس کے لئے عرض ہے کہ آپ تشریف تو لائیں ان شاء اللہ تعالیٰ سب کچھ ہو جائیگا، مولانا عبدالقیوم خان صاحب

سلام مسنون کہہ رہے ہیں والسلام۔ سلیم اللہ خان

۲۶/۱۱/۱۴۰۴ھ مطابق ۲۴/۸/۱۹۸۴ء

جوابی مکتوب موصول ہو چکا تھا

مکرمی زیدت معالیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکرمت نامہ موصول ہوا یاد آوری کا شکریہ، اس سے قبل بھی جوابی مکتوب موصول ہو چکا تھا لیکن ہنوز ارسال جواب کی نوبت نہ آئی تھی کہ آج مکرر یاد فرمایا گیا **فجزاکم اللہ تعالی احسن الجزاء** اعتذار پہلے مکتوب کی آمد احقر کی عدم موجودگی میں ہوئی کافی غیر حاضری کے بعد مدرسہ حاضری ہوئی، اسی عرصہ میں جناب کا مکتوب گرامی وارد ہوا بعد ازاں احقر تو حاضر رہا لیکن حضرت مہتمم صاحب سفر میں رہے اس لئے تاخیر ہوتی رہی، بعد المشورہ اب یہ نوبت آئی تھی کہ جواب لکھوں چنانچہ سوچ ہی رہا تھا کہ ڈاک میں جناب کا مکتوب گرامی نظر پڑا لہذا جواباً معروض خدمت ہے کہ ۶ رشعبان مطابق ۲۳ راپریل بروز پیر مع ایک رفیق کے بندہ حاضر ہوگا انشاء اللہ تعالی شام کے موٹر سے جو بعد العصر جلال آباد سے گنگوہ کو روانہ ہوتا ہے، اگر نقشہ جات امتحان مرتب کر کے ایک ہفتہ قبل ارسال فرمادیں تو مناسب ہوگا ورنہ کم از کم ہر نقشہ کا مثنی ضرور تیار رکھیں تاکہ بعد الامتحان ایک کاپی آپ کے یہاں رہے اور دوسری کاپی احقر اپنے ہمراہ یہاں جلال آباد لا سکے۔ طالب دعاء

محمد سلیم اللہ غفرلہ

(۱۲) حضرت مولانا مکرم حسین صاحب سنسار پوری دامت برکاتہم العالیہ

آپ کی ولادت باسعادت رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹۳۴ء میں ہوئی، والد صاحب کا نام حکیم مولانا محمد اسحاق ہے جو کہ حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائے پوریؒ کے مجاز تھے، آپ کا سلسلۂ نسب حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، ابتدائی تعلیم آبائی وطن میں اپنے جد اعلیٰ کے قائم کردہ مدرسہ فیض رحمانی سنسار پور ضلع سہارنپور میں ہوئی اور تکمیل فراغت مظاہر علوم سہارنپور سے کی۔

حضرت مولانا مدظلہم جامع الاوصاف والکمالات منبع الفیوض والبرکات شخصیت ہیں اور حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائیپوریؒ کے اجل خلفاء میں شمار ہوتے ہیں، خاندانی پیشہ طبابت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ایک مدرسہ کے ذمہ دار بھی ہیں اور آپ کی مستقل ایک خانقاہ بھی چلتی ہے جہاں ہر وقت عوام وخواص کا اژدحام رہتا ہے ایک خلق کثیر آپ سے فیضیاب ہورہی ہے، آپ اس وقت ہندوستان کے بڑے اہم بزرگوں میں سے ہیں، اللہ پاک آپ کے سایۂ رحمت کو دیر تک قائم ودائم رکھے، حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ رفیقانہ مراسم تھے اور حضرت والد صاحبؒ کا ان کے ساتھ ایک محبت کا تعلق تھا، اسی تعلق کے نتیجہ میں انہوں نے اپنے صاحبزادے جواب مرحوم ہوچکے ہیں یعنی مولانا حکیم مسرت حسین صاحبؒ کو یہاں داخل بھی کرایا اور وہ یہاں کئی سال زیر تعلیم بھی رہے، پھر عنفوان شباب میں رحمت الٰہی کی طرف منتقل ہوگئے اللہ پاک ان کے درجات بلند سے بلند فرمائے اور حضرت موصوف کے سایہ کو امت کے سروں پر دیر تک قائم ودائم رکھے یہاں مدرسہ کے اساتذہ ومنتظمین بھی آپ

سے تعلق رکھتے ہیں اور آپ کی شفقتوں سے فیضیاب ہوتے ہیں، حضرت والد صاحبؒ کے انتقال پر آپ نے ایک تعزیت نامہ بھی تحریر فرمایا تھا جو یہاں لکھا جاتا ہے:

حسن انتظام اور مخلصانہ جدوجہد

حضرت مولانا حکیم سید مکرم حسین صاحب دامت برکاتہم

عزیز القدر جناب مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب مہتمم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ زاداللہ علمکم وفضلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج عالی مع متعلقین بعافیت ہوں گے!

مؤرخہ ۲۴؍ربیع الاول ۱۴۲۶ھ بروز بدھ کو اچانک یہ غم واندوہ ناک خبر ملی کہ والد بزرگوار مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ اس دنیا سے رخصت ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون دعا ہے کہ باری تعالیٰ شانہ موصوف مرحوم کی بال بال مغفرتِ تامہ فرماکر جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے اور اپنا قرب خاص نصیب فرمائے، اطلاع ملنے پر مدرسہ میں قرآن خوانی کر کے اجتماعی طور پر ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا اور مغفرت کے لئے دعاء کی گئی قاری صاحب مرحوم اگرچہ ایک عرصہ سے شدید بیمار تھے لیکن ان کا اٹھ جانا ملت اسلامیہ کے اندر ایک خلاہے، چونکہ مولانا موصوف کا وصال موت العالم موت العالَم کا مصداق ہے۔

موصوف مرحوم نے جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کی بڑی جانفشانی سے خدمت کی اور اپنے حسن انتظام اور مخلصانہ جدوجہد سے اسے بام عروج تک پہنچایا

اسے ترقی دینے کیلئے ہر ممکن کوشش کی اور نازک حالات میں صبر واستقلال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا، اشرف العلوم کی خدمات قاری صاحبؒ کا بہترین کارنامہ اور صدقۂ جاریہ ہے جو تا قیامت ان کے حسنات میں اضعافا مضاعفہ کا سبب ہوگا، باری تعالیٰ شانہ موصوف کو مغفرت تامہ نصیب فرمائے، سیئات کو حسنات سے مبدل فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اشرف العلوم کو اس کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین۔

قاری صاحب مرحوم کے وصال سے جہاں ایک طرف غم ہے دوسری طرف یہ بھی اطمینان ہے کہ اشرف العلوم کے بارگراں کو سنبھالنے کیلئے آپ اس کے مستحق اور اہل موجود ہیں، **فلله الحمد والمنة**، میں امید کرتا ہوں کہ قاری صاحبؒ کی روایات کو باقی رکھتے ہوئے ادارہ کی ترقی کیلئے ہر ممکن کوشش فرمائیں گے، میری طرف سے والدہ محترمہ و جملہ برادران اور متعلقین کو تعزیت قبول ہو، والسلام۔

مکرم حسین غفرلہ

مہتمم مدرسہ فیض رحمانی سنسار پور (ضلع سہارنپور)

(۱۴) حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمی مدظلہ العالی

شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

آپ رجب المرجب بروز دوشنبہ ۱۹۲۸ء کو جگ دیش پور، ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے ہی گاؤں کے ایک مکتب میں حاصل کی۔ اس کے بعد بیت العلوم سرائے میر میں فارسی اور عربی کی متعدد کتابیں پڑھیں۔ پھر دارالعلوم مؤ میں

داخل ہوکر ہفتم عربی تک تعلیم مکمل کی۔

۱۹۴۸ء میں دارالعلوم دیوبند کے دورۂ حدیث شریف میں داخل ہوکر شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، علامہ محمد ابراہیم بلیاوی اور شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ وغیرہم کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔

مختلف علوم وفنون کی تکمیل کے بعد متعدد مقامات پر تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، خاص طور سے یوپی کے تاریخی شہر بنارس میں تدریسی خدمت کے تعلق سے سولہ سال کا ایک طویل عرصہ گذارا۔ ضلع گریڈیہہ (جھارکھنڈ) اور دارالعلوم مئو وغیرہ میں بھی آپ نے تدریسی خدمات انجام دیں۔

۱۹۴۸ء میں دارالعلوم دیوبند کے ارباب شوریٰ کی نظر انتخاب آپ پر پڑی اور آپ دارالعلوم مئو سے دارالعلوم دیوبند منتقل ہوگئے۔ آپ کو حضرت مدنیؒ کے طرز درس کا وافر حصہ ملا ہے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب بخاری شریف جلد ثانی ''کتاب المغازی'' کا درس دیتے ہیں تو ایک مجاہد کی طرح تقریر کرتے ہیں اور انداز درس بتلاتا ہے کہ آپ جہاد پر زور دیتے ہوئے شریعت کے خلاف کبھی بھی کسی طرح کے حالات سے سمجھوتہ نہ کرنے کی تلقین کررہے ہیں۔ ۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ کی شب میں آپ نے دوران درس دارالعلوم دیوبند کی مسند حدیث سے برادرانِ وطن کے نام جلی عنوان سے لکھا جانے کے لائق جو ایک پیغام دیا تھا وہ یہ ہے کہ ''برادران وطن سن لیں کہ اب ہم یہاں سے کبھی بھی ہجرت نہیں کرسکتے، ہم نے اسی سرزمین پر آنکھیں کھولی ہیں، ملک وقوم کے تعلق سے ہماری بے لوث

خدمات واضح ہیں ہم اس ملک کے باشندے ہیں اور یہ ملک ہمارا ہے، یہاں کے ذرات تک میں برابر کا حصہ ہے، ملک کو ہندو راشٹر بنانے اور اس پر نئی تہذیب مسلط کرنے سے متعلق جو خواب تم نے دیکھا ہے اور اس کو عملی شکل دینے کو جو سوچا ہے وہ کبھی بھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ ہمیں بنیادی حقوق اور دستوری تحفظات دینے ہوں گے اگر کسی نے حق تلفی کی سازش رچی تو سن لو کہ:

یہ بات عیاں ہے دنیا پر ہم پھول بھی ہیں تلوار بھی ہیں
یا بزم جنوں مہکائیں گے یا خوں میں نہا کر دم لیں گے

یہ انہیں شیخ الاسلام کی صحبت کا اثر تھا، جنہیں انگریزوں کے خلاف مقابلہ کرنے پر قید و بند کی صعوبتیں جھیلنی پڑیں۔

۵/ذیقعدہ ۱۴۰۵ھ مطابق ۳/اگست ۱۹۸۴ء بروز جمعہ آپ ہی نے جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ میں دورۂ حدیث شریف کا آغاز فرمایا اور ۳۳/طلبہ کو بخاری شریف شروع کرائی، اس وقت سے تادم تحریر آپ ہی ہر سال تشریف لاکر بخاری شریف کا اختتام فرماتے ہیں، راقم السطور اور جامعہ سے خصوصی محبّت رکھتے ہیں۔

قارئین سے دعاء کی درخواست ہے کہ اللہ پاک حضرت کا سایہ ہم پر بخیر و خوبی تادیر قائم رکھے، آمین۔

دسواں باب

مخصوص احباب ورفقاء

مخصوص احباب ورفقاء

(۱)مولانا عبدالباری صاحب کھیڑویؒ

حضرت مولانا عبدالباری صاحبؒ کھیڑہ افغان ضلع سہارنپور کے باشندے تھے،آپ کی ولادت باسعادت ۱۹۲۶ء کھیڑہ افغان ضلع سہارنپور میں ہوئی، حفظ قرآن پاک جامع مسجد سہارنپور میں کیا، فارسی وعربی کی تعلیم کے لئے مظاہرعلوم سہارنپور میں داخلہ لیا، پھر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۹ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی،فراغت کے بعد کچھ دن چرتھاول بعدہ کیرانہ پھر سہارنپور کی قدیم جامع مسجد نخاسہ بازار میں تدریسی خدمات انجام دیں، پھر اپنے وطن آگئے اور کاشت کاری میں لگ گئے، اصلاحی تعلق حضرت مدنیؒ سے رہا۔

موصوف حضرت والد صاحبؒ کے زمانۂ طالب علمی سے دوست اور رفیق رہے، طالب علمی کے زمانہ سے جو قربت اور رفاقت کا تعلق ہوا زندگی کے آخری لمحات تک دونوں میں للہ فی اللہ وہی محبت والفت، ایک دوسرے کی قدردانی، ایک دوسرے کی ملاقات پر نہایت سرور وانبساط کا معاملہ اور پر تکلف ضیافت کا اہتمام، رفیقانہ انداز سے گفتگو رہا کرتی تھی اور دونوں ایک دوسرے کے لئے ہمدردانہ اور خیر خواہانہ جذبات رکھتے تھے، حضرت مولانا عبدالباری صاحب اپنی افتادطبع کے اعتبار سے نہایت سلیم الطبع اور مشفق اور ایک بے باک انسان تھے، علماء سے بہت محبت رکھتے تھے، ضیافت میں بہت آگے تھے، حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ مدرسہ کے معاملات میں بہت ہی ہمدردی اور دل سوزی کا مظاہرہ کرتے تھے جب کچھ شریروں نے مدرسہ میں شرارت کی اور اس کے لئے حضرت والد صاحبؒ کو الہ آباد جانا پڑا مولانا عبدالباری صاحبؒ اس سفر میں بھی ان کے ساتھ تھے۔

الغرض ہر موقعہ اور ہر موڑ پر مدرسہ کے ساتھ ہمدردی، خیر خواہی کا پورا ثبوت دیا کرتے تھے، آپ نے طویل عمر پائی، ویسے بھی عمر میں حضرت والد صاحبؒ سے بڑے تھے اور والد صاحبؒ کے انتقال کے بعد ۱۵ر نومبر ۲۰۰۵ء میں اوقات تہجد میں تلاوت کرتے کرتے جان جانِ آفریں کے سپرد کردی اور مقامی قبرستان عیدگاہ کھیڑہ افغان میں مدفون ہوئے، اللہ پاک حضرت مرحوم کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے اور ان کے پسماندگان بھائی محمد وغیرہ کو بھی ہر طرح کی عزت و برکت سے نوازے، آپ کا تمام گھرانہ، برادران مولانا خلیل الرحمٰن، ڈاکٹر الحاج الطاف صاحبان، داماد (مولانا عزیز الرحمٰن صاحب رشیدی) و دیگر حضرات بھی مدرسہ کے ساتھ اسی طرح والہانہ محبت رکھتے ہیں جیسا کہ مولانا عبدالباری صاحب رکھتے تھے۔

مولانا مرحوم کو قرآن پاک سے انتہائی عشق و تعلق تھا اکثر اوقات تلاوت قرآن پاک میں مشغول رہتے تھے، تقریباً دس بارہ پاروں کا روزانہ کا معمول تھا، نیز فرض نمازوں کے علاوہ تہجد، اشراق، چاشت، اوابین کے بھی پابند تھے۔

(۲) حضرت مولانا عقیل صاحب جاجویؒ

حضرت مولانا عقیل صاحب جاجو کھیڑہ افغان کے قریب ایک قریہ کے رہنے والے تھے، آپ کی ولادت باسعادت ۱۹۱۹ء میں ہوئی دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل تھے، مولانا بڑے سخی اور رئیس آدمی تھے کبھی تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے، شاہانہ انداز، سادگی مزاج تھے، علاقہ کے باا ثر لوگوں میں سے تھے۔

آپ ایک نیک صالح، متقی و پرہیز گار انسان تھے، طبیعت میں سخاوت اور ضیافت بہت زیادہ تھی، حضرت والد صاحبؒ سے بہت لگاؤ اور انس رکھتے تھے اور ہر سال آم کے موسم میں دعوت کا اہتمام کیا کرتے تھے، مرحوم چونکہ علاقہ کے ایک رئیس اور بڑے زمیندار، صاحب حیثیت اور ثروت آدمی تھے اور طبیعت میں دینداری تھی اور دینداروں سے محبت تھی، حضرت والد صاحب کے ساتھ خصوصی لگاؤ تھا اور مدرسہ کے معاملات میں مخلصانہ جذبات رکھتے تھے، آپ کی وفات ۱۴؍ اپریل ۱۹۸۵ء میں ہوئی اور مقامی قبرستان جاجوہ ضلع سہارنپور میں مدفون ہیں، اللہ پاک حضرت مرحوم کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے اور حضرت مرحوم کے صاحبزادگان کو ہر طرح کی خیر و برکت، عزت و راحت سے مالا مال فرمائے آمین۔

(۳) حضرت مولانا سعید احمد صاحب بجنوریؒ

مولانا سعید احمد صاحب بجنوریؒ آپ قصبہ سہس پور ضلع بجنور کے باشندہ تھے، آپ کی ولادت باسعادت ۱۹؍ اپریل ۱۹۲۹ء میں ہوئی، دار العلوم دیوبند سے ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹۵۵ء میں فراغت ہوئی، بعد فراغت دار العلوم حسینیہ تاؤلی ضلع مظفر نگر میں تدریسی خدمات انجام دیں، پھر ۱۹۵۸ء سے ۱۹۷۲ء تک ۱۴؍ سال مدرسہ تعلیم الاسلام کھیڑہ افغان ضلع سہارنپور کے صدر مدرس رہے، نیز جامع مسجد اور عیدگاہ کے خطیب تھے، آواز میں بیحد تاثیر تھی، بڑی محنت اور لگن سے مدرسہ کی آبیاری کی اور حفاظ کی ایک بڑی جماعت تیار کی، نیز بہت سے ط؛نپ لوعرنہ لہ انتدایہ کتب (کافیہ) پڑھا کر بڑے مدارس میں داخل کرایا، حضرت والد صاحبؒ سے اتنا گہرا

تعلق تھا کہ ہر ہفتہ ملاقات کرنے کیلئے یا تو خود آپ گنگوہ آتے یا حضرت والد صاحب آپ سے ملنے کھیڑہ افغان جاتے، ۱۹۷۲ء میں اپنے وطن سہس پور تشریف لے گئے اور مدرسہ باب العلوم سہس پور کے صدر مدرس بنا دیے گئے۔

مولانا موصوف بہت ہی نیک صالح، عالم باعمل، متقی و پرہیز گار انسان تھے، آپ کی طبیعت میں سادگی اور بلا کی متانت تھی، عالمانہ انداز تھا، علاقہ پر حضرت کے علم وعمل تقویٰ وطہارت کے اثرات نمایاں تھے، حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ بہت ہی زیادہ الفت ومحبت کا معاملہ رکھتے تھے اور دونوں حضرات میں ایک دوسرے کی بے حد قدر دانی تھی اور ایک دوسرے کی دلی ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات رکھتے تھے، مولانا مرحوم مدرسہ کے ساتھ بھی بہت زیادہ لگاؤ رکھتے تھے، یہاں کی تعلیم وتربیت پر ان کو بہت زیادہ اعتماد وبھروسہ تھا، یہی وجہ تھی کہ اپنے دونوں صاحبزادوں (مولانا محمد سفیان صاحب اور مولانا محمد سلمان صاحب مدرس حال دارالعلوم دیوبند مدظلہما) اور اپنے علاقہ کے بہت سے بچوں کو مدرسہ میں داخل کرانا اور بار بار آمدورفت رکھتے تھے، اس وجہ سے حضرت والد صاحبؒ ان کے صاحبزادگان اور جملہ متعلقین کے بچوں کو اپنی اولاد کی طرح تعلیم وتربیت، علم وعمل سے آراستہ کرنے کی محنت کرتے اور ان کی ضروریات قیام وطعام اور دیگر معاملات کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے اور یہ سب بھی ان کو اپنے اوپر بہت زیادہ شفیق و مہربان اور اپنے والدین ہی کی طرح تصور کیا کرتے تھے، اور حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ بہت ہی زیادہ محبت اور اکرام کا معاملہ فرمایا کرتے تھے، آخر عمر میں جبکہ

مولانا کا قیام اپنے وطن میں ہی تھا اور مولانا علیل ہوگئے حضرت والد صاحبؒ کو جب ان کی علالت کا علم ہوا ساتھ میں راقم الحروف کو لیکر بجنور کا سفر کیا سہس پور پہونچے، حضرت مولانا مرحوم سے ملاقات ہوئی دیکھتے ہی ایسے ہوگئے جیسا کہ اچھے خاصے صحت یاب ہوں، حالانکہ بہت زیادہ علالت اور ضعف ونقاہت کا دور چل رہا تھا، مغرب کے بعد گھر کے کمرہ میں ساتھ کھانا کھایا اور رفیقانہ انداز سے دونوں دوست ایک دوسرے کے ساتھ محو کلام رہے، غالباً رات ہی کو حضرت والد صاحبؒ سہس پور سے روانہ ہوگئے اور دھام پور مدرسہ کے ایک خیر خواہ حاجی عبدالرؤف صاحب مرحوم کے یہاں ٹھہرے اور صبح سویرے وہاں سے گنگوہ کے لئے روانہ ہوگئے، ریل کا سفر تھا پہلے وہاں سے سہارنپور آئے پھر گنگوہ آئے، یہاں پہنچتے ہی صاحبزادگان نے ۷؍مئی ۱۹۸۵ء کو حضرت مرحوم کے انتقال کی خبر دی اور ساتھ میں یہ بھی بتایا کہ ہمارے والد صاحبؒ نے آپ کے ساتھ جو کھانا کھایا وہ ان کی زندگی کا آخری کھانا تھا، حضرت مرحوم اپنے ہی وطن میں مدفون ہوئے، اللہ پاک ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے صاحبزادگان رفیق محترم مولانا سفیان صاحب اور مولانا سلمان صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند اور ان کے جملہ متعلقین کو ہر طرح کی خیر وبرکت، عزت وراحت سے مالا مال فرمائے آمین۔

(۴) حافظ انعام اللہ صاحب سہارنپوریؒ

حضرت والد صاحبؒ اپنے شیخ کی محبت میں مغلوب الحال تھے، جس زمانہ میں جناب حافظ انعام اللہ سہارنپوری مرحوم کا قیام مدرسہ اشرف العلوم میں رہتا تھا

حضرت والد صاحبؒ اور وہ دونوں چونکہ حضرت شیخؒ سے منسلک تھے، گھنٹوں گھنٹوں بیٹھ کر حضرت شیخ کے تذکرے کرتے رہتے تھے اور والد صاحبؒ اپنے شیخؒ کے ذکر پر زار وقطار روتے رہتے تھے، اس طرح یہ دونوں دیوانے اپنے محبوب کی یاد میں مست رہتے تھے، حافظ انعام اللہ مرحوم حضرت والد صاحبؒ کے قدیم دوست تھے، اور پھر مدرسہ میں ملازم ہوگئے تھے، مدرسہ اور ناظم مدرسہ کے بیحد وفادار اور ایک مخلص وجانثار رفیق تھے، بہترین حافظ قرآن تھے اکثر وبیشتر قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف رہتے تھے، اور اپنی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دیتے تھے، اپنے اصول کے پابند بیحد عقل مند، سنجیدہ، معاملہ فہم، صاف گو انسان تھے، مرحوم میں بہت سے عجیب وغریب کمالات تھے، تقریباً چھ سال کا عرصہ مدرسہ میں گزارا، ان کے آنے سے حضرت والد صاحبؒ کو بہت سکون ملا تھا، ان کا مدرسہ میں قیام کا زمانہ وہ زمانہ تھا جب کہ قصبہ کے شریروں کی جماعت نے حضرت والد صاحبؒ پر بلا وجہ مقدمے کر رکھے تھے جن کی وجہ سے آپ کو بار بار سہارنپور کچہری میں جانا پڑتا تھا، اس زمانہ میں حافظ صاحب کے مدرسہ میں قیام سے حضرت والد صاحبؒ کو بہت ہی راحت پہونچی مقدمات کی پیروی اور دیکھ بھال، تاریخ پر عدالت میں جانا اور وہاں دن بھر قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول رہنا اور شام کو مدرسہ آجانا اور مطبخ وغیرہ کی نگرانی کرنا اور والد صاحبؒ کی فکروں میں شریک رہنا یہ موصوف کا مسلسل عمل تھا اور موصوف کے قول وفعل میں بڑی مطابقت تھی، بہت ہی مخلص اصول پسند، حق گو، حق شناس انسان تھے، آپ ۱۰ر شعبان ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۹ر نومبر ۲۰۰۱ء بروز جمعہ دار

فانی سے رحلت فرما گئے اور حاجی کمال شاہ سہارنپور میں ابدی نیند سو گئے ، ان کے اچانک انتقال سے حضرت والد صاحبؒ کو بہت ہی سخت تکلیف پہونچی تھی اوران کے غم میں بہت گھل گئے تھے ، اور بار بار ان کو یاد کرتے تھے، اللہ پاک درجات بلند فرمائے آمین۔

موصوف کی زبان سے مندرجہ اشعار سن کر بڑا مزا آتا تھا:

ایک روز مرتضیٰؓ سے کسی نے یہ عرض کی
اے نائب رسولؐ امم دام ظلکم
ابو بکرؓ اور عمرؓ کے زمانہ میں چین تھا
عثمانؓ کے بھی عہد میں لبریز تھا یہ خم
کیوں آپ کے ہی دور میں فتنے یہ اُٹھ گئے
میری تو عقل رہتی ہے اس مسئلے میں گم
فرمایا ہنس کے اس میں ہے کیا سوچنے کی بات
ان کے مشیر ہم تھے ہمارے مشیر تم

(۵) حضرت مولانا حکیم سعود صاحب گنگوہیؒ

حضرت مولانا حکیم سعود صاحب گنگوہیؒ بھی گنگوہ کے نیک صالح صاحب علم وعمل ،تقویٰ وطہارت سے متصف ،علوم وفنون کا ذوق رکھنے والے بطور خاص علمِ حدیث سے خاص شغف اور محبت رکھنے والے تھے آپ ۱۹۳۵ء میں پیدا ہوئے ، آپ جید عالم فاضل ایک عظیم شخصیت کے مالک تھے ،حضرت حکیم مسعود صاحب

کے صاحبزادہ تھے، گنگوہ میں قیام نہ ہونے کی وجہ سے یہاں آپ کی شخصیت سے زیادہ لوگ واقف نہیں ہیں، البتہ ممبئی میں جہاں ایک عرصۂ دراز سے طبابت کے سلسلہ میں قیام پذیر رہے وہاں لوگوں کو آپ کی حکمت اور طبابت اور ساتھ ساتھ نیک صالح کردار، اخلاق، حلم وتواضع اور سنجیدگی ومتانت اور دیگر بزرگانہ اوصاف کی وجہ سے لوگوں کو آپ سے فیض کثیر پہنچا، آپ والد صاحبؒ کے ساتھ بہت خاص محبت وربط رکھتے تھے اور والد صاحبؒ بھی آپ کے ساتھ بڑی گہری محبت وخلوص نیز اکرام واحترام کا معاملہ کرتے، والد صاحبؒ کی وجہ سے راقم الحروف کے ساتھ بھی حضرت موصوف کا بہت ہی گہری محبت اور ہمدردی اور مخلصانہ شفقت ومحبت کا معاملہ رہا، نیز راقم الحروف کو بھی آپ کے ساتھ بہت ہی محبت، اکرام واحترام کا تعلق رہا اور حضرت موصوف کو مدرسہ کے ساتھ بھی بڑی ہی مخلصانہ ہمدردی رہی ہے، ۲۰۱۱ء میں انتقال ہوا اللہ پاک مغفرت فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

(۶) خواجہ شبیہ الحسن صاحبؒ

خواجہ شبیہ الحسن صاحب مرحوم بھی گنگوہ کی ایک قابل قدر شخصیت تھے، بڑے زمیندار، ذی وجاہت، صاحب ثروت، صاحب بصیرت، معاملہ فہم انسان تھے، حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ بڑی محبت اور مخلصانہ جذبات رکھتے تھے اور مدرسہ کی ہمدردی اور دفاع کرنے میں آپ کا ایک بہترین کردار رہا ہے، جب بھی شریروں کے کسی طبقہ نے شر اٹھایا اور پریشان کیا تو آپ مدرسہ کے ساتھ حضرت

والد صاحبؒ کی حمایت میں پیش پیش نظر آتے تھے، مرحوم اپنی وضع قطع میں بارعب انسان تھے اور لوگوں میں آپ کا ایک دبدبہ اور اثر تھا، دینی معاملات کے ساتھ سیاسی معاملات میں بھی بڑی گہری بصیرت کے حامل تھے، اللہ پاک ان کی مغفرت فرمائے اور آخرت کا چین سکون نصیب فرمائے، مرحوم کے صاحبزادگان میں بھی مدرسہ کے ساتھ اپنے والد کے طرز پر ہی ایک محبت اور ہمدردی کا معاملہ محسوس ہوتا ہے اور وہ اس معاملہ میں اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے نظر آتے ہیں، اللہ پاک ان کو ان کی ہمدردیوں کا بہترین بدلہ دارین میں عطا فرمائے آمین۔ کافی عرصہ پہلے خواجہ صاحب مرحوم انتقال کر چکے ہیں۔

حضرت والد صاحبؒ نے اپنی ڈائری میں اس طرح لکھا ہے ۸؍ جولائی ۲۰۰۲ء مطابق ۲۲؍ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ قدیم مہربان دوست خواجہ شبیہ الحسن انتقال کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون، میرے لئے ایک ملنسار و غمخوار آدمی تھے ہمیشہ میری اور مدرسہ کی حمایت کرتے رہے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے آمین۔

(۷) حاجی غلام رسول صاحبؒ کلکتوی

حاجی غلام رسول صاحب کلکتہ والے ایک بہت ہی صاحب خیر، نیک صالح عابد و زاہد، بزرگوں سے محبت رکھنے والے دین دار اور سچے تاجر تھے، تجارت کے ساتھ ساتھ آپ نے دین کے مختلف شعبوں میں بہترین خدمات انجام دیں اور دین کے ایسے ایسے شعبوں میں کام کیا جو کوئی مشکل سے کر پاتا ہے، مدارس، خانقاہوں، دعوت و تبلیغ اور امت کے رفاہی کاموں کے لئے آپ نے اپنے آپ کو وقف

کردیا تھا ، مدرسہ اورحضرت والد صاحبؒ سے آپ کو بہت محبت تھی مدرسہ کی ضروریات کیلئے چندہ جوایک ناگزیرضرورت ہے اوراس کے لئے رمضان کا وقت مدارس میں تعطیل کا رہتا ہے اوراصحاب خیر بھی اپنی دیگر عبادات ومعاملات کے ساتھ زکوٰۃ مفروضہ،صدقہ وخیراتِ نافلہ ادا کرنے کا اہتمام کیا کرتے ہیں ، اسلئے ارباب مدارس مختلف مقامات کا سفر کیا کرتے ہیں، جب حضرت والدصاحبؒ نے اس سلسلہ میں باہر نکلنے کا ارادہ کیا تین مقامات پرنظر گئی ،جن میں کلکتہ، مدراس اورممبئی کا علاقہ تھا،تو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ سے مشورہ کیا جن سے آپ اپنے بیشتر کاموں میں مشورہ کیا کرتے تھے،حضرت نے کلکتہ کا مشورہ دیا، غالبًا اس کی بڑی وجہ یہی رہی ہوگی کہ وہاں اصحاب خیر جن میں حضرت حاجی غلام رسول صاحب کی دین داری اورمدارس اسلامیہ کے ساتھ ان کی خیرخواہی پراعتماد تھا، اس لئے آپ نے کلکتہ کواپنا میدان بنایا اورانہیں کے مکان پر جوایک زمانہ میں مدارس کے نظماء اورسفراء کا مرکز ہوا کرتا تھا قیام کیا،جس کی وجہ سے ان سے رفاقت اورقربت ومحبت کا ایک گہرا تعلق قائم ہوگیا تھا،اورحضرت مرحوم کے صاحبزادگان (محترم بابوعارفین صاحب اورمحترم مکرم بابو صالحین اور بھائی ہارون صاحب وغیرہ) اوران کے تمام دفتر اورمدرسہ کے لوگوں سے جوانجمن ندائے اسلام کے نام سے چلتا تھا بہت ہی زیادہ گہرا تعلق اورربط ہوگیا تھا اور چونکہ حضرت والدصاحبؒ کے مزاج میں خدمت کرنے ،فائدہ پہنچانے اور ہدایا تحائف لے جانے کا بھی خاص جذبہ تھا اوردیگر موانست کے اسباب جن میں حاجی صاحب مرحوم اوران کے صاحبزادگان کے وہ متعلقین جوسہارنپور میں رہتے تھے جن کے یہاں ان کی شادی

ہوئی تھی اپنے سامان وغیرہ بھیجا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ ، اس لئے اس خاندان والوں کو حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ بہت ہی زیادہ محبت اور تعلق تھا اور حضرت والد صاحبؒ کو بھی اس پورے گھر کے ساتھ بہت زیادہ محبت تھی ، کیونکہ یہ حضرات مدرسہ کے کاموں میں بہت معین ، بہترین مددگار ، معاون اور دیار غیر میں اپنے گھر پر اس محبت واکرام واحترام کے ساتھ قیام وطعام کے دیگر انتظام کے ساتھ ٹھہرانے کی وجہ سے وہ ان کو ایک بہت بڑا محسن سمجھتے تھے ، کلکتہ میں اگرچہ حضرت والد صاحبؒ کے کثیر احباب تھے جن کے پاس آنا جانا ٹھہرنا اور افطار کی دعوت وغیرہ ہوا کرتی تھی اور ایک زمانہ تک انہوں نے وہاں قرآن پاک بھی سنایا تھا اور ان کے اخلاق اور معاملات سے وہاں کے حضرات بہت زیادہ مانوس اور قریب تھے ، لیکن کیونکہ مستقل قیام حضرت حاجی صاحب مرحوم کے مکان پر ہی ہوتا تھا اس مناسبت سے انکے ساتھ ایک اور زیادہ خصوصیت تھی ، یہی وجہ ہے کہ حضرت مرحوم کے صاحبزادگان کو بھی حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ ایک قلبی لگاؤ تھا کثرت سے خطوط وغیرہ لکھتے رہا کرتے تھے اور اپنے معاملات میں مشورہ کیا کرتے تھے ۔

الغرض حضرت والد صاحبؒ کی کلکتہ کے ساتھ ایک طویل داستان وابستہ ہے جس کو لکھنا ایک مشکل کام ہے اختصاراً اللہ پاک حضرت مرحوم حاجی صاحب اور وہاں کے تمام معاونین ، محبین ومخلصین کو بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے اور ہر طرح کی عزت ، راحت ، برکت سے ان کو اور ان کی نسلوں کو نوازے ، حضرت حاجی صاحب کے تعلق سے حضرت والد صاحبؒ نے کسی موقعہ پر اس طرح لکھوایا تھا کچھ تفصیل ان کی زبانی سنئے !۔

کلکتہ کا سفر اور حاجی غلام رسول صاحب کے گھر پر قیام

میں جب کلکتہ جاتا تھا تو حاجی غلام رسول صاحب کے مکان پر قیام ہوتا تھا یہ اپنی مالداری اور کاروباری شباب کی حالت میں تبلیغی جماعت میں لگے، حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کے زمانہ ہی سے ان کی حضرت نظام الدین دہلی آمد و رفت رہتی تھی جماعت میں حضرت نظام الدین آنے کے لئے جو تاریخ مقرر کرتے تھے اس تاریخ کے لئے بیس پچیس ٹکٹ حضرت نظام الدین اور سہارنپور کے لئے بنوا لیتے تھے اور اپنے ہم خیال تاجروں کی سہارنپور آنے کے لئے تشکیل کرتے اور ان سے تیاری کے لئے کہتے اگر وہ ٹکٹ نہ ہونے کا عذر کرتے تو ان کو بتلا دیتے کہ ہم نے آپ کا ٹکٹ بنوالیا ہے آپ کو ٹکٹ بنوانے کی تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں، تو اسطرح ان کے ساتھ ہر مرتبہ سفر میں آنے والی ایک بڑی جماعت ہو جایا کرتی تھی، اولاً وہ دہلی پہونچتے پھر وہ سہارنپور آتے اور حضرت شیخ زکریاؒ کے مہمان ہوتے، آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ کا مسائل میں عزیمت پر عمل کرنے کا مزاج بن گیا تھا، سہولت پسندی نہیں تھی، اپنے کاروباری اور کمپنی کے معاملات میں بھی وہ مسائل کی تحقیق کر کے عمل کرتے تھے جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ مسائل میں رخصت پر عمل نہ کرتے ہوئے عزیمت پر عمل کرتے تھے، اگر چہ انہیں کاروبار میں نقصان ہی ہو جاتا، حضرت شیخؒ کے یہاں جماعتی انہماک کی وجہ سے ان کا بڑا اکرام تھا تمام ہی علماء کا احترام و اکرام و قدر کرنے کا حاجی صاحب کا مزاج تھا، جملہ اکابر سے والہانہ عقیدت و تعلق تھا خصوصاً حضرت رائے پوریؒ اور حضرت شیخ زکریاؒ

اورحضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین صاحب مدنیؒ اور قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند اور مولانا سید علی میاں صاحب ندویؒ ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ، غرض کہ ہندوستان کے سبھی اکابر سے والہانہ تعلق تھا اور انکا در دولت سبھی حضرات کی میزبانی کی خاطر کھلا رہتا تھا۔

سہارنپور کے سفر کے دوران ایک بار ان کے ساتھ الحاج عبدالقیوم صاحب مالک امینہ ہوٹل چاندنی کلکتہ والحاج عبدالستار صاحب تاجر چرم (چمڑہ) اور دیگر کئی احباب تھے حضرت شیخ زکریاؒ سے اجازت لے کر گنگوہ تشریف لائے، اہلیہ سے انکے لئے کھانا تیار کرایا اور تقریباً ایک سوا گھنٹہ میں دو تین آئٹم کھانے کے تیار ہو گئے جس پر پوری جماعت اور خاص طور سے مالک ہوٹل حاجی عبدالقیوم صاحب نے اظہار حیرت کیا کہ اتنی سی دیر میں تو ہوٹل میں بھی کھانا تیار نہیں کر پاتے یہ اتنا جلدی کھانا کس طرح تیار ہو گیا؟ میں نے اہلیہ سے کہا کہ مہمان یہ کہہ رہے ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ حضرت شیخ کے مہمان ہیں ان کی کرامت سے بارہا ایسا ہوتا رہتا ہے، میرے ساتھ چونکہ حاجی غلام رسول صاحب سے بہت بے تکلفانہ تعلقات کا مظاہرہ ہوتا تھا، انکے ساتھ ان کی اہلیہ بھی بندے کے غریب خانہ پر آئیں حالانکہ میرا مکان اور غریب خانہ دیہاتی انداز کا سیدھا سادہ تھا مگر انہوں نے بڑی مسرت وخوشی کا اظہار کیا، میرے گھر میں ان کے مزاج کے مطابق فلیش کا بھی انتظام نہیں تھا انہوں نے کس طرح اپنی ضرورت پوری کر کے خندہ پیشانی کا ثبوت دیا اور اپنی تکلیف کا ذرا بھی احساس نہ ہونے دیا، کلکتہ میں ان کے مکان پر

رمضان المبارک کے زمانہ میں افطار اور کھانے کے وقت میں کافی سفراء جمع ہو جاتے تھے اگر چہ ہماری طرف سے بعض دفعہ بہت ہی غیر سنجیدگی کا مظاہرہ ہوتا مگر ان کی پیشانی پر ذرا بھی بل نہ آتا تھا اور برابر آنے والوں کا اعزاز واکرام پوری طرح کرتے، اسی حالت میں حاجی غلام رسول کلکتوی ۲۷/جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ مطابق ۷/فروری ۱۹۸۶ء بروز جمعہ انتقال کر گئے، اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرما کر اپنی رضامندی نصیب فرمائے۔

میرے تعلقات ان کے اہل خانہ اور ان کے فرزندان نیک اختر ان سے برابر رہے اس لئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے جملہ اہل خانہ کو جزائے خیر اور ان کے فرزندان کو خوب کاروباری حالات کی سازگاری کے ساتھ ترقی اور خیر و برکت عطاء فرمائے اور ان کو دنیا و آخرت میں صلاح و فلاح سے نوازے آمین۔

(۷) حاجی محمد عثمان صاحبؒ

کلکتہ کے مخصوص احباب میں حاجی محمد عثمان صاحبؒ بھی ہوا کرتے تھے، آپ بہت نیک صالح انسان تھے مدرسہ کے بڑے ہمدرد اور خیر خواہ تھے، حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ بہت ہی خاص انسیت اور لگاؤ رکھتے تھے، متعدد مرتبہ گنگوہ بھی تشریف لائے، حضرت والد صاحبؒ سفر کلکتہ میں ان کی دکان پر جو مرکز کولوٹولہ اور دارالاشاعت کے قریب میں تھی بیٹھا کرتے تھے، آپ بہت ہی مخلصانہ معاملہ کیا کرتے تھے، رمضان شریف میں ایک آدھ مرتبہ آپ کے مکان پر اکثر سفراء کی دعوت افطار ہوتی تھی اور بہت لطف رہا کرتا تھا، حضرت والد صاحبؒ کی وجہ سے

آپ کو راقم الحروف اور دیگر برادران کے ساتھ بھی بہت شفقت اور محبت رہتی تھی، بلکہ ان کا پورا گھرانہ ہی ہم سب لوگوں سے ایک اچھی خاصی انسیت رکھتا تھا، یہ تاجر لوگ تھے عموماً ان کا پیشہ گھڑیوں کی خرید وفروخت اصلاح ومرمت رہتا تھا، مدارس کے ساتھ محبت اور دلی جذبات اوران کا تعاون کرنے میں یہ لوگ پیش پیش رہا کرتے تھے۔

حاجی صاحب مرحوم کی ایک ادا زندگی بھر یاد رہے گی، رمضان شریف میں افطار کے بعد آپ ہی اذان پڑھتے تھے اللہ نے آپ کو بلند آواز عطا فرمائی تھی، اذان پڑھنے کا ایک خاص انداز تھا اور آپ کی صورت وشکل بھی بڑی جاذب نظر اور پرکشش تھی، اللہ نے آپ کو حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت سے بھی نوازا تھا، مرحوم کی بہت سی باتیں رہ رہ کر یاد آتی رہتی ہیں، اللہ پاک ان سب لوگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہر طرح کی برکتوں سے نوازے آمین۔

(۸)صوفی محمد صادق صاحبؒ

کلکتہ کے مخلص احباب میں صوفی محمد صادق صاحب بھی تھے آپ پر نیکی کا غلبہ تھا، صورت وشکل سے بھی صوفیانہ انداز محسوس ہوتا تھا، عادت واخلاق میں نرم تھے، اکابر سے الفت ومحبت رکھتے تھے اور کلکتہ کے دین دار دعوت وتبلیغ سے لگاؤ رکھنے والے نیک صالح تاجروں میں آپ کا بھی شمار ہوتا تھا، گنگوہ بھی آئے اور حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ خاصہ ربط تھا، آپ کافی عرصہ پہلے رحلت کر چکے ہیں، اللہ پاک مرحوم کی مغفرت فرمائے درجات بلند فرمائے، متعلقین کو صلاح

وتقویٰ سے ہمکنار فرمائے آمین۔

(۹) حاجی محمد جمیل صاحب مدظلہ

کلکتہ کے احباب میں حاجی محمد جمیل صاحب مدظلہ رکن شوریٰ دار العلوم دیوبند بھی بہت ہی نیک صالح انسان ہیں، حضرت مفتی محمود صاحبؒ کے ساتھ ارادت وبیعت کا تعلق رکھتے تھے اور انکے پاس آمد ورفت رکھتے تھے، حضرت مفتی صاحبؒ بھی ان کے یہاں قیام فرمایا کرتے تھے، حضرت مفتی صاحب کے فیض صحبت سے بھائی حاجی جمیل احمد صاحب کی طبیعت میں بڑی نیکی، تواضع، اخلاق، دینداری، دینداروں سے محبت، انفاق فی سبیل اللہ، مدارس کا تعاون، بیوہ عورتوں، یتیموں، مسکینوں، غریبوں، فقیروں اور مختلف قسم کے ضرورت مند لوگوں کا تعاون کرنا اوران کی ضروریات پرتوجہ دینا اوران کو لینا دینا ایک عرصہ دراز سے کررہے ہیں موصوف حضرت والد صاحبؒ سے بھی بڑی انسیت ومحبت رکھتے تھے اوراب تک ان کی تعریف کرتے ہیں اور مدرسہ کا مخلصانہ تعاون فرمایا کرتے ہیں، آپ **التاجر الصدوق الامین** کا مصداق ہیں، اللہ پاک آپ کے ایمان میں، اعمال میں، تجارت میں، اہل واولاد میں خوب خوب برکتیں فرمائے اور ہر طرح کی صحت، عافیت، راحت وفرحت، عزت اور شرور وفتن سے حفاظت فرمائے آمین۔

یہ صرف چند لوگوں کا تذکرہ بطور نمونہ کیا گیا ہے، ان کے علاوہ اور بہت سے احباب ورفقاء تھے، جنکے ساتھ مختلف النوع معاملات تھے اور مدرسہ کے ہمدرد اور خیر خواہ تھے اور مدرسہ ہی کی وجہ سے ان سے تعلقات تھے، اللہ پاک اس شہر کے

تمام ہی مخلصین، معاونین اوران کی نسلوں کوقرناً بعد قرنٍ ان کے بڑوں کے تعاون اورمحبت وخلوص کا بہترین بدلہ دارین میں عطافرمائے آمین، اورمدرسہ میں ہونے والی خدمات کوان کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے آمین۔

(۱۰) حافظ عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حافظ عبداللطیف مرحوم بھی قصبہ گنگوہ کے ایک نیک صالح، متقی وپرہیزگار کم گو بزرگ تھے، محلّہ مخدوم جہاں کی ایک مسجد میں امامت کرتے تھے، موصوف کو مدرسہ اورحضرت والد صاحبؒ سے ایک والہانہ رفیقانہ مخلصانہ لگاؤ اور تعلق تھا اور انکی خدمت میں اکثر وبیشتر آتے رہتے تھے اور دیر تک بیٹھے رہتے تھے، اگرکسی شخص سے ان کے خلاف کوئی بات سن لیتے فوراً دفاع کرتے اورجم کر جواب دیتے، موصوف کے انتقال کے وقت حضرت والد صاحبؒ اور بندہ موجود تھا اور ان کی روح قفصِ عنصری سے دار جاودانی کی طرف پرواز کرگئی تھی، اپنے محلّہ کے قریب قبرستان میں مدفون ہوئے۔

اللہ پاک ان کی مدرسہ کے ساتھ محبت کا صلہ اپنی مغفرت ورحمت کی شکل میں عطافرمائے درجات عالیہ نصیب فرمائے آمین۔

(۱۱) حافظ عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حافظ عبدالحکیم صاحب مرحوم بھی گنگوہ کے ایک نیک صالح متقی پرہیزگار آدمی تھے گنگوہ کے محلّہ غلام مخدوم جہاں سرائے میں ایک مکان میں رہتے تھے، صوم وصلوۃ کے پابند، قانع اورصابر انسان تھے، زندگی کے گزارے کیلئے کپڑا بننے کا کام

کرتے تھے اور نیک صالح لوگوں کے پاس اپنا وقت گزارتے تھے، حضرت والد صاحبؒ سے بڑی محبت وعقیدت رکھتے تھے، اکثر وبیشتر حضرت والد صاحب قدس سرہ مسجد زکریا جامعہ اشرف العلوم کیلئے سوت کی صفیں انہیں سے بنوایا کرتے تھے جو بہت مضبوط اور مفید ہوا کرتی تھیں اور موصوف بہت ہی خوشی اور محبت کے ساتھ ان کو تیار کیا کرتے تھے، حضرت والد صاحبؒ سے بے پناہ محبت رکھتے تھے، اگر قصبہ میں کسی حاسد ومخالف سے کوئی بات سن لیتے سخت ناراض ہوتے اور دفاع کرتے، مرحوم نے کافی طویل عمر پائی۔

حسن اتفاق یہ ہے کہ بندۂ راقم الحروف جس زمانہ میں دارالعلوم دیوبند میں متعلم تھا اکثر پندرہ دن میں جمعرات کی شام کو گھر آنا ہوتا تھا، اسی طرح ایک مرتبہ گھر آیا ہوا تھا معلوم ہوا کہ موصوف بیمار چل رہے ہیں ان کے پاس پہونچا موصوف نے ایصال ثواب اور موت کے تعلق سے چند باتیں معلوم کیں اور اپنی نماز جنازہ پڑھانے کے سلسلہ میں یہ تمنا ظاہر کی کہ حضرت والد صاحب پڑھائیں یا تم پڑھانا، بحسن اتفاق پھر پندرہ دن کے بعد اپنے وطن آیا تو معلوم ہوا کہ حافظ صاحب مرحوم اللہ کو پیارے ہوگئے ہیں اور ان کی نماز فلاں وقت پر ہوگی، اس دن اتفاق سے والد بزرگوارؒ سہارنپور کسی کام سے چلے گئے تھے دیر تک ان کا انتظار کیا جب نہیں آسکے تو راقم الحروف نے مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی، اس طرح سے مرحوم کی ایک دلی تمنا پوری ہوئی، اللہ پاک مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے، گنگوہ کے مشہور قبرستان (امام صاحب) میں مدفون ہوئے۔

(۱۲) حضرت مولانا احمد موسیٰ صاحبؒ پانڈور برطانیہ

حضرت مولانا موسیٰ صاحب پانڈورؒ اصلاً گجرات کے مشہور مقام اٹالوہ قریب ڈابھیل کے رہنے والے تھے، بچپن میں اپنے دیار کے علماء سے علم حاصل کیا اور حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ وغیرہم سے جس زمانہ میں وہ حضرات ڈابھیل میں مقیم تھے علم حاصل کیا، پھر مختلف علاقوں میں دینی، سماجی، ملّی خدمات انجام دیں، دنیا کے بہت سے ممالک کا دورہ کیا اور وہاں مقیم رہے جیسے ماریشش وغیرہ، پھر انگلینڈ مقیم ہوگئے اور عمر کا ایک بڑا حصہ وہیں گزرا، برطانیہ کے مشہور شہر براڈ فورڈ میں مقیم ہوئے اور وہاں جمعیۃ العلماء کے صدر منتخب ہوئے اور ملت کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ایک بہترین عالم، مخلص ترین انسان، ہر ایک کے لئے بڑی وسعت اور فراخ دل رکھنے والے بزرگ تھے، کسی زمانہ میں آپ گنگوہ تشریف لائے تھے اور مدرسہ دیکھا تھا، جس زمانہ میں مدرسہ کا مطبخ دار قدیم کے احاطہ میں ہوا کرتا تھا جو دار جدید سے قدرے فاصلہ پر واقع ہے، برسات کے موسم میں جب بارش کا شباب ہوتا تھا آپ آئے اور طلبہ کو وہاں سے کھانا لانے کی مشقت آپ نے دیکھی یا آپ کے علم میں آئی تو آپ کو احساس ہوا اور آپ دل میں یہ احساس لئے ہوئے سفر پورا کر کے چلے گئے، معلوم نہیں اس وقت آپ کی حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ ملاقات ہوئی کہ نہیں ہوئی، بہر حال حضرت والد صاحبؒ کا برطانیہ پہلا سفر ہوا تو حضرت موصوف نے بے پناہ خلوص، بے پناہ محبت، بے پناہ وسعت، بے پناہ خدمت، اخلاق اور اپنے تعاون کرنے کی حتیٰ الامکان کوششوں کو صرف کیا اور بہت

جگہ سفر میں ساتھ رہے، ایک جگہ ایسا بھی ہوا کہ حضرت مولانا کے ساتھ وہاں کے مشہور شہر گلوسٹر میں جانا ہوا تو وہاں کچھ افراد نے دونوں بزرگوں کی سخت مخالفت کی اور عجیب وغریب قبیح الفاظ سے یاد کیا، ایک حضرت مولانا کے مخالف تھے اور ایک صاحب یہاں گنگوہ کے قریب کسی بزرگ کے پاس آئے تھے ان کے بعض خدام ومدرسین نے جو مدرسہ میں رہ چکے تھے ان کو مدرسہ کے تعلق سے غلط فہمیوں کے اندر مبتلا کیا اور مدرسہ اشرف العلوم اور اس کے مدیر کی طرف سے بغض ونفرت کے انجکشن لگائے جس سے ان کا دل سخت متنفر تھا اور ان کے دماغ میں بھی حدت اور شدت تھی، وہاں ان دونوں بزرگوں یعنی حضرت مولانا موسیٰ پانڈورؒ اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سخت برا بھلا کہا، یہ حضرات وہاں سے چلے آئے پھر اس کی شکایت اس شخص کے بزرگ اور شیخ سے کی گئی مگر انہوں نے بھی اس پر کوئی التفات نہیں فرمایا، حضرت مولانا موسیٰ پانڈورؒ کے تعلق سے حضرت والد صاحبؒ ایک جگہ اس طرح لکھتے ہیں:

احقر شریف احمد خادم مدرسہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

سرزمین گنگوہ قطب عالم شیخ عبدالقدوس وامام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی سرزمین ہے چہار دانگ عالم میں مشہور ہے، روحانیت وحدیث اور علوم الٰہیہ کا مرکز رہی، انکی یادگار میں اسی سرزمین پر اشرف العلوم رشیدی ۴۴ رسال سے علوم اسلامیہ کی خدمت انجام دے رہا ہے، سینکڑوں تشنہ گان علوم کو حفظ قرآن، تجوید وقرأت، فقہ وتفسیر اور احادیث رسول اللہ ﷺ سے سیراب کر چکا ہے، عمارات کی توسیع، مہمانان رسول ﷺ کی آسانی اور سہولت کیلئے لندن کا سفر اللہ

کے بھروسہ پر اختیار کیا دوران سفر جن مقامات پر جانا ہوا گجراتی مسلمانوں نے جس ہمدردی، اخوت اسلامی، وسعت ظرفی اور تعاون کا ثبوت دیا وہ قابل فراموش نہیں بلکہ ہمیشہ یادگار رہے گی فجزاکم اللہ احسن الجزاء۔

بہت سے حضرات نے مالی تعاون کے ساتھ ساتھ قیام وطعام کی سہولت، روایتی مہمان نوازی کا ثبوت دیکر منت کش احسان بنادیا۔

بڑی ہی فرض ناشناسی ہوگی اگر میں اپنے محسن عظیم جناب الحاج حضرت مولانا احمد موسیٰ پانڈور کا ذکر نہ کروں۔

(۱۴) حاجی محمد اسمٰعیل صاحب جبار مرحوم برطانیہ

حاجی محمد اسماعیل صاحب محترم بھائی سلیم اور ان کے والد یعنی مولوی عرفان رشیدی کے دادا بالاِ صالہ ہندوستان میں گجرات کے ایک گاؤں کے رہنے والے تھے، جو لوگ ہندوستان سے انگلینڈ گئے ان میں شروع میں جانے والوں میں وہ بھی تھے تجارت وکاروبار کے سلسلہ سے وہاں پہنچے، مزاج میں علماء سے تنفر تھا جلدی سے کسی سے متاثر نہیں ہوتے تھے، ہوسکتا ہے کہ یہ تنفر بعض علماء کی حرکتیں دیکھ کر ہوا ہو، حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ جلال آبادیؒ کے بڑے دیوانے اور قائل تھے، پھر والد صاحبؒ سے تعلق ہوا اور بہت ہی زیادہ محبت اور عقیدت کے ساتھ مانوس ہوئے، دین داری کے اثرات ان میں اور ان کی اولاد میں پیدا ہوئے، ان کے شہر میں والد صاحبؒ کا قیام انہیں کے یہاں ہوتا تھا بالکل گھر ہی کی طرح معاملہ کرتے تھے، وہ اور ان کے اہل خانہ اپنے گھر کی طرح رکھتے اور خدمت کرتے

تھے، خود وہ جب ہندوستان آتے تو گنگوہ گھر پر مدرسہ میں اور دہلی میں جناب حاجی مقصود احمد صاحب کے یہاں بہن کے مکان پر قیام رہتا تھا، اس چیز سے وہ بہت ہی زیادہ متاثر ہوئے تھے اور کہتے تھے کہ حضرت قاری صاحبؒ جیسا انسان نہیں دیکھا میں نے، نہ کبھی انہوں نے اپنی ذات کیلئے اور اپنے بچوں کیلئے مجھ سے فرمائش کی جیسا کہ دوسرے لوگ کرتے ہیں اور مجھے خاص اپنے گھر میں رکھا محسوس نہیں ہونے دیا کہ میں کوئی غیر آدمی ہوں، پھر موصوف نے اپنے پوتے عرفان سلّمہٗ کو یہاں بھیجا اور کہا کہ اس کو پڑھاؤ اور کچھ بناؤ تو عزیزم عرفان سلمہ نے چار پانچ سال بہت ہی متانت اور سنجیدگی، شوق و ذوق اور اپنے کام میں لگن کے ساتھ یہاں اپنا وقت گذارا اور اس درمیان میں ان کے طعام وغیرہ کا نظم گھر پر ہی رہا اور حضرت والد صاحبؒ نے خاص اپنے بچوں کی طرح ان کی پرورش کی، پھر وہ ایک اچھے عالم بنکر یہاں سے نکلے اور اپنے شہر میں تجارت و کاروبار کے ساتھ اپنے کاموں کو انجام دے رہے ہیں، حاجی اسماعیل صاحب کے فرزند حاجی سلیم صاحب اور بھائی حنیف سبھی مدرسہ کے ساتھ اور ہم لوگوں کے ساتھ بہت ہمدردی رکھتے ہیں، اللہ پاک ان کے تعاون اور ہمدردی کو قبول فرمائے اور اس کے بہترین ثمرات ان کو اور ان کے اہل خانہ کو نصیب فرمائے آمین۔

(۱۳) حاجی عبدالحق صاحب پانڈور برطانیہ

حاجی عبدالحق صاحب پانڈور بھی حضرت والد صاحبؒ کے بڑے مخلص، ہمدرد، متواضع، خلیق بڑے مہمان نواز صاحب خیر دوستوں میں سے ہیں، جب سے

والد صاحبؒ اور بندہ نے برطانیہ کا سفر کیا تو ان کے گھر پر قیام اور حاضری مسلسل رہی اور ان کی عنایات وتوجہات برابر رہیں، ان کا پورا گھرانہ نیک صالح، خدمت گار، مہمان نواز، صاحب اخلاق، اوصاف وکمالات کا مالک ہے، ایک زمانۂ دراز تک حضرت موصوف وہاں کی ایک مسجد کے ذمہ دار بھی رہے ہیں اور اب بھی اس علاقہ میں ایک بااثر شخصیت کے مالک ہیں، ان کے صاحبزادے مولانا زکریا صاحب پانڈور بھی بہت نیک صالح عالم ہیں وہاں ایک مدرسہ میں عربی درجات کے مدرس ہیں، ان کی والدہ بھی بہت ہی زیادہ نیک صالحہ عابدہ زاہدہ خاتون ہیں ان کے اخلاق عالیہ کا جواب نہیں، اللہ پاک ان سب کو بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے اور ہر طرح کی ظاہری باطنی ترقیات سے مالا مال فرمائے، ان حضرات کو ادارہ پر اور منتظمین پر احسانات کے بہترین بدلے دارین میں عنایت فرمائے۔

الحاج سلیمان بھائی احمد اور الحاج غلام محمد بھانا صاحبان برطانیہ کے حضرات میں بہت ہی مخلص اور خدمت گزار، مہمان نواز، علماء کا اکرام کرنے والے، علماء کرام اور بزرگان دین سے بہت ہی محبت کرنے والے احباب میں سے ہیں حضرت والد صاحبؒ کا ایک عرصۂ دراز تک ان کے مکانوں پر قیام رہا اور ان حضرات نے اور ان کے اہل خانہ نے ان کی بے انتہا خدمت کی اور محبت واحسان کا معاملہ کیا اور مدرسہ کا تعاون فرمایا، حق تعالیٰ جل شانہ ان حضرات کو اور ان کے اہل خانہ کو نسلاً بعد نسل ان کی خدمت ومحبت کا شفقت وعنایت کا جو اس بندہ کے ساتھ بھی جاری وساری ہے بہترین بدلہ دارین میں عطا فرمائے اور ہر طرح کی ظاہری وباطنی برکتوں سے فیضیاب فرمائے، اسی طرح حضرت مولانا واحد صاحب مدظلہ جو وہاں ایک شہر میں

مقیم ہیں اور رفیق محترم مولانا شبیر صاحب کے برادر کبیر ہیں، اللہ پاک ان کو بھی ان کی خدمات کا بہترین صلہ دارین میں عطا فرمائے، اس پورے گھرانے کی مدرسہ کے ساتھ اور حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ اور اس راقم السطور کے ساتھ بہت زیادہ عنایات اور شفقتیں رہیں، **جزاهم الله في الدارين خيراً** ،اسی طرح حضرت مولانا اقبال صاحب اور دیگر اس شہر کے اکابر واصاغر جنہوں نے مدرسہ کے ساتھ تعاون فرمایا اور محبت کا معاملہ فرمایا، حق تعالیٰ شانہ ان سب کو اس کا بہترین صلہ دارین میں عطا فرمائے اور ظاہری و باطنی برکات سے نوازے، بہت سے حضرات ہیں ان سب کا تذکرہ کرنا بھی ایک مشکل کام ہے ہاں ان سب کیلئے دعا کرنا ہمارا فرض ہے اور ان کے لئے برابر دعا کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ ان سب کو دارین میں بہترین بدلے عطا فرمائے اور ظاہری و باطنی برکات سے مالا مال فرمائے۔

اسی طرح ایک دوسرے شہر میں عزیزم مولانا مفتی اشرف علی زید احترامہ کے والد گرامی اور وہاں کے امام حضرت مولانا محمد صالح صاحب مدظلہ العالی جو بڑے نیک صالح اسم با مسمیٰ ، عالم فاضل، محدث و مفسر ہیں، حضرت والد صاحبؒ سے بیحد محبت رکھتے ہیں اور آج بھی ان کی محبت کا سلسلہ قائم ہے، ان حضرات کے یہاں حضرت والد صاحبؒ کا قیام رہا اور والد صاحبؒ کے اخلاق کریمانہ اور اخلاص سے بہت متاثر ہوئے، چنانچہ ایک جگہ اپنے خط میں اس طرح لکھتے ہیں:

باسمہ تعالیٰ جل شانہ

بخدمت گرامی حضرت اقدس قاری شریف احمد صاحب

منجانب یکے از کمترین خدام محمد صالح، بلیک برن

گرامی قدر قابل صد احترام مخدومی و محسنی و مکرمی جناب حضرت اقدس قاری شریف احمد صاحب زیدت معالیکم ومتعنا اللہ بفیوضکم۔

بعد بصد تسلیم و آداب بخدمت گرامی عرض گذارش ہے کہ بندہ مع اہل خانہ بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت رہتے ہوئے آنحضرت کے لئے بارگاہ ایزدی میں دعاء گو ہے کہ پروردگار عالم آپ کو صحت و عافیت کی دولت سے ہمیشہ مالا مال رکھے، آنمحترم کی مساعی وخدمت جلیلہ کو شرف قبولیت سے نوازے اور آپ کی ذات عالی سے پوری ملت اسلامیہ کو بالواسطہ یا بلا واسطہ فیض یاب فرمائے۔

دیگر عرض اینکہ یہاں پہنچ کر یہ سیاہ کار اپنی بداعمالیوں کی نحوست سے صرف یہ پہلا خط حضرت والا کی خدمت میں ارسال کر رہا ہے آنمحترم کے احسانات کے صلہ میں اس عاصی کی جانب سے عدم مراسلت پر آنحضرت کو واقعی بڑا رنج و دکھ ہوا ہوگا اس لئے صمیم قلب سے آنجناب سے عفوو درگزر کا خواستگار ہوں۔

آنحضرت کی دعاؤں کی بدولت یہاں پر سارے احوال قابل تشکر ہیں یہ سیاہ کار یہاں بلیکبرن کی مسجد نور الاسلام میں خدمت امامت وتدریس وتفسیر القرآن الحکیم وغیرہ خدمت کو انجام دے رہا ہے آں حضرت دعاء فرمائیں کہ حق تعالیٰ شانہ شرف قبولیت سے نوازے۔

میں اس حقیقت کے اظہار کرنے میں مبالغہ آرائی نہیں کر رہا ہوں کہ بندہ نے اپنے اس سفر میں آنجناب کو قریب سے جو دیکھا ہے تو واقعی میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ حسن اخلاق واحسان کرنے میں سارے حضرات میں میں نے آپ کا ثانی نہیں دیکھا اور یہ حقیقت ہے کہ ''الانسان عبد الاحسان'' آپ کا جو وقار واحترام اور آپ

کی طرف ایک خاص قلبی میلان اس سیاہ کار کے دل میں ہے میں اسے بیان نہیں کرسکتا، حق تعالیٰ شانہ آپ کو عمر طویل عطا فرمائے اور آپ کے فیوض سے ہم سب کو مستفیض فرمائے، احقر آنحضرت کو خلوص دل سے دعوت دے رہا ہے کہ اس سال جب آپ کا سفر ہو اور برطانیہ کے دورہ پر تشریف لائیں تو پورے سفر کے درمیان حضرت کا قیام اس حقیر کے غریب خانہ پر رہے اور اگر یہ منظور نہ ہو تو کم از کم لانکیشائر علاقہ کے دورہ پر تو احقر کے مکان پر ہی حضرت کا قیام رہے۔

طالب دعا یکے از کمترین خدام

بندہ محمد صالح

۲۲ رصفر ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۱ راگست ۱۹۹۳ء بروز بدھ

اہلیہ محترمہ

حضرتؒ کی اہلیہ محترمہ نعمتِ الٰہی بنت حافظ منشی محمد ابراہیم صاحب گنگوہیؒ جو ایک نیک صالح آدمی تھے ایک زمانہ دراز تک لاہور میں بھی قیام رہا وہاں علامہ اقبال مرحوم کی انجمن حمایت الاسلام اور دیگر مقامات پر کام کیا اور وہاں کے بڑے لوگوں سے تعلقات رہے پھر وہاں سے ۱۹۴۷ء کے پریشان کن حالات میں سہارنپور آگئے یہاں محلہ مفتی میں حضرت شیخ زکریاؒ کے مکان کے سامنے مولانا نصیر صاحب کے کتب خانہ میں کتابت کرتے رہتے تھے اور رمضان المبارک میں حضرت شیخ کے مہمانوں کی خدمت کرتے تھے، دیگ میں سے اتار اتار کر کھانا پلاؤ وغیرہ دیا کرتے تھے اور مجھ کو وہیں بٹھا کر اپنے پاس کھلا دیا کرتے تھے، ماشاء اللہ

طویل عمر پائی کبھی اپنی اولاد پر بوجھ بننا گوارا نہیں کیا آخر میں دہلی لکشمی نگر اپنے صاحبزادے یعنی ہمارے ماموں محمد الیاس صاحب کے مکان پر مقیم ہوگئے اور بہت سی مستورات کو قرآن پاک پڑھایا ۷ر رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۳ر نومبر ۲۰۰۱ء بروز جمعہ بعد نماز جمعہ اللہ کو پیارے ہوگئے اللہ پاک درجات بلند فرمائے۔

بات چل رہی تھی حضرتؒ کی اہلیہ محترمہ کی یعنی میری والدہ ماجدہ کی جو بہت ہی اوصاف وکمالات اور نیک سیرت اور نیک خصلت، عابدہ، زاہدہ، عفیفہ اور صوم وصلوٰۃ، تلاوت وتسبیحات بے شمار اوراد و وظائف کی پابند ہیں اور انبیاء علیہم السلام، صحابہ رضی اللہ عنہم اور اہل اللہ کے واقعات ان کو ازبر ہیں اور جب وہ ان کو سناتی ہیں تو اس قدر تفصیل کے ساتھ اور لذت کے ساتھ کہ سننے والوں پر ایک کیفیت طاری ہو جاتی ہے، ان کا کلام بہت جگہ عارفانہ کلام ہوتا ہے اور ان پر بہت دفعہ اللہ کی محبت اور عشق کی کیفیات جاری ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں، اور کبھی ان پر حق تعالیٰ کے خوف وخشیت کی تجلیات کا ظہور رہتا ہے اور کبھی ان پر موت کے شوق کا ایک عجیبانہ انداز طاری ہوتا ہے، گویا وہ اس قفص عنصری سے جلدی نجات چاہتی ہیں اور مبادرت نیک کاموں کے اندر مسابقت، صدقہ وخیرات کی عادت، انفاق فی سبیل اللہ کا جذبہ اس طرح جوش مارتا ہے کہ وہ اپنا سب کچھ راہ خدا میں قربان کردینا اپنی سب سے بڑی سعادت تصور کرتی ہیں، اور مہمانوں کی ضیافت ان کی خاص شان اور عادت رہی۔

مدرسہ کے ابتدائی دور سے ہی مدرسہ کی ترقیات اور اس کی فکریں کرنے میں حضرت والد صاحبؒ کے شانہ بشانہ ان کی زندگی کا سفر برابر جاری رہا، مدرسہ

کے معاملات میں ان کا بہترین تعاون رہا، بڑے بڑے اکابر اولیاء اللہ کی مدرسہ میں آمد کے ساتھ ان کے تمام خدام و متعلقین اور ضیوف کی خدمت اور دل و جان سے اسکی انجام دہی کو نہایت سعادت تصور کرتے ہوئے بلا تکلف ہر دم ہر وقت چاہے کتنی بھی کلفت اور مشقت ہو سب کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا نہ گھبرانا نہ پریشان ہونا بلکہ گھبراہٹ کے وقت دوسروں کو تسلی دینا اور ان کا حوصلہ بڑھانا ان کا شعار رہا، اور مدرسہ کے طلبہ کی ہمدردی ان کا ہمیشہ ذوق رہا، اگر کسی طالب علم کا کسی غلطی کی وجہ سے مدرسہ میں بطور سزا عارضی طور پر کھانا بند ہو گیا تو اس کو بلا بلا کر کھلایا کرتی تھیں ایسے بے شمار واقعات ہیں، ان کے لئے لحاف گدّے تیار کرنا مدرسہ کی کتابوں کے غلاف سینا اور ان کی بے شمار خدمات جو جاری وساری ہیں وہ الگ ہیں، قصبہ کی بہت سی غریب بیوہ عورتوں کی کفالت اور تعاون ان کا ایک خاص طریقہ رہا اور ہے، انسانوں کی ہمدردی اور ان کے غم میں شرکت چاہے دنیا میں کہیں بھی کوئی ہو اس کی پریشانی سے اس قدر پریشان ہونا گویا کہ وہ تکلیف خود ان پر گذر رہی ہے ان کی ایسی صفت ہے جو عجیب وغریب ہے، یہاں تک کہ ان کو تسلی دینی پڑتی ہے اور پھر وہ کیا کہتی ہیں بھائی اس میں بہت بڑا ثواب ہے، الغرض میرے اپنے گمان وخیال میں وہ اس وقت کی رابعہ بصریہ ہیں، بہت دفعہ ان کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف اور سعادت بھی حاصل ہوئی اور حج و عمرہ کی توفیق بھی میسر آئی اللہ کی محبت میں رسول پاک ﷺ کے ساتھ محبت و عشق میں غرق رہنے والی حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے تذکرے اور پھر ان کا اشعار پڑھنا عجیب

کیفیت پیدا کرتا ہے، گھر میں تمام بچے بڑے ان کے آس پاس جمع رہتے ہیں اوران کے ملفوظات سے اپنے ایمان کو تازہ اور روحانی کیفیات کو زندہ کرتے ہیں اب جبکہ وہ عمر کے آخری مرحلہ میں ہیں اور نہایت ہی کمزور کہ حضرت والد صاحبؒ کے انتقال کو آٹھ سال کے قریب کا عرصہ گذر چکا ہے نمازوں کا، تہجد کا، اشراق، چاشت، صلوٰۃ التسبیح کے ان کے معمولات برابر جاری ہیں۔

الغرض اگر ان کے تفصیلی حالات لکھے جائیں تو وہ بھی مستقل ایک کتاب پر مشتمل ہونگے، اللہ پاک ان کے سایۂ رحمت کو ہمارے سروں پر دیر تک قائم رکھے آمین، اس ناچیز راقم السطور پر جب حضرت والد صاحبؒ کے وصال کے بعد بعض مدرسین کی طرف سے مخالفتوں کے پہاڑ توڑے گئے اور بادِسموم کے طوفان اٹھائے گئے تو صرف اس مقدس والدہ کا صبر اور تسلی دینا اور دعا کرنا ہی کام آیا، اور قریب میں ہی اس زمانہ میں ان کی ایک آنکھ کا آپریشن ہوا تھا ان حالات میں ان کے بیٹوں پر اوران کے مخلص شوہر کے لگائے ہوئے گلشن پر جو حالات گذر رہے تھے ان کا بہت اثر پڑا اوراس میں کافی نقصان واقع ہوا، انہوں نے اس میں ہمیں صبر وہمت دلانے میں کمال کر دکھایا کہ بھائی ان سب چیزوں سے مت گھبراؤ مدرسہ کی زندگی میں یہ سب چیزیں پیش آتی ہیں دیکھو تمہارے والد پر کیا کیا گزرا اورانہوں نے بے حد صبر کیا، اور میں بہت دفعہ ان پر پیش آنے والے حالات سے بہت زیادہ گھبرا جاتی تھی کہ ہر وقت لوگوں کی گالیاں سننے کو ملتی تھیں اور ایک مایوسی کا عالم رہتا تھا، اس وقت وہ فرمایا کرتے تھے کہ انبیاء علیہ السلام، صحابہ رضی اللہ عنہم اور اولیاء اللہ پر بھی دین کے معاملہ میں

حالات گذرے ہیں کیا انہوں نے دین کی خدمت کرنا چھوڑ دیا تھا؟ کبھی جب وہ گھبراتے تو میں ان کو ہمت دلایا کرتی تھیں یہاں تک کہ اللہ پاک نے یہ سکون واطمینان کے اور برکات کے ایام بھی دکھائے جو آج ہماری نظروں کے سامنے ہیں، جب وہ اپنے بیٹوں سے صادر ہونے والے بعض اعمال صالحہ دیکھتی ہیں تو بے انتہا شکر ادا کرتی ہیں کہ اللہ نے مجھ کو ایسی بھی اولاد دی ہے میں کہاں اس لائق تھی، اور جب بعض اولاد سے غیر مناسب اعمال اور خیالات کا اظہار دیکھتی ہیں تو بے انتہا اضطراب اور کرب محسوس کرتی ہیں اور دعا کرتی ہیں اور پھر بھی اپنے مشفقانہ رویہ سے پیچھے نہیں ہٹتیں، جبکہ اس طرح کے احوال میں بہت سی مائیں اپنی اولاد کو بالکل چھوڑ دیتی ہیں جب کہ دیکھتی ہیں کہ اس سے مسلسل صدمے اور تکلیفیں پہنچ رہی ہیں مگر ان کا معاملہ یہاں بھی عجیب ہے اللہ پاک ان کے سایۂ رحمت کو دیر تک قائم رکھے۔

کچھ عرصہ پہلے ان کی کمر میں کافی چوٹ لگ گئی جبکہ وہ نماز کی تیاری کررہی تھیں جس کی وجہ سے ایک مہینہ مسلسل لیٹی رہیں اور ان کو اس دور میں سب سے زیادہ افسوس نمازوں کے ترک ہونے کا تھا کہ ادا کرنا تقریباً تقریباً ناممکن تھا، جب اللہ نے صحت بخشی فوراً اپنی نمازوں کی ادائیگی میں لگ گئیں، اس درمیان میں بیشتر خدمت کی سعادت اور توفیق اس ناچیز اور اس کی اہلیہ کو حاصل ہوئی جس نے بڑی خندہ پیشانی سے ان کی خدمت کی، اللہ پاک اس کو بھی اس کا اجر عظیم عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

روحانی اولاد

''نقوش دوام''میں عزیزم مولانا عبدالواجد صاحب مدرس جامعہ ہذانے حضرتؒ کے تعلق سے جو مضمون مفصل لکھا ہے اس میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

نسبی اولاد کے ساتھ ساتھ اللہ پاک نے آپ کی روحانی اولاد کو اسقدر بڑھایا کہ آپؒ کا علمی، روحانی، عملی، فیضان پورے عالم، براعظم افریقہ، یورپ، سعودیہ، امریکہ ودیگر ممالک میں پھیلا اور پھیل رہا ہے اور ان شاء اللہ العزیز تا قیامت پھیلتا رہے گا، آں ممدوح کی، مرشدانہ، ناصحانہ ومربیانہ خدمات کوتا دیر یاد رکھا جائے گا، چونکہ کارنامہ ہی اتنا عظیم الشان فخیم المرتبت ہے کہ آپ کا علمی فیضان نسل درنسل پہونچ رہا ہے اورالی یوم القیامۃ پہونچتا رہیگا، ویسے تو اس کائنات میں ہر دن ہزاروں کی تعداد میں لوگ آتے جاتے ہیں سب کو یاد نہیں کیا جاتا لیکن کچھ روحیں اتنی مقدس وپاکیزہ ہوتی ہیں کہ ان کو حتماً ولازماً یاد کیا جاتا ہے کیونکہ وہ مخلوق خدا کو خداتعالیٰ سے ملانے کا اہم ترین فریضہ انجام دے چکی ہوتی ہیں، تو اس نقطۂ نظر سے وہ بڑی برگزیدہ اہمیت کی حامل قابل قدر بن جاتی ہیں کہ ان کو دنیا والے ہر دور میں یاد کرتے ہیں اوران کا ذکر خیر کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔

نسبی اولاد

آپکی نسبی اولاد میں پانچ بنات صالحات، قانتات، عابدات، اورتین ابناء ہیں جن میں قابل الذکر وہ ہیں جنکا تذکرہ مندرجہ ذیل سطور میں ہونے والا ہے:

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشادگرامی ہے: عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ ان

رسول اللہ ﷺ قال اذا مات الانسان انقطع عمله الا من ثلاث الا من صدقة جارية اوعلم ينتفع به اوولد صالح يدعوله (مسلم/ج۲/ص۴۱،مشکوۃ شریف ج۱/ص۳۲) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب انسان کو موت آجاتی ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے (کہ مرنے کے بعد بھی ان کے اجر کا سلسلہ جاری رہتا ہے) صدقۂ جاریہ یا ایسا عمل جس سے نفع اٹھایا جائے یا نیک بیٹا جو باپ کے حق میں دعا کرتا رہے۔

جناب قاری عبید الرحمٰن صاحب نائب مہتمم جامعہ ہٰذا

حضرتؒ کے دوسرے نمبر کے صاحبزادے برادر کبیر جناب قاری عبید الرحمٰن صاحب ہیں، آپ کی ولادت ۴/ رجب المرجب ۱۳۸۲ھ مطابق ۲/ دسمبر ۱۹۶۲ء میں ہوئی، تاریخی نام سلمان اختر ہے، ابتدائی کتب سے تاجلالین جامعہ ہٰذا میں پڑھیں، مشکوٰۃ شریف کی تعلیم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں حاصل کی، دورۂ حدیث شریف اور قرأت سبعہ کی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی، راقم السطور سے دو سال آگے تھے جو حضرتؒ کے ساتھ بہت سے اسفار میں بھی ساتھ رہے اور بہت سی خصوصیات کے جامع ایک بہترین قاری اور مجود ہیں اور مدرسہ کے کاموں میں ایک عمدہ رفیق اور معاون ہیں اور مخلصانہ جذبات رکھتے ہیں اور مدرسہ کے انتظامی وتدریسی کاموں میں اور نگرانی وغیرہ میں حضرتؒ کے دور سے اب تک برابر شریک وسہیم ہیں اور **واجعلنی وزيرا من اهلی هارون اخی اشدد به ازری و اشركه فی امری** (سورۂ طٰہٰ) کا مصداق ہیں، حق تعالیٰ شانہ ان کو مزید برکتوں سے اور ترقیات ظاہرہ وباطنہ سے

نوازے، مدرسہ کی خدمات میں برابر مصروف کار ہیں اور ان کی محنتوں سے مدرسہ کو فائدہ ہو رہا ہے، اللھم زد فزد وبارك تقبل ۔

عزیزم مولانا عبدالواجد صاحب نے ایک مقام پر اس طرح لکھا ہے: حدیث پاک میں نیک صالح بیٹے کا تذکرہ ہے کہ ایسا بیٹا جو اپنے والد کے دنیا سے چلے جانے کے بعد اس کے لئے دعائے خیر کرتا رہے، جہاں حضرتؒ کی روحانی اولاد کی ایک کثیر تعداد ہے وہیں آپ کی نسبی اولاد میں سے ایک صالح نوجوان، محدث کبیر، مفسر عظیم، فقیہ نبیل، ولئ کامل، عارف باللہ، ہمہ وقت اللہ کی یاد میں مستغرق وغوطہ زن، دنیوی امور سے دور حضرت الاستاذ واستاذ العلماء حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم شیخ الحدیث (ثانی) وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ہیں، جن کو اللہ پاک نے بہت سی گوناگوں خصوصیات وصفات سے نوازا ہے، ایسا فرزند وجگر گوشہ جو بذات خود دعا وایصال ثواب کے ساتھ ساتھ بہت سے انسانوں کے ذریعہ دعاء کراتا ہو تو ایسے پیارے باپ کے درجات اللہ ہی جانتے ہیں کہ کتنے اونچے ہوں گے۔

آپؒ کے جگر گوشہ حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم کو اللہ پاک نے جہاں علمی عملی بہت سی خوبیوں سے نوازا ہے وہیں آپ کو بیعت وارشاد میں ایک خاصا مقام عطا فرمایا ہے، آپ فانی فی اللہ عاشق رسول اللہؐ حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتاپ گڈھیؒ سے منسلک ہوئے انہوں نے آپ کے اندر بہت سی صفات حمیدہ کو دیکھ کر آپ کو اپنی عنایتوں سے سرفراز فرمایا نیز فرمایا کہ آپ کی محبت سے میرا دل بھی متأثر ہو گیا، آپ کے انتقال کے بعد حضرت مولانا شاہ محمد

قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم سے بیعت ہوئے، چنانچہ انہوں نے تو آپ کو خلافت سے بھی نوازا، ایسے ہی شیخ وقت فانی فی اللہ عاشق رسول اللہ حضرت شیخ آصف حسین فاروقی مدظلہ العالی نے آپ کو خلافت مرحمت فرمائی، وہ آپ سے بے حد وحساب محبت کا اظہار فرماتے ہیں (حضرت شیخ آصف حسین فاروقی دامت برکاتہم برطانیہ میں جو خطبات فرماتے ہیں وہ تمام خطب بزبان اُردو وانگلش جمع کر دئے گئے ہیں جو ''خطبات آصفیہ'' کے نام سے موسوم ہیں، برطانیہ میں بکثرت طبع ہوتے رہتے ہیں، حضرات علماء کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو علم لدنی عطا فرمایا ہے، خطبات ایسے روح پرور ہوتے ہیں کہ جو دل کی دنیا بدل ڈالتے ہیں، مراقبات کی محفلیں، ذکر کے حلقے، پند ونصائح کی مجلسیں ہمہ وقت سجی رہتی ہیں) الغرض ''خطبات آصفیہ'' پر آپ نے مقدمہ تحریر فرمایا ہے جو آپ کے شیخ کی آپ سے محبت صادقہ کی بین دلیل ہے۔

اسی طرح شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہ کے خلیفہ حضرت مولانا سید محمود حسن صاحبؒ نے بھی آپ کو خلافت دی، بزرگوں کا کسی شخص پر انتہائی مہربان ہونا اور خلافت ونیابت سے نوازنا بھی صالح ہونے کی علامت ہے، حقیقت یہ ہے کہ آپ ایک بزرگ اور ولی صفت انسان ہیں اطال اللہ حیاتہ۔

اسی طرح آپ درس وتدریس میں بھی مہارت تامہ رکھتے ہیں آپ پورے ادارہ کی ذمہ داری کو بحسن وخوبی انجام دینے کے ساتھ ساتھ کتاب بخاری شریف جلد ثانی، ترمذی شریف مکمل اور افتاء کی بھی اہم ذمہ داری انجام دیتے ہیں، اللہ پاک آپکی اور ادارہ کی تمام شرور فتن سے حفاظت فرمائے، اور ہم تمام خدام جامعہ کو دینی خدمات خوب اخلاص و

للّٰہیت کے ساتھ انجام دینے کی توفیق دائمی نصیب فرمائے، آمین یارب العالمین۔

حضرت والد صاحبؒ رجال ساز تھے

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی آدمی بذاتِ خود بہت سی صفات کا حامل، تمام علوم وفنون میں ماہر اور آداب واخلاق میں بے مثال ہوتا ہے مگر اس کے اندر دوسروں میں وہ کمالات منتقل کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی، لیکن حضرت قاری صاحبؒ ان باکمال لوگوں میں سے تھے جو اپنے کمالات دوسروں میں منتقل کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے تھے، حضرت قاری صاحبؒ نے اپنی زندگی میں بے شمار افراد تیار کیے اور علماء وقراء کی ایک بہت بڑی تعداد اپنے پیچھے چھوڑی جو دنیا بھر میں قرآن وسنت کی نشر واشاعت اور خلق خدا کی خدمت میں مصروف ہے، بڑے بڑے اصحاب درس وتدریس پیدا کیے جنہوں نے مسند درس پر بیٹھ کر معارف وحقائق کے موتی لٹائے، ایسے قراء امت کو دیے جنہوں نے اپنی نغمگی آواز سے فضاؤں کو معطر کر دیا اور ایسے اصحاب نظم ونسق پیدا کیے جنہوں نے جگہ جگہ مکاتب، مدارس اور عصری ادارے قائم کیے اور وہ بحسن وخوبی انکا اہتمام وانتظام چلا رہے ہیں، حضرت قاری صاحبؒ نے ہر میدان کے لوگ تیار کیے جو اپنے اپنے دائروں میں مصروف عمل ہیں اور یہ آپ کی باقیات صالحات میں سے ہیں جس کا اجر آپ کو تا قیامت ملتا رہے گا۔ (ماخوذ از نقوش دوام، از تحریر جناب مولانا محمد ناظم قاسمی صاحب معتمد ناظم تعلیمات کاشف العلوم چھٹمل پور)۔

گیارھواں باب

مخصوص تلامذہ

مخصوص تلامذہ

حضرت والد صاحبؒ کا نظام مدرسہ کے ساتھ ساتھ شروع زمانہ سے ہی اخیر تک درس وتدریس کے ساتھ بھی تعلق رہا اور اس میں بھی آپ مستقل مصروف رہتے تھے اس لئے آپ کے تلامذہ کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے اور آپ کے تلامذہ کے تلامذہ تو دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں، اس طویل مدت میں آپ کی تربیت ونگرانی اور توجہات سے جو فیض پہنچا وہ تو ایک دریاؤں کے مانند ہے اور سارے عالم میں ادارے کے علماء فضلاء اور مستفیدین دینی خدمات سے وابستہ ہیں، اگر ان تمام کی تفصیل لکھی جائے تو یہ ایک مستقل کام ہو جائے گا جس کی یہ مختصر کتاب متحمل نہیں ہو سکے گی، اللہ پاک نے توفیق دی تو تاریخ اشرف العلوم میں یہ چیزیں ذکر کی جائیں گی، ایک محتاط اندازے کے مطابق چالیس سے پچاس ہزار تقریباً افراد ہونگے جو ادارہ میں ستر سال کی مدت میں آئے اور گئے اور ایک بڑی تعداد مختلف شعبوں سے تکمیل کر کے گئی، اللہ پاک ان سب کو قبول فرمائے یہ سب حضرتؒ کے لگائے ہوئے گلشن کا فیض اور برکت ہے اور اس کا سلسلہ بحمد للہ جاری وساری ہے، یہاں چند مخصوص تلامذہ شمار کرائے جاتے ہیں:

(۱) حضرت مولانا محمد حنیف صاحب گنگوہی

مولانا کچھ روز قبل مرحوم ہو چکے ہیں، آپ حضرت والد صاحبؒ کے ابتدائی شاگردوں میں سے ہیں، کافی زمانہ مدرسہ میں گذارا اور بقول خود ان کے کہ میں نے

حضرت قاری صاحبؒ سے درجنوں سے زیادہ کتابیں پڑھی ہیں، ان میں سے جن کتابوں کے نام معلوم ہو سکے وہ درج ذیل ہیں:

(۱) حمد باری۔ (۲) تیسیر المبتدی۔ (۳) گلزار دبستاں۔

(۴) گلستاں باب ہشتم۔ (۵) بوستاں۔ (۶) اخلاق محسنی۔

(۷) مفتاح القواعد۔ (۸) مفید الطالبین۔ (۹) نفحۃ الیمن۔

(۱۰) نور الایضاح۔

پھر کچھ دن مدرسہ میں پڑھایا بھی پھر مراد آباد وغیرہ بھی پڑھایا اور مدرسہ بھی قائم کیا پھر مختلف وجوہات سے گنگوہ میں ہی آ گئے تھے اور اپنے گھر پر ہی تصنیف و تالیف کا بے مثال کارنامہ انجام دیا، حضرت مرحوم بہت بڑے عالم، فاضل، محقق، مدقق شارح تھے آپ کے قلم سے امت کو بہت فیض پہونچا، اور بعض ایسی تصنیفات وجود میں آئیں جن میں آپ منفرد ہیں جو بعد کے لوگوں کے لئے مرجع بن گئی اور بڑے بڑے علمائے روزگار نے آپ کی تصانیف کا اعتراف کیا اور ان کو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا، یہاں آپ کی تصانیف کا اجمالاً تذکرہ کیا جاتا ہے:

(۱) نیل الامانی شرح اردو مختصر المعانی دو جلدیں۔

(۲) الصبح النوری شرح اردو مختصر القدوری۔

(۳) معدن الحقائق شرح اردو کنز الدقائق دو جلدیں۔

(۴) غایۃ السعایہ فی حل مافی الهدایہ یعنی شرح ہدایہ اولین دس جلدیں۔

(۵) طلوع النیرین شرح اردو ہدایہ آخرین آٹھ جلدیں۔

(۶) وہبی تحقیقات شرح اردو قطبی تصدیقات۔

(۷) قدسی تنورات شرح اردو قطبی تصورات۔

(۸) تحفۃ الادب شرح اردو نفحۃ العرب۔

(۹) فلاح و بہبود شرح اردو قال ابوداؤد دو جلدیں۔

(۱۰) الروض النضیر شرح اردو الفوز الکبیر۔

(۱۱) انوار البروق انوار فی الفروق۔

(۱۲) ظفر المحصلین باحوال المصنفین۔

(۱۳) اوّلیات۔

(۱۴) شرح ابن عقیل عربی دو جلدیں۔

ان کی وفات کے تعلق سے میں ماہنامہ ''صدائے حق'' میں بقلم مولانا محمد ساجد کھجناوری اس طرح لکھا گیا ہے:

ممتاز عالم دین و شارح کتب درسیہ

مولانا محمد حنیف گنگوہی کا انتقال

دینی مدارس و مراکز ایک بافیض شارح اور بلند پایہ مترجم سے محروم

برصغیر ہند و پاک بنگلہ دیش میں قائم مدارس اسلامیہ کے مروجہ درس نظامی میں شامل متعدد کتابوں کے ممتاز شارح اور ترجمہ نگار مولانا محمد حنیف گنگوہیؒ کا اپنے

وطن قصبہ گنگوہ میں صبح تین بجے ۱۹؍رجب المرجب ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۰؍جون ۲۰۱۲ء بروز یکشنبہ ۸۰؍برس کی عمر میں انتقال ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون ، وہ ادھر ایک عرصہ سے بسلسلۂ تدریس وتالیف دیوبند میں مقیم تھے۔

حضرت مولانا محمد حنیف ۱۹۳۲ء میں قصبہ گنگوہ کے محلّہ غلام اولیاء میں الحاج شریف احمد انصاری کے یہاں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم وتربیت مقامی ادارہ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ میں ہوئی جہاں ۱۹۴۳ء میں داخلہ لے کر حفظ کی تکمیل کی، اوراجراء فارسی، جماعت میزان الصرف، ہدایۃ النحو اورکافیہ تک تعلیمی سلسلہ جاری رہا اور دیگر اساتذہ کے علاوہ اشرف العلوم کے بانی حضرت مولانا قاری شریف احمد گنگوہیؒ سے کسب فیض کیا آپ کی ہی سرپرستی میں اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۹۵۰ء میں مفتاح العلوم جلال آباد میں دوسال اور پھر دارالعلوم دیوبند پہنچے جہاں ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۶ء میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی، بخاری شریف شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے پڑھی، بعدازاں تدریسی زندگی کا آغاز اپنی مادر علمی اشرف العلوم رشیدی گنگوہ سے کیا اور تین سال تک عربی درجات کے مقبول استاذ رہے، بعض دیگر مدارس میں بھی درسی خدمت کی، آپ کا اصل مشغلہ تصنیف وتالیف رہا انہوں نے درس نظامی کی بہت سی مشکل سمجھی جانے والی کتابوں کی شروحات لکھیں، ترجمے کئے جس سے ان کی علمی شخصیت ابھر کر سامنے آئی، حضرت مولانا محمد حنیف کی نماز جنازہ بعد نماز ظہر جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کے ناظم حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ گنگوہی نے پڑھائی جس میں اہل

علم کی بھی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی اور مقامی انصاری قبرستان تیتروں بس اسٹینڈ گنگوہ میں انہیں ہمیشہ کے لئے پیوند خاک کر دیا، آپ کے حادثۂ وفات کی خبر دینی و علمی حلقوں میں شدتِ غم کے ساتھ سنی گئی اور ایصال ثواب کر کے مرحوم کے لئے دعاء مغفرت کی گئی۔

مغربی یوپی کی ممتاز درسگاہ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ میں ان کے انتقال کی خبر ملتے ہی پورا ماحول سوگوار ہوگیا، دریں اثناء آپ کے سانحۂ رحلت پر سرکردہ شخصیات نے اپنے شدید رنج وغم کا اظہار کیا ہے، جامعہ کے ناظم حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ قاسمی نے فرمایا کہ مولانا محمد حنیف گنگوہیؒ ممتاز شارح اور قابل قدر عالم دین تھے، وہ اشرف العلوم کے ہونہار ابتدائی فیض یافتگان میں سے تھے، ان کے انتقال سے جامعہ نے اپنا ایک نامور سپوت کھودیا، جامعہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا وسیم احمد سنسار پوری نے فرمایا کہ وہ جامعہ کے قدیم زمانہ کے مقبول مدرسین میں سے ایک تھے، استاذ حدیث حضرت مولانا محمد سلمان گنگوہی نے فرمایا کہ وہ میرے استاذ تھے میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا اور سمجھا، اللہ ان کی بال بال مغفرت فرمائے آمین (ماخوذ از ماہنامہ ''صدائے حق'' گنگوہ)۔

(۲) جناب حضرت مولانا قاری اصغر صاحب گنگوہی

جناب حضرت مولانا قاری اصغر صاحب شیخ الحدیث جامعہ خادم الاسلام ہاپوڑ آپ کی ولادت ۱۳۵۲ھ مطابق ۴ رنومبر ۱۹۳۳ء الحاج محمد سعید احمد صاحب کے گھر پر ہوئی، انہوں نے بھی حضرت والد صاحبؒ کے پاس حفظ قرآن پاک پونے

دوسال میں کیا اور تجوید کی مشق کی، بعد ازاں مفتاح العلوم جلال آباد میں حضرت والد صاحبؒ نے آپ کا داخلہ کرایا وہاں دوسال ابتدائی عربی کی تعلیم حاصل کی پھر شوال ۱۳۷۷ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوکر درس نظامی کی کتب پڑھیں اور ۱۳۸۰ھ میں دورہ سے فراغت ہوئی بعدہ ایک سال مزید رہ کر فنون وافتاء کی مشق کی، فراغت کے بعد جامعہ عربیہ خادم الاسلام ہاپوڑ سے تدریس کا آغاز کیا فی الوقت وہاں کے شیخ الحدیث آپ ہی ہیں اور تادم تحریر یہیں مصروف خدمت ہیں، ایک زمانہ تک حضرت والد صاحبؒ سے بہت خط وکتابت رہی اور آنا جانا رہا۔

(۳) حضرت مولانا وسیم احمد صاحب مدظلہ العالی

آپ کی ولادت ۱۹۵۲ء میں مولانا بشیر احمد صاحبؒ کے یہاں سنسار پور ضلع سہارنپور میں ہوئی (حضرت مولانا وسیم احمد صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ) آپ بھی حضرت والد صاحبؒ کے ممتاز تلامذہ میں سے ہیں، ابتدائی تعلیم آبائی وطن مدرسہ فیض رحمانی سنسار پور ضلع سہارنپور میں ہوئی بعد ازاں جامعہ اشرف العلوم رشیدی میں داخلہ لے کر ہدایۃ النحو اور کافیہ پڑھ کر پھر ۱۹۶۴ء میں مظاہر علوم سہارنپور چلے گئے وہاں سے ۱۹۷۰ء میں فراغت پائی پھر فراغت کے بعد سے جامعہ اشرف العلوم میں مختلف علوم وفنون کا درس دیا اور دے رہے ہیں اور ۱۴۰۵ھ میں جب دورۂ حدیث کا آغاز ہوا آپ ہی شیخ الحدیث بنائے گئے، آپ کا فیض الحمدللہ دریاؤں کی طرح جاری ہے، اللہ پاک اسی طرح دیر تک جاری وساری رکھے، بہت ہی نیک صالح بااخلاق، بااخلاص، متواضع، متبحر،

علوم وفنون میں مہارت تامہ رکھنے والے عالم فاضل بزرگ ہیں اور ادارہ میں پڑھانے والے اساتذہ بشمول راقم الحروف سب کے بڑے استاذ ہیں، اور آپ کو اجازت وخلافت جامع الاوصاف والکمالات حضرت مولانا حکیم سید مکرم حسین صاحب دامت برکاتہم سے ہے جو عارف باللہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائپوریؒ کے خلیفہ ومجاز ہیں، اللہ پاک ان کی حیات میں برکت فرمائے، آپ کی تصانیف بذل السعایہ فی مقدمۃ الہدایہ، تبذیرالبنان فی تذکرۃ النعمان، مقدمہ تفسیر، مقدمہ حدیث غیر مطبوعہ۔

(۴) حضرت مولانا محمد سلمان صاحب گنگوہی مدظلہ العالی

آپ کی ولادت ۱۹۵۴ء میں حافظ علیم الدین صاحبؒ کے یہاں محلّہ بہاؤالدین گنگوہ ضلع سہارنپور میں ہوئی، از نورانی قاعدہ تا مشکوۃ شریف کی تعلیم جامعہ اشرف العلوم رشیدی میں حاصل کی، حضرت والد صاحبؒ کے پاس اجراء، مفید الطالبین، بوستاں، اخلاق محسنی، نفحۃ الیمن وغیرہ کتب پڑھیں، حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کے مشورہ سے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں دورۂ حدیث شریف کی تعلیم حاصل کی، شعبان ۱۳۹۷ھ میں فراغت ہوئی، ایک سال بعد جامعہ اشرف العلوم رشیدی میں تقرر ہوا، جامعہ اشرف العلوم میں تدریسی خدمت کے دوران جمعرات کی شام میں حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ کی خدمت میں دارالعلوم دیوبند جاتے کتب افتاء کا درس لیتے اور جمعہ کی شام میں واپس گنگوہ آتے، اس طرح سے آپ نے افتاء کی تکمیل کی۔

حضرت مولانا محمد سلمان صاحب گنگوہی مدظلہ العالی مدرس جامعہ ہذا خلیفہ جامع الاوصاف والکمالات حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ، والد صاحبؒ کے اہم شاگردوں میں ہیں جن پر حضرت والد صاحبؒ کی خصوصی عنایات اور شفقتیں رہیں جس کا انہوں نے بہت تفصیل کے ساتھ اپنے مضمون جو ''نقوش دوام'' میں شائع ہو چکا ہے اعتراف واقرار کیا ہے، جس کا عنوان ہے ''میرے محسن ومربی اور مشفق استاذ''، جس سے ان کی محبت وخلوص اور اپنے استاذ گرامی کے ساتھ صحیح تعلق اور وفاداری کا مظاہرہ ہوتا ہے جو بہت سے معاصروں کے لئے جن پر حضرتؒ کے بے شمار احسانات ہوئے ہیں اور انہوں نے اس کے صلے اس کے بالکل برعکس ان کی حیات میں اور بعد میں ادارہ کو دئے ہیں باعث عبرت وبصیرت ہیں، حضرت مولانا اپنی ذات میں نہایت متواضع، متقی اور صاحب علم ومعرفت بزرگ ہیں اور ادارہ کے حق میں نہایت ہی وفادار اور مخلصانہ جذبات رکھتے ہیں، اللہ پاک ان کی عمر میں خوب برکات فرمائے اور ان کے فیض کو جاری وساری رکھے۔

(۵) جناب مفتی حبیب اللہ صاحب چمپارنی

جناب مفتی حبیب اللہ صاحب چمپارنی محدث وناظم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور اعظم گڈھ یوپی، اس وقت کے بہت بڑے عالم، فاضل، مفتی، محدث بزرگ ہیں اور ایک ادارہ کے ذمہ دار بھی ہیں جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ میں از میزان الصرف تا مشکوٰۃ شریف اور حضرت والد صاحبؒ سے بوستاں، مفید الطالبین، نفحۃ الیمن پڑھیں اور بہت فیضیاب ہوئے پھر دارالعلوم سے

فراغت پائی اور مختلف اداروں میں قرآن وسنت کی خدمات میں مصروف رہے پھر مہذب پور اعظم گڈھ میں اپنا ادارہ قائم کیا اور اپنے ادارہ میں ایک بڑے قافلے کی سرپرستی کے ساتھ دینی خدمات میں مصروف ہیں، مولانا عبدالحلیم جونپوریؒ کے خلیفہ بھی ہیں، حضرت والد صاحبؒ کے تعلق سے ان کا مضمون ''نقوش دوام'' میں ''ان کے کردار سے خوشبو مہکے'' کے عنوان کے تحت اپنے بہترین جذبات کا اظہار فرمایا ہے، راقم السطور کے ساتھ بھی بہت ہی شفقت ومحبت رکھتے ہیں اور بہت سی کتابوں کے مصنف بھی ہیں، جزاہ اللہ خیرا فی الدارین وبارک اللہ فی عمرہ۔

(۶) جناب الحاج مولانا قاری عبدالرؤف صاحب بلندشہری

آپ کی ولادت ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۲/اپریل ۱۹۶۰ء اللہ بخش کے یہاں موضع بھائی پور ضلع بلندشہر میں ہوئی، جناب الحاج مولانا قاری عبدالرؤف صاحب بلندشہری استاذ قرأت وتجوید دارالعلوم دیوبند نے جامعہ ہذا میں کافی وقت گذارا اور حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ بہت ہی انسیت ومحبت رکھ کر جامعہ سے اور بانی جامعہ سے بہت فیض اور توجہات حاصل کیں، راقم السطور کو وہ منظر یاد آتا ہے جب حضرت والد صاحبؒ دفتر میں بیٹھ کر ان کو اور اچن کے کئی ساتھیوں کو وجد کی کیفیت کے ساتھ قرآن پاک کی مشق کرایا کرتے تھے اور دیر دیر تک اس میں مشغول رہتے تھے، جامعہ اشرف العلوم میں از اجراء فارسی تا مشکوۃ تعلیم حاصل کی، پھر آپ یہاں سے ۱۴۰۲ھ میں دورۂ حدیث شریف کی تعلیم کیلئے دارالعلوم دیوبند چلے گئے اور دارالعلوم میں وہاں کے اکابر سے فیوض وبرکات حاصل کئے اور پھر ۱۴۰۵ھ

میں مادر علمی دارالعلوم دیوبند کی خدمت کے لئے قبول کر لئے گئے اور وہاں آپ کا فیض جاری وساری ہے طلبہ کے درمیان مقبول ہیں، اور حضرت والد صاحبؒ کے بڑے مداح اور قدر دان ہیں اور ادارہ کے ساتھ بڑی مخلصانہ محبت رکھتے ہیں، اللہ پاک ان کو ہر طرح کی شفا اور صحت وقوت سے نوازے اور ان کے فیض کو عالم میں دور دور تک پھیلائے اور پھیلنے کے اسباب مہیا فرمائے آمین یارب العالمین۔

(۷)جناب مولانا شبیر احمد صاحب گجراتی

جناب مولانا شبیر احمد صاحب گجراتی مقیم حال انگلینڈ، آپ کافی عرصہ جامعہ ہذا میں مقیم رہے اور یہاں قیام کے دوران حضرت مولانا مسیح اللہ صاحبؒ کی خدمت میں بھی جلال آباد مدرسہ میں ان کی خانقاہ میں جایا کرتے تھے، حضرت والد صاحبؒ سے بہت انسیت ومحبت رکھتے تھے اور حضرت والد صاحبؒ کو بھی ان کے ساتھ بہت زیادہ انسیت ومحبت تھی اور وہی حضرت والد صاحبؒ کے سب سے پہلے برطانیہ کے سفر کے محرک بنے، یا یوں کہا جائے کہ حضرت والد صاحبؒ ان کو اپنے ساتھ لے گئے اور انہوں نے مدرسہ کا تعاون کرایا جس سے بہت کام ہوا اور مولانا وہیں مقیم ہو گئے، نیک صالح بڑے اچھے عالم فاضل مخلص انسان ہیں، اللہ پاک ان کی عمر میں خوب خوب برکت عطا فرمائے اور ظاہری وباطنی ترقیات سے نوازے آمین۔

(۸)مولانا محمد الیاس صاحب گجراتی

مولانا محمد الیاس صاحب گجراتی ثم لندنیؒ، بنگلور کے ایک غیر مسلم گھرانے

سے تعلق رکھتے تھے اللہ پاک نے اپنی خاص عنایت سے اسلام اور ایمان کی توفیق عطا فرمائی، وہاں سے مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے وہاں سے گنگوہ آئے اور ایک عرصۂ دراز موصوف مرحوم نے یہاں گذارا اور مدرسہ میں حضرتؒ کے ساتھ بہت ہی محبت اور انسیت رکھتے تھے، حضرتؒ نے ان کو مدرسہ کی مسجد کا امام بھی بنایا اس لئے کہ قرآن پاک بہت شاندار پڑھتے تھے اور ان کی تلاوت میں بڑی لذت وحلاوت تھی، فراغت کے بعد لندن چلے گئے اور وہیں ایک مسجد میں امامت کرتے تھے، حضرت والد صاحبؒ مرحوم کے پاس جاتے اور ٹھہرتے اور موصوف بہت ہی ادب واحترام فرماتے تھے اور اپنی وسعت کے مطابق بہت خدمت کرتے تھے، پھر مولانا موصوف چند بچوں کو چھوڑ کر جوانی ہی کی عمر میں اللہ کو پیارے ہو گئے جس کا حضرت والد صاحبؒ کو بہت ہی زیادہ صدمہ ہوا جبکہ وہ خود صاحب فراش تھے اور قلب کے مریض تھے یہاں تک کہ بار بار آپ کو سمجھانا پڑا حالانکہ آپ ہمارے بڑے تھے مگر ہم ان کو کبھی کبھی سمجھانے کی ہمت، ان کے غم کے ازالہ کی فکر عجیب انداز سے کرلیا کرتے تھے، حضرت مرحوم والد صاحبؒ کے نام اپنے ایک خط میں اس طرح لکھتے ہیں:

مدرسہ بہت یاد آتا ہے اور آپ کی شفقت اور محبت اتنا تڑپاتی ہے جس کو میں بیان نہیں کرسکتا، بہت مرتبہ تو رونا آجاتا ہے، بہر حال دن گذار رہا ہوں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس ناچیز کو اپنے دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائے آمین۔

محمد الیاس قاسمی

اللہ پاک مولانا موصوف کے درجات بلند فرمائے اور ان کی اولاد کو علم وفضل اور دارین کی برکات سے نوازے آمین۔

(۹)مولانا محمد یوسف صاحب صدر رشیدی

مولانا محمد یوسف صاحب صدر رشیدی زیدمجدہ ساؤتھ افریقہ ،مولانا گجرات کے رہنے والے شخص ہیں مدرسہ میں کافی عرصہ گذارا، حضرت والدصاحبؒ سے بھی پڑھا اوران کے بہت قریب رہے اور جب حضرت والدصاحبؒ کا افریقہ کا سفر ہوا جس میں یہ طالب علم بھی حضرت کے ساتھ تھا مولانا موصوف کے یہاں قیام ہوا بلکہ اصل میزبان وہی ہوئے اور بہت ہی محبت انتہائی خدمت اور مدرسہ کے ساتھ نہایت ہی مخلصانہ تعاون فرمایا، موصوف ان چند فضلاء میں سے ہیں جنہوں نے اپنی مادر علمی کو فیض پہنچایا، جبکہ اس زمانہ میں یہ عالم ہے کہ ہزاروں فائدے اٹھا کر بھی اپنی مادر علمی کے نہ احسانات مانتے ہیں اور نہ کچھ اخلاق ووفاداری کا ثبوت ہی دیتے ہیں، بلکہ بعض تو انتہائی غداری اورنمک حرامی کا مظاہرہ کرتے ہیں جس سے اداروں کا نقصان تو ہوتا ہی ہے لیکن ان کے باطنی اخلاق واوصاف وکردار کا ضرور ثبوت ملتا ہے، اس قسم کے بھی بہت سے واقعات اداروں کے منتظمین کو دیکھنے پڑتے ہیں ،لیکن اسی بیچ میں کچھ نیک صالح مخلص اور وفادار سپوت بھی اداروں سے تیار ہوتے ہیں جن سے دین کی نصرت کا کام لیا جاتا ہے، اللہ پاک ان کو اس کا بہترین بدلہ عطافرمائے اور ظاہری وباطنی برکات سے نوازے آمین۔

(۱۰)مولانا محمد سلمان صاحب بجنوری

ولادت باسعادت ۲۵رذی الحجہ ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۴راپریل ۱۹۶۹ء کھیڑہ افغان ضلع سہارنپور میں ہوئی یہاں آپ کے والد مولانا سعید احمد صاحب بجنوریؒ

جامع مسجد کے امام اور مدرسہ تعلیم الاسلام کے ناظم تھے، ابتدائی تعلیم آبائی وطن سہس پور ضلع بجنور میں ہوئی اور جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ میں جماعتِ کافیہ میں داخلہ لیکر حضرت والد ماجدؒ سے نفحۃ الیمن پڑھی اور اشرف العلوم سے فراغت ۱۴۰۷ھ میں ہوئی اور اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوئے، دوبارہ دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند میں کیا اور وہاں سے ۱۴۰۸ھ میں فراغت ہوئی، فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند میں دوسال معین مدرس رہے پھر ایک سال مدرسہ فیض ہدایت رائے پور میں درس دیا بعد ازاں دوسال شاہی مرادآباد میں مدرس رہے اس کے بعد دارالعلوم دیوبند کی طلب پر دارالعلوم دیوبند میں تشریف لے آئے اور بحیثیت مدرس عربی آپ کا تقرر ہوا اور تادم تحریر آپ دارالعلوم کے مقبول مدرسین میں شمار ہوتے ہیں اللہ قبول فرمائے اور مزید ترقیات سے ہمکنار کرے آمین۔

ان کے بڑے بھائی جناب مولانا محمد سفیان صاحب بھی اسی طرح کے فاضل ہیں شروع سے آخر تک یہیں پڑھا حضرت والد صاحبؒ کے شاگرد ہیں جامعہ ہذا کے اولین فضلاء میں سے شمار ہوتے ہیں، فراغت کے معاً بعد ہی اپنے والد ماجد (حضرت مولانا سعید احمد صاحب) کے انتقال کے بعد امامت وخطابت میں مصروف ہوگئے اور پھر ایک عرصہ کے بعد وہاں سے جیزان سعودی عرب میں تبلیغ دین اور قرآن پاک کی خدمت میں مصروف ہیں، ایک لائق فاضل آدمی ہیں اور بہت سی خصوصیات کے جامع ہیں۔

(۱۱)مولانا مفتی عقیل صاحب بجنوری

مولانا مفتی عقیل صاحب بجنوری قصبہ سہس پور کے رہنے والے راقم الحروف کے مخلص ترین ساتھیوں میں سے ہیں، آپ کی ولادت ۱۹۶۷ء سہس پور ضلع بجنور میں ہوئی، تکمیل حفظ قاری ضیاء الحسن محمود پوری سے کیا، تجوید وقرأت قاری ظہور الحسن نگینوی اوراپنے والدمحترم قاری محمد سعید سے حاصل کی، نیز خوش خطی بھی والدمحترم سے ہی سیکھی اور مولانا یوسف شیر کوٹی سے فارسی پڑھی، بعدازاں جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ میں ۱۹۸۰ء میں جماعتِ میزان میں داخلہ لے کر حضرت والد صاحبؒ سے بوستاں، مفید الطالبین، نفحۃ الیمن اور تجوید وقرأت کی مشق کی ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء اشرف العلوم ہی سے فراغت ہوئی، فراغت کے بعد دارالعلوم وقف میں مزید دورہ کیا، آئندہ سال وہیں افتاء کی تکمیل بھی کی، فراغت کے بعد ۲۸/ جون ۱۹۸۷ء میں مدرسہ معارف العلوم سہس پور میں صدر مدرس کے عہدہ پر تقرر ہو گیا اور تادم تحریر عربی کے کامیاب مدرس بھی ہیں، بچپن سے نیک صالح طبیعت کے مالک اپنے کام سے کام رکھنے والے خرافات سے دور بااخلاق سلیقہ مند دین کے ایک مخلص خادم ہیں، آپ ایک طرف مدرسہ کی خدمت میں دوسری طرف تفسیر اور امامت اور افتاء وغیرہ کے امور بھی انجام دیتے ہیں اور قصبہ میں وعظ وبیان کے ذریعہ سے اور رمضان المبارک میں مدرسہ کے لئے محنت کے دوران مختلف علاقوں میں لوگوں کو فیضیاب کرتے ہیں اپنی مادرعلمی کے ساتھ بڑی انسیت رکھتے ہیں اسی طرح اس قصبہ

کے اور بھی بہت سے فضلا ہیں جنہوں نے یہاں فیض پایا اور مخلصانہ جذبات ادارہ کے ساتھ وابستہ رکھتے ہیں انہیں میں عزیزم مولانا محمد مسعود صاحب اور مولانا نہال صاحب جو پونہ میں ایک جگہ امام ہیں اور مولانا محمد شباہت صاحب جو جیزان سعودی عرب میں فیض پہنچانے میں مصروف ہیں۔

(۱۲) مولانا نجم الدین صاحب سلمہ مہاراشٹری

علاقۂ مہاراشٹر سے حضرت مولانا طالب علی صاحب خلیفہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ بہت خصوصیت کے ساتھ اپنے علاقہ کے بچوں کو یہاں بھیجا کرتے تھے اور مدرسہ کے اس طویل دور میں علاقہ مہاراشٹر میں تقریبا ہر جگہ پر اشرف العلوم کے فضلاء ستاروں کی طرح جگمگا رہے ہیں ان میں ایک وفادار اور مخلص فاضل عزیزم مولانا نجم الدین صاحب بھی ہیں، آپ ۱۰/ اکتوبر ۱۹۷۰ء میں موضع گھارَ ولا قصبہ چاکور ضلع لاتور میں پیدا ہوئے، والد صاحب کا اسم گرامی غلام رسول ہے، ابتدائی تعلیم مدرسہ مدینۃ العلوم لاتور میں ہوئی، ناظرہ، حفظ اور فارسی کی تعلیم حاصل کی، بعد ازاں ۲۶/ جون ۱۹۸۶ء میں جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ میں جماعت میزان میں داخل ہوئے اور حضرت والد صاحبؒ سے بوستاں، مفید الطالبین، دیوان متنبّی پڑھیں اور بڑی خصوصیت سے حضرت والد صاحبؒ اور مدرسہ کے ساتھ وابستہ رہکر پڑھنے میں مشغول رہے، اور جامعہ ہذا سے ہی ۱۹۹۲ء میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت ہوئی، آپ کے درسی رفقاء میں مولانا میزان صاحب مدرس جامعہ ہذا اور مولانا شباہت بجنوری ہیں، تاہنوز ادارہ کے ساتھ

وفاداری اور محبت رکھتے ہیں جو اپنی مادر علمی کے ہر اس شخص کو ہونی چاہئے جس نے کچھ علم کے ساتھ انسانیت بھی سیکھی ہو جو علم کا مقتضیٰ ہے کہ طلبہ پر ادارہ ہی خرچ کرتا ہے وہی ان کے لئے اساتذہ اور ان کی تنخواہوں، قیام، تدریس اور تمام سہولیات فراہم کرتا ہے بہت سے لوگ ادارہ کے احسانات کو بھلا دیتے ہیں اور غداروں کا ساتھ دیکر بعد میں پھر پچھتایا کرتے ہیں، اللہ پاک نے موصوف کو اپنے اساتذہ کی مخلصانہ خدمت اور تعلقات کے نتیجہ میں اپنے علاقہ میں دینی خدمات کا موقعہ عطا فرمایا، چنانچہ فراغت کے بعد مدرسہ مدینۃ العلوم لاتور میں تدریسی خدمت میں مشغول ہوگئے، بعد ازاں جنوری ۲۰۰۱ء میں والد بزرگوار (حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ) کے مشورہ سے جامعہ عربیہ دارالعلوم کے نام سے لاتور شہر میں ایک ادارہ قائم کیا جہاں پر فارسی تک تعلیم ہے، اس علاقہ میں جامعہ اشرف العلوم کا فیضان چپہ چپہ پر نظر آتا ہے اور ہزاروں کی تعداد میں اشرف العلوم کے فضلاء وہاں مختلف النوع دینی خدمات میں مصروف ہیں اللہ پاک سب کو قبول فرمائے اور انسانیت کی خدمت کے مواقع اخلاص اور صحیح دین کی تشریح کے ساتھ فراہم فرمائے آمین۔

(۱۳) احقر العباد راقم السطور

خون دل دے کے نکھارا ہے رخ برگ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

احقر العباد راقم السطور سراپا قصور جوان کی اولاد میں سب سے چھوٹا اور ناکارہ

ہے اللہ پاک اپنے بڑوں کی دعا سے کچھ کام کا بنادے اور اس سے کچھ اپنے مخلص استاذ، مربی عظیم، اب رحیم، والدِ کریم کے لگائے ہوئے گلشن کی حفاظت اور ترقیات مع برکات ظہور پذیر ہوں جو ان کی سب سے بڑی دلی تمنا اور آرزو تھی جس کے لئے انہوں نے اس جاہل وغافل کو منتخب فرمایا تھا اور جس کو اس طرح سے ذکر کیا ہے:

حضرات گرامی قدر اراکین مجلس وکمیٹی مدرسہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

سلام مسنون نیاز مقرون!

معروض آنکہ اللہ کی دی ہوئی توفیق سے مدرسہ کا کام زندگی بھر پوری محنت ومشقت کے ساتھ انجام دیکر مکتب سے مدرسہ اور مدرسہ سے بڑھکر ایک بڑا ادارہ اور علم دین واشاعت علوم اسلامیہ کا اللہ تبارک وتعالیٰ نے مرکز بنادیا، خدا کرے یہ ہر دن ترقی پذیر ہوکر پورے عالم میں اس کا فیض پہونچ جائے اور ہم سب کے لئے صدقۂ جاریہ، توشۂ آخرت اور حق تعالیٰ شانہ کی رضامندی کا ذریعہ بن جائے۔

ضروری بات قابل گذارش یہ ہے کہ میں اب مسلسل بیمار اور ٹانگوں کی تکلیف میں مبتلا رہتا ہوں، علاج معالجہ کے لئے بہت مرتبہ باہر جانا پڑتا ہے اور کئی کئی روز لگ جاتے ہیں، دوسرے یہ کہ مدرسہ کے کام سے باہر جانا ہوتا ہے جس کے اندر کئی کئی ماہ لگ جاتے ہیں، ایسی حالت میں ضروری ہے کہ میری مدد اور تعاون کے لئے کوئی مددگار ومعین ہو جو میری عدم موجودگی میں اور میرے سامنے ذمہ داری کے ساتھ کام کرے، اس کام کے لئے میں اپنے سب سے چھوٹے لڑکے مفتی خالد سیف اللہ کو مناسب اور بہتر سمجھتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے ان کو علم وتقویٰ کی دولت سے نوازا ہے،

اگر یہ میرے سامنے کام شروع کر دینگے تو میرے بعد میں انشاء اللہ چمن محمدی کی نگرانی اوراس کی ترقی کی فکر کرینگے، کم از کم یہ جذبہ ان کے اندر رہے گا کہ میرے والد کا لگایا ہوا چمن ہے اس کو خزاں نہ آئے بلکہ ہر لمحہ اس کی ترقی اور بہتری کی فکر ہوگی ، ان حالات کے پیش نظر ضروری ہے کہ آپ حضرات اس کی تصدیق وتائید فرما کر منظوری فرماویں گے اور شکریہ کا موقعہ عنایت فرماویں گے فقط والسلام۔

احقر شریف احمد

ناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ۴؍شعبان ۱۴۱۳ھ

چنانچہ اراکین کمیٹی نے نہ صرف اس اہم تجویز سے اتفاق کیا بلکہ اسے اپنے دل کی آواز اور وقت کی ناگزیر ضرورت قرار دے کر اس پر اپنے دستخط ثبت فرمادئے۔

پھر یہ اطلاع حضرات مدرسین کواس طرح کی گئی ''حضرات مدرسین کرام وملازمین صاحبان مدرسہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ضلع سہارنپور یوپی۔سلام مسنون کے ساتھ تحریر ہے کہ یہ معلوم ہوکر آپ حضرات کو بیحد مسرت ہوگی کہ مؤرخہ ۲۲؍جنوری ۱۹۹۳ء کو مدرسہ کی منتظمہ کمیٹی کے آٹھ اراکین حضرات نے اتفاق رائے سے ایک قرارداد پاس کی تھی جس کی توثیق وتصدیق مورخہ ۲۶؍اگست ۱۹۹۳ء کی قرارداد میں کی گئی اور طے کیا گیا کہ اس پرعمل درآمد شروع کیا جائے اور اس کا اعلان بھی اساتذہ وطلباء میں کردیا جائے ،لہذا اس قرارداد کی بعینہ نقل تحریر ہے، اطلاعی دستخط ثبت فرمائیں فقط۔

نقل قرار داد ۵/ مورخہ ۲۲/ جنوری ۱۹۹۳ء، اتفاق رائے سے طے ہوا کہ حضرت ناظم صاحب نے اپنی مسلسل علالت اور ٹانگوں کی تکلیف کا جو عذر تحریر فرمایا ہے وہ درست ہے اور حضرت ناظم صاحب کی عدم موجودگی میں مدرسہ میں ایک ذمہ دار کا ہونا بھی ضروری ہے اس لئے ہم سب طے کرتے ہیں کہ مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب حضرت ناظم صاحب کی معاونت میں مدرسہ کے ذمہ دار رہیں گے اور مدرسہ کی پوری پوری نگرانی کریں گے۔

چنانچہ جملہ حضرات مدرسین وملازمین نے نہ صرف اس تجویز سے اتفاق کیا بلکہ اپنی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے دستخط بھی ثبت فرمائے، بعد میں پھر بعض نے بغاوت کے طوفان اٹھائے اور چلائے اور کذب وافتراء کی وہ داستاں پھیلائی جس میں خدا کا خوف کہیں سے کہیں تک شامل نہیں تھا، اپنے اساتذہ اور اپنی مادر علمی کی عظمت کا بالکل خیال نہ کیا گیا، فتنہ وفساد کی تمام تر حدود پار کردی گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس کے لئے ان باغیوں نے ایک عرصہ سے تیاری کر رکھی تھی اور وہ ہمہ تن اس وقت کے منتظر تھے کہ کب یہ موقعہ ہاتھ آئے اور اس کے لئے طلبہ کے اندر عرصۂ دراز سے طلبہ کی ذہن سازی کی جارہی تھی اور جو دماغ طلبہ کی اصلاح اور ان کی صلاح وفلاح اور خیر خواہی میں خرچ ہونا تھا وہ دماغ اپنے محسن کے خلاف جن کے طفیل پڑھنا اور پڑھانا اور اس گلشن میں بیٹھنا اور عزت واحترام پانا نصیب ہوا تھا بغض وعناد اور حسد کی آگ میں سب کو خاک میں ملا دیا تھا اور اس کیلئے طلبہ کی دیر سے ذہن سازی اور باغیانہ مزاج کی تشکیل ہورہی تھی اور حضرتؒ کو نامناسب

خطوط لکھے جا رہے تھے، نمونے کے طور پر چند خطوط کے اقتباسات لکھے جاتے ہیں چنانچہ ایک خط جس کی شروعات ان القاب سے کی گئی ''البغض المدیر من اقوام الاخریٰ'' اور بعد میں لکھا ہے کہ آپ کی مخالفت و بغاوت میں ایک طوفان برپا کرنے والے ہیں، آگے لکھا ہے (۵) خاص بات یہ ہے کہ آپ کے انتقال کے بعد انشاء اللہ مدرسہ کے اندر ایسا انقلاب برپا کریں گے جس سے آپ کے نائب خالد صاحب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور ایسا ہوگا اور ویسا ہوگا، چنانچہ مشکل سے ان کے انتقال کو ایک سال ہی گذرنے پایا تھا کہ اس شر وفتنہ کو پورا کرنے کیلئے بطور سیاست تنخواہوں کا مدعا اٹھایا گیا، جسمیں یہ مطالبات تھے، جبکہ اس سال ماہ محرم پر سب کا اضافہ ہو چکا تھا (۱) ہم سب کی تنخواہوں میں کم از کم ڈیڑھ گنا اضافہ یعنی ہر ایک کی تنخواہ میں اس کی تنخواہ کا نصف اضافہ کیا جائے، اور یہ اضافہ اسی ماہ سے عنایت فرمایا جائے (جبکہ مہینہ ختم ہونے میں صرف چار پانچ دن باقی تھے، کیونکہ یہ حکم نامہ ۲۶ کو موصول ہوا تھا) (۲) ہر سال اضافوں کے ساتھ گرانی کے حساب سے تنخواہوں میں گرانی الاونس بھی شامل کیا جائے (۳) رمضان المبارک کے سفر کا الاونس ۲۰ فیصد مقرر کیا جائے (ان میں بعض پچاس فی صد کے جواز کے قائل تھے) (۴) قربانی کے موقعہ پر اجرت معقول یعنی فی یوم دو سو روپے مقرر کی جائے (۵) باقی ماندہ اتفاقی رخصتوں کا معاوضہ دیا جائے (از جملہ مدرسین مدرسہ ۲۳ جمادی الاولی ۱۴۲۷ھ)۔

اس آڈر کے ساتھ بذریعۂ ڈاک ایک خط میں لکھا گیا، اسی ماہ کے اندر

اندر اس کو پورا کر دو ورنہ ہم استعفیٰ دیں گے، الگ مدرسہ بنائیں گے تجھ کو ہٹا دیں گے، ہمارے پاس مہتمم بہت ہیں، غنڈے ہیں، گوجر ہیں، گولیاں ہیں، سیاسی طاقت ہے، اہل قصبہ ہیں، اہل دیہات ہیں، طلبہ کو بھڑکائیں گے، تیری عزت خاک میں ملائیں گے، بدنام کریں گے، چنانچہ سب کچھ کیا گیا اور خود اقرار بھی کیا، چنانچہ ایک صاحب لکھتے ہیں:

''قصبہ اور اطراف قصبہ اور ملک کے اکثر و بیشتر علاقوں میں ادارہ سے متعلق جو غلط افواہیں پھیلی ہیں وہ دراصل ہماری کم فہمی اور ناعاقبت اندیشی کا ثمرہ تھا (یعنی ہم نے پھیلائی تھیں) ہم اس پر نہایت شرمندہ ہیں''۔

ایک منٹ میں تم ہائے توبہ کروگے، دیو بند، سہارنپور کی طرح کریں گے، ایک دوسرے خط میں لکھا ہے کہ ''تو بخاری کیوں پڑھاتا ہے؟ اس کے لائق تو مولوی فلاں ہے، تو نظامت کیوں کرتا ہے؟ اسکے لائق تو فلاں ہے، تو پیری مریدی کیوں کرتا ہے؟ اس کے لائق تو فلاں ہے، تُو تَو دربانی کے لائق ہے، تو ایسا ہے تیرے گھر والے ایسے اور تیرے بچے ایسے ہیں'' مغلظات، اتہامات کا طوفان اور نہایت قبیح گالیوں پر مشتمل خطوط تحریر کرائے گئے، اور وہ باتیں منسوب کی گئیں جنکا راقم الحروف سے کوئی واسطہ مطلب نہیں تھا، اس درمیان میں فتنہ دبانے کی ہر مخلصانہ کوشش کی گئی، افہام وتفہیم، تنخواہ کے سلسلہ میں اضافے کے وعدے حتیٰ کہ شوریٰ کا فیصلہ کہ مناسب ومعتد بہ اضافہ ہوگا، سب حسد وبغاوت کی آگ اور خاک میں ملا دیا گیا، اور مادرِ علمی کے جملہ احسانات اور حضرت ناظم صاحبؒ کے جملہ

احسانات کا یہ صلہ عنایت فرمایا گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کیونکہ اس پورے گروہ نے اسی ادارہ سے علمی، مالی، اقتصادی، تجارتی، بے شمار فائدے اٹھائے تھے، جنکا شکریہ انکی نسلیں مل کر بھی ادا کرتیں تو کم تھا، تقریباً دو ماہ سے زیادہ کا عرصہ بذریعہ طلبہ وغیرہ ہر نوع کا فساد وفتنہ کر گئے، خود استعفیٰ دیکر تشریف لے گئے، مزید تعجب وافسوس ان کچّے کانوں پر جنہوں نے ایک ضابطہ بنالیا کہ منتظمین کے خلاف اٹھنے والا ہر گروہ سچّا اور مظلوم ہے، اور انتظامیہ ظالم ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفَسَادo اِنَّ اللّٰهَ لَایُحِبُّ الْمُفْسِدِیْن، وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ o گویا منسوخ، نقض عہد، نقض امن، تعلیمی نقصانات، کرنے والے برحق اور قابل تحسین، لائق مبارکباد اچھے، اچھے لوگ تَوَاصِیْ بِالْحَقِّ o تَوَاصِیْ بِالصَّبْر o سے غافل ہوکر تواصی بالباطل، تواصی بالشر، تواصی بالفساد والفتنہ میں مبتلا ہوتے ہیں، یہ اہل حق کے گروہ کا عالم ہے تو دوسروں کی کیا شکایت کی جائے، مگر حق تعالیٰ شانہ نے حضرتؒ کی قلبی دعاؤں کی برکت سے حفاظت فرمائی اور جوان کا ہر وقت کا ایک فکر تھا کہ میرے مرنے کے بعد مدرسہ کا کیا ہوگا ہر دن تقریباً یہ جملہ ان کی زبان پر جاری رہتا تھا، ہم اس کو اس وقت تک اس قدر روزنی اور بھاری بھر کم تصور نہ کرتے تھے کہ اس کے پیچھے کیا کیفیت اور کیا فکر اور کیا غم اور کیسی مصیبت کی داستان مضمر ہے، کیونکہ وہ خطوط جن میں مدرسہ کو نقصان پہونچانے کی شدید دھمکیاں ان کو پہنچ رہی تھیں مگر وہ صابر انسان اس چیز کا اظہار اپنے متعلقین سے بالکل نہ کرتا تھا کہ میرے پاس اس قسم کے خطوط آرہے ہیں، جبکہ

ان کو اندازہ تھا کہ یہ کن لوگوں کی ذہنیت کی ترجمانی اور کن دماغوں کی عکاسی ہے کیونکہ وہ آستین کے سانپ وقتاً فوقتاً ان کو کاٹتے رہتے تھے اور یہ اس بندۂ صابر کی عجیب کیفیت تھی جو بہت بڑے ولی اللہ کو نصیب ہوتی ہے، جیسا کہ ہمارے شیخ ومرشد حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ''میں آستین میں سانپ پالتا ہوں جب کاٹتے ہیں تو مسکراتا ہوں'' یہی حال حضرت والد صاحبؒ کا تھا کہ مفاد مدرسہ کی وجہ سے بہت سوں کو نباہتے تھے اور حضرت کا یہ حال تھا جو کسی شاعر نے کہا ؎

گلشن پرست ہوں ہر گل ہی نہیں عزیز
کانٹوں سے بھی نباہ کیئے جا رہا ہوں

ہمارے شیخ ومرشد حضرت اقدس پرتاپگڈھیؒ نے اس کو اس طرح فرمایا تھوڑے تغیر کے ساتھ:

گلشن سے عشق ہے ہر گل ہی نہیں عزیز
کانٹوں کو دل سے پیار کیئے جا رہا ہوں

یہ اور بھی اونچی کیفیت ہے، اسی قسم کی کیفیت حضرت والد صاحبؒ کو حاصل تھی، جبکہ بعض معاصر بزرگوں نے جب دیکھا کہ فلاں شخص یا فلاں مدرس ہمارے بعد ہماری اولاد کو نقصان دے گا اپنی زندگی میں ہی اس کو روانہ کر دیا اور بعد کے لئے فتنوں سے سد باب کر دیا لیکن حضرت والد صاحبؒ نے بے پناہ صبر وضبط اور تحمل کا مظاہرہ کیا لیکن اس صبر وتحمل کے نتیجہ میں فتنے دبے تو ضرور رہے مگر ختم نہیں

ہوئے، اور پھر ان کی وفات کے بعد موقعہ پاتے ہی وہ فتنہ پرور فتنہ مزاج لوگ پھر شر اور فساد پر تل گئے اور جو کرنا تھا وہ کیا، مگر اللہ پاک نے محض اپنے فضل وکرم سے حفاظت فرمائی، اس فتنہ سے ان کی روح مبارک کو کس قدر تکلیف پہنچی ہوگی وہ اللہ ہی جانتے ہیں، جس کا ترجمان ایک خواب ہے جو خود اس راقم الحروف کو نظر آیا، جہاں حضرتؒ آرام فرما ہیں وہیں پر آپ کا جسم مبارک مع کفن اوپر رکھا ہوا ہے اور اس پر خون پڑا ہوا ہے اور برابر میں ایک چھری ہے جس سے ان کا سینہ اور پیٹ چاک کر دیا گیا ہے جیسا کہ قربانی کے موقعہ پر کوئی ذبیحہ پڑا ہوتا ہے اور لوگ جمع ہیں اور شور مچ رہا ہے کہ حضرتؒ کو کچھ لوگوں نے ایسا ایسا کر دیا ہے، میں گھبرایا ہوا اس احاطہ میں داخل ہوا اور یہ کہہ رہا ہوں کہ میرے والد کو مجھے تو دیکھنے دو اور بہت ہی زیادہ پریشانی اور اضطراب کی کیفیت ہے اور وہاں ایک جم غفیر جمع ہے، میں نہایت غم اور غصہ کی حالت میں پوچھ رہا ہوں کہ میرے والد کے ساتھ یہ حرکت کن لوگوں نے کی ہے؟، کچھ لوگوں نے اشارہ کیا کہ یہ کھڑے ہوئے ہیں، وہیں قریب میں وہ لوگ کھڑے ہوئے تھے، وہی چھری اٹھا کر ان کے مارنی شروع کی اور ایک ہلکے سے اشارہ میں وہ سب وہیں ڈھیر ہو گئے، لاحول ولا قوۃ الا باللہ، یہ خواب عین اسی زمانہ کا ہے جس زمانہ میں مدرسہ کا یہ فتنہ عروج پر تھا اور مدرسہ کو ہر طرح سے نقصان پہنچانے کیلئے یہ گروہ جان کی بازی لگائے ہوئے تھا، اور اس کی سرپرستی وہ شخص کر رہا تھا جس کے متعلق میں نے بارہا سنا حضرتؒ سے وہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس شخص کے چہرے پر بالکل نور نظر نہیں آتا اور یہ شخص کمینہ ہے کمینے کا کمینہ ہی رہے گا، یہ

الفاظ اس وقت عجیب سے لگتے تھے مگر بعد میں ایک عالم نے اور خود اس شخص کے اس گروہ نے اس کا اقرار کیا کہ اس شخص کے چہرہ پر بالکل نور نظر نہیں آتا اور یہ ایسا ہے ویسا ہے، اور ہم سمجھتے کیا تھے اور بعد میں کیا دیکھنے کو مل رہا ہے، ہم سے ایسا ایسا کرایا گیا اور ہماری ذہن سازی ادارہ کے خلاف کی گئی جس پر ہم نہایت شرمندہ ہیں اور افسوس کرتے ہیں، اور اس میں طلبہ کا جو گروہ بالخصوص علاقۂ مہاراشٹر وغیرہ کے جو طلبہ استعمال کئے گئے تھے وہ اور ان کے بڑے آج سب اس پر شرمندہ ہیں اور بہت سے تو اپنی حرکات کے وبال میں گرفتار ہیں، وہ بیچارے طلبہ جو تعلیم کے لئے آئے تھے علم دین سے ہٹا کر اپنی مادر علمی کے خلاف بغاوت میں استعمال ہوئے اور سوائے رسوائی اور ذلت اور خسارے وہلاکت کے کچھ حاصل نہ ہوا، یہ طبقہ جو اداروں کے طلبہ کو اپنی دنیوی اغراض کے لئے استعمال کرتا ہے اور ان کی زندگی تباہ کرتا ہے کل قیامت میں اللہ کے یہاں اس کا کیا جواب دیگا؟ اے کاش! کہ اس کا احساس ہو جائے اور کچھ توبہ واستغفار کی توفیق ہو جائے، اللہ پاک تمام مخلصانہ اداروں کی ہر قسم کے شرور وفتن سے حفاظت فرمائے آمین۔

اسی طرح حضرت والد صاحبؒ کے بعض وہ شاگرد وتلامذہ بھی ہیں جن کو انتہائی محبت سے پرورش کیا گیا اور پھر ان کو تدریس کیلئے اپنے زیر سایہ جگہ دی اور ہر طرح انہیں لائق وقابل بنانے میں اپنی قوتیں صرف فرمائیں اور ان کے طرح طرح کے نخرے برداشت کئے، لیکن انہوں نے اپنے استاذ گرامی کو بہت زبردست نقصان پہونچایا ان کے خلاف سازشیں کیں اور ان کے لگائے ہوئے گلشن کو تباہ

وبرباد کرنے کی کوشش کی ان کی زندگی میں بھی اور ان کے بعد بھی، لیکن اللہ پاک نے ان کے شر سے مدرسہ اور اہلِ مدرسہ کی حفاظت فرمائی اور وہ رسواء وذلیل ہوکر مدرسہ کے عمدہ ماحول سے نکل گئے یا نکال دئے گئے۔

ایسے لوگوں سے جن پر کسی انسان کے ہزاروں احسانات ہوں اور ان کے ساتھ ہر طرح کی ہمدردی اور خیر خواہی کرتا چلا آرہا ہو پھر ان کی طرف سے نمک حرامی، غداری، الزام تراشی اور ایذا رسانی کا زبانی اور تحریری کوئی سلسلہ ومشاہدہ ہوتو اس حالت میں انسان کو بہت سخت تکلیف ہوتی ہے، اس طرح کے حضرت والد صاحبؒ کی حیات میں متعدد واقعات پیش آئے جن پر ان کو صبر کرنا پڑا اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ اس شخص سے ایسی توقع نہیں تھی، اسی طرح کے ایک صاحب مدرسہ میں تھے بچپن سے ان کو پالا پرورش کیا تھا اور مدرسہ میں مدرس بنایا اور بڑے مقام تک پہنچایا مختلف قسم کی خیانتوں میں ملوث ہوئے بے شمار شواہد اور خود کے تحریری اقرار کہ ہاں مجھ سے ایسا ایسا ہوا ہے، پھر نکلے اور بے سروپا بے بنیاد باتیں شائع کیں اور خود نے کیا لکھا کیا اقرار کیا اس کو بالکل بھول گئے، ایسوں کے حق میں حضرتؒ کے یہ الفاظ بالکل صحیح ثابت ہوئے کہ ان لوگوں کو نہ خدا کا خوف ہے نہ آخرت کا خیال نہ دنیا کی شرم وحیاء ان کے پاس ہے، یہ ایسے مشفق کی ایک سند ہے جو بالکل ان کے حال پر منطبق ہے۔

اے کاش! توبہ واستغفار کی توفیق ہو اور تلافیٔ مافات کی فکر ہو اور ندامت اور شرمندگی کا احساس دامن گیر ہو جو طریقۂ بندگی ہے اور بندگان خدا کا وظیفہ رہا۔

ابونا حضرت آدم علیہ السلام سے ایک تکوینی نظام کے تحت خطا ہوئی بلکہ کرائی گئی تب بھی کئی سو سال روتے رہے ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخٰسرین (سورۂ اعراف آیت ۲۳) کا ورد زبان پر رہا، جس کو قرآن پاک نے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا اور شیطان نے قصداً غلطی کی اور اِنکار واستکبار کا مظاہرہ کیا اور ہمیشہ کیلئے حق تعالیٰ کی درگاہ سے پھٹکار کے ساتھ مردود ہوکر دفعہ کردیا گیا اور اپنی غلطی کے احساس کے بجائے الزام اللہ کو دیا فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ (سورۂ اعراف آیت ۱۶) جب تم نے مجھے گمراہ کردیا اب میں ہمیشہ تیری مخالفت کیلئے صراط مستقیم سے ہٹانے کیلئے وہیں بیٹھ جاؤں گا اور صراط مستقیم پر گزرنے والوں چلنے والوں کو ہمیشہ گمراہ کرونگا اور تیری مخالفت قیامت تک مرتے دم تک کرتا رہوں گا، آج ایک طبقہ کا یہی طرز عمل ہے خود غلطیاں کرتے ہیں فتنہ وفساد، شر وبغاوت، کذب وافتراء کے تمام ریکارڈ توڑ ڈالتے ہیں اور پھر ہمیشہ کیلئے مخالفتوں اور اسی کذب وافتراء کے راستہ پر چلا کرتے ہیں، اہل علم کے لئے ان دونوں واقعات میں بڑی بصیرتیں ہیں اور عبرتیں ہیں اور ہر شخص خود اپنا فیصلہ اور تجزیہ کرسکتا ہے کہ وہ کس کے طریقہ پر چل رہا ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو صحیح فہم اور صحیح نہج عطا فرمائے آمین۔

بارھواں باب

منظوم مراثی

برانتقالِ پُر ملال

ذکرِ شریف

از جناب مولانا ولی اللہ ولیؔ قاسمی بستویؔ

استاذ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

جا بسے ہیں دور ہم سے، آہ مولانا شریفؔ
کہتے ہیں ہم چشمِ نم سے، آہ مولانا شریفؔ

جب مکمل ہوگئی ان کی حیاتِ مستعار
تو جہاں سے چل بسے وہ جانبِ پروردگار

وصل کا پیغام لے کر آیا قذّاقِ اجل
اور آکر دے گیا پروانۂ حکمِ اٹل

موت کے کاندھے پہ وہ تو ہوگئے فوراً سوار
دوستوں کی انجمن سے ہوگئے وہ تو فرار

اعلیٰ عِلیّین میں وہ ہوگئے جا کر مقیم
ہے توقّع، پائیں گے وہ سایۂ عرشِ عظیم

تھے وسیع الظرف، حلم و صبر کے خوگر تھے وہ
اور تسلیم و رضا کا اک حسیں پیکر تھے وہ

دانش و فکر و تدبر میں رہے ہیں طاق وہ
خیر کی راہوں میں ہاں تھے صاحبِ انفاق وہ

نامساعد حالتوں سے تھا نمٹنے کا ہنر
سینۂ بیدار میں ان کے تھا چیتے کا جگر

تھے بہت سی خوبیوں سے متصف قاری شریفؔ
مات کھایا جو مخالف آیا ہے بن کر حریف

ان کا تھا گنگوہؔ مسکن اور مدفن ہے وہی
آخری راحت کدہ، معمور گلشن ہے وہی

تیرہ اڑتالیس ہجری سن، رہا ماہِ صفر ۱ اور تھی تاریخ چھبّیس، پیر کی نوری سحر ۲
تھا حبیبؔ احمد کا، کاشانہ، شریفیؔ مستقر جو رہا گنگوہ کی بستی میں بے حد معتبر
عبدِ رحماںؔ جدِّ امجد، حافظِ قرآن تھے جو شریفؔ احمد کے پہلے، رہبرِ ذیشان تھے
حفظ کی تکمیل فرمائی انہی کے پاس میں دردِ ملت کا رہا ان کی رگِ احساس میں
عبدِ خالقؔ، قاریٔ شہرِ سہارنپور تھے جو شرابِ معرفت کے جام سے مخمور تھے
پاس پہنچے ان کے تجوید و قرأت کے لئے ہو گئے مشہور پھر اپنی شرافت کے لئے
تیرہ سو تریسٹھ تھا ہجری ۳، جب مظاہرؔ میں گئے ۴ تین برسوں تک وہ گلزارِ مظاہرؔ میں رہے
سن کوئی انیس چوّالیس عیسوی کا رہا ۵ جب رشیدیؔ انجمن کی آپ نے رکھی بنا ۶
تیرہ سو چھیاسٹھ میں پھر وہ آئے شہرِ دیوبندؔ ۷ تین برسوں میں بنے وہ اس کے ابنِ ہوشمند ۸
بعد اس کے آ گئے گنگوہ میں وہ مستقل صاحبِ نسبت رہے وہ اور اہلِ دردِ دل
چند برسوں میں کئے وہ مدرسے کو شاندار اور تعمیر و ترقی بھی کئے وہ جاندار
جامعہ کی شکل و صورت کر گیا یہ اختیار طالبانِ علم پھر آنے لگے پروانہ وار
ہند کے اچھے مدارس میں ہوا اُس کا شمار فیض اس سے پانے والے ہو گئے ہیں بے شمار
منصبِ تدریس و افتاء پر ہیں اس کے فارغیں ہو رہے ہیں جو مشاہیرِ زماں کے ہمنشیں

تھے شریفؒ با وفا ، مدنیؒ کے منظورِ نظر — تھے لطیفؒ قاضوی کے معتمد اور معتبر

وقتِ رحلت عمر اٹھہتر رہی ہے آپ کی — مفتی سیفؒ اللہ خالد ہیں نشانی باپ کی

ہاں ربیعِ پاک کی تاریخ وہ چوبیں ہے۹ — سنِّ ہجری رخصتی کا چودہ سو چھبّیس ہے۱۰

مفتی سیفؒ اللہ خالد، تھے جنازے کے امام۱۱ — چاہنے والوں کا ان کے تھا بڑا ہی ازدحام

آخری مسکن بنا ہے ان کا گنگوہی چمن — ان کی راحت کے خدائے پاک فرمائے جتن

ہیں شریفؒ احمد کی بہتر، باقیاتِ صالحات — صاعقہ سے کم نہیں ثابت ہوئی ان کی وفات

ہے ''ولیؒ'' کی یہ دعا، مغفور ہوں قاری شریفؒ — قبر وحشر وخلد میں مسرور ہوں قاری شریفؒ

---

۱ ۱۳۴۸ھ ۲ ۲۶؍صفر بروز پیر ۳ ۱۳۶۳ھ ۴ مظاہر العلوم سہارن پور ۵ ۱۹۴۴ء ۶ جامعہ اشرف العلوم رشیدی ۷ ۱۳۶۶ھ ۸ سنِ فراغت ۱۹۴۹ء ۹ ۲۴؍ربیع الاول ۱۰ ۱۴۲۶ھ ۱۱ مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی گنگوہی حضرت قاری صاحبؒ کے خلف الرشید اور موجودہ مہتمم۔

قوم وملت کا نگہباں پاسباں جاتا رہا

ازابوعاصم محمد قاسم لوہاروی
سابق استاذ جامعہ ہذا

حضرتِ قاری شریف گنگوہیؒ کامل ولی — رہبرِ راہِ شریعت پارسا و متقی
آج رخصت ہو گئے وہ چھوڑ کر فانی جہاں — چل دئے دنیا سے لے کر وہ حیاتِ جاوداں
ذرہ ذرہ اس چمن کا دوستو ہے سوگوار — مسجد، محراب ومنبر سب کے سب ہیں اشکبار
قوم وملت کا نگہباں پاسباں جاتا رہا — کارواں باقی ہے لیکن میر کارواں جاتا رہا
ہے جدائی درحقیقت آج ان کی دل پہ شاق — کیا کریں جز صبر کے دنیا ہے یہ دارالفراق
ان کی صورت ان کی سیرت آج ہے پیش نظر — کر رہی ہے رقص ان کی ہر ادا شام وسحر
پیکرِ صدق و صفا اور پرتو خلق نبیؐ — ہر ادا سنت کے سانچے میں سراپا تھی ڈھلی
جو بھی جاتا پاس انکے ہو کے آتا کامیاب — ہر ادا مقبول انکی ہر دعاء تھی مستجاب
ان کے نقشہ پا پہ اب جو بھی چلے گا تا حیات — فضل حق سے پائے گا وہ نار جہنم سے نجات
ہے دعا تجھ سے ہماری اے خدائے لم یزل — کر عطا فضل وکرم سے ان کا تو نعم البدل
ہے سرِ محفل دعا عاصمؔ کی اے رب الانام — کر عطا خلدِ بریں میں تو انہیں اعلیٰ مقام

جتنے بھی اہلِ تعلق فرطِ غم سے ہیں علیل
فضل سے اپنے انہیں تو کر عطا صبر جمیل

مرثیہ

از شاعر باکمال کاملؔ آفریدیؒ
گڈھی حسن پور ضلع مظفر نگر یوپی

آسمانِ دینِ حق کے سب ستارے ہیں اداس
چہرے ہیں اترے ہوئے ہر کوئی ہے تصویر یاس

ہوگیا جو یانِ حق کا آنسوؤں سے تر لباس
ہر بن مو سے عیاں ہے رنج وغم کا انعکاس

جس کے غم میں ہوگئے ہیں بام ودر بھی سوگوار
نام ان کا ہے شریف احمد شہ والا تبار

آہ! اے قاری شریف احمد شرافت کے گہر
شش جہت میں مثل مہر و ماہ تھا تو جلوہ گر

آستاں پر تیرے سجدہ ریز تھے علم وہنر
تو فنونِ علم ودانش کی تھی ایسی رہ گزر

جس پہ چل کر منزلِ مقصود پا جاتے تھے لوگ
ایک ذرے سے ستارہ بن کے چھا جاتے تھے لوگ

مشعل جادہ تھا جویائے صداقت کے لئے
منزل مخصوص تھا رشد وہدایت کے لئے

تو صدف تھا بے گماں درِ شریعت کے لئے
کاشفِ اسرار تھا حسنِ حقیقت کے لئے

عقدۂ دشوار تر کو جو کرے اک پل میں حل
اب کہاں سے لائیں ایسا پیکرِ علم وعمل

دور تجھ سے بھاگتی تھی خواہشِ نام ونمود
تو رواں تھا سوئے منزل خاموشی کے باوجود

مات تجھ کو دے نہ پائی گردشِ چرخِ کبود
بہر استقلال تھا کوہِ گراں تیرا وجود

تو ہی تھا قصرِ شریعت کا وہ مستحکم ستوں
چل سکا جس پر نہ سیم وزر کا کوئی بھی فسوں

تھا تری گفتار اور کردار میں وہ اتفاق
دور جس سے بھاگتے تھے کبر ونخوت اور نفاق

دور رہنا تیرے قدموں سے تھا ہر انسان کو شاق
پاس رہ کر تیرے بڑھ جاتا تھا دل کا اِشتیاق

دردمندوں کا مسیحا تھا تو اپنی ذات سے
ہر طرح کے زخم کا مرہم تھا اپنی بات سے

آب یاری گل ستانِ دیں کی خونِ دل سے کی جس سے ہر رت میں رہی پھولوں کے رخ پر تازگی
رنگ ورونق ہر خیاباں کی رہی ہے دیدنی ہر کلی ، ہر شاخ ، ہر پتی نظر آئی ہری
ایسا مہکا ایسا مہکا علم دیں کا یہ چمن جس کی خوشبو سے معطر ہوگئے کوہ ودمن
اس گلستاں کو ملے شاید ہی ایسا باغباں مدرسے کے واسطے جو وقف کردے جسم وجاں
حضرت خالد پہ گو کچھ اٹھ رہی ہیں انگلیاں کاش مستقبل میں ثابت ہوں یہ میرِ کارواں
والدِ ماجد کے اپنے ہوں حقیقی جانشیں اور دنیائے شریعت کے بنیں مہرِ مبیں
نونہالانِ چمن ہی کا رہا تجھ کو خیال بس گئی تھی دل میں تیرے مدرسے کی قیل وقال
تھا یہی سرمایہ تیرا اور یہی تھا ملک ومال نور سے معمور ہو تربت تری اے خوش خصال

رات دن ہوتا رہے بارانِ رحمت کا نزول
قادرِ مطلق کرے خدمات کو تیری قبول

نالۂ دل

از: قاری محمد اسلام صاحبؒ
سابق مدرس جامعہ ہٰذا

تیری رحلت کی جب پھیلی خبر قاری شریف احمد بنا ماتم کدہ گنگوہ نگر قاری شریف احمد
خبر کیا تھی کہ تو اب راہئی ملک بقاء ہوگا تجھے درپیش ہوگا یہ سفر قاری شریف احمد
خدا ناصر ہو تیرا قبر میں برزخ میں محشر میں بنے جنت میں گھر تیرا قاری شریف احمد
عدو کے خرمن دل پر برستا تھا جسارت سے سراپا بن کے تو برق وشرر قاری شریف احمد
عبید وخالد وطیب بہت مغموم رہتے ہیں ذرا لوان کی بھی آکر خبر قاری شریف احمد

اشک ہائے غم

ازمولانا قاری عبدالرؤف حیاتؔ بلندشہری
استاذ دارالعلوم دیوبند

ہر سمت آج کیسا یہ غم کا خمار ہے
جس شخص کو بھی دیکھو وہی اشکبار ہے

ہے رحلتِ شریف سے غمگین اک جہاں
ایسا امین قائدِ مخلص گیا کہاں

ہیں تعزیت کی مجلسیں قائم یہاں وہاں
جو اشرف العلوم کا اعلیٰ تھا باغباں

ہر ذرہ جامعہ کا ہی پر اضطرار ہے
ہر سمت آج غم کا یہ کیسا خمار ہے

جہد وعمل میں آپ ہی اپنی مثال تھے
خورد وکلاں سے دوستو وہ خوش مقال تھے

پیہم تھا جہد جبکہ وہ پیرانہ سال تھے
فن قرأت میں جو بڑے باکمال تھے

یہ جامعہ انہیں کی لگائی بہار ہے
ہر سمت آج کیسا یہ غم کا خمار ہے

یہ اشرف العلوم جو جنت نشان ہے
سارے جہاں میں جس کی بڑی مان تان ہے

ہاں جس کے بلبلوں کی نرالی ہی شان ہے
یہ گلشنِ رشید ہے ہر دل کی جان ہے

حسن شریف سے ہی یہ سب مستعار ہے
ہر سمت آج کیسا یہ غم کا خمار ہے

تھے پُر شکوہ آپ تدبّر کی کان تھے
طیبؔ کے باپ مفتیِ خالدؔ کی جان تھے

پیشِ اکابر بڑے عالی شان تھے
بلال اشرفؔ اویسؔ حمزہ کے جو دادا جان تھے

ہر فرد ان کی ہجر میں اب بیقرار ہے
ہر سمت آج کیسا یہ غم کا خمار ہے

غم میں عبیدؔ ماہی بے آب ہوگئے
افسوس کا جنیدؔ بھی اک باب ہوگئے

پوتے حذیفہ ہجر میں بے تاب ہوگئے
سب خویش واقرباء بھی تو بیخواب ہوگئے

ان جیسا جگ میں کوئی نہیں غمگسار ہے
ہر سمت آج کیسا یہ غم کا خمار ہے

تونے حیاتؔ ان سے بڑا فیض پالیا
خدمت کا ان کی تجھکو جو کچھ شرف مل گیا

ان کی دعاء سے حق نے تجھے سرخرو کیا
حق کا کلام اس لئے کچھ پڑھنا آگیا

جنت مکین اب تیرے دل کا قرار ہے
ہر سمت آج کیسا یہ غم کا خمار ہے

قاری شریف نام کا وہ انقلاب تھا

از قلم جناب حافظ نسیم انور ایوبی گنگوہی
سابق استاذ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

گنگوہ شہر پہلے سے عظمت مآب تھا ہر علم وفن شعور یہاں بار یاب تھا
قدوس کے وجود نے دی اور وسعتیں ماحول ان سے باہمہ دم فیضیاب تھا
قدوس بعد چمکے ہیں حضرت رشید یاں پھر سے رواں علوم کا دریا جناب تھا
پھر رحلتِ رشید بنی وجہ انتشار تھا ہُو کا عالم ہر کوئی پُر اضطراب تھا
ایسے میں ایک صاحب دل علم آشنا چہرے پہ جس کے علم وعمل کا شباب تھا
سوکھی زمین علم پر بن کر شریف تر برسا ہے بے تحاشا کہ نوری سحاب تھا
حلیہ تھا آدمی کا مگر جانے کیا تھا وہ علم و ادب کمال کا اک آفتاب تھا
یکبارگی بچھائی ہے اس نے بساطِ دیں قاری شریف نام کا وہ انقلاب تھا
سینہ تھا اس کا علم الٰہی سے نور نور یعنی سوالِ جہل کا کامل جواب تھا
لحن وکلام ونطق وتلاوت میں نامور گنگوہ کی زمیں کے لئے انتخاب تھا
یہ اشرف العلوم ہے اس کی شرافتیں گنگوہ کی زمیں کی وہی آب و تاب تھا
بعد رشید مولوی قاری شریف ہی تاریکیوں میں جہل کی وہ ماہتاب تھا
اک قلعۂ علوم ہے اب اس کی یادگار وہ پاسبان دین منور شہاب تھا
روشن تھا اک چراغ بنام شریف جو انورؔ وہ گل ہوا تو لگا جیسے خواب تھا

یادِ شریف

نتیجۂ فکر: مولانا ولی اللہ ولی قاسمی بستوی
استاذ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

باوفا وبا ہنر تھے حضرتِ قاری شریفؒ
علم کی زرّیں سحر تھے حضرتِ قاری شریفؒ

منزلیں خود ہی سمٹ کر آ رہی تھیں سامنے
صاحبِ فتح وظفر تھے حضرتِ قاری شریفؒ

گلشنِ گنگوہ میں ان سے رہی تازہ بہار
غنچہ و دل کے رخوں پر ان سے تھا تازہ نکھار

علم وحکمت کی مہک پھیلائے تھے وہ چار سُو
ان کی برکت سے بنا رشکِ ارم اجڑا دیار

ان کا نقشِ جاوداں ہے یہ رشیدی انجمن
علم کے پانی سے ہے سیراب گنگوہی چمن

پاسبانی کر رہے تھے، رات دن، شام وسحر
ہر گل و لالہ میں نکھرا ہے انہی کا بانکپن

ہو گیا آباد ان سے اشرفی دانش کدہ
کر گئے معمور وہ علم و حِکَم کا میکدہ

گلستانِ دین کو وہ دے گئے رنگِ بہار
بلبلوں کو دے گئے پُر نور علمی گل کدہ

وہ شرافت کے تھے پیکر، تھے کرامت کے امیں
تھے سعادت کی علامت، علم کی صبحِ حسیں

نسلِ نَو پاتی رہے گی جس سے علمی روشنی
کر گئے گنگوہ میں روشن وہی شمعِ یقیں

ہے چمن کی خاک میں ان کا نہاں خونِ جگر
ان کی قربانی سے ہیں اس میں کھلے لعل و گہر

باغبانی کے لئے تھی وقف ساری زندگی
اور ہاں گنگوہ ان کا آخری ہے مستقر

اُس کے سینے میں نہاں روشن دلِ بیدار تھا
خدمتِ دیں کے لئے ہر آن وہ تیار تھا

غنچہ غنچہ اب تلک ہے اُس کی الفت کا گواہ
اُس کا مرہونِ کرم یہ اشرفی گلزار تھا

صاحبِ اخلاق وعالی ظرف تھے، مہماں نواز
رات میں اللہ سے کرتے تھے وہ راز و نیاز

پیکرِ اخلاص تھے وہ غازیٔ کردار تھے
ہے دعا کہ مغفرت فرمائے ربِّ بے نیاز

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبراتے تھے وہ
جو تھے دشمن سامنے آنے سے کتراتے تھے وہ

عالمانِ وقت کے وہ درمیاں تھے معتبر
جس جگہ جاتے تھے، ہر محفل پہ چھا جاتے تھے وہ

ہے دعا کہ مدرسہ یہ صدقۂ جاری رہے
مستفید اِس مدرسہ سے نسلِ نَو ساری رہے

مے کشوں کو ساقیٔ میخانہ جو دے کر گیا
تادمِ آخر نشہ وہ علم کا طاری رہے

تا ابَد قائم رہے گا ان کا نقشِ یادگار
فائدہ پائے گی امت، اس سے تا روزِ شمار

ہے ''ولی'' کی یہ دعا، مغفور ہوں قاری شریف
جنت الماویٰ عطا ہو ان کو اے پروردگار

اشک ہائے فراق

ازمحترم قاسم الواصفی طاہرپوری
خادم ہریانہ وقف بورڈ

کیوں فضائیں آج گنگوہ کی ہوئی ہیں سوگوار　　آہ یہ ہر سمت کیوں پھیلا ہوا ہے انتشار
بجلیاں غم کی تڑپتی ہیں نہ جانے کس لئے　　یہ سیہ بادل ہوئے ہیں کس کے غم میں اشکبار
آج مرجھایا ہوا ہے گلشنِ اشرف علوم　　سونے سونے سے نظر آنے لگے دشت ودیار
بات کیا ہے کس لئے ہراک بشر مغموم ہے　　آہ برلب آنکھ پرغم اور دل غم کا شکار
سوگ میں ڈوبی ہوئی ہے آج قدوسی زمیں　　ہر طرف گریہ وزاری ہر طرف چیخ وپکار
سانحۂ جانکاہ اک پیش آیا ہے دوستو　　دل پرستارانِ دیں کے اسلئے ہیں بیقرار
زاہد و عابد مفکر پیکر خلقِ عظیم　　آہ وہ قاری شریفِ مقتدائے روزگار
علم نبویؐ کا بہایا جس نے دریا ہر طرف　　جس عظیم انسان کے باقی ہیں فضائل بے شمار
قطبِ عالم عبدِ قدوس اور رشید وبوسعید　　ان سبھی اسلاف کی تھا دہر میں جو یادگار
کرگیا ہے آہ وہ اس دار فانی سے سفر　　آج ہم سب اسکے غم میں ہورہے ہیں دلفگار
ہے دعا قاسم ملے اس ذات کا نعم البدل　　اورہم پسماندگان کو صبر دے پروردگار

قطعاتِ تاریخ وفات

جس نے کی گنگوہ میں　　بوسعید باصفاء کے شہر میں
خدمتِ دینِ حنیف　　عمر بھر کی خدمتِ دینِ حنیف
چل بسے اشرف علوم　　اس کے بدلے آج قاسم مل گئی
مہتمم قاری شریف　　جائے رونق خلد میں قاری شریف
۱۴۲۶ھ مطابق ۲۰۰۵ء

گری بجلی یہ کیسی جل گیا سارا نشیمن ہی

از حضرت مولانا محمد نسیم اللہ مظاہری
ڈروا ضلع پرتاپگڈھ (یوپی)

یہ کس کے غم کا بادل چھا رہا ہے سارے عالم پر
اچانک بڑھتی جاتی ہے سیاہی ماہ وانجم پر

گری بجلی یہ کیسی جل گیا سارا نشیمن ہی
نہ جانے بالیاں کیوں جل گئیں سارے ہی خرمن کی

کوئی تو بات ہے اک دم سے جو طوفانِ غم آیا
ہر اک شئی پر اچانک پڑ گیا ہے سوگ کا سایہ

کہا ہاتف نے کہ اس دور کا عالم ہوا رخصت
جو لہرایا شرافت کا عَلم وہ ہو گیا رخصت

گذاری سنّت نبویؐ میں جس نے زندگی اپنی
سنواری ہے خلوصِ دل سے جس نے بندگی اپنی

کوئی لمحہ نبیؐ کے عشق سے خالی نہ تھا اس کا
طریق ومعرفت میں غرق رہتا تھا کلام اس کا

رواج ورسم وبدعت سے ہمیشہ ان کو نفرت تھی
جو بدعت کے تھے شیدائی انہیں ان سے عداوت تھی

حریفانہ ہوس والوں کا ہر دم ان پہ پہرہ تھا
کہ ان کا بے گنہ ہونا ہی ان کا جرم ٹھہرا تھا

ملا تھا وصف یہ ان کو جناب شیخِ مدنیؒ سے
ملی تھی ان کو شاگردی جناب شیخِ مدنیؒ سے

وہ اپنے شیخ کی توصیف میں بے تاب رہتے تھے
کلام مرشد کامل میں وہ غرق آب رہتے تھے

جب ان کا تذکرہ آتا مچل جاتا تھا دل ان کا
پھرا چارسو پرچم جناب شیخ کامل کا

ملا تمغہ انہیں استاذ سے درس بخاری کا
توکل اور سلوک ومعرفت وانکساری کا

ملی یہ دولتِ عظمیٰ انہیں غیبی خزانے سے
دعائے شیخؒ سے اور جوتیاں ان کی اٹھانے سے

سعادت یہ ہر اک شاگرد کو ملتی بہت کم ہے
شریف انسان کی فرقت سے سب کی آنکھ پرنم ہے

رگ وریشے میں گنگوہی شرف تھا قاری صاحبؒ میں
علوم قطبِ عالم کا نسب تھا قاری صاحبؒ میں

الٰہی قاری صاحبؒ کے لئے جنت کا بستر دے
اور اپنے نور کی سر پر شریف احمدؒ کے چادر دے

بہت سے حافظِ قرآں پیدا ان کے گھر میں ہیں
کلام پاک کی آیات گونجیں بام ودر میں ہیں

تلاوت اور عبادت اور ذکر اذکار کا صدقہ
دل خوفِ خدا سے پر شب بیدار کا صدقہ

حدیث پاک میں ڈوبے دل سرشار کا صدقہ
ضیافت اور مہمانوں پہ لطف و پیار کا صدقہ

تو ان کے خاندان کو لذّتِ روحانیت دیدے
مشائخ کے وسیلے سے انہیں تو معرفت دیدے

الٰہی ان کی تُربت پر تری رحمت کا سایہ ہو
فرشتوں کے ذریعہ مژدۂ فردوس آیا ہو

عقیدت سے کوئی بندہ جو انکی قبر پر آئے
تو انکی روح انور سے ہمیشہ فیض وہ پائے

مقولہ موتِ عالِم موت عالَم اک حقیقت ہے
شرافت کے علَم تھے قاری صاحبؒ اک حقیقت ہے

الٰہی مدرسہ میں ہو کوئی نعم البدل پیدا
جو الجھی گتھیاں ہیں انمیں کردے کوئی حل پیدا

نسیمؔ پر معاصی ہے وہاں کے خوشہ چینوں میں
عطا ہو جائے کچھ تو فیض جو ہے ان کے سینوں میں

تعزیتی مکتوبات

حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحبؒ

سابق مہتمم دار العلوم دیوبند

مکرمی ومحترمی جناب مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی زید الطافکم

ناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ضلع سہارنپور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ کے سانحۂ ارتحال کی خبر سے دلی رنج وافسوس ہوا، مولانا مرحوم نے ایک مدت تک علوم دینیہ کی بڑی خدمات انجام دی ہیں، ان کی خدمات ہمیشہ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کے نام روشن رہیں گی اور ان کا لگایا ہوا دین کا یہ درخت انشاء اللہ تا قیامت پھلتا پھولتا رہے گا، دعاء ہے کہ خدائے عزوجل اپنے خاص فضل وکرم سے ان کی خدمات کو قبولیت عطا فرمائے، ان کی مغفرت فرماتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے اور جملہ متعلقین وپسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ دار العلوم دیوبند اور اکابر دار العلوم سے بڑا لگاؤ رکھتے تھے، دار العلوم دیوبند میں مرحوم کیلئے ایصال ثواب بھی کرایا گیا ہے، خداوند کریم قبولیت عطا فرمائے آمین، بندہ کی طرف سے تعزیت مسنونہ قبول فرمائیں، جامعہ اشرف العلوم رشیدی کی انتظامیہ اور اساتذہ کرام کی خدمت میں بھی تعزیت مسنونہ پیش فرمادیں، امید ہیکہ دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں گے، والسلام۔ مرغوب الرحمٰن عفی عنہ

مہتمم دار العلوم دیوبند ۵/۴/۱۴۲۶ھ

حضرت مولانا محمد اختر صاحب قاسمی دامت برکاتہم

مہتمم جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ

عزیز گرامی جناب مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب زیدت الطافکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد تحیہ وادائے آداب!

جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کے روح رواں جناب حضرت الحاج مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ کی اچانک حادثۂ رحلت کی خبر سنکر ہم سبھی خدام وطلبائے جامعہ اسلامیہ غمگین ورنجیدہ ہیں اور کڑی آزمائش کے اس نازک موقعہ پر رنج وغم میں آپ کے برابر شریک ہیں، یہ امر واقعی ہے کہ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی جامع صفات کا بے نظیر نمونہ تھی، بلند پایہ عالم اور لائق منتظم ہونے کے ساتھ آپ باوقار سیاست داں بھی تھے، دینی مدارس ومکاتب قائم کرنے کا ذوق رکھنے کے ساتھ ان کے انتظام وانصرام میں وہ کمال اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا تھا جس کا اپنے وبیگانوں کو اعتراف کے سواء چارہ نہ تھا، طلباء آپ کی تدریسی قابلیت اور زیرکی وطرز بیان پر کامل یقین رکھتے تھے۔

آپ نہایت اونچے اخلاق کے مالک اور بے حد سادہ مزاج تھے، پوری زندگی جامعہ اشرف العلوم کی خدمت میں وقف فرمادی اور انتہائی مشکل وصبر آزما دور میں بے مثال قیادت فراہم فرمائی، مستقل مزاج ایسے تھے کہ کڑے وقت میں کبھی بھی اصولوں پر سودے بازی نہیں کی۔

حقیقت یہ ہے کہ ایسے رہنما اور رہبرانِ امت قوم کو خال خال ہی دستیاب ہوتے ہیں

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت قاری صاحبؒ کا انتقال بلا شبہ علاقہ وسرزمین گنگوہ کیلئے بڑا سانحہ والمیہ ہے ان کے جانے سے جو خلا پیدا ہو گیا اس کا پر ہونا مشکل ہے، ہمارے پاس وہ الفاظ نہیں جو اس سانحہ کی ترجمانی کر سکیں، بس جامعہ میں سبھی اساتذہ وطلباء نے قرآن شریف کی تلاوت کر کے مرحوم کی پاکیزہ روح کو ایصال ثواب کر کے سعادت حاصل کی ہے۔

دعاء ہے اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے جملہ اعزاء واقارب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور امت کو انکا نعم البدل عطا فرمائے آمین، میں ان غمزدہ دلوں اور اشکبار آنکھوں کو دلاسا دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے اور انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے، آمین۔

محمد اختر عفا اللہ عنہ
مہتمم جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ

حضرت مولانا مفتی احمد خان پوری مدظلہ العالی

شیخ الحدیث ڈابھیل ورکن شوریٰ دار العلوم دیوبند

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزشتہ دو ہفتے میرے سفر میں گزرے، اس دوران آپ کے والد بزرگوار حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ کی وفات حسرت آیات کی اطلاع

ملی، سنکر دلی رنج ہوا، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرما کر اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے، انکی دینی علمی، ملی خدمات کو حسن قبول عطا فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے۔

مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے، حضرت قبلہ مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں حاضری کی نسبت سے ان کے ساتھ بھی تعلقاتِ محبت قائم تھے اور احقر کے ساتھ محبت وشفقت کا معاملہ فرماتے تھے، گنگوہ میں مدرسہ قائم فرما کر انہوں نے ہمارے اکابر کی اس بستی کا حق ادا کیا، اللہ پاک آپ کو نیز دیگر تمام پسماندگان کو اجر عظیم اور صبر جمیل عطا فرمائے، ان کی موجودگی میں جن نعمتوں سے آپ حضرات کو نواز رکھا تھا اس کا سلسلہ جاری رہے اور تمام شرور وفتن سے آپ کی حفاظت فرمائے اور ان کی چھوڑی ہوئی اس دینی امانت کی خدمت اور ادائیگی حقوق کی آپ کو توفیق وسعادت بخشے، ہمت وحوصلہ اور اخلاص واستقامت سے آپ کو نواز کر ان کے نقش قدم پر چل کر خدمت دین کا یہ سلسلہ جاری رکھے، دل سے دعا کرتا ہوں، فقط والسلام۔ اُملاہ احمد خانپوری

مولانا محمد یونس صاحب سورتی مجلس دعوت الحق لیسٹر یوکے

صاحب الفضیلہ مکرمی حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد ما ھو المسنون ۲۶؍ربیع الاول بروز جمعرات ظہر کی نماز سے قبل عبد الحق جبار صاحب نے آپ کے والد مرحوم کے انتقال پر ملال کی خبر سنائی، نماز کے بعد اعلان کیا گیا

اور دعائے مغفرت کی گئی، خبر سنکر بیحد صدمہ ہوا، اسلئے کہ حضرت قاری صاحبؒ سے قدیم تعلق تھا، ۱۹۷۰ء اور ۱۹۷۱ء میں حضرت قاری صاحبؒ سہارنپور حضرت شیخؒ کی خدمت میں تشریف لایا کرتے تھے، پہلی ہی ملاقات میں انسیت پیدا ہوگئی، پھر یوماً فیوماً انسیت ومحبت بڑھتی گئی، اکثر اٹھنا بیٹھنا رہتا تھا، اگر کبھی بے وقت پہونچ جاتے تو حضرت شیخؒ کو اپنی آمد کی اطلاع یا کسی پیغام کیلئے مجھکو واسطہ بناتے تھے، علاوہ ازیں حضرت شیخؒ کو اپنے اکابر کی جگہ خالی پڑے رہنے سے ہر وقت قلق رہتا تھا، جب حضرت قاری صاحبؒ نے گنگوہ میں اشرف العلوم کی بنیاد رکھی تو حضرت شیخؒ کو اچھی امیدیں اور توقعات قائم ہوگئیں۔

ابتدائی دور میں غالباً ۱۹۷۱ء میں حضرت شیخؒ نے حسبِ معمول خدام کے ساتھ اپنے اکابر کے مزارات پر حاضری کا پروگرام بنایا، گنگوہ بھی حاضر ہوئے ٹاٹ کے پیوند کی طرح حضرت شیخؒ نے بندۂ ناچیز کو بھی اپنے خدام میں شامل فرمالیا تھا، اس طرح حضرت شیخؒ کے ساتھ گنگوہ آپ کے در پر بھی حاضری ہوگئی تھی، بندہ کو دیکھ کر حضرت قاری صاحبؒ بہت خوشی کا اظہار فرماتے رہے اس وقت آپ کے دسترخوان پر حضرت شیخؒ کی معیت میں شرکت کا موقعہ ملا، دسترخوان کیا تھا بڑی نورانی اور پر کیف مجلس تھی، جسمیں قطب دوراں جلوہ افروز تھے اور نہ جانے دسترخوان پر کتنے ہی صاحب دل اور فضل وکمال شخصیتیں ہوں گی، اس کے بعد اشرف العلوم میں ایک مرتبہ حاضری ہوئی تھی اس وقت مولوی الیاس گجراتی ابن مولانا موسیٰ سامرودی صاحب مدظلہ پڑھتے تھے، ایک دن اور رات رہا تھا، حضرت قاری صاحبؒ اس وقت کہیں سفر پر تھے ورنہ بہت خوش ہوتے، پھر خود حضرت قاری صاحبؒ غالباً ۱۹۸۶ء سے کئی سال تک برطانیہ کا دورہ فرماتے رہے، جس میں بڑی حسین اور پرلطف ملاقاتیں رہیں، دعوۃ الحق میں نمازیں بھی پڑھائی ہیں۔

الغرض تعلق پہلے سے ہی تھا، بعد میں تو اپنے ہی گھر کے ایک مشفق ومہربان بزرگ کا تصور قائم ہوگیا تھا، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ پچھلے سال گنگوہ حاضری ہوئی، مغرب سے صبح اشراق تک ٹھہرا، الحمدللہ حضرت قاری صاحبؒ سے پرمسرت ملاقاتیں رہیں، ساتھ کھانا پینا اور مجلسیں رہیں، اس وقت یہ نیت کرلی تھی کہ ہر مرتبہ ہندوستان کے سفر میں حضرت قاری صاحبؒ کی خدمت میں ضرور آؤں گا اور وقت لیکر آؤں گا لیکن آہ! کسے خبر تھی کہ یہ ملاقات ودیدار آخری ہے، ابھی تو مزید ملاقات کی آرزو دل میں لئے ہوئے تھا، اس جدائی سے بڑا صدمہ ہوا، اللہ رب العزت حضرتؒ کی بال بال مغفرت فرماویں اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرماویں اوران کے قائم کردہ اشرف العلوم کے روشن مینار سے امت کو مستفیض فرما کر مرحوم کے لئے صدقۂ جاریہ کے طور پر قبول فرمائیں۔

الحمدللہ حضرتؒ کیلئے تو صدقۂ جاریہ کے طور پر کئی چیزیں جمع ہوگئی ہیں، حقیقی نیک اولاد بھی، روحانی اولاد بھی، علم بھی، صدقۂ جاریہ بھی یہ تمام امور باعث تسلی وسکون وراحت ہیں، اللہ تعالیٰ گھر کے تمام افراد کو اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائیں، جیسا جیسا موقعہ ملتا ہے ایصال ثواب کرتا رہتا ہوں، اللہ تعالیٰ قبول فرماویں آمین۔حضرت قاری صاحبؒ کی زندگی سراسر جدوجہد اور مشقت پر مشتمل ہے آپ کی جدوجہد اشرف العلوم کی بنیاد جو درحقیقت امامِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی فکروں کی ایک کڑی ہے اور حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے سالہا سال آرزؤں کا نتیجہ ہے، پھر اس کا بہترین نظم ونسق، معاملات و دیانت داری، عالی ظرفی، اخلاقِ کریمانہ، ملنساری وبردباری اور نہ جانے مرحوم کے کتنے حالات

قابلِ تقلید ہیں ، اسلئے بہتر ہے کہ حضرتؒ کی حیات طیبہ کے مختلف گوشوں کو اجاگر کیا جائے اور ان کے حالات زندگی سامنے لائے جائیں ، تاکہ ہم سب کیلئے اور بعد والوں کے لئے رہنمائی کا ذریعہ بنے۔

باقی احوال لائق صد شکر ہیں، میرے بھائی مولانا محمد ایوب سورتی صاحب سلام عرض کرتے ہیں اور تعزیت پیش کرتے ہیں، اہل خانہ کی طرف سے بھی تعزیت پیشِ خدمت ہے، گھر کے تمام افراد کی خدمت میں تعزیت پیش فرمادیں ، دعائے خیر میں یاد فرماتے رہیں، فقط والسلام۔

از محمد یونس سورتی

مجلس دعوۃ الحق لیسٹر (یوکے)

مولانا عبدالغفار صاحب منصوری ہارڈنگ افریقہ

برادر مکرم مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب و دیگر برادران

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی بعافیت!

۲۴ ربیع الاول بروز چہار شنبہ پورشیفٹن سے واپسی پر بعد از نماز مغرب مولوی یوسف صدر صاحب نے ایک روح فرسا اور جان لیوا خبر سنائی کہ ہمارے مشفق و مہربان مہتمم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ دار الفناء سے دار البقاء کی طرف وعدۂ لقاء لئے رحلت فرماگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دنیا فانی ہے یہاں ہر شخص مسافر ہے اور ایک نہ ایک دن سفر کو مکمل کر کے

دار بقا کی طرف کوچ کر جائیگا، لیکن بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کامیاب زندگی گزار کر دنیا سے تشریف لیجاتے ہیں، ہمارے حضرت قاری صاحب مرحوم بھی ایسے ہی حضرات میں سے تھے، آپ زہد وعبادت، تواضع وانکساری، غم خواری وغم گساری، شفقت ورحمت، محبت والفت، ایثار وہمدردی، صداقت ودیانت، شرافت وامانت غرضیکہ تمام اخلاق جمیلہ اورصفات حسنہ کے جامع تھے اور صحیح معنوں میں اسم بامسمیٰ تھے۔

دعاء ہے کہ حق تعالیٰ شانہ حضرت قاری صاحب مرحوم کی کروٹ کروٹ مغفرت فرمائیں، آپ کی دینی خدمات کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے اعلیٰ درجات عطا فرمائیں، آپ کے پسماندگان کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں، بالخصوص آپ کی اولاد واحفاد کو آپ کے لئے صحیح صدقۂ جاریہ بننے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔ بقول شاعر:

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

اور جیسے کسی شاعر نے حضرت قاری صاحب مرحوم ہی کیلئے کہا ہو:

گلشن کی فضا صدیوں مجھے یاد کرے گی
کلیوں کو میں وہ خونِ جگر دے کر چلا ہوں

عبدالغفار منصوری عفی عنہ